اداریہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سروے

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانہ

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: صبا خان ...... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر ...... عکاسی: امجد صدیقی

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2

فیکس 021-35620773 ایک از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Info@aanchal.com.pk

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چار چیزیں ایسی ہیں جسے میسر آ گئیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل ہو گئی۔ (۱) شکر گزار دل (۲) خدا کو یاد کرنے والی زبان (۳) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن (۴) ایسی بیوی جو اپنی جان اور شوہر کے مال میں خیانت نہیں کرتی۔" (بیہقی، مشکوٰۃ)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

جنوری ۲۰۱۲ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

میرے سامنے قاری بہنوں اور لکھاری بہنوں کے خطوط ایک انبار کی شکل میں رکھے ہیں۔ میں سوچ رہی ہوں کہ ان کا کیسے جواب دوں۔ یہ وہ خطوط ہیں جن میں بہنوں نے اپنے ماہنامہ آنچل کی پسندیدگی اور معیار کا نہ صرف اظہار کیا ہے بلکہ ان کا یہ اصرار بھی ہے کہ آنچل کا ایک شمارے کے بعد دوسرا شمارہ یوں تو ایک ماہ بعد آتا ہے لیکن انہیں اس کی جدائی بڑی طویل محسوس ہوتی ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ آنچل ہر مہینے میں کم از کم دوبار آنا چاہیے۔

پڑھنے والی بہنوں کی بے چینی یقیناً ان کی بے پناہ محبت اور آنچل سے تعلق کا اظہار ہے جب کہ ہماری لکھنے والی بہنوں کی تحریریں جو آنچل کے صفحات کے محدود ہونے کے باعث طول طویل انتظار کی قطار میں بڑی تاخیر کا سبب بنتی ہیں اور لکھنے والی بہنوں کو شدید کوفت اور دل برداشتگی سہنا پڑتی ہے۔ شاید اس لیے ہی ان کی بھی یہ خواہش ہے کہ آپ کا پسندیدہ آنچل ہر ماہ ایک کے بجائے دو شمارے لائے جائیں۔

آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا اس مہنگائی کے دور میں ہمیں ایسا کرنا چاہیے؟ فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔

ویسے ہم آپ کو اپنی مجبوریوں سے بھی آگاہ کر دیں کہ آپ کے پسندیدہ رسالہ کا سرکاری اجازت نامہ ماہنامہ شائع کرنے کا ہے۔ اس لیے اس کے دو شمارے ہمارے لیے لانا ممکن نہیں ہوگا ہاں اگر آپ پسند کریں اور آپ اجازت دیں تو میں نے آنچل کے ناشر جناب مشتاق احمد قریشی سے مشورہ کیا تو انہوں نے بتایا ہے کہ قاری بہنوں کی یہ فرمائش تو کافی عرصے سے چلی آرہی ہے۔ بہن فرحت آراء کا بھی یہی خیال تھا کہ اپنی قاری بہنوں کا مان رکھتے ہوئے آنچل ہر ماہ دوبار شائع کیا جائے کیونکہ بہت سی اچھی اور خوب صورت تحریریں انتظار اور انتظار کی نذر ہو جاتی ہیں لیکن یہ تب ممکن نہ ہو سکا اب میرے کہنے اور آپ کے خطوط جو میں نے ان کے سامنے رکھ دیے ہیں تب انہوں نے آپ بہنوں سے یہ مشورہ کرنے کو کہا ہے کہ اگر بہنیں پسند کریں اور اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلائیں تو وہ اپنے دوسرے ماہنامہ "نئے افق" جس کا مزاج جاسوسی کہانیوں کا ہے کو بہنوں کے لیے آنچل ثانی کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔

اب فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔

جو آپ کی مرضی، جو آپ کا فیصلہ ہوگا مشتاق صاحب اس کے مطابق عمل کرنے کو تیار ہوں گے۔ امید ہے کہ بہنیں اپنی موقر رائے کا برملا اظہار کریں گی۔

بہنیں نوٹ فرمالیں فروری کا آنچل افسانہ نمبر ہوگا اور آپ کی پسند کا کالم بند کیا جارہا ہے اس کی جگہ جلد نیا دلچسپ سلسلہ شروع کیا جائے گا۔

اس ماہ کے ستارے

☆ تو نے قدر نہ جانی
عروسہ عالم طویل غیر حاضری کے بعد حاضر محفل ہیں۔

☆ ادھورے خواب
سیما بنت عاصم سبق آموز افسانہ ادھورے خواب کے ساتھ شریک محفل ہیں۔

☆ ستارۂ سحر
مہوش ملک، بہت حساس موضوع پر بہت ہی عمدہ ناولٹ کے ساتھ پہلی بار شریک محفل ہیں۔

☆ نئے موسم
سکینہ فرخ نئے موسم میں کیا سبق دے رہی ہیں۔

☆ قرض اور فرض
سلمٰی غزل قرض اور فرض کا فرق بتا رہی ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو
قیصر آرا

حمد

[illegible] اتنا ہے کہ عیاں نہیں ہے
وجود اس کا کہاں نہیں ہے

جہاں نہیں ہے نظامِ ربی
کوئی بھی ایسا جہاں نہیں ہے

خرد کی آنکھیں کھلیں تو دیکھیں
یقین ہے ربّ، گماں نہیں ہے

کرو جو ربّ ربّ تو سانسیں مہکیں
بہار ہے ربّ خزاں نہیں ہے

ہے ربّ تو راجا جی لا مکانی!
مکیں نہیں وہ مکاں نہیں ہے

نعت

میرے آنگن میں نقشِ قدم آپ ﷺ کا
اے سراپائے رحمت کرم آپ ﷺ کا

دل کی گلیوں میں پھرتی ہے شام و سحر
لے کے ہاتھوں میں خوش بو علم آپ ﷺ کا

حرف کھلتے ہیں پھولوں سے بھی کچھ سوا
نام لکھتا ہے جب بھی قلم آپ ﷺ کا

آپ ﷺ سارے جہانوں کے سردار ہیں
ہر زمانہ ہے شاہِ امم آپؐ کا

خواب میں دیدِ خیر الوریٰ آپ ﷺ کی
ہے یہ احسان کیا مجھ پہ کم آپ ﷺ کا

نعمت نعت پر کیوں نہ احمد رضا!
شکر ہر دم بجا لائیں ہم آپ ﷺ کا

(احمد رضا راجا)

دِیا جواب آں

مدیرہ

شبیر احمد دلبر...... سرگودھا

محترم بھائی! آپ کی شاعری کی کتاب ''محبت اک صحیفہ ہے'' موصول ہوگئی ہے۔ بے حد شکریہ۔ آنچل فیملی اور قارئین کو یہ کتاب مبلغ 150 روپے میں بغیر ڈاک خرچ کے مل سکتی ہے۔

اسماء کرن...... کلور کوٹ۔ بھکر

عزیزی اسماء! خوش رہو۔ ناول یا ناولٹ حصوں میں شائع کرنے کے لیے بھی مکمل تحریر ہمارے پاس ہونی لازمی ہے۔ اس کے بغیر منتخب یا رَد کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ مزید یہ کہ یہ ایک دقت طلب کام ہے' جس کے لیے مشاقی و مہارت ناگزیر ہے۔ نو آموز مصنفین اس کی متحمل نہیں ہو پاتیں اسی لیے ہم نو آموز لکھنے والی بہنوں کو افسانہ پر طبع آزمائی کا مشورہ دیتے ہیں۔ آپ کی گزشتہ تحریر کے لیے ہم بس اتنا کہیں گے کہ

گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں

کسی بھی معاملہ میں ناکامی کا مطلب ہمیشہ ناکامی نہیں ہوتی' اپنا مطالعہ وسیع رکھیں اور کوشش جاری رکھیں' ہمیں امید ہے کہ آپ کا نام مستقبل کی بہترین مصنفات میں شامل ہوگا مگر حوصلہ' محنت اور لگن شرط ہے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

پری وش گوندل...... مانگٹ منڈی بہائوالدین

پری وش' جیتی رہو۔ آنچل کے مستقل سلسلوں میں کچھ بھیجتے ہوئے پورا نام اور مقام لکھنا ضروری ہوتا ہے۔ پتا بھیجنے کی شرط مصنفین کے لیے ہے تاکہ اشاعت پر اعزازی پرچا روانہ کیا جاسکے۔ مزید یہ کہ نگارشات معیاری ہوں تو ضرور شائع ہوتی ہیں۔ مگر باری کا انتظار بھی کرنا پڑتا ہے۔ افسانہ مل گیا ہے۔ پڑھنے کے بعد آپ کو ان ہی صفحات میں ہماری رائے مل جائے گی۔ آنچل کے نام آپ کا بھیجا ہوا شعر شامل اشاعت ہے۔

اس سے زیادہ نہیں کچھ کلام
اے آنچل تجھے سلام!

سعدیہ خان سعدی...... گاؤں کھٹیالہ سمبڑیال

سعدیہ! سلامت رہو' آپ کا افسانہ مل گیا ہے۔ پڑھنے کے بعد ان ہی صفحات پر رائے دیں گے۔ البتہ آپ کی تعلیم افسانہ نگاری کے لیے نہایت کم ہے۔ اپنا مطالعہ وسیع رکھیں اور تعلیمی سلسلہ جاری رکھیں۔ آپ کا نام آنچل کے لیے نیا نہیں ہے۔ کوشش کر کے بہترین انتخاب سلسلوں کے لیے بھیجتی رہیں۔ ان شاء اللہ ضرور کامیاب رہیں گی مگر پہلے اپنی تعلیم پر توجہ دیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ہما ایوب شیخ...... عارف والا

ڈیئر ہما' خوش رہو' آباد رہو۔ آپ کا کھلکھلاتا ہوا خط اور تازہ ترین افسانہ موصول ہوگیا ہے۔

پڑھنے کے بعد ہی رائے دیں گے' گزشتہ افسانہ اشاعت کے لیے تیار ہے۔ امید ہے آپ اپنا معیار برقرار رکھتے ہوئے پوری کوشش اور توجہ سے افسانے لکھ کر بھجواتی رہیں گی۔ دعاؤں کے لیے رب تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کریں۔ آمین

مہر گل...... کراچی

پیاری مہر گل' جیتی رہو۔ آپ سب کو اختیار ہے جو دل کرے بلا جھجک ہم کو کہہ سکتی ہیں ہم کو بھلا کیوں برا لگے گا' بلاشبہ آپ کا انداز تحریر بہتر ہے مگر مزید مہارت کے لیے وسیع مطالعہ و مشق کی ضرورت ہے۔ اچھی تحاریر اپنی جگہ خود ہی بنالیتی ہیں ان کو کسی بھی سفارش کی ضرورت نہیں ہوتی' آپ سب بہنیں ہمیں دل سے عزیز ہیں۔ موجودہ افسانہ کے لیے معذرت۔ امید ہے حوصلے' لگن اور محنت کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھیں گی۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

رشک حبیبہ...... کراچی

رشک حبیبہ' سلامت رہو۔ آپ نے اپنی تحاریر کے لیے جس وسیع القلبی کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابل رشک ہے۔ آپ کا خیال بالکل درست ہے کہ آنچل میں معیاری تحاریر کی حوصلہ افزائی ضروری ہوتی ہے۔ اس ضمن میں مناسب کاٹ چھانٹ ہمارے ذمہ ہے۔ امید ہے کہ آپ کہانی میں اغلاط کی درستگی بہت کچھ سیکھنے میں معاون و مددگار ثابت ہوگی۔ بلاشبہ ہم آپ جیسی مصنفات کے دل سے قدردان ہیں۔ ہماری ڈھیروں دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

فاطمہ عاشی...... جھنگ صدر

ڈیئر فاطمہ' خوش رہو۔ فرحت آپا کے لیے آپ نے جو کچھ لکھا' وہ صرف آپ کے نہیں کئی قاری و قلم کار بہنوں کے دل کی آواز ہے۔ بلاشبہ وہ مشفق ہستی تھیں۔ ان کے دیے حوصلے نے ناصرف آپ کو بلکہ کئی نوآموز قلم کاروں کو لکھنے کی تحریک بخشی' مگر کیا کیا جائے کہ ربّ کی مشیت پر سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ ناول ضرور بھیجیں اس کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں اور جتنی اپنائیت و محبت آپ آنچل اور اس کی قاری و قلم کار بہنوں سے رکھتی ہیں اتنی ہی محبت ہم بھی آپ سے رکھتے ہیں اور آپ بھی آنچل فیملی کا حصہ ہیں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

حمیرا علی...... کراچی

ڈیئر حمیرا' سلامت رہو۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ بلاشبہ ہم بہتر لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں' آپ آنچل کی مصنفات میں بہترین اضافہ ثابت ہوں گی پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ کی تحاریر کو خاص الخاص نہ ٹھہراتے......؟ آپ کی تحریر عنقریب شاملِ اشاعت ہوگی۔ امید ہے کہ آپ اپنا قلمی سفر جاری رکھیں گی اور مزید بہتری کے لیے کوشاں رہیں گی۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ آپ کی دعائیں پاکستان کے حق میں قبول فرمائے آمین۔

راجہ کرامت حسین

جنجوعہ، مقام نا معلوم

راجہ۔ خوش رہو۔ بلاشبہ آپ کا نام ہمارے لیے باعثِ تحیر ہے، جب کہ آپ کے بیان کے مطابق آپ محترم نہیں محترمہ ہیں۔ ایک بات کی وضاحت کرتے چلیں کہ آنچل میں مرد حضرات کے نام سے کہانیاں نہیں شائع کی جاتیں لہٰذا آپ اپنا نام اور شہر کا نام ارسال کر دیجیے۔ بہر حال تحریر مل گئی ہے۔ پڑھنے کے بعد ان ہی صفحات میں رائے مل جائے گی۔

مشترکہ جوابات

حنیفہ سلیم، ساہیوال۔ بلاشبہ آپ بہتر لکھ سکتی ہیں اگر کچھ توجہ اور بہتری کے ساتھ لکھنے کی کوشش کی جائے۔ زیر نظر افسانہ میں آپ نے موضوع بے حد حساس چنا تھا۔ اس لیے معذرت۔ **نورین شفیع، ملتان۔** ہمیں پرچے کے حصول کی بابت آپ کی مشکلات کا خوب اندازہ ہے اور آپ جیسے قارئین کو ہم سالانہ خریدار بننے کا مشورہ دیتے ہیں تاکہ گھر بیٹھے پرچا آپ کو با آسانی سے ملتا رہے۔ **زرینہ چوہدری، مقام نا معلوم۔** آپ کی تحریر مل گئی ہے، ابھی پڑھی نہیں گئی۔ آنچل کا میل ایڈریس شمارے میں موجود ہوتا ہے۔ **اسماء نعمانی، جلال پور پیروالا۔** آپ کے خط میں کوئی جواب طلب بات نہیں لیکن آپ کے اصرار پر جواب شامل کیا جارہا ہے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ **ناز سلوش ذشے، میر پور آزاد کشمیر۔** آنچل آپ کا اپنا پرچا ہے کسی بھی قاری کو کچھ بھی بھیجنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ یہی جواب **مریم الیاس کوٹ گھکہ** کے لیے ہے۔ **فوزیہ سلطانہ فوزی، تونسہ شریف۔** آپ کا افسانہ مل گیا ہے۔ **نازیہ کنول نازی اور ام مریم** تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچائی جارہی ہے۔ **عمارہ نجیب بھامی، راولپنڈی۔** آنچل کے صفحات پر خوش آمدید۔ افسانہ مل گیا ہے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ **کرن آسمان تپش انصاری، شرقپور شریف۔** لگتا ہے آپ باقاعدگی سے آنچل کا مطالعہ نہیں کرتیں۔ ورنہ ہم سے اتنی شکایات نہ ہوتیں۔ آنچل کے ان ہی صفحات میں آپ کی نگارشات کے بارے میں جواب دیا جا چکا ہے۔ **فرخندہ فیض، گنگ چنن۔** تجاویز نوٹ کرلی گئی ہیں البتہ لکھنے کے لیے آپ کو نہایت محنت و وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے۔ **ثناء حسین گل، شجاع آباد۔** آپ کی شاعری بہتر ہے۔ مناسب کانٹ چھانٹ کے بعد شائع کردی جائے گی مگر انتظار شرط ہے۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ **سیدہ صالحہ صدیقہ، عبدالحکیم۔** ''ہمارا آنچل'' کے لیے تعارف ضرور بھیج دیجیے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے عشنا کوثر تک پہنچائی جارہی ہے۔ **شمائل اختر، جہلم۔** اسکیچز کے لیے معذرت۔ **مسز چوہدری، ساہیوال۔** ہم آپ کے لکھے ہر لفظ کے حامی ہیں مگر زیر نظر غم پر افسانہ نہیں ہے۔ سو معذرت یہی جواب **مریم بی بی** کے لیے ہے۔ **مدیحہ نورین مدوح، برنالی۔** آپ کو نئے سال

کے ہمراہ یکم جنوری پر اپنی سالگرہ کی بے حد مبارک باد۔ جیو ہزاروں سال۔ **سمیرا ادریس راجپوت، پیر والا باڑہ۔** آپ اپنی تحاریر ضرور بھیجیں، آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ **نبیلہ کوثر، فیصل آباد۔** افسانہ موصول ہو گیا ہے۔ ابھی پڑھا نہیں گیا۔ **شگفتہ خان، بھلوال۔** آپ کا نام شامل اشاعت ہے اگرچہ آپ کے طویل خط میں کوئی بات جواب طلب نہیں ہے۔ **سیدہ فرحت کاظمی، ننکانی۔** کسی بھی چیز کے لیے جلد شائع کرنے کی شرط رکھنا درست نہیں ہے باری کا انتظار کرنا پڑتا ہے یہ ہماری مجبوری ہے نئے سال کے لیے نیک تمنائیں۔ **بشریٰ وارث، چک سادو ورکاہ۔** تحریر موصول ہوگئی ہے۔ مگر بہتری اور مطالعہ کی ضرورت ہے۔ امید ہے ثابت قدم رہو گی۔ **طاہرہ ملک، جلال پور پیر والا۔** آپ کی بہن کی شاعری متعلقہ شعبے میں بھیج دی گئی ہے۔ آپ کی پسندیدگی سعدیہ کاشف اور نازیہ کنول نازی تک ان سطور کے ذریعے پہنچائی جارہی ہے۔ **طیبہ نذیر، گجرات۔** جتنی محبت آپ آنچل سے رکھتی ہیں۔ آپ سب بہنیں بھی ہمیں اتنی ہی عزیز ہیں۔ آنچل کے حصول کے سلسلے میں مشکلات پر ہم آپ کو سالانہ خریدار بننے کا مشورہ ہی دے سکتے ہیں۔ **زہرا دلدار، جہلم۔** آپ نے جس نکتے کی جانب توجہ دلائی ہے اس کا ہم خود خیال رکھتے ہیں۔ یقیناً آپ کو آنچل میں کہیں بے باک الفاظ و مناظر کبھی نہیں ملے ہوں گے۔ **یاسمین عندلیب، شور کوٹ کینٹ۔** افسانہ مل گیا ہے معیاری رہا تو ضرور شائع ہوگا۔ **سمیرا کنول، مقام نا معلوم۔** تحریر مل گئی ہے مگر معذرت آپ کو وسیع مطالعہ و مشق کی ضرورت ہے۔ **عابدہ ہاشمی، لاہور۔** افسانہ مل گیا ہے پڑھنے کے بعد ان ہی صفحات میں رائے دے دی جائے گی۔ **ایمن وفا، جھڈو۔** آپ سب بہنیں جس نام سے چاہیں پکاریں، آپ سب ہمیں دل سے عزیز ہیں۔ ہماری ڈھیروں دعائیں آپ سب کے ساتھ ہیں۔ مگر ناول کی بجائے پہلے افسانہ پر طبع آزمائی کریں۔ **کومل رباب، لاہور۔** تعارف باری آنے پر شائع ہوتا ہے۔ غزل مناسب نہیں ہے۔ **اقراء تاج، جہلم۔** آپ کے لیے اتنا ہی کہیں گے کہ ''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔''

ناقابل اشاعت

تجھے کھو کے پایا، امید زندگی، قربانی، انوکھی محبت، پاش، کہاں گئی وہ گل سی بانو، قسمت کا انمول تحفہ، پہلی نظر کی قید میں، سنو دسمبر، اقبال ہے تو بن کے دیکھ، سکون حیات تھے تم، خواب اور حقیقت، بدلہ، حقیقت، اب جیا نہ جائے، محبت جیت ہوتی ہے، دیے جل گئے، جنون عشق کے فن پارے، خیال رکھنا، اے میرے ہم سفر، اقرار کا موسم، انوکھی رخصتی۔

شیطان کی حقیقت قرآن کی روشنی میں

مولف: مشتاق احمد قریشی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ:۔ جس وقت بھی کوئی جماعت (گروہ) دوزخ میں داخل ہوگی وہ اپنی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہوجائیں گے تو ہر بعد والا گروہ پہلے والے گروہ کی نسبت کہیں گے‘ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا۔ اب ان کو دوزخ کا دوگنا عذاب دے اللہ تعالیٰ فرمائے گا سب کے لئے ہی دوگنا عذاب ہے کیا تم کو خبر نہیں‘ سورۂ حم السجدہ میں ایسے نافرمانوں اور ابلیس کے پھندوں میں پھنسنے والوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔ (الاعراف۔ ۳۸)

ترجمہ:۔ اللہ کے دشمنوں کی سزا یہی دوزخ کی آگ ہے جس میں ان کا ہمیشگی (دائمی) گھر ہے (یہ) بدلہ ہے ہماری آیتوں سے انکار کرنے کا۔ اور کافر لوگ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہمیں ان جنوں اور انسانوں کو دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا (تاکہ) ہم انہیں اپنے پیروں تلے روند ڈالیں تاکہ وہ جہنم میں سب سے نیچے (سخت عذاب میں) ہوجائیں۔ (حم السجدہ۔ ۲۸۔ ۲۹)

یہی مضمون سورۃ الاحزاب میں ذرا مختلف انداز میں آیا ہے کہ کس طرح ہر دوزخی اپنے اختیار سے برے اعمال کے لئے دوسروں کو ذمہ دار ٹھہرا کر ان کے لئے زیادہ سزا اور عذاب کی خواہش کرتا ہے کفر کرنے والوں اور اہل دوزخ کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ (کے لئے) رہیں گے۔ وہ (وہاں) کوئی حامی و مددگار نہیں پائیں گے۔ اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے۔ (وہ حسرت وافسوس سے) کہیں گے‘ کہ کاش ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔ اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے تو اپنے سرداروں اور بڑوں کی بات مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا۔ اے پروردگار! تو انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بہت بھاری لعنت نازل فرما۔ (الاحزاب۔ ۶۴ تا ۶۸)

ترجمہ:۔ اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا گمان سچا کر دکھایا یہ لوگ سب کے سب اس کے تابع دار بن گئے سوائے مومنوں کی ایک جماعت کے۔ شیطان کا اُن پر کوئی زور (دباؤ) نہیں تھا مگر جو کچھ ہوا وہ اس لئے کہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ظاہر کردیں ان لوگوں میں سے جو اس پر (آخرت پر) شک میں ہیں اور آپ کا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (سبا۔ ۲۰‘۲۱)

آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں کا ابلیس کے چنگل میں پھنسنے اور ابلیس نے جس کام کے لئے اللہ سے قیامت تک کی مہلت مانگی تھی کے بارے میں باخبر کر رہا ہے اور یہ اطلاع دے رہا ہے کہ ابلیس کے تمام ترحربوں کے باوجود اہل ایمان کو وہ ان کی جگہ سے نہیں ہٹا سکا صرف وہی لوگ اس کے بہکائے میں

آ گئے جنہوں نے اپنے اختیار سے اس کا کہا مانا اور اس کی اطاعت میں اپنی بھلائی سمجھی۔ کیونکہ شیطان کا کسی بھی انسان پر اس طرح کا قطعی زور دباؤ نہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے اور نہ ہی اسے یہ اختیار ہے کہ وہ کسی بھی انسان کو زبردستی اپنی فرمانبرداری پر اور اپنے کہے پر عمل کرنے پر مجبور کرسکے اللہ نے اسے صرف اتنی ہی صلاحیت دی ہے کہ وہ انسان کو صرف بہکا سکے اس کے دل میں وسوسے ڈال سکے بس اس کے بعد انسان کا اپنا اختیار ہے کہ وہ اس کی بات سنے یا نہ سنے‘ مانے یا نہ مانے۔ آیت مبارکہ میں یہی بات واضح کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے انسانوں کو جو شیطان کی بات پر عمل کرتے ہیں اور ایسے انسانوں کو جو اللہ کی بات مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ الگ الگ نمایاں کردے اور جو آخرت کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا ہیں یا اس کے بارے میں شیطان کے بہکائے میں آ کر یقین ہی نہیں کرتے انہیں الگ کردے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر وقت ہر ہر چیز و عمل سے پوری طرح باخبر رہتی ہے وہ اپنے ہر ہر بندے کی پوری طرح نہ صرف پرورش کر رہا ہے بلکہ اس کی دیکھ بھال بھی وہی کر رہا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بارے میں انتہائی حد تک باخبر رہتا ہے وہ ہماری نیتوں اور بدترین سوچوں تک سے پوری طرح آگاہ رہتا ہے۔ اس سے ہمارا کوئی عمل کوئی سوچ وفکر کسی بھی طرح پوشیدہ نہیں رہ سکتی نہ رہتی ہے یہ اور بات ہے کہ وہ رحیم وکریم اپنے رحمانیت اور کرم کے حوالے سے اپنے بندوں کو بہت سے مواقع فراہم کرتا ہے کہ شاید وہ کسی وقت خود اپنے اختیار سے اپنی اصلاح کرلے اور سیدھی راہ اپنا لے وہ تو بار بار نہ صرف موقع دیتا ہے بلکہ تنبیہہ کے ساتھ ساتھ اصلاح کے طریقے اور راستے بھی بتلاتا ہے تاکہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کا اعزاز بخشا ہے اور زمین پر اسے اپنا نائب اپنا خلیفہ بھی مقرر کیا ہے اگر وہ اپنی غلط کاریوں کی وجہ سے خود اپنے ہاتھوں اپنے پر ظلم کرنے والا کسی طرح بن بھی جاتا ہے تو جب اسے موقع ملے وہ اپنی فہم وفراست کو استعمال کرکے خود اپنے اختیار سے واپس سیدھی راہ حق پر چلا آئے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کے ساتھ بڑا ہی رحم وکرم کرنے والا بڑا ہی مہربان پرورش ونگہبانی کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ تو ہر طریقے سے ہر وقت اپنے بندوں کو ابلیس کی دھوکہ دہی اور فریب کاریوں سے بچانا چاہتا ہے۔

ترجمہ:۔ ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دے دیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا‘ اس نے صاف انکار کردیا۔ (طہٰ۔ ۱۱۵‘۱۱۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان آیات میں سب سے پہلے انسان (آدم) کی تین بڑی اہم کمزوریوں کی نشاندھی کی ہے پہلی بھول یا نسیان جو ہر انسان کی سرشت میں داخل ہے دوسری ارادے کی کمزوری یعنی عزم کا فقدان یہ انسانی طبائع میں بالعموم پائی جاتی ہے۔ تیسری لالچ یا طمع جسے ترغیب یا پھسلاوا بھی کہا جاتا ہے۔ یہ تینوں ہی کمزوریاں ایسی ہیں جن سے شیطان پورا پورا فائدہ اٹھاتا ہے اور انسان اپنی ان ہی فطری کمزوریوں کے باعث شیطان کے وسوسوں میں پھنس جاتا ہے۔ اور اگر ان کمزوریوں میں اللہ کے حکم سے بغاوت وسرکشی کا جذبہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا عزم مصمم شامل نہ ہو‘ تو بھول اور کمزور ارادے سے ہونے والی غلطی‘ عصمت وکمال نبوت کے منافی نہیں‘ کیونکہ اس کے بعد انسان فوراً ہی نادم وشرمندہ ہوکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھک جاتا ہے اور توبہ استغفار میں مصروف ہوجاتا ہے جیسا کہ خود حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سمجھایا تھا اور بتا دیا تھا کہ شیطان تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے‘ یہ تمہیں جنت سے نکلوا نہ دے۔ اس بات کو اللہ تبارک وتعالیٰ یہاں اپنے بندوں کو سمجھانے کے لئے بتا رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اس تاکید وہدایت کو بھول گئے جس میں

انہیں ایک درخت کے پاس جانے یعنی اس کا پھل کھانے سے منع فرمایا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام جانتے تھے کہ انہیں اس درخت کے پاس نہیں جانا اور نہ ہی اس کا پھل کھانا ہے۔ لیکن شیطان جسے خود خالق و مالک نے حضرت آدم کا دشمن کہہ کر اس سے بچنے اور دور رہنے کی ہدایت فرمادی تھی لیکن دشمن نے ان کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اور اللہ کی قسم کھا کر انہیں یہ یقین دلایا کہ اس درخت کا پھل یہ تاثیر رکھتا ہے کہ جو اسے کھالیتا ہے اسے دائمی زندگی کی بادشاہت مل جاتی ہے۔ تو حضرت آدم علیہ السلام اس لمحے اللہ کی ہدایت کو بھول گئے اور اپنے عزم اور ارادے پر قائم نہ رہ سکے اور دائمی زندگی و طمع کی وجہ سے شیطانی وسوسے کا شکار ہوگئے۔

انسان کو وہ بھولا ہوا سبق جسے قرآن حکیم بار بار یاد دلا رہا ہے یہ وہی سبق ہے جو نوع انسانی کو اس کی پیدائش کے آغاز پر دیا گیا تھا اور جسے یاد دلاتے رہنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور جسے یاد دلانے کے لئے قرآن سے پہلے بھی ''ذکر'' آتے رہے ہیں۔

انسان اس سبق الٰہی کو بار بار شیطان کے بہکانے کی وجہ سے بھولتا ہے اور یہ کمزوری اس میں آغاز آفرینش سے دکھائی دے رہی ہے۔ سب سے پہلی بھول اولین ماں باپ حضرت آدم علیہا السلام اور اماں حوا علیہ السلام کو لاحق ہوئی اور اس کے بعد یہ سلسلہ برابر جاری ہے اسی لئے انسان اس بات کا محتاج ہے کہ اسے احکام الٰہی کی مسلسل اور بار بار یاد دہانی کرائی جاتی رہے اور یہ بات انسان کو روز اول ہی بتادی گئی تھی کہ شیطان تمہارا دشمن اولیں ہے اس کے بہکائے میں مت آنا ورنہ گمراہی و بدبختی سے محفوظ نہیں رہو گے جیسا کہ خود حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ انسان شیطان کے بہکائے میں اگر آجائے اور غلطی کر بیٹھے تو اس کی معافی ہوسکتی ہے بشرطیکہ انسان کو اپنی غلطی کا احساس ہو اور وہ اپنی غلطی کی اصلاح کرلے اور انحراف چھوڑ کر اطاعت و بندگی کی طرف لوٹ آئے۔ دوسری چیز وہ ہے جس میں انسان خوب سوچ سمجھ کر اللہ کے مقابلے میں شیطان کی بندگی اور پیروی کرے اور اسے اپنی غلط روش کا احساس تک نہ ہو جیسا کہ کفار کو ہوتا ہے اس کے لئے معافی کا کوئی امکان نہیں ہے ان کا انجام روز حشر ہر وہ شخص دیکھے گا جو شیطان کی روش پر چلے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ کئی جگہ قران حکیم میں دہرایا گیا ہے ہر جگہ مسلسل بیان سے اس کی مناسبت الگ ہے' ہر جگہ اسی مناسبت کے لحاظ سے تفصیلات مختلف طریقوں سے بیان کی گئی ہیں۔ ہر جگہ طرز بیان مختلف رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ابلیس کا ذکر کل گیارہ جگہ آیا ہے ان تمام مقامات پر باری تعالیٰ سے مکالمے کی شکل میں ہے۔ جہاں اسے مایوسی اور نامرادی کا سامنا ہوا وہاں اسے ابلیس کہا گیا اور جہاں اس کی کارستانی کا ذکر آیا وہاں شیطان کہا گیا ہے۔

جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ انہوں نے شیطان کے بہکائے میں آکر اس درخت کا پھل کھالیا جس کے لئے منع کیا گیا تھا۔ ایسا انہوں نے بھول سے کیا تھا یعنی ان کی نافرمانی کسی خاص عزم وارادے کا نتیجہ نہیں تھا جو کچھ کیا بھولے سے کیا اور غلطی کا احساس ہوتے ہی ندامت وشرمندگی کا اظہار کرنا عزم وارادے اور اختیار کا مظہر ہے۔ آیت مبارکہ میں یہی بات سکھائی بتائی جارہی ہے کہ آدم علیہ السلام نے جو کچھ کیا بشری کمزوری کی وجہ سے کیا اور یہی غلطی انسان اب بھی دہراتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی تمام تر پیشگی تنبیہات کے باوجود دشمن کے پھندے میں پھنس جاتا ہے اگر ایسا صرف بھول سے ہوتا ہے کہ انسان بھولے سے خطا کر گزرتا ہے اور فوراً ہی اپنی غلطی کو محسوس کرکے معافی تلافی کا طلبگار ہوجاتا ہے تو اس میں نافرمانی کا عزم نہیں پایا جائے گا اور اگر وہ دیدہ ودانستہ سب کچھ جانتے ہوئے احکام الٰہی سے انحراف

کرتا ہے اور شیطان کی راہ لگتا ہے تو اس میں نافرمانی کا عزم پایا جائے گا اور ایسا انسان نافرمان گردانا جائے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو نہ صرف اپنا نائب اور اپنا خلیفہ فی الارض بنایا ہے بلکہ بڑی قوت کا مالک بھی بنایا ہے۔ انسان جس کا منصب حیات ہی یہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر ہر شعبے میں ابلیس کی ہر ہر قوت ہر ہر عمل کو اپنے ارادے اپنی عقل وفہم اور اختیار کو استعمال کرکے اس طرح شکست فاش دے کہ اس کی ہڈیاں تک چیخنے لگیں۔ انسان میں ایسی قوت ایسی مضبوطی واستحکام صرف ایمان کی پختگی اور اعمال صالحہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی بالکل اسی طرح تعمیل کرنے سے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ ان پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ عمل صالح ہی انسان میں وہ قوت وہ صلاحیت پیدا کرتے ہیں کہ اگر دنیا کی بڑی سے بڑی ابلیسی قوت بھی اس کے سامنے آجائے تو وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کا مقابلہ کرسکتا ہے اور ایسے صاحب ایمان متقی پرہیزگار نیکوکاروں کے سامنے آنے سے وہ خود بھی کتراتا ہے۔ ابلیس اور تمام ابلیسی قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا انہیں شکست سے دوچار کرنا ہی ایک مرد مومن کی شان ومقام ہے۔

آج کا مسلمان اگر چاہے اور کوشش کرے تو یقیناً اس کا اہل ہوسکتا ہے اور وہ اعلیٰ منصب ومقام حاصل کرسکتا ہے کہ ابلیس اور اس کی ذریات اور تمام ابلیسی قوتیں اس کے قریب آنے سے کترائیں۔ لیکن آج ہم نام کے ہی مسلمان رہ گئے ہیں' ابلیس کے تصور سے ہی ہماری روح کانپنے لگتی ہے یہی وجہ ہے کہ ابلیسی نظام اپنے پورے جاہ وجلال اور دبدبہ کے ساتھ دنیا میں پھیلتا جارہا ہے جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمادیا ہے کہ جب بھی تمہارا ابلیس سے سامنا ہو تو فوراً اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت الٰہی کی پناہ میں لے آؤ جو صرف اس کے احکام کی اطاعت سے ہی حاصل ہوتی ہے جبکہ آج کے مسلمان کی پناہ الٰہی ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' کے الفاظ تک محدود ہوکر رہ گئی ہے یہی وجہ ہے کہ شیطان جب چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے انسان کو اپنے وسوسہ اندوزی کے ذریعے اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے۔

ابلیس کے تمام تر حربوں اور چال بازیوں' جھوٹ فریب اور مکر سے انسان اگر چاہے تو اپنے اختیار سے اللہ کی احکام کی تعمیل کرکے بچ سکتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں ہمیں وہ سارے طریقے وہ سارے اعمال بتادیئے ہیں' ساری ہدایات نبی برحق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہم تک پہنچادی ہیں جن پر عمل کرکے نہ صرف شیطان کے حربوں' وسوسوں سے بچا جاسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی بھی حاصل کرکے اپنی آخرت کی دائمی زندگی کے تمام فوائد وانعامات الٰہی بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

(جاری ہے)

عاشی

ملیحہ احمد

السلام علیکم! ارے جناب ذرا رکیے تو! میری بات تو سنتے جائیں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ آپ تو مجھے نظر انداز کرکے چلے پلیز صرف دس منٹ کی ملاقات کرتے جائیں آپ سب کی مہربانی ہوگی اور امید ہے آج آپ کو یہ نئی مہمان پسند آئے گی (ہمارا آنچل) میں نام؟ آسیہ بتول پیار سے سب عاشی کہتے ہیں آپ بھی کہہ سکتے ہیں۔

تاریخ پیدائش: شہر ستار؟

۲۰ مئی فیصل آباد ثور

بہن بھائی نمبر تعلیم؟

تین بہنیں دو بھائی چوتھا نمبر اور بی اے کیا ہے۔

فضول خرچ یا کنجوس؟

نارمل ہوں۔

زندگی میں کس چیز کے لیے وقت نکالنا مشکل ہے؟

میرے خیال میں دوسروں کے لیے کیونکہ آج کل دور خود غرضی کا ہے۔

اگر دعا سے کوئی شخص مل سکتا تو کس کو مانگتیں؟

اگر "وہ" میرا ہوا تو بغیر دعا کے مل جائے گا۔

کوئی ایسا شخص جس نے آپ کی زندگی بدل دی ہو؟

کوئی خاص نہیں۔

اگر بازار سے خوشیاں ملتیں تو کون سی خوشی خریدتیں؟

دوسروں کے لیے بہت سی خوشیاں خریدتی۔

کھانا کس کے ہاتھ کا پسند ہے؟ اور کیا پسند ہے؟

امی کے ہاتھ کا اور پالک گوشت، چاول اور کھیر۔

کبھی غصے میں کھانا پینا چھوڑا ہے؟

نہیں! مگر کبھی غصے میں بہت کھاتی ہوں، خاص طور پر (مٹر)۔

موڈ خراب ہو تو ٹھیک کیسے ہوتا ہے؟

کبھی زیادہ بول کر اور کبھی خاموش رہ کر۔

کیا وقت کی پابندی کرتی ہیں؟

اس ملک میں کوئی بھی وقت کی پابندی نہیں کرتا اور میں بھی کوشش کرتی ہوں کہ وقت کی پابندی کرسکوں۔

اپنا ملک کیسا لگتا ہے؟

I Love Pakistan!

کون سا شہر پسند ہے؟

اپنے گھر کا ہر کونا پسند ہوتا ہے مگر ایک کونا جو مجھے بہت پسند ہے، وہ شہر اسلام آباد ہے۔

آپ دوسروں سے کتنی مختلف ہیں؟

یہاں تو ہر کوئی ایک دوسرے سے مختلف ہے تو ظاہر ہے میں بھی مختلف ہوں۔

پاکستان کے بارے میں کیا سوچتی ہو؟

یہی کہ پاکستان بہت خوب صورت ملک ہے۔

صبح اٹھتے ہی کیا کام کرتی ہو؟

قرآن، نماز پڑھتی ہوں اور شکر ہے پانچ وقت کی پڑھتی ہوں۔

موت سے ڈر لگتا ہے؟

نہیں! میرے خیال سے مسلمان کو موت سے ڈرنا نہیں چاہیے کیونکہ یہ تو برحق ہے۔ ہاں اللہ سے ڈر لگتا ہے مگر اللہ تو ستر ماؤں جتنا پیار کرتا ہے۔

ایک بات جس کا خیال رکھتی ہوں؟

کہ سچ بولوں۔

کس قسم کی تقریبات میں جانے سے گھبراتی ہیں؟

جہاں جانے کو دل نہ کرے۔

چاہنا اچھا لگتا ہے یا چاہے جانا؟

میرے خیال میں ہر ایک کی خواہش ہے سب اس کو چاہیں اور پسند کریں۔

کیا محبت ایک بار ہوتی ہے؟

(شاید) سچی محبت ایک بار ہوتی ہے۔

ایک سوال جو اللہ سے روزانہ کرتی ہوں؟

میری ایک دعا کب قبول ہوگی؟

اپنی شخصیت میں کیا چیز بدلنا چاہتی ہو؟

کہ دوسروں پر اعتماد نہ کروں۔

سائنس کی بہترین ایجاد؟

ہر ایجاد اچھی ہے مگر ہم استعمال اچھا نہیں کرتے۔

جب لوگ ملتے ہیں تو پہلا جملہ کیا کہتی ہیں؟

السلام علیکم! ارے بابا سمجھ گئی کچھ تو اچھی کہتے ہیں اور کچھ مغرور کہتے ہیں۔

دل کی باتیں کس سے کرتی ہو؟

اللہ سے اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ میری باتوں کا جواب بھی دیتا ہے۔

کوئی چیز جو وقت پر مل گئی ہو؟

جو خدا نے وقت پر ملنا لکھی ہے وہ اسی وقت پر ملی ہے۔

کس دن کی منتظر ہیں؟

میرا ملک کب ایک اچھا اسلامی ملک بنے گا۔

ایک محبت جو بھول نہیں سکتی؟

(وہ) محبت جو مل جائے نہیں بھول سکتی ہوں۔

کہاں جانے کے لیے ہمیشہ تیار رہتی ہو؟

سیر و تفریح کے لیے۔

پسندیدہ سیاست دان؟

وہ سیاست دان جو اس ملک میں آیا نہیں۔

پہلی ملاقات پر شخصیت میں کیا دیکھتی ہو؟

سر تا پیر۔

پسندیدہ مشروب اور پھول؟

دودھ اور گلاب۔

آئینہ دیکھ کر خیال آتا ہے؟

اللہ تیرا شکر ہے۔

پسندیدہ رنگ اور لباس؟

سفید اور کالا شلوار قمیص اور دوپٹا، لہنگا بھی پسند ہے۔

پسندیدہ شاعر؟

علامہ اقبال، وصی شاہ، ساحر لودھی جس کی ابھی تک کوئی کتاب نہیں آئی مگر اس کی شاعری پڑھی ہے، پسند آئی ہے۔

پسندیدہ کتاب؟

پہلے قرآن پاک پھر کلیات اقبال، البتول، شان اولیاء، سیرت طیبہ حضرت اویس قرنیؓ اور حضرت بلالؓ کی۔

پسندیدہ ناول؟

دشت آرزو، پیا کا گھر پیارا لگے، آدھا چاند اور ادھورا جیون، ایمان امید محبت، محبت اندھی نہیں، کچھ مجھے بھی مرنے کا شوق تھا، یہ چاہتیں یہ شدتیں، شہر چارہ گراں اور بھی بہت ہیں مگر نام یاد نہیں۔

پسندیدہ میوزک؟

جیسا موڈ ہو ویسا میوزک پسند ہے۔ میں اپنے سارے کام اپنے موڈ سے کرتی ہوں۔

سنگرز کون سے پسند ہیں؟

مہدی حسن، غلام علی، حمیرا اچنا، نور جہاں، ساحر علی بگا اور نازش، علی عباس، سارہ رضا، ابرار الحق، فلک۔

اداکار کون سے پسند ہیں؟

ساحر لودھی، احسن خان، جمال شاہ، سویرا ندیم، بابرہ شبنم، فہد مصطفیٰ، سارہ چوہدری، عمران عباس، صبا فیصل،

ہمایوں سعید، اسد، جبران، کامران اور بھی بہت سے ہیں۔

ایک خواہش؟

خواہش بھی کبھی ایک نہیں ہوتی۔ بہت سی ہوتی ہیں ایسے میری بھی بہت سی ہیں۔ نمبر ایک کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروں، آمین۔ دوسرا میری اپنی بوتیک ہو اور موٹر سائیکل چلانی آجائے۔

گھر والوں کو آپ کی کون سی عادت ناپسند ہے؟

کہ میں موڈی ہوں، ہر کام اپنے موڈ سے کرتی ہوں۔

موسم کون سا پسند ہے؟

سردی اور ساتھ آئس کریم ہو تو کیا بات ہے۔

مہینہ اور دن؟

رمضان کا مہینہ اور دن کا کوئی خاص نہیں ہے ہر دن اچھا ہے۔

خود کو کب تروتازہ محسوس کرتی ہو؟

جب نماز پڑھتی ہوں۔

آپ کی کس چیز یا بات کی لوگ تعریف کرتے ہیں؟

ہر چیز کی۔

آپ کسی کی تعریف کرتی ہو؟

ہاں! جو چیز اچھی لگتی ہے یا کوئی شخصیت تو اس کی تعریف کرتی ہوں اور کہتی ہوں (ماشاء اللہ)۔

غصہ کب آتا ہے اور بہترین رشتہ؟

جب میرا موڈ آف ہو اور کوئی مجھے تنگ کرے۔ بہترین ہر وہ رشتہ جو اللہ نے بنایا ہے۔

بہترین دوست؟

اللہ تعالیٰ۔

آخر میں کچھ کہنا ہے؟

امید ہے آپ سب مجھ سے مل کر خوش ہو گئے ہیں کیونکہ میں نے بہت ہمت کر کے اپنا تعارف لکھا ہے کیونکہ مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا اور کیسے لکھوں۔ اب اپنی مہمان عاشی کو دعاؤں کے ساتھ اجازت دیں اللہ حافظ۔

دعا زاہد

السلام علیکم! کیا حال ہیں جناب! ہم تو ہمیشہ کی طرح اے ون فرسٹ کلاس ہیں۔ جی تو نام ہے ہمارا دعا زاہد! سب کو دعائیں مفت میں ملیں گی۔ جی ہم سات بہن بھائی ہیں جن میں میرا نمبر دوسرا ہے۔ مجھ سے بڑی ایک بہن انا احب ہیں اور مجھ سے چھوٹے تین بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ میں میٹرک (کمپیوٹر سائنس) کے بعد ترجمہ و تفسیر القرآن اور حفظ کر رہی ہوں، ساتھ میں اسکول میں پڑھاتی بھی ہوں۔ مابدولت ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۵ کو اس دنیا میں تشریف لائے اور اب ماشاء اللہ پندرہ سال کے ہیں۔ روٹین تو بہت سادہ سی ہے۔ صبح اٹھ کر نماز پڑھتی، قرآن پاک پڑھ کر بستر اٹھاتی ہوں، ناشتے کے بعد اسکول اور وہاں سے سیدھی درس۔ ڈھائی بجے واپس آکر ٹیوشن پڑھاتی ہوں اور پھر چار بجے خود پڑھنے چلی جاتی ہوں۔ مغرب کے بعد واپسی کھانا کھایا، بستر بچھائے، برتن دھوئے اور ڈائجسٹ پکڑ کر بستر میں دبک گئے۔ خوبیاں تو (بقول میرے) اتنی ہیں کہ شمار مشکل مگر خامیاں پوچھنے کے لیے میری مما اور فرینڈز سے رابطہ کریں۔ میں کسی سے بھی جلدی بات نہیں کرتی مگر جب اسٹارٹ لے لوں تو پھر سمجھو بریکس فیل ہو گئیں۔ بہت زیادہ حساس ہوں۔ چوہوں، چھپکلی وغیرہ سے بہت ڈر لگتا ہے۔ جو دل میں آئے فوراً منہ پر ہی کہہ دیتی ہوں۔ راز داں بہت اچھی ہوں۔ زیادہ دوستیں نہیں بنائی مگر خود ہی بن جاتی ہیں۔ اسکول میں کوئی دوست نہیں بنائی۔ مگر چھٹی جماعت سے دسویں

جماعت تک شازیہ سے دوستی تھی اس کے بعد بس کزنز میں صنوبر سے خاصی بنتی ہے۔ کسی پر جلد یقین نہیں کرتی۔ رشتہ دوستی کا اچھا لگتا ہے۔ خوش بو اوپیا' انٹینشن' اٹرنل' لوڈیلشیا' ڈواٹ پسند ہیں۔ سردیوں میں بارش اور آئس کریم کھانا' ٹھنڈی بوتل پینا' بارش میں نہانا بہت پسند ہے۔ وقت شام کا پسند ہے' صبح سورج نکلنے کا منظر اچھا لگتا ہے۔ چاند سے باتیں کرنا' گرمیوں کی دوپہر میں دھوپ میں بیٹھنا اچھا لگتا ہے۔ سبزیوں میں آلو مٹر ساگ' بہت پسند ہیں۔ چاکلیٹ میں پیراڈائز' ڈیکو فیک اچھا لگتا ہے۔ کھانا کھانے سے جان جاتی ہے اور اکثر کھانے کے ساتھ مما کی ڈانٹ بھی کھانی پڑتی ہے (بونس)۔ مجھے موٹا ہونے کا شوق ہے' (زیادہ نہیں)۔ میں بہت اسمارٹ ہوں۔ جیولری میں بریسلیٹ' ائررنگز اور لاکٹ چین پسند ہیں۔ سادہ کانچ کی کالی اور سرخ چوڑیاں اچھی لگتی ہیں' گھڑی پہننا پسند ہے۔ میک اپ کبھی نہیں کیا بلکہ میں تو لوشن بھی نہیں لگاتی۔ کمر سے نیچے تک آتے بال بہت اچھے لگتے ہیں (مگر میرے نہیں ہیں)۔ لباس میں ساڑھی' فراک اور چوڑی دار پاجامہ قمیص اور ساتھ میں لمبا سا دوپٹا اچھا لگتا ہے۔ رنگوں میں گلابی' سرخ اور سیاہ پسند ہیں۔ پھلوں میں کیلا' انناس پسند ہیں۔ گلاب جامن بہت اچھے لگتے ہیں۔ پھولوں میں سرخ اور سفید گلاب اور کلیاں اچھی لگتی ہیں۔ شاعری بہت زیادہ پڑھتی ہوں' ایک شعر جو کسی نے مجھے دیکھ کر پڑھا تھا' کبھی نہیں بھولتا۔

تم میری زندگی ہو یہ سچ ہے
زندگی کا مگر بھروسا کیا

شاعروں میں فرحت عباس شاہ' نازیہ کنول نازی' جون ایلیا' پروین شاکر' فیض' نوشی گیلانی اور بہت سے ہیں جو اس وقت ذہن کی اسکرین پر بالکل نہیں آرہے۔

سانس لینا بھی کیسی عبادت ہے
جیے جانا بھی کیا روایت ہے
کوئی آہٹ نہیں بدن میں کہیں
کوئی سایہ نہیں ہے آنکھوں میں
پاؤں بے حس ہیں چلتے رہتے ہیں
اک سفر ہے جو بہتا رہتا ہے
کتنے برسوں سے کتنی صدیوں سے
سانس لیتے ہیں جیتے رہتے ہیں
عادتیں بھی عجیب ہوتی ہیں

اپنا خیال رکھیں اور دعاؤں میں "دعا" کو بھی یاد رکھیں' اللہ حافظ۔

کرن شاہ

السلام علیکم! میری معزز بہنو اور دوستو! کیسی ہیں آپ سب میری خدا سے دعا ہے کہ وہ آپ سب کو وہ خوشیاں دے جس کی تمنا آپ نے کی ہے۔ جی جناب! آپ سمجھ رہی ہوں گی کہ یہ کون ہونگی ہے' نہ جان نہ پہچان میں تیرا مہمان۔ جناب! میں ہوں کرن شاہ! جو آج سے بیس سال پہلے اپنی امی بابا کی زندگی میں چاندنی بن کر اتری اس لیے تو کرن شاہ نام رکھا گیا۔ جی دوستو! اب میں آپ کو اپنی فیملی سے ملواتی ہوں امی جی جو میری زندگی ہیں اگر وہ کہیں چلی جائیں تو یوں لگتا ہے جیسے قیامت سے پہلے قیامت آگئی ہو اور بابا کے بنا میں ادھوری ہوں' مکمل بابا سے ہوتی ہوں۔ ہم چار بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ آصف شاہ وہ بھائی ہیں جو دوسروں کو خوشی دے کر خوش رہتے ہیں۔ سہیل شاہ ہے تو بے پروا بندہ مگر بھاتا بہت ہے۔ یار مسکا لگا رہی ہوں شاید کچھ بن جائے...... پھر میرا وہ بھائی تھا جو دنیا کا سب سے اچھا بھائی تھا' بہت پیار

کرنے والا پانچ سال پہلے ہمیں چھوڑ گیا جب اسے یاد کرتی ہوں یہ دنیا اجاڑ لگتی ہے یقین نہیں آتا کہ قدیر بھائی نہیں رہا مگر یہ قدرت کا نظام ہے جسے آنا ہے اسے جانا بھی ہوتا ہے۔ میری دعا ہے خدا تعالیٰ میرے بھائی کی ہر آزمائش کو آسان کردے آمین۔ پھر میں جو خود کو دنیا کی بے کار انسان کہتی ہوں خامی یہ ہے کہ جھوٹ کم بولتی ہوں خود کو اچھا نہیں سمجھتی ادھوری لڑکی ہوں، الزام تراشی کرنے والے لوگ زہر لگتے ہیں۔ بنا سنے بنا دیکھے کسی پر بہتان نہیں باندھتی۔ تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے یعنی میٹرک سادہ رہنا اچھا لگتا ہے، پھول بہت پسند ہیں اور بچے تو بہت ہی پسند ہیں۔ خدا کا شکر ہے ہر رشتے سے بے پناہ پیار ملا ہے امی بابا، بہن اور دوستوں سے دوستی کرنا پسند نہیں کیونکہ میں موڈی ہوں، موڈ میں ہوتی تو بہت خیال کرنے والی ورنہ کچھ نہ پوچھو جی۔ بنا سوچے اپنی اکلوتی دوستوں انعم، رابعہ اکرم کو بہت کچھ سنا دیتی ہوں۔ جی کلر پسند ہیں، پیلا اور گلابی۔ کرکٹ کا بہت شوق ہے۔ میری اپنے پورے خاندان سے بنی ہوئی ہے سب سے زیادہ پھوپو جی اور چاچو جی سے پیار ہے، کزن عفت قریشی بہت ہی اچھی ہے، جس کے بہت قریب آنا چاہتی تھی مگر ہائے ری قسمت...... دور ہوگئی اور مجبور ہوگئی۔ ارے یہ کیا میں عفت کے پیار میں شاعری کرنے لگی ہوں۔ لگتا ہے میں اب ایک اچھی شاعرہ بن سکتی ہوں۔ دوستو! ہماری پیاری فرحت آراء مرحومہ کے جانے کا بہت دکھ ہوا، بہت پیار کرنے والی خاتون تھیں، کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہر کسی کو دعا اور خوشیاں دیتے ہیں، فرحت آپی بھی ان لوگوں میں تھیں خدا پاک انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے، آمین ثم آمین۔ یار میں ہوں تو ایسی ہی اداس رہنے والی اور اداس کرنے والی اگر دل نہیں کر رہا تو میرا تعارف نہ پڑھیے۔ اے خبردار! جو ایک لڑکی بھی اِدھر اُدھر ہوئی تو۔ یار کچھ میری محنت کا صلہ دے دو اتنا سا لکھا ہے۔ میوزک کا بھی شوق ہے ناہید اختر، میڈم جی اور سونو نگم کے گانے پسند ہیں۔ ایکٹرز میں وحید مراد مرحوم، ریما جی، معمر رانا، ارم اختر، سہیل سمیر، احسن خان اور عمران عباس پسند ہیں۔ عامر شاہ جس کی پیاری پیاری باتیں سن کر دل کو سکون سا آجاتا ہے اور بہت ہی خیال کرنے والا اور سب سے چھوٹی اور کام چور موبائل کی دشمن اور بہت ہی اچھی بہن اریبہ شاہ جسے دیکھ کر دل یہ چاہتا ہے کہ کاش یہ بھی میرا بھائی ہوتا مگر ہے بہت خیال کرنے والی، بہت احساس کرنے والی مگر یار وہ خیال اور احساس اس وقت کرتی ہے جب میں بیمار پڑ جاؤں۔ ویسے ہے تو میری بہن نا کوئی بات شاید وقت کے ساتھ سمجھ جائے، ہر کسی کے ساتھ دوستیاں کرنے والی مگر اسے پتا نہیں کہ ہر انسان دوست نہیں ہوتا۔ خیر قارئین! آپ مجھ بونگی کی باتوں سے بور ہوگئی ہوں گی۔ آخر میں کرن شہزادی اور مدیحہ شاہ کو میرا خلوص بھرا سلام۔ اجازت دیجیے اپنا بہت سا خیال رکھیے گا، بس مجھے تھوڑی سی دعاؤں میں یاد کر لیجیے گا خدا حافظ۔

زائمہ خٹک

السلام علیکم پیاری پیاری سویٹ بہنو اور دوستو! آپ سب کی محفل میں حاضر ہوں (اجازت کے ساتھ)۔ جی تو میرا اسم گرامی زائمہ خٹک ہے۔ (بقول دوستوں کے نام بھی نرالا اور جدا ہے) باتیں شروع کروں تو ختم ہی نہیں ہوتیں یعنی نان اسٹاپ بولنا میری عادت ہے۔ او ہو ناراض نہ ہوں اور بہت کچھ بتاتی ہوں۔ تاریخ پیدائش ۲ مارچ ہے۔ جائے پیدائش میانوالی (محبت خیل) ہے۔ چار بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ میرا نمبر پانچواں ہے۔ میٹرک کر چکی ہوں اب حافظہ بننے کی کوشش جاری ہے (دعا کریں جلدی سے حافظہ بن جاؤں) عالمہ بننے کا اور قرآن مجید تفسیر سے پڑھنے کا بے حد شوق ہے۔ بچپن سے خواب وکیل بننے کا تھا جو پورا نہ ہوسکا۔ پسندیدہ چیزیں: کھانوں میں سبزی، پلاؤ اپنی امی جان کے ہاتھ کا بنا ہوا، باقی چٹ پٹی اشیاء میں پکوڑے، سموسے، نمکو رول میٹھی ڈشز میں کھیر اور کسٹرڈ شامل ہیں۔ کوکنگ اچھی کر لیتی ہوں (گھڑ بی ہوں نا) آنکھیں پھاڑ کر نہ پڑھیں کہ یہ تو ہر چیز میں ہے اگر آپ سیکھنا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں آپ کو سکھانے میں۔ شہروں میں کاغان ایریاز دیکھنے کا شوق ہے۔ کلر بلیک اور براؤن پسند ہے۔ ایس ایم ایس کرنا تو بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ پھولوں میں گلاب، پرفیوم، کپڑے سادہ، جیولری میں انگوٹھی اور بریسلیٹ پسند ہیں۔ فوٹو گرافی کرنا میرا مشغلہ ہے۔ موسم بہار اور سردیوں میں بارش میں بھیگنا اچھا لگتا ہے۔ دوستوں میں بہترین فرینڈ عاصمہ خان اور باقی فرینڈز کے نام ثمر، عشرت، آسیہ، طاہرہ، فائزہ، عروسہ، سمیرا، شگفتہ، زنیرہ اور ریحانہ۔ گھر والے سب اچھے لگتے ہیں لیکن بھائی حفیظ جن کے میں بہت قریب ہوں بہت اچھے بھائی اور میرے دوست ہیں۔ میری آپی شاہین میری اچھی دوست ہیں۔ پسندیدہ چیزیں تو بہت بتا دیں اب خامیوں اور خوبیوں سے آپ کو آگاہ کرتی ہوں۔ کچھ اپنے اندر ہے اور وراثت کا اثر بھی ہے۔ پٹھان ویسے تو غصے کے بہت تیز ہوتے ہیں (آپ نے اکثر سنا ہوگا) لیکن میں بہت کم غصہ کرتی ہوں اور جب آجائے تو تھرمامیٹر کے پارے کی طرح ہائی ہوجاتا ہے (آپ نہ ڈریں غصہ آپ پر ہرگز نہیں اتاروں گی اگر آیا تب بھی) کرتی وہی ہوں جو دل کہتا ہے۔ اعتبار بہت جلد کر لیتی ہوں، کئی بار دھوکا کھانے کے باوجود بھی۔ بے پروائی میں سب سے آگے ہوں۔ جتنی بھی کوشش کرلوں یہ غلطی سرزد ہو ہی جاتی ہے۔ جھوٹ سے سخت نفرت ہے (خوبیاں پڑھتے ہوئے دل کو تھام کر سنیے گا) کسی کے سامنے رونا بالکل پسند نہیں۔ میری دوست عاصمہ سے پوچھو تو کہتی ہے تم بہت پیار کرنے والی اور مخلص ہو۔ جو بھی رشتہ کسی سے بنالوں اسے بیچ منجدھار میں نہیں چھوڑ سکتی کیونکہ بے وفا لوگوں سے میرا واسطہ بالکل نہیں ہوتا۔ جھگڑالو بالکل نہیں ہوں ہمیشہ ماحول کو پُر امن بنانے کی کوشش کرتی ہوں۔ اسکول میں بیسٹ ڈیبیٹر رہ چکی ہوں۔ بہت زیادہ پُر اعتماد ہوں۔ ڈویژن لیول کے مقابلوں میں کئی بار فرسٹ آچکی ہوں۔ بحث کرنے میں کوئی ثانی نہیں۔ ایک بار ڈویژن ایک صاحب نے اسپیشل میرے اعتماد کو بے حد سراہا۔ ڈائجسٹ بہت زیادہ پڑھتی ہوں۔ کسی ایک رسالے سے تو میرا گزارا کسی طور ممکن نہیں۔ بہترین رسالہ "آنچل" اور رائٹرز میں سے عمیرہ احمد اور راحت وفا باقی سب بھی بہت اچھا لکھتی ہیں (پسند نہیں) وہ چیز کبھی نہیں مانگتی جس کا مجھے پتا ہو کہ وہ مجھے نہیں مل سکتی اور جو چیز مانگ لوں اسے حاصل کر لیتی ہوں۔ اللہ کا شکر ہے آج تک جو چاہا وہی ملا۔ شاعری کا جنون کی حد تک شوق ہے خود بھی اچھی کر لیتی ہوں بقول میری میڈم نسیم سحر کے (جو میری اچھی دوست بھی ہیں) تم اس میدان میں بہت آگے جاسکتی ہو بشرطیکہ اصلاح لے لیا کرو۔ جاتے جاتے قارئین کے لیے نیک پیغام کہ مشکل حالات میں میرا اور نماز کا دامن ہرگز نہ چھوڑیے گا کیونکہ اسی میں کامیابی ہے۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا، اللہ حافظ۔

آنچل کے ہمراہ

ادارہ

عروسہ شہوار

2011ء کا آخری سورج اپنی سنہری کرنیں لیے ڈوب رہا ہے اور رات کا اندھیرا بڑھتا جا رہا ہے۔ گزشتہ سال نجانے کتنے سلگتے لمحے اپنے ساتھ لے گیا دن' مہینے' سال' صدیاں روز وشب کا یہ سلسلہ نجانے کب سے جاری ہے۔ گزرے سال پر نظر ڈالتے ہیں تو دکھ' سکھ' غم وخوشی' امید ویاس' زندگی کے سارے ہی رنگ نظر آتے ہیں۔ اجتماعی حوالے سے 2011ء کو ملک وقوم کے لیے مایوسیوں' ناکامیوں کا سال کہہ سکتے ہیں۔ دنیا نے ترقی کی منازل طے کرلیں۔ عقلِ انسانی' ہر پل ایک نئی بہت نئی منزل کی جستجو میں ہے لیکن سوچ وفکر کی پستی کا یہ عالم ہے کہ انسان اسی ابتدائی دور میں ہے۔ سالِ نو تو تمام خوش کن امکانات اور امیدوں کے ساتھ ایک بار پھر ہمارے سامنے ہے۔

۱:۔ گزشتہ کئی برسوں سے دسمبر کا مہینہ جب بھی آتا ہے ہماری نانی اماں کی یاد دلا جاتا ہے۔ نانی اماں دسمبر میں دارفانی سے رخصت کیا ہوگئیں جیسے میری تو ساری خوشیاں بھی ان کے ساتھ رخصت ہوگئیں۔ ان کی نرم گرم گود ان کا پیار وشفقت یاد آتا ہے۔ تو آنسو بے اختیار بہہ نکلتے ہیں غم کے حوالے سے دسمبر یادگار ہے ہماری ایک اور پیاری ہر دل عزیز ہستی فرحت آراء ہم سے جدا ہوگئیں اور ہماری آنکھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی ذات کے حوالے سے پُرنم کرگئیں۔ میرا ان سے قلمی رشتہ تھا میں نے انہیں دیکھا نہیں تھا مگر ان کے لیے میرا دل آج بھی رنج و ملال میں مبتلا ہے۔ فرحت آرا اتنے دبے پاؤں بے آواز قدموں سے رخصت ہوئیں لگتا ہے کہیں دور وادی میں نکل گئی ہیں ہنستے کھیلتے بچوں کی طرح' تتلیوں کے پیچھے' جگنوؤں کے تعاقب میں واپسی کا راستہ ہی بھول گئیں۔ اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت عطا کرے اور ان کے درجات بلند کرے آمین۔ وقت جہاں غم دیتا ہے تو لبوں پر ہنسی مسکراہٹ' بھی بکھیر جاتا ہے۔ جی ہاں دسمبر ہی ہمارے لیے رنج و ملال کا باعث ہے اور دسمبر ہی ہمارے لیے خوشی کا بھی باعث ہے وہ اس طرح کہ دسمبر میں اسکول اور کالج کی چھٹیاں ہوتی ہیں چونکہ ہم درس وتدریس کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں تو بڑے دنوں کی چھٹیاں ہمیں خوش کردیتی ہیں۔ ماہِ دسمبر کی چھٹیوں میں ہم آزاد ہوتے ہیں۔ ہفتہ بھر ہم اپنی پسند کے کھانے بنا کر کھاتے ہیں۔ رشتہ داروں کے گھر جاتے ہیں کزنز کے ساتھ مل بیٹھ خوب گپ شپ کرتے ہیں۔ سیر وتفریح کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آرام فرماتے ہیں۔ اپنی نیند سوتے اپنی نیند جاگتے اور آسودہ سی مسکراہٹ ہمارے لبوں پر سج کر ہمیں بھی سجادیتی ہے۔

۲:۔ سالِ گزشتہ آنچل میں شائع ہونے والی تحاریر میں کئی رائٹرز نے اچھا اور بہترین لکھا خاص کر نئی رائٹرز نے تو افسانہ نگاری میں کمال دکھایا۔ لگا ہی نہیں کہ یہ نئی رائٹرز ہیں اور یہی ان کا کمال ہے پرانی قلمکاروں نے بھی باکمال قلم کاری کی ایک سے بڑھ کر ایک افسانے' ناول' ناولٹ ملے ہر اک نے ''ہم سا ہو تو سامنے آئے'' کی مثال پیش کی۔ ہر تحریر بہترین اور قابل تحسین رہی مجموعی طور پر گزشتہ سال آنچل زبردست رہا۔ اپنی مثال آپ۔ جہاں تک

تبدیلی کی بات ہے تو بس اک ''غزل اس نے چھیڑی'' کالم کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ اگر اس سلسلے کو دوبارہ شروع کردیا جائے تو ہمارے وارے نیارے کیا بات ہے۔ قیصر آراء نے جو تبدیلی ''آنچل کے ہمراہ'' کی بہت پسند آئی اقدام خوش آئند ہے۔

۳:۔ جہاں وقت رنج والم دیتا ہے وہیں کسی اور لمحے ہمیں خوشی سے بھی ہمکنار کرتا ہے۔ بھئی وقت ہمارے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر کر ازالہ بھی تو کردیتا ہے۔ میرے پاس بھی کچھ لمحات ایسے ہیں جن میں بھائی کو اس کی پسندیدہ سروس کا ملنا محنت تگ ودو کے بعد ملی امی کی مسکراہٹ وخوشی کا باعث ہوئی۔ پھر مجھے میری دوست نے میرا پسندیدہ سیل فون گفٹ کیا اور ایف ایم ریڈیو سے مذاکرے میں شرکت کی دعوت آئی میرے ذہن ودل پر یہ لمحات ہمیشہ تازہ رہیں گے۔ یہ لمحات میں بھلانے سے بھی نہیں بھول سکتی اور نہ ہی بھول سکوں گی۔ بھئی خوش کن اور خوشی بھرے لمحات تو دل پہ نقش ہوجاتے ہیں نا؟

۴:۔ کچھ تحریریں ایسی ہوتی ہیں جو مدتوں ہمیں اپنے سحر میں جکڑے رکھتی ہیں اور اسے تحریر کرنے والی مصنفہ کی گرفت قلم پر اس قدر مضبوط ہوتی ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے ہم بھی کہانی میں موجود کرداروں کے ساتھ سانس لے رہے ہیں اور سچ پوچھیں تو یہی تو اچھی تحریر کی خوب صورتی ہے اور کامیابی کی ضمانت۔ 2011ء ماہِ اگست کے آنچل میں ''نازیہ کنول نازی'' کے ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' کا اقتباس بہت پسند آیا اور وہی یہاں لکھ رہی ہوں۔ یہ اقتباس میرے ذہن پر ہمیشہ کے لیے نقش ہوکر اک یادگار بن گیا ہے۔

''یہاں ہمارا یہ المیہ ہے ہمیں صرف ہنستے مسکراتے لوگ ہی اچھے لگتے ہیں مگر حقیقت میں وہ لوگ زیادہ انمول ہوتے ہیں جنہیں حساسیت اور اداسی اپنی گرفت میں جکڑے رکھتی ہے۔ ایسے لوگ زندگی کے ہر رنگ کی پہچان رکھتے ہیں۔ ہزاروں کے ہجوم میں واہ واہ' وصول کرتے ہیں۔ جب پلٹ کے گھر آتے ہیں تو ان کے اندر کی اداسی اور اکیلا پن انہیں چھید ڈالتا ہے''

۵:۔ میرا خواب یہ ہے کہ میرے پیارے ملک سے جہالت' حیوانیت' نفسانفسی' بے حسی' بربریت' اضطراب' دہشت' ناانصافی' غربت' نفاق' تفرقہ' نفرت' غلامی' زور زبردستی' بددعا' اندھیرے' اور جھوٹ کا خاتمہ ہوجائے۔ میری دعا ہے میرے پیارے ملک میں امن' رسائی' علم' امید روشنی' شادابی' گلوں' پھولوں' خوشبوؤں' رنگوں' سچائی' پیار ومحبت' چارہ گری اور بھائی چارے کی فضا قائم رہے۔ میں اپنی دعاؤں کے سارے پھول وطن اور وطن میں بسنے والے باسیوں کی جھولی میں ڈال رہی ہوں کہ سب کے دلوں میں امید وآس' خوشی ومسرت کا دیا جلتا رہے آمین۔ خواہش ہے کہ اللہ کرے یہ آنے والا سال ہم سب کے لیے کامیابیاں اور کامرانیاں لائے سالِ گزشتہ میں جو لمحے ہم پر کٹھن گزرے آنے والے دنوں میں ان سے محفوظ رہیں۔ ہمارے وطن کو عالم اسلام کو استحکام وترقی نصیب ہو۔ آمین

عفت خان...... بہاول پور

۱:۔ اس سوال کا جواب لکھتے ہوئے نہ جانے کیوں آنکھوں میں نمی اتر رہی ہے سباس گل جی نے بالکل ٹھیک لکھا کہ نجانے اس مہینے میں ایسی کیا بات ہے کہ ہر برس یہ مہینہ جاتے جاتے درد' دکھ' جدائی اور آنسو دے کر جاتا ہے۔ یہ دسمبر مجھے بھی ایک دکھ دے کر گیا ہے۔ میری ایک دوست جو کہ اصل میں

میری دشمن تھی اس نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ میری بس یہی دعا ہے کہ خدا اس کو ہر خوشی سے نوازے۔ آمین

۲:۔ میں نے آنچل کو ہر لحاظ سے مکمل پایا ہے' اس میں بیوٹی ٹپس سے لے کر تقریباً ہر مسئلے کا حل بھی موجود ہے۔ تفریح بھی اور معلومات بھی نئے سال میں اس میں کوئی تبدیلی دیکھنا نہیں چاہتی' آنچل جس طرح ہے مجھے بہت پسند ہے۔

۳:۔ میری ایک پھوپھو ہیں جن سے ہماری ناراضگی دس سال سے چل رہی تھی ایک دن وہ ہمارے گھر تشریف لائیں۔ پھوپھو ابو کے گلے لگ کر روئیں وہ منظر میں کبھی بھول نہیں سکتی۔ جب ہماری اکلوتی پھوپھو ہمیں واپس مل گئیں۔

۴:۔ ویسے تو آنچل کی ساری تحریریں ہی لاجواب ہیں۔ یہ چاہتیں یہ شدتیں' پتھروں کی پلکوں پر اور کچھ خواب' بھیگی پلکوں پر' گہر ہونے تک یہ سب سلسلے میرے پسندیدہ ہیں۔ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" ایک ایسا ناول ہے جسے میں کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ سمیرا شریف طور کا ایک نیا ناول زرد موسم کے دکھ از دیری ویری بیوٹی فل۔

۵:۔ خدا کرے یہ سال ہمارے لیے ہمارے وطن کے لیے امن کا پیغام لے کر آئے۔

محبت ہی محبت کاشت اب کے سال کرتے ہیں
چلو پھر آنے والی رت کا استقبال کرتے ہیں
کہ اب ہم سب کو سہاروں کی ضرورت ہے
نئے سال میں آنے والی بہاروں کی ضرورت ہے

سمیرا انور......جھنگ

۱:۔ واہ! جی کیا یاد کروایا۔ یادیں تو بس یادیں ہی ہوتی ہیں۔ کچھ خوشگوار' کچھ تلخ' اپنے بی ایڈ کے پیپرز کے لیے کچھ عرصہ ہاسٹل میں رہنا پڑا۔ صبح سے شام تک پڑھنا پڑتا اور شاید پڑھنے کی وجہ سے بھوک بھی جلد محسوس ہوتی۔ ہمارا باورچی ذرا سا بھی لیٹ ہوتا تو میں اور میری روم میٹس اسے اچھا کوستیں (مگر اس کے سامنے نہیں) آج جب مجھے یاد آتا ہے تو لبوں پر مسکراہٹ بکھر جاتی ہے۔

۲:۔ گزشتہ سال کے دوران آنچل فرحت آپا کی غیر موجودگی کے باوجود اپنے فرائض بخوبی سرانجام دیتا رہا۔ بچھڑنے والے تو لوٹ کر نہیں آتے آہستہ آہستہ ہم سب اس حقیقت کو قبول کرلیں گے آپ سے ایک گزارش ہے کہ آپ اس سال اپنے سابقہ انٹرویو والا سلسلہ دوبارہ شروع کریں۔ اس میں ہمارے شعراء اور ادیبوں کو متعارف کروائیں۔

۳:۔ دسمبر میں ہمارے بہت محترم ٹیچر کی سالگرہ تھی۔ ہم سب اسٹوڈنٹس نے انہیں ایڈوانس پارٹی دی اور اپنے گفٹس کھول کھول کر دکھائے۔ بہت اچھا محسوس ہوا اور یہ یاد ہمارے دل میں ہمیشہ تازہ رہے گی۔

۴:۔ آنچل میں شائع ہونے والا یہ شعر ہمیشہ میرے ذہن میں تازہ رہے گا۔

اے رفیق دربا! ہم مسافر الوداع
زندگی میں پھر ملیں گے جب بھی موقع ملا

۵:۔ اف! خواہشیں اور خواب تو بہت سارے ہیں اس لیے دعا کروں گی کہ اے اللہ! اس سال سب کے مقدر میں خوشیاں اور راحتیں لکھ دے۔ دکھ کسی کا مقدر نہ ہوں آمین۔ آپ سب قارئین اور آنچل کی پوری ٹیم کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ اور اللہ تعالیٰ آنچل کو ترقی و کامرانی سے ہمکنار کرے آمین۔

فریدہ خانم......لاہور

۱:۔ جہاں تک آنکھوں میں نمی والی بات ہے تو اس سال میری کچھ عزیز ہستیوں اور دوستوں کی

ذات سے ایسی تکلیف ملی جو کہ دل کو توڑ پائی اور مجھے اور بھی تنہا کرگئی اور مسکراہٹ اور خوشی والی بات یہ ہے کہ گزشتہ سال میری شاعری کا پہلا مجموعہ "مختلف" منظر عام پر آیا' جس کے پیچھے اللہ کا کرم اور میری طویل جدوجہد و محنت ہے اور میں اپنے ربّ کی بہت شکر گزار ہوں جس نے مجھے یہ اعزاز بخشا' اس کی خوشی ہی الگ ہے۔

۲:۔ میں واقعی آنچل میں کچھ تبدیلیاں دیکھنا چاہوں گی۔ آنچل میں باقاعدگی سے کچھ سینئیر مصنفین اور افسانہ نگاروں کو شامل کریں اور "ہم سے پوچھیے" سلسلہ کی جگہ کوئی اور سلسلہ شامل کریں یا پھر اس کو ہی بہتر کریں۔

۳:۔ سال گزشتہ میں کئی ایسے لمحات ہیں جو یادگار رہیں گے۔ میری کتاب آنے میں کچھ دن تھے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے عرس کے موقع پر محفل مشاعرہ منعقد کی گئی۔ جس میں حمد و نعت صلی اللہ علیہ وسلم اور سلام شامل تھے۔ مجھے بھی بلایا گیا اور میری نعت کو بہت پسند کیا گیا۔ میری بہت عزت افزائی ہوئی اور مجھے چادر کا تحفہ دیا گیا۔ پھر میری کتاب مختلف جس کا انتساب اللہ کے فضل سے حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے نام ہے۔ میں پاک پتن انؒ کے مزار پر اپنی کتاب لے کر گئی تو میں نے وہاں اوقاف کی لائبریری کے لیے وہاں کے منیجر ضیاء المصطفیٰ کو پیش کی تو انہوں نے میری عزت افزائی کے لیے مزار اقدس کی چادر تحفتاً مجھے اوڑھائی۔ یہ خوشی اور لمحات ایک خوش گوار یاد ہیں جس پر میں اپنے پروردگار کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

۴:۔ سال گزشتہ آنچل میں خوب صورت ترین اشعار اور بہترین اقتباس شائع ہوئے لیکن افسوس مجھے فوری طور پر کچھ یاد نہیں آرہا۔

۵:۔ سال نو کے حوالے سے میں نے ہمیشہ اچھی ہی امیدیں رکھی ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بہترین اور اعلیٰ دل و دماغ کا مالک اور محبت سے بھرپور جیون ساتھی عطا کردے۔ میری خواہش ہے کہ میں ایسے کام کروں جس سے میری آخرت سنور جائے اور میں امید کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے قلم کو وہ طاقت عطا فرمائے کہ میں جو لکھوں وہ میرے ربّ کی عنایت سے ہر دل میں اتر جائیں۔ آمین

زاہدہ ملک......دیپالپور

۱:۔ دسمبر کا مہینہ میرا پسندیدہ ترین مہینہ ہے۔ اس کے پسندیدہ ہونے کی بڑی وجہ اس کا سردیوں میں آنا ہے۔ مجھے سردیوں کی ٹھٹھرتی راتیں' کہر میں لپٹی حسین صبح اور دل میں انوکھا سا خوش کن احساس جگاتی شامیں بے انتہا پسند ہیں۔ میں نے پچھلے ماہ کے آنچل میں اتنے پیار سے دل لگا کر فرحت خالہ کی جدائی کو پرسہ دیا اور تقریباً آنچل کے ہر سلسلے میں لکھا لیکن میرے فیورٹ مہینے کا شمارہ میرے نام کے بغیر بہت ادھورا لگا۔ یوں تو دسمبر کی یادیں ہی آنکھ میں نمی لے آتی ہیں۔ گزشتہ سال کا ہر ہر لمحہ یادگار تھا۔ 2011ء کا سب سے بڑا المیہ میرے لیے میری "خالہ جان" کی وفات تھی۔ 12 مئی 2011ء کا دن سال کا اداس ترین دن تھا جس کا درد دل میں نقش ہوگیا ہے۔ بہت تنہا محسوس کرتی ہوں میں خود کو ان کے بغیر۔

اندھیری رات میں ٹھوکر لگی تو یاد آئے
میری گلی میں تھے کچھ لوگ جگنوؤں جیسے

۲:۔ گزشتہ سال کیا ہم نے تو ہمیشہ آنچل کو بہترین پایا۔ آنچل کا ہر سلسلہ بہترین ہوتا ہے۔ اصلاح کی ضرورت تو نہیں ست رنگے آنچل کو لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ صفحات بڑھا دیں آنچل کے اور

کیا ہی خوب ہو کہ سال نو نمبر میں ''ہمارا آنچل'' زاہدہ ملک'' کا نام جگمگا رہا ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ آنچل میں اک نیا سلسلہ شروع کیا جائے ''پاکستان پوچھتا ہے'' کے عنوان سے یا ''کچھ نیا کر'' کے عنوان سے جس میں پاکستان ہی جج ہو مدعی بھی ہو اور اپنے لیے خود تجویز کرے (علاج)۔

۲:۔ یوں تو زندگی کے سب لمحے یادگار ہوتے ہیں۔ مگر 2011ء کے سال میں میرے پیارے بھائی جان ملک غلام شبیر کی شادی کے لمحات ہم سب کے لیے یادگار اور زندگی کے خوب صورت لمحات میں شامل ہیں۔ ایک تو بھائی کے سعودیہ سے آنے کی خوشی' پھر ان کی شادی کی خوشی اور ساتھ میں ورلڈ کپ بھی آیا۔ کتنا انجوائے کیا ہم سب نے بتا نہیں سکتی یار! اور سال 2011ء میں ہر پل جگمگاتے آنچل نے مجھے ڈھیروں پیاری پیاری دوستیں دیں۔ جن میں پری وش' عافیہ چوہدری' اریبہ شاہ بلکہ مادام حوریہ شاہ (حسن کا پیکر ہاہاہا) نٹ کھٹ صنم ناز بدگمان جاناں اور بے وفا کوثر اعوان شامل ہیں۔ آنچل کا شکریہ کہ اس نے مجھے مانو' پارو اینڈ پری دی ہمیشہ خوش رہو جانِ لاڈو۔

۴:۔ گزشتہ سال آنچل میں چھپنے والا ناول ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' لاجواب تھا اور اس کا اختتام یاد گار۔ بہت سے اشعار اقتباس میں جو میں نے انڈر لائن کیے تھے پر شومئی قسمت کہ تمام شمارے میری آپیاں لے گئیں۔ پڑھنے کے لیے۔ لیکن فکر مت کیجیے ہم نے اس کا حل بھی ڈھونڈ نکالا ہے۔ ''یاد کا غذ پہ سمٹ جائے'' میں نازیہ کنول نازی کے یہ الفاظ میرے دل کی عکاسی کرتے ہیں بلکہ یوں سمجھیں کہ بنے ہی میرے لیے ہیں۔

''میں نے کہا نا! مجھے دسمبر سے پیار ہے' اس کی اداس شاموں اور ٹھٹھرتی راتوں سے عشق ہے اور یہی عشق دسمبر کو شاید میری بھیگی پلکوں سے ہے اس لیے تو ہر سال یہ نیا زخم سونپ کر جاتا ہے۔''

اس کے علاوہ سمیرا شریف طور کے مکمل ناول کا عنوان مجھے بہت بہت پسند ہے۔ ''زرد موسم کے دکھ'' اپنے اندر ایک پوری' بھرپور داستان رکھتا ہے۔ جوانمت سے لازوال ہے۔ ابھی سے اکتا گئے ارے ہمیں تو آنچل کی ہر ہر سطر پسند ہے۔ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں جناب سب آنچل کا کمال ہے (ہاہاہاہاہا)

۵:۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے ہمارے دل میں سال نو نمبر کے لیے لاتعداد دعائیں خواب اور خواہشیں ہیں۔ گھبرایئے مت قارئین! سب نذر قلم نہیں کرتی بس چیدہ چیدہ ذکر کرتی چلوں۔ امید ہے کہ سال 2012ء میں میرا تعارف ضرور چھپے گا۔ (چھپے گا نہیں او کے) خواب ہے کہ روٹی سستی ہوگی اور مہنگی ہوگی جان۔ جب ایسا ہوگا میرا پاکستان میں تو دیکھوں گی میں تو دیکھو گی تم بھی دیکھو۔ خواہش ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اپنے نکھرے نرالے سچائی کا لباس اوڑھے اور موتیوں کی لڑی میں پروئے ہوئے الفاظ سے معصوم ذہنوں کی آبیاری کرتا رہے۔ سدا سلامت رہے آمین۔ میری پری کو اس کی زندگی کی بہترین خوشی ملے سب سے بڑی اور انمول خوشی اس کے علاوہ ڈھیروں دعائیں آنچل قارئین' مصنفین' عملے کے لیے۔ خدا سے دعا ہے کہ میری دعائیں قبول ہوں اور ہاں پاکستان کرکٹ ٹیم بھی ترقی کے زینے چڑھتی جائے اور عالمی رینکنگ میں نمبر ون پوزیشن حاصل کرکے دم لے۔ آمین۔ ارے ہاں' میری خاص دوست سمیرا غفور کی دعائیں بھی قبول ہوں اور میرا فیورٹ بھائی ڈفر دانی (ہاہاہاہا) اور زاہدہ ملک بھی گریجویشن امتیازی نمبروں سے پاس کرے۔ آمین اللہ حافظ دوستوں پھر ملیں گے۔

امرینہ خان امبر......ملتان

۱:۔ یہ تو سچ ہے کہ ہر گزرتا سال اپنے پیچھے بہت سی یادیں چھوڑ جاتا ہے۔ کچھ یادیں تلخ ہوتی ہیں جن کو یاد کرکے آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ اور کچھ یادیں اتنی خوب صورت ہوتی ہیں کہ ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دیتی ہیں۔ گزشتہ سال کے حوالے سے ایک یاد جو میرے دل پر اپنا نقش چھوڑ گئی ہے وہ میری پہلی تحریر جو رسالے کی زینت بنی۔ جب تحریر میرے ہاتھوں میں آئی تو آنسو بہہ نکلے تھے وہ لمحات میں نہیں بھول سکتی۔

۲:۔ بہت اچھا پایا۔ جس طرح فرحت آپا کا اچانک انتقال ہوا اور وہ آنچل کو ہم سب کو چھوڑ کر چلی گئیں تو دماغ میں یہ سوال ابھرا کہ کیا اب آنچل کا معیار ویسا رہے گا جیسا پہلے تھا لیکن جس طرح قیصر آپا اور دوسرے آنچل اسٹاف نے کام کیا ہے تو بہت اچھا لگا اور اس میں یہ تبدیلی دیکھنا چاہتی ہوں کہ ایک افسانہ ناول یا ناولٹ تاریخ کے حوالے سے بھی ہونا چاہیے۔ تاکہ ہماری نوجوان نسل اپنی تاریخ کو بھی یاد رکھے۔

۳:۔ جواب ہاں بہت سے ہیں جو ہمیشہ یاد رہیں گے لیکن بہت سے ایسے لمحات ہیں جو دل دماغ پر اپنا نقش چھوڑ جاتے ہیں۔ ایسے ہی 28 اکتوبر سے 31 اکتوبر تک کے لمحات میں چاہ کر بھی فراموش نہیں کرسکتی۔

۴:۔ مارچ کے آنچل میں بیاض دل میں ایک شعر شائع ہوا تھا۔

آنکھیں مصروف ہو جاتی ہیں بھلا دیتے ہیں لوگ
دور بہت دور نکلتے ہیں منزلیں گنوا دیتے ہیں لوگ
دستِ دعا اٹھا کے مانگتے ہیں محبت خدا سے
جو ہو دسترس میں تو خود ہی گنوا دیتے ہیں لوگ

۵:۔ سال نو کے لیے خواب تو کوئی نہیں ہے کیونکہ میرا خیال ہے کہ خواب ٹوٹ جاتے ہیں اور ان کی چبھن آپ ساری زندگی محسوس کرتے ہیں۔ مگر امید اور دعا ہے کہ آنے والا سال ہر ذی روح کے لیے امن کا پیغام لائے ہمارے ملک کی ایمان و امن کی صورت حال اچھی رہے۔ آمین

آخر میں فرح طاہر اور آنچل کی تمام دوستوں کو سال نو مبارک ہو۔ اللہ کرے یہ سال آپ کے لیے خوشیوں کا پیغام لائے۔ آمین

صنم ناز......گوجرانوالہ

۱:۔ اس ایک سال میں کیا کیا نہ ہوا صنم
کچھ الفتیں بھی ملیں کچھ الفتیں بھی گئیں

اس جاتے سال نے مجھے بہت بڑا سرپرائز دیا میری زندگی کو مجھ سے ملا دیا۔ میرے لبوں پر مسکراہٹ کھلا دی لیکن یہ مسکراہٹ زیادہ دیر قائم نہیں رہی اور میری آنکھیں نم ہوگئیں۔ کیونکہ اس بار جدائی کا فیصلہ میرا تھا میں نے فوزیہ کو پا کے کھو دیا۔ میں آپ کو بہت مس کروں گی۔ ہر لمحہ ہر پل۔

۲:۔ کچھ اداس سا پایا۔ فرحت آپی کی کمی کی وجہ سے لیکن اس کام کو مشتاق انکل' قیصر آراء اور تمام قارئین نے احسن طریقے سے سنبھالا۔

۳:۔ یادگار لمحات تو بہت سے ہیں لیکن اس سال نے مجھے بہت سی پیاری اور مخلص دوستوں سے نوازا۔ یعنی حوریہ شاہ' ندا ظفر' امید چوہدری' شہنیلا' عائیزہ' ایمان بٹ' بشریٰ نوید' کرن' ثناء۔

۴:۔ ویسے تو آنچل کی ہر تحریر' اقتباس' اور شعر قابلِ تعریف ہے لیکن سمیرا شریف طور کا ناول ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' میرے لیے ہمیشہ یادگار رہے گا کیونکہ اس

ناول سے میری بہت سی یادیں جڑی ہیں۔

۵:۔خواب! میری تمام دوستیں ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں۔ خواہش! آنچل روز بروز ترقی کرے۔ آمین۔ خواہش! میں پاکستان کرکٹ ٹیم کا ہر میچ میں دیکھوں اور ہر میچ پاکستان کامیابی حاصل کرے آمین۔ امید! یہ ہے کہ فوزیہ آپ مجھے کبھی بھول نہ پاؤ گی۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

ا:۔ مجھے بالکل بھی اس وقت سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا لکھوں ایسی کوئی یاد جولبوں پر مسکراہٹ بکھیر دے۔ (سوچ سوچ کر) کہ ایسی کوئی یاد میرے ذہن میں نہیں ہے بس اتنا کہہ سکتی ہوں کہ گزشتہ سال اچھا نہیں گزرا۔

۲:۔ آنچل تو پرفیکٹ ہے۔ بس اس کی وجہ سے دن اچھے گزر رہے ہیں۔ اور جب آنچل مکمل BEST ہے تو اس میں تبدیلی کیسی؟ آنچل کو ہم نے ہمیشہ ہی اچھا پایا ہے۔

۳:۔ جو اچھے لمحات ہوتے ہیں میں بس انہیں ذہن میں رکھتی ہوں۔ اچھا سوچتی ہوں مثبت سوچتی ہوں۔ اگر برے لمحات ذہن میں رہیں تو ہم ماضی میں رہ جائیں گے حال میں کچھ نہیں کرسکیں گے۔ اس لیے میں صرف اچھے لمحات یاد کرتی ہوں اور برے لمحات کو (ڈنڈے سوٹوں) سمیت ذہن سے دھکیل دیتی ہوں۔ جن کا کہیں سے بھی گزر نہ ہو اور میرے ذہن میں صرف اچھے لمحات ہی تازہ رہیں گے۔

۴:۔ اپریل 2011ء میں اقراٗ صغیر کا ناول "تم محبت ہو" اچھا لگا اور جون 2011ء میں نادیہ فاطمہ رضوی کا افسانہ سوہنا گلابی جوڑا اچھا لگا۔

۵:۔ نئے سال کے لیے یہ دعا کروں گی کہ ہمارے ملک کے حالات اچھے ہوں ملک کے سیاست دان آپس میں جھگڑے چھوڑ کر صرف عوام پر دھیان دیں اور خواب' خواہشیں یہی ہے کہ نئے سال کے آغاز میں بھائی کی شادی اچھے طریقے سے ہوجائے اور امید ہے کہ بھائی جلدی سے ساؤتھ افریقہ سے آجائے۔ آنچل کے لیے ڈھیروں دعائیں کہ آنچل ہمیشہ ترقی کی راہوں میں گامزن رہے۔

امن......کنجاہ

ا:۔ دو ماہ پہلے میرے خالو وفات پاگئے تھے ان کی یاد مجھے رلا دیتی ہے۔ مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ وہ یہ دنیا چھوڑ کر چلے گئے مجھے لگتا ہے کہ میں خواب دیکھ رہی ہوں اور آنکھیں کھولوں گی تو وہ سامنے ہوں گے لیکن افسوس!

۲:۔ اس سال تو آنچل بہت اچھا رہا ہے۔ ہر ماہ کا آنچل بہتر سے بہترین تھا اور آپ رائٹرز کے انٹرویو بھی شائع کیا کریں۔

۳:۔ مجھے اپنے کالج کے دن بہت یاد آئیں گے کالج کے دنوں میں ہم دوستوں نے ٹیچرز اور دوسری دوستوں کے ساتھ اتنی مستی کی ہے کہ میں بتا نہیں سکتی۔ جب میں سوچتی ہوں کہ میں اپنے دوستوں سے الگ ہوجاؤں گی تو رونا آتا ہے۔

۴:۔ ایک دفعہ موم بتی کے دھاگے نے موم بتی سے پوچھا۔

"میں جلتا ہوں تم کیوں روتی ہوں"۔

موم بتی نے جواب دیا۔

"جس کو دل میں جگہ دی ہو اگر وہ تکلیف میں ہو تو رونا تو آہی جاتا ہے۔" یہ مجھے بہت پسند آیا تھا۔

۵:۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو ڈھیروں کامیابیاں و کامرانیاں عطا فرمائے۔ آمین

پری وش گوندل......منڈی بہاؤالدین

ا:۔ گزشتہ سال کے حوالے سے میری یادیں میرے ٹیچرز اور فرینڈز تک ہی محدود ہیں۔ جن سے اب رابطہ تقریباً ٹوٹ چکا ہے اور میری دوست اس دنیا سے ہی رخصت ہوچکی ہے۔ اس کو یاد کر کے آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔

۲:۔ آنچل پہلے تمام سالوں کی طرح پرفیکٹ ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ "بیاض دل" کے لیے زیادہ جگہ ہونی چاہیے اور اگر میری کاوش کو آنچل میں جگہ دے دی جائے تو کیا بات ہے۔

۳:۔ سال گزشتہ میں میرے اپنے کالج میں گزارے گئے لمحات بہت یاد رہیں گے اور تمام دوستیں ہمیشہ کے لیے یاد رہیں گی۔ جو مجھے دل و جان سے عزیز ہیں۔

۴:۔ آنچل میں شائع ہونے والی تمام تحریریں ہی زبردست ہوتی ہیں۔ لکھنے بیٹھوں تو صفحات ختم ہوجائیں گے میں دسمبر کے شمارے میں ہی ایک شعر جو مجھے بہت پسند آیا۔ لکھوں گی۔

پچھتایا بہت اس کے دروازے پر دستک دے کر
درد کی انتہا ہوگئی جب اس نے پوچھا کون ہو تم

۵:۔ سالِ نو کے لیے بہت سارے خواب ہیں۔ ایک تو میں شاعری کی بک شائع کروانا چاہ رہی ہوں۔ دوسرا میرا ایڈمیشن لاء کالج میں ہوجائے (ان شاء اللہ) دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے وطن کو خوش حال کردے اور دہشت گردی جیسی برائیوں سے بچا لے۔ امید یہ ہے کہ مہنگائی کا خاتمہ ہوجائے۔

شمائلہ اختر......جہلم

ا:۔ پہلے سوال کا جواب لکھنے بیٹھوں تو نہ جانے کتنے صفحات سیاہ کردوں۔ گزشتہ سال مجھے جس غم سے ہم کنار کر کے گیا ہے وہ غم مجھے ساری زندگی نہیں بھولے گا وہ غم میری' والدہ اماں کا فوت ہونا ہے وہ 17 اکتوبر جمعہ کو شام 8.00 فوت ہوئی تھیں۔ مجھے اپنی ماں کی کمی ہر لحہ محسوس ہوتی ہے۔ مگر خود کو وقت سے پہلے بڑا کرلیا۔ مجھے زندگی کے ہر پل سمجھانے والی منزل کی طرف جانے والا راستہ سمجھانے والی میری پیاری ماں اس دنیا میں نہ رہی۔

۲:۔ دوسرا سوال بھی اچھا ہے کہ آنچل کی کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ بندہ ریلیکس ہوجاتا ہے یہ کہانیاں ٹینشن نہیں دیتیں بلکہ موڈ کو فریش کرتی ہیں۔ میں اس میں تبدیلی یہ چاہتی ہوں کہ آپ اس میں شاعری کا مقابلہ کروائیں۔ یعنی ہر ماہ ایک موضوع دیں اور پھر مقابلہ ہو اور شاعری اپنی ذاتی ہو۔

۳:۔ "جانِ جاں تو جو کہے" یہ ناول بہت اچھا تھا اور اس میں نانو کا کردار مجھے پسند آیا۔ کیونکہ مائیں سے گھر آباد ہوتے ہیں اور وہ ہی ہر چیز کا خیال رکھتی ہیں اور تمام رشتوں کو ملاتی ہیں۔ کوئی اور نہیں ایسا کرسکتا ہے۔

۴:۔ گزشتہ سال کا تازہ لحہ جو دل و ذہن پر ہمیشہ تازہ رہے گا۔ وہ ہے میری ماں کی وفات کا دن اس دن کو کبھی نہیں اپنے دل و ذہن سے مٹا سکتی۔ اس سال نے مجھ سے میری بہت قیمتی عظیم پیاری ماں چھین لی ہے۔

۵:۔ میری دعا ہے کہ آنچل کا تمام اسٹاف خوش رہے اور دوسروں کے چہروں پر بھی مسکراہٹیں بکھیرتا رہے کیونکہ غم تو ہر کوئی دیتا ہے مگر خوشی اور مسکراہٹ کوئی کوئی دے سکتا ہے۔

راشدہ شریف چوہدری......اوکاڑہ

ا:۔ ویسے تو بہت سی یادیں ہیں مگر ایسی ایک جو میں کبھی نہ بھلا پاؤں گی وہ فروری کے مہینے میں ہوئی

عزیز از جان صدف کی ماں کی وفات۔ میری عزیز سہیلی صدف امین کی امی کی وفات میرے لیے شدید صدمہ تھی۔ آنٹی کے ساتھ جو تھوڑے بہت لمحے گزرے بہت ہی یادگار تھے۔ یہ یاد ہمیشہ میری آنکھیں نم اور دل اداس کر دیتی ہے۔ خدا آنٹی کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

۲:۔ ہر سال کی طرح گزشتہ سال بھی آنچل کو بہت ہی زبردست پایا آنچل جیسا ہے ہمیشہ ویسا ہی رہے کیونکہ جن سے محبت کی جاتی ہے ان میں تبدیلیاں برداشت نہیں ہوتیں۔

۳:۔ گزشتہ سال زندگی میں پہلی بار میں نے اپنا نام کسی رسالے میں دیکھا تھا۔ اور یہ لمحہ میرے دل و دماغ پر ہمیشہ نقش رہے گا۔

۴:۔ جی ہاں گزشتہ سال آنچل میں ایک شعر پڑھا تھا۔ جو بہت اچھا لگا۔

غریب ماں اپنے بچوں کو کچھ اس طرح مناتی ہے
پھر بنالیں گے نئے کپڑے یہ عید تو ہر سال آتی ہے

۵:۔ سالِ نو کے لیے ہر پاکستانی کی طرح میری بھی یہی دعا اور خواہش ہے کہ یا پروردگار! اس ملک کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔ اس ملک کو شر سے محفوظ رکھنا اور اس ملک کی باگ دوڑ کسی خدا ترس اور ایمان دار شخص کے ہاتھوں میں دینا۔ آمین ثم آمین

یہ میری دعا ہے، خواہش ہے، خواب ہے اور اسی کی مجھے امید ہے۔

مدیحہ نورین مدوح...... برنالی

ا:۔ جی ہاں ٹھیک کہتے ہیں کہ دسمبر جاتے جاتے انمٹ یادیں دے کر جاتا ہے۔ کچھ بہت ہی یادگار لمحے اتنے حسین کے سوچنے پر لبوں پر ایک دل کش مسکراہٹ اور دل میں اک گلاب سا کھلا دیتے ہیں اور کچھ ایسے لمحے ہیں جن کو یاد کرنے پر آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں دل میں ایک ٹیس سی اٹھتی ہے گزشتہ سال بہت سے نئے دوست ملے اور بہت ہی اچھے دوست ناتہ توڑ گئے اور اعتبار کی دنیا سے تعلق توڑ گئے۔ جو کبھی دوبارہ قائم ہونا بہت مشکل ہے۔

۲:۔ سال گزشتہ میں آنچل کو بہت ہی اچھا پایا ہے۔ کیونکہ آنچل ایک صاف ستھرا دوست ہے۔ جس کو پڑھنے سے کبھی بھی وقت کے ضائع ہونے کا ڈر نہیں ہوتا کیونکہ اس کی تحاریر سبق آموز ہوتی ہیں نہ کہ محض وقت گزاری...... اور نئے سال میں آنچل میں یہ تبدیلی دیکھنا چاہتی ہوں کہ پلیز اس کے اوراق بڑھا دیں اور نئے لکھاریوں کو بھی لکھنے کا مزید موقع دیں۔

۳:۔ سالِ گزشتہ کے بہت سے ایسے واقعات ہیں جو دل و ذہن میں ہمیشہ تر و تازہ رہیں گے سب سے پہلے ایک تلخ حقیقت فرحت آپا کی جدائی جو کبھی ذہن سے نہیں نکلے گی اور کچھ وہ واقعات ہیں جو دوستوں سے وابستہ ہیں کالج کی شرارتیں، ہنسی مذاق کبھی روٹھنا اور منانا خاص طور پر وہ واقعہ جب کالج واپسی پر ایکسیڈنٹ ہوا تھا وہ تو ہمیشہ ہی دل و ذہن میں نقش رہے گا اور کچھ اجنبی لوگوں کی محبت بھی۔

۴:۔ ویسے تو آنچل میں شائع ہونے والی ہر تحریر اپنی ہی مثال آپ ہے مگر ایک ایسی تحریر جو مجھے آج تک نہیں بھولی اور بار بار پڑھنے پر اچھی لگتی ہے وہ ہے۔ ''مائیں نی میں کینوں آکھاں'' اور شاید یہ تحریر ڈاکٹر تنویر انور خان کی ہے۔ بہت نائس! اس کو پڑھ کے دوستی کا احساس ہوا کہ کتنی حساس اور خوب صورت ہوتی ہے یہ تحریر ہمیشہ میرے لیے نئی اور تر و تازہ رہے گی۔

۵:۔ سالِ نو کے لیے بہت سی دعائیں، خواہشات، خواب اور امیدیں ہیں۔ سال کے لیے دعا ہے کہ ہر گھڑی ہر کسی کو خوشیاں ملیں کوئی ایک پل کے لیے بھی اداس نہ ہو اور یہ نیا سال مبارک ثابت ہو۔ خواب یہ ہے کہ جو خواب میری آنکھوں میں ہیں وہ سب دوستوں اور والدین کی دعاؤں سے بہت جلد پورے ہوں آمین۔ خواہش یہ ہے کہ میرے والدین ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں ایک ٹھنڈے سائے کی مانند اور سب سے بڑی خواہش یہ بھی ہے جو کام میں کر رہی ہوں اللہ کے کرم سے جلد ہی پایۂ تکمیل تک پہنچے اور امید ہے مجھے اپنے حالات پر کہ آج نہیں تو کل ضرور ٹھیک ہوں گے میں ایک پل کے لیے ناامید نہیں اپنے پروردگار کے فضل سے...... کبھی تو خدا چاہے گا اور میرے تمام خواب، دعائیں، خواہشات اور امیدیں پوری ہوں گی۔ ان شاء اللہ۔ آج کل سے بہتر ہوگا اور کل آج سے بھی بہتر ہوگا۔ آمین

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

ا:۔ دسمبر! چونکہ یہ مہینہ ہی بہت اچھا تاثر ڈالتا ہے۔ اس مہینے میں مجھے کوئی یاد آتا ہے تو آنکھوں میں نمی آجاتی ہے میرا بھتیجا جو کبھی میرا تھا لیکن اب پرایا ہوگیا ہے۔

۲:۔ سال گزشتہ میں، میں نے آنچل کو بہترین پایا ہے، میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں چاہتی لیکن خدا سے دعا ہے کہ آنچل سدا ترقی کی منزل پر گامزن رہے۔ آمین

۳:۔ ہاں، میرا فرسٹ ایئر کا رزلٹ آیا تھا لیکن وہ پوسٹ بونڈ ہوگیا جو کہ تاریخ میں پہلی بار ہوا ہے اس لیے یہ بات ہمیشہ یاد رہے گی۔

۴:۔ میری دعا ہے کہ دنیا میں جتنے بھی لوگ بچھڑ گئے ہیں وہ واپس مل جائیں۔ خواہش ہے کہ میرا رزلٹ بہت اچھا آئے۔ خواب ہے کہ میں بہت اچھی منزل پر خود کو پاؤں اور بہت ترقی کروں امید ہے کہ میرا رزلٹ اچھا آئے۔

آنچل کے ہمراہ

۱) آنچل کھول کر سب سے پہلے کیا دیکھتی ہیں؟
۲) آنچل کا کوئی ایسا کردار جس میں آپ کو اپنا عکس محسوس ہوتا ہو؟
۳) آنچل کی کوئی ایسی کہانی جسے آپ بھول نہ پائی ہوں؟
۴) آنچل کی کوئی ایسی تحریر جسے آپ بار بار پڑھنا چاہتی ہوں اور دوبارہ آنچل میں دیکھنا چاہتی ہوں؟
۵) آنچل کا کوئی ایسا سرورق جو اپنی کسی خصوصیت کی بناء پر آپ کو یاد رہ گیا ہو؟

آپ ان سوالات کے جوابات 08 جنوری تک بذریعہ ڈاک یا ای میل ارسال کرسکتی ہیں۔
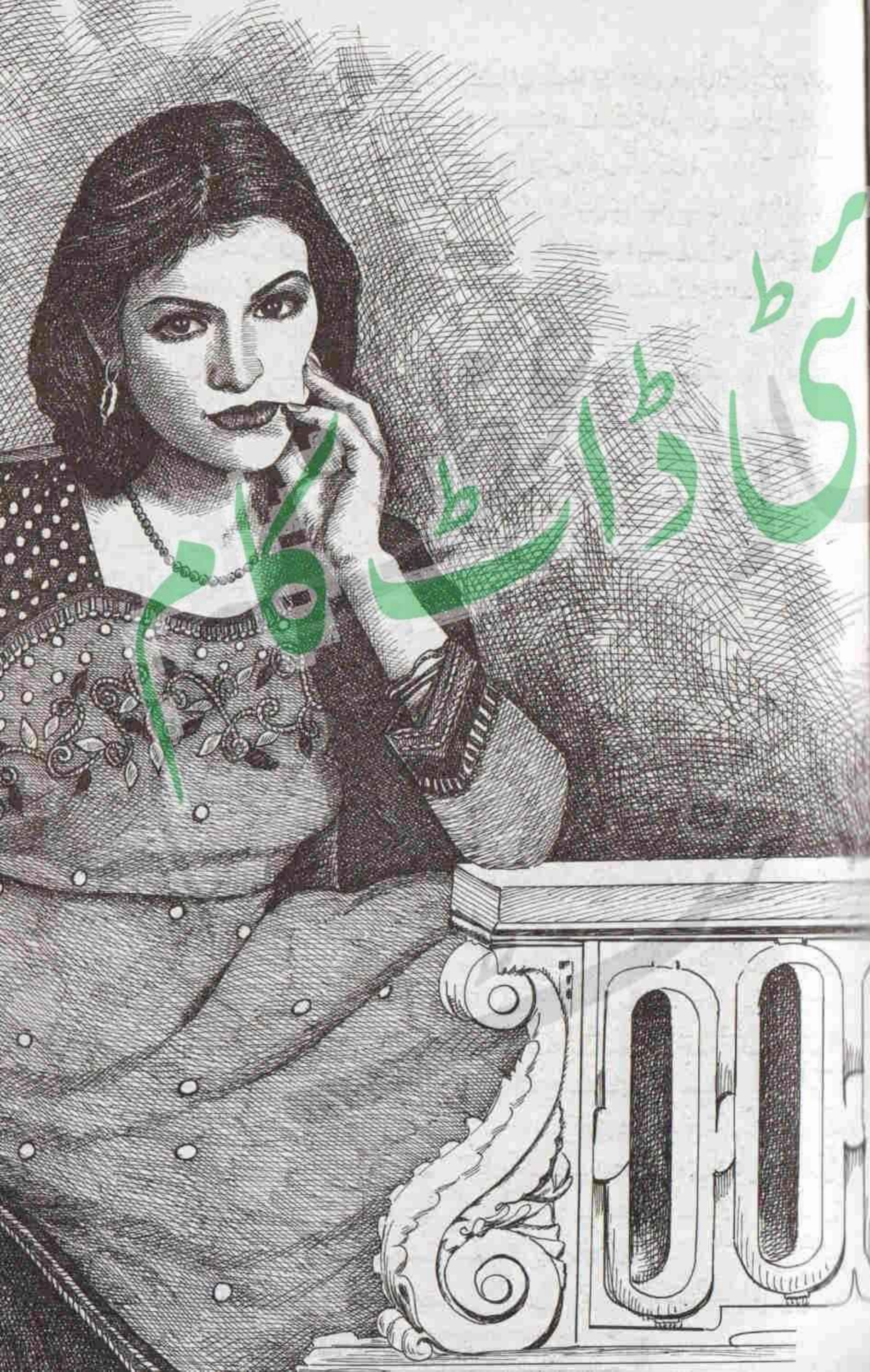
والدین کی یکے بعد دیگرے حادثاتی اموات کے بعد دونوں بہنیں لائبہ اور ضوفشاں اپنے گھر میں تنہا رہتی ہیں تاہم ان کا کزن شہود اور اس کی بیوی مہ جبین ان کے پڑوس میں مقیم ہیں اور ان سے بے حد محبت بھی کرتے ہیں۔
شہود کی غیر موجودگی میں لائبہ کے گھر کی واردات کی رپورٹ کے لیے لائبہ مہ جبین کے مشورے پر تھانے جاتی ہے تو اے ایس پی فوزان صدیقی کو دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔
فوزان صدیقی وہ نیک سیرت فرض شناس انسان ہے جو ماضی کے حوالے سے اس کا محسن رہا تھا۔ فوزان صدیقی کے ذہن و دل میں لائبہ کے لیے اس وقت کی چاہت ابھی تک زندہ تھی۔ تاہم ماضی کے اس اندوہناک حادثے نے نا صرف ان دونوں کے والدین کو چھین لیا تھا بلکہ ان کی حالیہ زندگی میں بھی زہر گھول رکھا تھا۔ جس کے سبب ان کی نیک نامی کو بھی داغ لگا تھا۔
واردات کی جانچ پڑتال کے سلسلے میں فوزان صدیقی کو بار بار لائبہ کے گھر آنا پڑتا ہے۔ جس کے سبب ضوفشاں، جن کا کردار پہلے ہی لوگوں کے نشانے پر ہے۔ مزید افواہوں کی زد میں آتا ہے۔
ماضی کے حوالے سے لائبہ بار بار فرسٹریشن کا شکار ہو جاتی ہے۔
فوزان صدیقی لائبہ کے ماضی کا ایک اہم کردار ہے۔ واردات کی جانچ پڑتال کے سلسلے میں بار بار آمد پر فوزان صدیقی کی آمد روفت ہوتی ہے۔ جس سے مراسم بڑھتے ہیں۔ اک روز لائبہ فوزان صدیقی سے ضوفشاں سے شادی کرنے کی درخواست کرتی ہے۔ فوزان صدیقی گہرے دکھ و تحیر کا شکار ہو کر اسے بتاتا ہے کہ ضوفشاں کا رشتہ اپنے چھوٹے بھائی زبیر سے چاہتے ہیں۔

زرد موسم کے دکھ

سمیرا شریف طور

میری خلوتوں کو دوام دے
میں بھی بادہ کش ہوں کہ جام دے
تیری آنکھ میں، میں ٹھہر سکوں
مجھے مختصر سا قیام دے

لائبہ کا ماضی کھلتا ہے، جس میں لائبہ کے پھوپی زاد رمیز سے اس کا نکاح ہو جاتا ہے جو کینیڈا میں فیملی سمیت رہائش پزیر ہے۔
لائبہ کے والد سول سروس میں تھے ان دنوں ان سے کوئی شخص کروڑوں کے گھپلے میں متقاضی تھا۔ اچانک لائبہ پر نظر پڑتے ہی وہ اس کے اغواء کی دھمکیاں دینے لگا، آخر کار ایک روز جب لائبہ کسی دوست کی شادی سے واپس آ رہی ہوتی ہے لائبہ کی والدہ اور ڈرائیور کو قتل کر کے کچھ لوگ اسے اغواء کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے کہ لائبہ کو کوئی نقصان پہنچتا، اچانک پولیس کی ریڈ ہو جاتی ہے۔ فوزان صدیقی کی مدد سے لائبہ بچ نکلتی ہے مگر لائبہ کے والد کے مخالفین اس کے اغواء کی خبر میڈیا تک پہنچا کر اسے بدنام کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔
بیوی کے قتل اور لائبہ کے اغواء سے دل برداشتہ ہو کر لائبہ کے والد اپنے عہدے سے ریٹائرمنٹ لے لیتے ہیں لیکن لائبہ کی رسوائی سے متاثر ہو کر رمیز اسے طلاق کے کاغذات بھیج دیتا ہے جس پر لائبہ اور بکھر جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

جب کافی وقت بیتنے کے بعد ضوفشاں واپس لوٹی تو اس کا رویا رویا چہرہ اور متورم آنکھیں اس نے بند

پلکوں کی ہلکی سی جھری سے دیکھیں۔ ضوفی کے چہرے پر اطمینان تھا اور آنکھیں کھولے بغیر بھی وہ اچھی طرح اندازہ کرچکی تھی کہ ان دونوں بہنوں کو شہود بھائی کی بدولت ایک دفعہ پھر بری کیا جاچکا تھا۔ ان کو محلے میں رہنے کی اجازت مل چکی تھی۔ شہود بھائی نے کس کس طرح ان کا دفاع کیا تھا اگرچہ نیک نامی کا کوئی سرٹیفکیٹ حاصل نہ ہوا تھا پھر بھی یہ اجازت بھی بہت تھی۔ اس نے خاموشی سے آنکھیں موندے رکھیں۔ بہت ہی کرب میں گویا کانٹوں پر لوٹتے ہوئے رات گزری تھی۔

صبح جب وہ اٹھی تو وہی معمول کا کام تھا۔ ضوفی خاموشی سے بغیر اس کے ساتھ آنکھیں چار کیے تیار ہوکر خود ہی ناشتا تیار کرکے کالج کے لیے روانہ ہوئی۔ جانے سے قبل وہ اسے آرام کرنے اور یونیورسٹی نہ جانے کی سختی سے تلقین کرکے گئی تھی۔ اس کے آدھ گھنٹہ بعد بھابی بھی اس کے پاس آگئیں۔ سارا دن انہوں نے اس کے ساتھ ہی گزارا تھا۔ وہ خود تو سارا وقت خاموش ہی رہی' بھابی خود ہی کوئی نہ کوئی بات چھیڑ کر اس کی دلجوئی کرنے میں مصروف تھیں۔ ان دونوں کی موجودگی اسے کتنی غنیمت محسوس ہوتی تھی' ایک ڈھارس سی بندھنے لگتی تھی۔ وہ ہر لمحہ ہر آن ان دونوں کی طرف رخ کیے ہوئے رکھتے تھے۔ سب ساتھ چھوڑ گئے صرف یہ دونوں ہی تو ساتھ تھے۔ پاپا کو ریٹائرمنٹ سے ملنے والی رقم شہود بھائی نے اپنے کاروبار میں انویسٹ کرلی تھی۔ اس کے علاوہ بھی شہود کے کاروبار میں ان کے والد کے کچھ ذاتی شیئرز بھی تھے۔ ان کے بعد اب یہ دونوں بہنوں کے تھے۔ ہر ماہ شہود بھائی اسے اچھی خاصی رقم دیتے رہتے تھے۔ وہ خود بھی کماتی تھی' جو بھی بچتا اسے بینک میں جمع کروادیتی۔ بینک میں دونوں کے اکاؤنٹس تھے۔ اس کے باوجود دونوں روحانی طور پر بھی دونوں کا سایہ بنے ہوئے تھے' ضوفی کالج سے لوٹی تو بھابی اپنے پورشن میں واپس چلی گئیں۔

''کیسی طبیعت ہے اب آپ کی...... دوالی' کچھ کھایا پیا یا ابھی تک ویسے ہی لیٹی ہوئی ہیں؟'' کھانے پینے سے فراغت کے بعد وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

''ہاں' دوالی بھی' کھانا بھی کھایا تھا۔ سارا دن بھابی ادھر ہی رہی تھیں۔ ان کے ساتھ باتیں کرتے کرتے طبیعت کی خرابی کا احساس ہی نہیں ہوا۔ تم خود ہاتھ لگا کر دیکھ لو بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔'' ضوفی کا ہاتھ پکڑ کر اس نے اپنی پیشانی پر رکھ دیا۔

''کل رات کافی دیر تک میں بھیا بھابی کے پاس ہی تھی' جب لوٹی تو آپ سو چکی تھیں۔ کوئی بات ہی نہ ہوسکی۔ رات کو محلے والے بھیا کے پاس آئے تھے' انہوں نے اچھی خاصی کیچڑ اچھالی تھی جواباً بھیا نے بھی کافی کچھ سنادیا تھا۔ آپ کو بتاؤں ہم معتبر تو نہیں ہوئے مگر اتنا ضرور ہوگیا ہے کہ اب ہم مزید اس محلے پر بوجھ رہیں گی۔'' وہ بظاہر بہت ہلکے پھلکے انداز میں اسے بتارہی تھی۔ اندر سے اس کی بلبلاتی انا اور خودداری چیخ چیخ کر احتجاج کررہی تھی۔ سب جاننے کے باوجود لاعلمی کا اظہار کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ لائبہ نے آنکھیں بند کرلیں۔

''ہوں بھابی بھی بتارہی تھیں۔'' اس نے اس کا بھرم رکھتے ہوئے بظاہر سادہ سے انداز میں بتادیا۔ بعض اوقات کسی بہت اپنے کا بھرم رکھنا بھی کتنا مشکل ہوتا ہے۔ رات کو وہ دونوں کھانا کھا کر فارغ ہی ہوئی تھیں جب بھابی ان کے پاس آگئیں۔ ان کے ساتھ شہود بھائی بھی تھے۔

''پری! ہم تم سے کچھ کہیں تو ہمارا مان تو نہیں توڑو گی؟'' انہوں نے بغیر تمہید باندھے سیدھی بات کرنا چاہی۔

''کیسی باتیں کرتے ہیں آپ! بھلا پہلے کبھی ہم نے آپ کا مان توڑا ہے؟ جو بھی کہیں گے سر آنکھوں پر......'' اس نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھام لیا۔ انہوں نے مسکراتے بہت ہی پرشفقت انداز میں اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔

''میری بہن تم لوگوں نے بہت عرصہ اس گھر میں رہ لیا اب یہ ضد چھوڑ دو' ہمارے حصے میں آجاؤ' میں بڑا بھائی ہوں تم دونوں کا' تم پر میرا بھی حق ہے' کچھ میرا بھی فرض بنتا ہے مجھے اپنی ذمہ داری نبھانے دو۔ اتنا بڑا گھر آخر کس لیے ہے جب اپنوں کے کام نہیں آتا۔ کل کس کس انداز میں لوگوں نے تم دونوں کے تنہا رہنے پر اعتراضات کرتے ہوئے کیچڑ اچھالا ہے۔ اگرچہ میں ساتھ ہوں' ہر وقت ہمارا دھیان ادھر رہتا ہے مگر لوگوں نے تو اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ بہتری اسی میں ہے کہ تم دونوں ادھر آجاؤ۔ اس طرح ہمارے گھر کی بھی رونق دوبالا ہوجائے گی' وقاص کو بھی کمپنی دینے والا کوئی ہوگا اور لوگوں کی بھی زبانیں بند ہوجائیں گی۔'' وہ بہت دھیمے انداز میں اس کو سمجھا رہے تھے۔ اپنے حق میں دلائل دے رہے تھے۔ تلخ حقائق سے پردہ اٹھا رہے تھے۔

پاپا کے بعد انہوں نے اور تایا ابو نے کتنی بار چاہا کہ وہ اپنے گھر کو کرائے پر دے کر ان کی طرف آجائیں مگر وہ دونوں ان پر بوجھ نہیں بننا چاہتی تھیں۔ ان کے انکار پر تایا ابو ان کے ساتھ رہنے لگے تھے۔ ابھی گزشتہ سال ہی تو ان کی وفات ہوگئی تھی اور پھر شہود بھائی نے وہی کچھ کہا تھا۔ وہ دونوں رضامند نہیں ہوئی تھیں' ادھر ماہ جبین بھابی تھیں بظاہر بہت اچھی اور بردبار طبیعت کی مالک تھیں مگر وہ ایک عورت بھی تھیں کسی دوسری لڑکیوں کا وجود شاید اپنے گھر میں مستقل برداشت نہ کرسکیں' چاہے وہ شوہر کی چچازاد ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی سوچ کر وہ انہیں ہر بار ٹال جاتی تھیں پھر انہیں اپنا یہ گھر بہت عزیز تھا۔ یہاں انہوں نے ماما پاپا کے ساتھ بہت خوش گوار وقت گزارا تھا۔ اس گھر کی ایک ایک اینٹ اور مٹی کے ذرے ذرے میں انہیں ماما پاپا کی خوشبو محسوس ہوتی تھی۔ ہر گوشے میں ان کی یادیں بسی ہوئی تھیں۔ وہ جیتے جی اپنے گھر کو بے آباد نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ ان کے مسلسل اصرار کے باوجود اپنا گھر آباد کیے ہوئے تھیں۔ اب اسے واقعی کچھ سوچنا تھا۔

''ٹھیک ہے بھائی! ہم ادھر صبح سے ہی شفٹ ہوجائیں گے مگر میری ایک شرط بھی ہے۔ میں اس گھر کو ویران نہیں کرنا چاہتی۔ آپ کسی جانے والی اچھی سی فیملی سے بات کرلیں اور کرائے پر دے دیں۔ کیوں ضوفی! تمہاری کیا رائے ہے؟'' اپنا فیصلہ سنا کر وہ چپ بیٹھی ضوفی سے پوچھنے لگی۔ اس نے بھی ہاں میں سر ہلادیا۔ یوں بھی اتنی ذلت کے بعد ضوفی کیا' ہر لڑکی کا یہی فیصلہ ہونا تھا۔

''ایک اور بات...... میرے پاس آج دفتر میں فوزان صدیقی کا فون آیا تھا۔ وہ کل اپنی بہن اور بہنوئی کے ہمراہ ہمارے گھر آنا چاہ رہا ہے۔ اپنے بھائی کا ضوفی کے لیے رشتہ لے کر...... میں نے آنے کی دعوت دے دی ہے مگر فی الحال رضامندی نہیں دی تم دونوں سے پوچھے بغیر میں یہ سب نہیں کرنا چاہتا۔ کل لوگوں کی باتیں سن کر اب نجانے کیوں مجھے ان کا یہاں آنا فی الحال غیر مناسب لگ رہا ہے۔ آخری فیصلہ تم دونوں کو ہی کرنا ہے۔ بات کرنے' مل لینے اور سن لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ہوگا وہی جو تم دونوں چاہو گی۔'' ان کی بات پر بھی اس کا

دل خوش نہیں ہو پایا تھا۔

"کاش کل کا دن ہماری زندگی میں نہ آیا ہوتا یا پھر لوگوں نے اس تعلق کو غلط نظروں سے نہ دیکھا ہوتا۔ یوں بہتان بازی نہ کی ہوتی تو یہ سب کتنا اچھا لگتا؟" وہ خود سے مخاطب تھی۔ ضوفی چائے بنا کر لائی تھی، دونوں چائے پی کر اپنے پورشن کی طرف چلے گئے تھے۔ وہ دونوں بھی عشاء کی نماز ادا کرکے سونے کی تیاری کرنے لگیں۔

"ضوفی! زبیر صدیقی والے پروپوزل پر تمہاری کیا رائے ہے؟" بستر پر لیٹتے ہی اس نے ضوفی کو مخاطب کیا، وہ کئی ثانیے چپ رہی جب بولی تو آواز نیند سے بوجھل تھی۔

"کل آئیں گے تو دیکھا جائے گا...... ابھی تو نیند آ رہی ہے۔" اس نے لحاف سر تک تان لیا تھا۔ وہ بعد میں کتنی دیر تک آنکھیں بند کیے اندھیرے میں سوچتی رہی۔ کبھی آنکھیں کھلیں بھی تو کوئی سرا سجھائی نہ دیا تھا۔ بہت سے تفکرات میں گھرے ہوئے نجانے کب نیند مہربان ہوگئی تھی۔

❁

بھیا کے پورشن میں شفٹ ہوتے ہوئے آنکھیں بھر آئی تھیں۔ جس گھر میں اب تک زندگی گزاری تھی اسے یوں یکدم چھوڑنا بہت ہی اذیت ناک تھا۔ خاموشی سے ضروری ساز و سامان ادھر منتقل کر دیا گیا تھا۔ غیر ضروری اور روزمرہ کی بہت سی اشیاء ایک کمرے میں رکھ کر تالا لگاتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپنے لگے تھے۔ اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی زندگی ایسا ہولناک مذاق بھی کرے گی کہ اپنا خوب صورت گھر ہوتے ہوئے بھی اوروں کے در پر زندگی گزارنا پڑے گی۔ بھیا اور بھابی نے نچلی منزل پر ہی دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ کمرے سیٹ کروا دیئے تھے اس کے باوجود دونوں نے ایک ہی کمرے میں رہنا پسند کیا تھا۔ شام ہونے تک وہ دونوں اپنی اس عجیب و غریب سی ہجرت پر ششدر و اشک بار تھیں۔

"تم دونوں تیار ہو جاؤ۔ فوزان صدیقی کے گھر والے آتے ہی ہوں گے، ڈنر پر مدعو ہیں اور پلیز ضوفی! تم میرے ساتھ کچن میں ہاتھ بٹا دو، ابھی مجھے کچن میں تھوڑا بہت کام کرنا ہے۔" وہ دونوں جیسے ہی بستر پر لیٹیں، بھابی چلی آئیں۔ ضوفی کا تو تھکن کے مارے برا حال تھا، وہ آج مروت و محبت میں ماری گئی تھی۔ لائبہ کی خراب طبیعت کا سوچ کر اس نے اسے کچھ بھی کرنے نہیں دیا تھا۔ خود ہی چوکیدار اور ملازمہ کے ساتھ مل کر چیزوں کو ادھر ادھر کرتی رہی تھی۔ اب بھابی کی بات پر برے برے منہ بنانے لگی۔

"تم رہنے دو۔ تیار ہو جاؤ میں بھابی کا ہاتھ بٹاتی ہوں۔" لائبہ فوراً احساس ہونے پر بھابی کے ساتھ باہر آ گئی۔

"بھابی! یہ فوزان صدیقی کی فیملی پر لوگ اعتراض تو کریں گے نا! ذرا سی بات پر لوگوں نے طوفان اکھٹا کر لیا تھا۔ اگر اب لوگوں کے علم میں یہ آئے کہ ہم ضوفی کا رشتہ اسی شخص کے بھائی سے طے کر رہے ہیں تو وہ کیا کہیں گے؟" وہ کل سے اسی بات پر الجھ رہی تھی۔ کباب تلتے ہوئے بھی وہ برابر یہی سوچ رہی تھی۔ جب برداشت حد سے سوا ہوگئی تو بھابی سے پوچھنے لگی۔

"ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ ارے خدا کا خوف نہیں ہے ان لوگوں کو...... سب کے گھروں میں اپنی تین تین چار چار بیٹیاں ہیں اور چلے ہیں اوروں کے عیب تلاش کرنے بہتان بازی کرنے۔ انسانیت ہی مرگئی ہے اندر سے۔ اب کیا تم لوگوں کی خوشنودی

کے لیے ساری عمر بیٹھی رہو گی۔ کیا ضوفی کی شادی نہیں کرو گی؟ میری رائے چاہتی ہو تو سن لو، یہ رشتہ ہر لحاظ سے مناسب ہے۔ تمہارے ساتھ جو ہوا اس کے باوجود اللہ نے اتنا اچھا بر بھیج دیا۔ جہاں لوگ ایک دفعہ آکر دوبارہ کبھی قدم نہیں رکھتے وہاں یہ شخص کئی بار آچکا ہے۔ اب اگر تم نے یہ رشتہ ٹھکرا دیا تو برسوں بعد بھی کوئی نہیں آئے گا۔ اس قدر محبت اور خلوص سے کوئی رشتہ نہیں مانگے گا۔ برا مت منانا میرا مقصد تمہاری دل آزاری نہیں مگر حقیقت حقیقت ہوتی ہے۔ حقیقت پسندی کو مدنظر رکھتے ہوئے بہتر فیصلہ کرو۔ یہ لوگ جواب کچھ نہیں تو باتیں بنا رہے ہیں جب کچھ ہوگا تب بھی بنائیں گے۔ ہم ان کی زبانیں نہیں پکڑ سکتے مگر اپنے کان تو بند کر سکتے ہیں۔ آگے تمہاری مرضی۔ ہم دونوں ہر فیصلے میں تم دونوں کے ساتھ ہیں مگر خیال رکھنا تم دونوں اگر کنوئیں میں چھلانگ لگانے کا سوچ رہی ہو تو ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ بہرحال ہم تم دونوں سے بہت محبت کرتے ہیں اور تمہارا بہتر سوچتے ہیں۔" بھابی کی سب باتیں سچی تھیں۔ حقیقت پسندی کا تجزیہ کرواتی ہوئی، اس کے باوجود اس کے اندر مچلتے ابھرتے سوال مدھم نہیں پڑے تھے۔ مزید سر اٹھا رہے تھے۔ وہ بغیر کوئی اور سوال جواب کیے چپ کی مہر لبوں پر لگائے کام کرتی رہی تھی۔ وقاص نے مہمانوں کی آمد کی اطلاع دی تو بھابی فوراً باہر بھاگیں وہ اندر ہی اندر ڈرتے کیتلی میں چائے کے لیے پانی ڈال کر چولہے پر چڑھانے لگی۔ ابھی چائے دم پر ہی تھی جب بھابی دوبارہ لوٹ آئیں۔

"ارے تم ابھی تک یہاں ہو؟ جاؤ جا کر چینج کرو۔ دو تین دنوں کے بخار نے کس قدر زردی چہرے پر مل دی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ہفتوں کی بیماری سے اٹھی ہو۔ اس حالت میں مہمانوں کے سامنے مت آنا، پہلے اپنا حلیہ سنوار لو اور ہاں، دیکھو ضوفی بھی تیار ہوئی ہے کہ ابھی وہ بھی ویسی ہی ہے۔" وہ تیزی سے ہدایات دیتی ہوئی ٹرالی میں چائے کے برتن اور دیگر لوازمات سجانے لگیں۔ ان کی بات پر وہ سر ہلاتی کمرے میں لوٹی تو ضوفی کپڑے بدلے ہاتھ میں ڈائجسٹ لیے صوفے پر نیم دراز تھی۔

"مہمان آگئے ہیں۔" اس کی توجہ حاصل کرنے کو اس نے اسے اطلاع دی۔

"اچھا......!" ویسے ہی پرسکون انداز میں ڈائجسٹ کی اوٹ سے جواب موصول ہوا تھا وہ کوئی خاص اندازہ نہ کر پائی ضوفی کی طرف سے ناامید ہو کر وہ وارڈ روب کی طرف لپکی۔

"ضوفی! کون سے کپڑے پہنوں؟" ضوفی کو دوبارہ متوجہ کرنے کو اس نے ایک دو سوٹ نکال کر اس کے سامنے پھیلائے۔ اس نے ڈائجسٹ ہٹا کر پہلے لائبہ پر پھر کپڑوں پر ایک ناقدانہ سی نگاہ ڈالی۔

"کوئی سا بھی پہن لیں، آپ پر تو سب رنگ ہی سوٹ کرتے ہیں۔ ہماری طرح تھوڑی جو کپڑوں کے انتخاب میں ہی ہلکان ہو جائیں۔"

"مذاق چھوڑو، میں سنجیدہ ہوں۔" اس کی غیر سنجیدگی پر اس نے آنکھیں دکھائیں۔

"میں بھی سنجیدہ ہوں پری! واقعی آپ ہر رنگ میں جچتی ہیں۔ آپ تو اس بخار والے حلیے میں بھی غضب ڈھا رہی ہیں جب ان ہی کپڑوں میں سے کوئی ایک زیب تن کریں گی تو پھر ہم تو گئے کام سے۔" وہ بہت سنجیدہ انداز میں بھی غیر سنجیدہ تھی۔ اس کی اس بات پر اس کے لبوں پر مسکراہٹ چھا گئی تھی۔ آپ یہ سیاہ رنگ پہن لیں۔ ڈنر کی مناسبت

سے بہت جچے گا آپ پر۔“ اس نے سوٹ نکال کر لائبہ کو پکڑایا وہ بلا چوں وچرا کیے سوٹ پکڑ کر باتھ روم میں گھس گئی۔ چینج کرکے حلیہ سنوار کر اس نے لبوں پر ہلکی سی لپ اسٹک بھی لگالی تھی۔ تیار ہو کر دونوں بلاوے کا انتظار کرنے لگیں۔ بظاہر دونوں پرسکون تھیں مگر دونوں کے اندر ہی ایک جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے بھی دونوں ایک دوسرے سے نظریں چرا رہی تھیں۔ چہرے پر مسکراہٹ سجالینے کے باوجود دونوں چہروں سے جھلکتی اپنی دلی کیفیت نہیں چھپا پارہی تھیں۔ دونوں ہی اصل موضوع سے بچنے کے لیے ادھر ادھر کی ہانک رہی تھیں۔ جب بھابی ناراض موڈ لیے چلی آئیں۔

”اب تم دونوں کو خود آ کر بلاوا دینا پڑے گا کہ آئیے جناب کھانے کا وقت ہے اور کچھ ٹھونس لیجیے؟“ انہوں نے آتے ہی دونوں کے بظاہر مسکراتے چہروں کو گھورا تو دونوں ہی بے اختیار قہقہہ لگا اٹھی تھیں۔

”دیکھیے نا بھابی! آج ہمارا آپ کے گھر میں پہلا دن ہے۔ ہم یونہی بغیر بلائے منہ اٹھائے ڈائننگ ٹیبل پر چل دیتیں تو کتنا برا لگتا۔ آخر کو تہذیب بھی کسی چڑیا طوطے کا نام ہے۔“ ضوفی کی رگ شرارت پھڑکی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ انہیں خلوص ومروت کے اوپر لیکچر دینے کا طویل سلسلہ شروع کرتیں وہ دونوں باہر کی جانب لپکیں۔ ڈائننگ ٹیبل پر فوزان صدیقی کے ساتھ ایک سوبری خاتون تھیں اور ساتھ ہی عورت کی ہی طرح کا باوقار سا مرد تھا۔ سلام دعا کے بعد دونوں نے بھی نشستیں سنبھالیں۔ فوزان صدیقی نے بغور دونوں کے بظاہر مسکراتے سپاٹ چہروں کا جائزہ لیا خاتون کی بھی نظریں مسلسل دونوں کے چہروں کا طواف کررہی تھیں۔

”انیقہ بہن! یہ لائبہ ہے اور ساتھ میں یہ ضوفشاں ہے۔“ شہود بھائی نے دونوں کا تعارف کروایا تو خاتون نے خود ہی باری باری دونوں سے ہاتھ ملایا۔

”میں فوزان اور زبیر کی بڑی بہن ہوں اور یہ میرے شوہر حامد علی ہیں۔“ انہوں نے دوسری جانب فوزان کے ساتھ بیٹھے شخص کا تعارف کروایا تو دونوں نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

”انیقہ! آپ کچھ لیجیے ناں...... پلیز چکن جاؤ من ٹرائی کیجیے۔ آپ کو یقیناً پسند آئے گی۔ ضوفی یہ ڈش بہت اچھی بناتی ہے۔“ بھابی نے بطور خاص کہہ کر ضوفی سے یہ ڈش بنوائی تھی۔ بھابی کی پکار پر مسلسل دونوں کا جائزہ لیتی انیقہ ایک دم مسکرا کر شکریہ کہتی کھانے کی طرف متوجہ ہوگئیں۔ ہلکی پھلکی گفتگو کرتے بہت ہی پرتکلف ماحول میں کھانا کھایا گیا تھا۔ صرف انیقہ کے پکارنے پر دونوں بہنیں چند ایک بار بولی تھیں ورنہ تو یہی محسوس ہورہا تھا جیسے وہ واقعی میز پر صرف کھانا کھانے کے لیے ہی بلوائی گئی ہیں۔ لائبہ تو اپنی زیادہ تر توجہ وقاص کی طرف مبذول رکھے ہوئے تھی جو اس کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا۔ کھانے سے فارغ ہوتے ہی وہ سب لوگ لاؤنج میں چلے گئے تھے۔ ضوفی بھابی کے کہنے پر پشاوری قہوہ تیار کرنے لگی تو وہ برتن سمیٹنے لگی۔ بھابی لاؤنج میں مصروف تھیں۔ قہوہ تیار کرکے ضوفی لاؤنج میں چلی گئی تو وہ برتن سنک میں رکھ کر میز صاف کرنے لگی۔ اگلا ارادہ اس کا برتن دھونے کا تھا جب بھابی آ گئیں۔ پیچھے خالی ٹرے لیے ضوفی بھی تھی۔

”لائبہ! تم میرے ساتھ لاؤنج میں چلو اور ضوفی تم یہ سب رہنے دو میں خود نمٹالوں گی۔ بس ذرا وقاص کو ہوم ورک کروادو۔ ورنہ وہ یونہی سوگیا تو صبح اسکول

جاتے ہوئے تنگ کرے گا۔“ بھابی ضوفی کو حکم دے کر لائبہ کا ہاتھ تھام کر لاؤنج میں آ گئیں۔ دونوں مردوں نے خیر مقدمی کے طور پر اٹھ کر ویلکم کہا جبکہ انیقہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھالیا۔

”ماشاء اللہ! آپ دونوں بہنیں بہت پیاری ہیں‘ میری توقع سے بھی بڑھ کر۔ فوزان اور زبیر سے اس قدر ذکر سن رکھا ہے کہ میں ملے بغیر ہی متاثر ہوچکی تھی۔ اب تو ہمارا آنا صرف رسمی سا ہے۔“ انیقہ خاصی بے تکلفی سے کہہ رہی تھیں۔ جبکہ وہ اس تعریفی انداز پر اندر ہی اندر جزبز ہوتی انیقہ کی بات پر شپٹا سی گئی۔

”شکریہ!“ وہ اور کہتی بھی کیا۔ وہ اندر سے خاصی ڈری ہوئی تھی اوپر سے سب کی نظریں اپنے اوپر جمی محسوس کرکے وہ اور گھبرا گئی۔ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے قصداً مسکرائی تھی۔

”شہود صاحب! فوزان نے آپ سے بات تو کی تھی کہ ہم کس سلسلے میں یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ میں دوبارہ بیان کردیتا ہوں‘ ہم فوزان کے چھوٹے بھائی زبیر صدیقی کے لیے آپ کی بہن ضوفشاں کا رشتہ چاہتے ہیں فوزان کے بابا جان تو اس سلسلے میں حاضر نہیں ہوسکتے‘ آپ تو جانتے ہیں وہ وہیل چیئر پر ہوتے ہیں۔ اسی لیے میں اور انیقہ حاضر ہوئے ہیں۔ اگر آپ لوگ یہ رشتہ قبول کرتے ہیں تو ہم باقاعدہ منگنی کے خواست گار ہیں۔“ بہت زیادہ سلجھے ہوئے انداز میں حامد علی صاحب نے شہود بھائی کے سامنے اپنا مدعا بیان کیا تھا۔ وہ اور بھابی لائبہ کو دیکھ کر نظریں چرا گئے۔

”جی حامد علی صاحب! میں فوزان کو کافی عرصے سے جانتا ہوں۔ زبیر سے بھی بہت دفعہ مل چکا ہوں۔ ماشاء اللہ بہت اچھا لڑکا ہے آپ سے رشتہ جوڑنا ہمارے لیے بھی خوش بختی کی علامت ہے۔ ہماری طرف سے تو بظاہر کوئی انکار نہیں لیکن......“ شہود بھائی رک گئے ہاتھ مسلتی لائبہ پر ایک نگاہ کی پھر گویا ہوئے۔ ”ساری بات بچیوں کی ہے۔ ہمیں کچھ وقت سوچنے کے لیے دیں اگر لائبہ اور ضوفی راضی

ہوئیں تو آپ کو ہاں میں جواب دیں گے۔" انہوں نے بڑے انداز سے بات کرتے ساری بات دونوں پر ڈال دی تھی۔

"ہاں تو پھر دیر کس بات کی ہے۔ لائبہ یہیں موجود ہیں۔ فوراً پوچھ لیتے ہیں۔ اب تو آنا جانا رہے گا ان شاء اللہ! صرف اب نہیں' ہم دوبارہ بھی آئیں گے۔ لائبہ کے لیے بھی......" انیقہ نے اچانک محبت بھری نظروں سے لائبہ کو تکتے کہہ دیا تھا۔ اس نے فوراً انیقہ کی گرفت سے اپنا ہاتھ نکالا۔ کن انکھیوں سے بھیا بھابی کو دیکھا۔ انہیں بھی اس بات سے حیرت ہوئی تھی البتہ فوزان اور حامد علی مطمئن انداز میں مسکرا رہے تھے۔ "جہاں تک ضوفی کی بات ہے۔ آپ اس کو بھی ابھی بلالیں' ہم اس سے بھی بات کرلیتے ہیں مگر "ناں" نہیں سنیں گے۔ کیوں لائبہ! آپ کو کوئی اعتراض ہے میرے بھائیوں پر......"

"اتنے مان بھرے لہجے میں وہ مخاطب تھیں کہ وہ فوراً نظریں جھکا گئی۔ فوزان صدیقی کی طرف تو دیکھنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ یہ کیسا انوکھا مان تھا جو اس کا اپنا ہی سونپا ہوا تھا۔ اس کے اس مان پر ہی تو وہ اور اس کی بہن ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ انیقہ براہ راست لائبہ سے مخاطب تھی وہ سرتا پا پسینے میں نہا گئی۔

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں...... ضوفی سے پوچھ لیں' اگر وہ رضا مند ہے تو......" انجانے خیال میں گھرتے وہ بات کرنا ہی بھول گئی۔ زیادہ دن بھی نہیں گزرے تھے ابھی پرسوں ہی کی تو بات تھی' اس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا تھا۔ ان سب لوگوں کی غلیظ باتیں اور غلط سوچیں بھی...... وہ اندر ہی اندر خوف سے ہلنے لگی۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ہر کوئی دوسرے کے رضامند ہونے کی فکر میں ہے۔ ضوفشاں کو علم تو ہوگا کہ ہم کس مقصد کے لیے آئے ہیں اسی لیے ایک دن پہلے فون کیا تھا۔ آپ کی دعوت پر ہی ہم آئے' بس شہود بھائی آپ ہمیں "ہاں" کہیں۔" انیقہ بہت ہی خلوص سے مان بھری ضد پر اتر آئی تھیں۔ وہ اندر ہی اندر جھنجھنے لگی۔ وہ انہیں کیسے سمجھاتی؟

"شہود بھائی اور پری آپ کو بھی "ہاں" نہیں کہیں گے جب تک میری طرف سے رضامندی نہ مل جائے۔" وہ پتا نہیں کب سے دروازے کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی' اچانک اندر آکر کہنے لگی۔ سب نے چونک کر اسے دیکھا۔ لائبہ کو اس کی آنکھوں کے جمود سے وحشت سی ہونے لگی۔ اتنی دیر سے وہ اسی بات سے ڈر رہی تھی' پہلے ہی اسے ضوفی کی خاموشی غیر معمولی لگی تھی۔

"ہاں تو تم بھی اپنی مرضی بتادو۔" انیقہ نے مسکرا کر اسے کہا۔ لائبہ نے ہونٹ کاٹے جبکہ بھابی اور بھیا بالکل خاموش تھے۔ ضوفی کے تیور انہیں بھی سہمائے دے رہے تھے۔

"جہاں تک میری رضامندی کی بات ہے تو آئی ایم سوری میں انکار کرتی ہوں۔ آپ لوگ آئے بہت بہت شکریہ! آپ لوگوں نے ہم بہنوں کے بارے میں اچھا سوچا تو اس کا بھی شکریہ! فوزان صاحب جانتے ہیں مگر شاید آپ نہیں جانتے کہ ہم......" اس کی آمد تو آمد اب اس کے اس نامناسب انکار پر بھی سب ہکا بکا تھے۔ بھیا اور بھابی نے سر جھکا لیا تھا۔ وہ پتا نہیں آگے کیا کہنا چاہتی تھی کہ لائبہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ضوفی! خاموش ہوجاؤ تم اور جاؤ یہاں سے۔"

"لیکن پری......!" اس نے کچھ کہنا چاہا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر ٹوک دیا۔

"میں نے تم سے پہلے پوچھا تھا' تمہاری

رضامندی چاہی تھی تب کیوں انکار نہیں کیا؟" وہ کھڑی خشمگیں نظروں سے اسے گھورتے باز پرس کررہی تھی۔

"لائبہ! یہ سب کیا ہے......" یہ سوال فوزان صدیقی کی طرف سے ہوا تھا۔ وہ نظریں چرا گئی۔ پھر ضوفی کو دیکھا۔

"تم نے سنا نہیں ضوفی! میں نے کیا کہا ہے؟ تم جاؤ یہاں سے...... میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔" فوزان کی نظروں اور مہمانوں کی حیرت پر شرمندہ ہوتی ضوفی کو نہایت ناراضگی سے کہا۔

"نہیں پری! میں نہیں جاؤں گی۔ میں جو کہنا چاہتی ہوں مجھے یہیں سب کے سامنے کہنے دیں۔" ضوفی کے ضدی اٹل انداز پر اس نے تیزی سے ہاتھ گرالیے تھے۔ اسے ڈر تھا وہ یہ کھیل ہار جائے گی مگر پھر بھی دل میں جیتنے کی اک شدید خواہش تھی۔ ضوفی کو پرسکون' خوشیوں بھری زندگی دینے کا اس نے پاپا سے وعدہ کیا تھا۔ اپنی ذات پر اتنا کچھ سہہ کر بھی وہ یہ وعدہ نباہنا چاہتی تھی مگر کھیل شروع ہونے سے پہلے ہی اسے بری طرح شکست ہوگئی تھی۔ اس خواہش کے ہاتھوں اس نے بری طرح زک بھی اٹھالیا تھا۔ وہ جانتی تھی ضوفی کیا کیا کہے گی۔ اگر یہ رشتہ لوٹ گیا تو ان کے گھر کی دہلیز پر اب کوئی قدم نہیں رکھے گا۔ وہ شکست خوردہ انداز میں کھڑی تھی۔ باقی سب یوں بیٹھے ہوئے تھے جیسے انہیں واقعی سانپ سونگھ گیا ہو۔

"فوزان صاحب نے ہمارے بارے میں سوچا' میں انتہائی مشکور ہوں۔ میں آپ کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتی۔ لوگوں کی ہم دونوں بہنوں کے متعلق اچھی رائے نہیں ہے۔ بہت سی کہانیاں ہمارے متعلق مشہور ہیں۔ پھر یہ جو کھڑی ہیں......" اس نے لائبہ کی طرف اشارہ کیا۔ ایک لحظہ کو سب نے کھڑی لائبہ کی طرف دیکھا ماسوائے فوزان کے۔ "ان کے متعلق بھی لوگ اچھی رائے نہیں رکھتے اور آپ کے بھائی نے بھی یقیناً آپ سے چھپایا ہوگا اگر انہوں نے لوگوں کی نظروں میں موجود ہماری حیثیت آپ لوگوں کو بتائی ہوتی تو آپ اس وقت یہاں اتنی محبت سے بیٹھ کر رشتہ نہ مانگ رہے ہوتے۔ یہاں اس گھر میں جو بھی ایک دفعہ آتا ہے وہ دوبارہ قدم نہیں رکھتا۔ کیوں؟ آپ کو سوچنا چاہیے تھا مگر آپ سوچتے کیسے......؟ آپ کو ہمارے بارے میں کچھ علم ہی نہیں ہوگا۔ پری کا اغوا ہوچکا ہے پھر انہیں طلاق ہوگئی' ہمارے ماما پاپا وفات پاچکے ہیں۔ پری چار دن تک غیر مردوں کی تحویل میں رہی تھیں اور جب لوٹیں تو آپ کی دنیا والوں نے انہیں اس دنیا کے لیے ناقابل قبول قرار دے دیا اور میری سزا یہ ہے کہ میں ان کی بہن ہوں...... آج سے صرف دو دن پہلے ہی آپ کے انہی بھائی صاحب کی وجہ سے ہمیں بری طرح ذلت سہنی پڑی ہے۔ پری تو سب سہہ کر خاموش ہیں اس لیے کہ وہ میرے مستقبل کے لیے فکر مند ہیں مگر میں جانتی ہوں ہمارا دامن لوگوں کی غلیظ نظروں اور باتوں سے تار تار ہوچکا ہے ان کی وجہ سے ہم گھر سے بے گھر......"

"ضوفی چلو میرے ساتھ۔" سب بالکل خاموش تھے۔ وہ پتا نہیں مزید کیا کہنا چاہ رہی تھی' جب وہ تیر کی طرح اس کی طرف لپکی تھی' اس کا بازو کھینچ کر باہر لے گئی۔ اپنے کمرے میں لا کر اسے بستر پر دھکا دے دیا تھا۔ آج سے پہلے تو اس کے اندر ایسی ہلچل نہیں مچی تھی۔ آج سے پہلے تو اس نے ضوفی کو اونچی آواز سے بھی نہیں پکارا تھا مگر آج اس نے جو غیر مناسب' غیر اخلاقی حرکت کی تھی اس نے اسے جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ اس وقت اسے پتا نہیں کیا ہوا تھا' بستر پر گری

ضوفی کے وجود کو سیدھا کرکے اس نے کس کس کر دو تین تھپڑ اس کے منہ پر دے مارے تھے۔ ضوفی تو ہکابکا دیکھتی رہ گئی۔

"کیا بول رہی تھیں تم...... کیوں کیا تم نے ایسا......؟ شرم نہیں آئی تمہیں...... جو تم بھی اوروں کی طرح غلط سوچ دوسروں پر تھوپنے لگی ہو۔ شرم کرو ضوفی! شرم کرو۔ اس وقت مجھے تم اس قدر بری لگ رہی ہو کہ حد نہیں۔ کاش تم میری بہن نہ ہوتیں، کاش تم نے یہ سب نہ کیا ہوتا اور میں نے نہ سنا ہوتا۔ میں مر کیوں نہ گئی تمہارے منہ سے یہ سب سننے سے پہلے......؟" وہ اب اپنے منہ پر تھپڑ مارنے لگی تھی۔

حیران وششدر ضوفی نے اسے دیکھا۔ وہ اسے مار کر خود بری طرح رو بھی رہی تھی اور اپنے چہرے کو پیٹ بھی رہی تھی۔ اس وقت وہ بالکل دیوانی لگ رہی تھی۔ ہوش وحواس سے بیگانہ۔ اس نے فوراً اس کے دونوں متحرک ہاتھ تھام لیے۔ لائبہ نے ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھ چھڑا لیے۔

"وہ کیا سوچتا ہوگا؟ ضوفی! وہ ہمارا محسن ہے کیا تمہیں نہیں پتا اس نے مجھے بے غیرتی کی حرام موت سے بچایا تھا؟ وہ ہمارے خاندان کی عزت کو سہارا دینے والا ہے اور تم نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھے اس کی نظروں سے گرادیا ہے۔" روتے ہوئے اس نے اسے دیکھا پھر اس کا کندھا جھنجوڑ ڈالا۔ "بتاؤ ضوفی! تم میں اور ان لوگوں میں کیا فرق رہ گیا ہے؟ وہ بغیر دیکھے اور ثبوت کے تمہاری بہن پر بہتان بازی کر گئے تھے اور تم نے بھی بلاسوچے سمجھے کسی بے قصور مخلص انسان کو کٹہرے میں لا کھڑا کیا...... یہ بھلا کہاں کا اصول ہے کسی اور کا غصہ کسی اور پر نکال دو، یہ کہاں جائز ہے؟ تمہارے اندر اتنا ہی طیش بھرا ہوا تھا تو تم پہلے میرا گلا گھونٹتیں اور پھر اپنا۔ اگر تمہاری نفرت اور غصہ اس طرح کم نہیں ہوتا تو تم ایک پسٹل لیتیں اور محلے والوں کو شوٹ کردیتیں مگر تم پھر بھی برائی کا خاتمہ نہیں کرسکتی تھیں۔ چاہے تم زوہیب شاہ کی موت بھی یقینی بنادیتیں پھر بھی نہیں کیونکہ تم خود بھی گنہگار ہو۔ تم نے قتل سے بھی بڑا گناہ کیا ہے۔ تم نے کسی اچھے پر خلوص انسان کا دل دکھایا ہے۔ کاش تم کچھ بولنے اور کہنے سے پہلے سوچ لیتیں۔ اگر مجھے پتا ہوتا تمہاری خاموشی کے پیچھے یہ طوفان چھپا ہوا ہے تو میں اسے یہاں آنے سے ہی روک دیتی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی ضوفی! تم میری بہن ہوکر اس انتہا کو بھی پہنچ سکتی ہو؟" وہ اسے بری طرح جھنجوڑ کر تکیے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ "میں نے تو تمہیں یہ سب نہیں سکھایا۔ اس طرح کب میرا ضبط چھلکتا دیکھا ہے تم نے؟ ہمیشہ تمہیں یہی سکھایا کہ کوئی تھپڑ بھی مارے تو دوسرا گال پیش کردو صبر وشکر بھی تو کیا جاسکتا تھا۔ تم وہاں نہیں رہنی تھیں تو آرام سے انکار کردیتیں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے تو اپنا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا۔" تکیے پر سر رکھے وہ کتنی شدت سے روتی رہی۔

"پری......!" اس نے جیسے ہی اس کا کندھا چھوا اس نے ایک دم اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔ پھر ضوفی کے اندر اسے پکارنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ گالوں پر ہاتھ رکھے اسے بری طرح ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرتے دیکھتی رہی۔ کئی لمحے یونہی سرک گئے۔ لائبہ تکیے پر سر رکھے اوندھے منہ ہی روتے روتے خاموش ہوگئی تھی۔ لائبہ کے کافی دیر بعد نارمل ہوجانے پر اس نے ڈرتے ڈرتے دوبارہ اس کا کندھا چھوا تھا۔ "پری" اس نے بہت ڈرتے محبت سے اس کا کندھا تھام کر اس کا رخ سیدھا کیا تو اپنا ہاتھ ہی ڈھلک گیا۔ لائبہ ہوش میں نہیں تھی۔ وہ ایک دم چیخ اٹھی۔

"پری...... پری......! کیا ہوگیا ہے آپ کو...... اٹھیں نا" وہ بری طرح اسے جھنجوڑنے لگی۔ جب مطلق اثر نہ ہوا تو دیوانہ وار لاؤنج کی طرف بھاگی۔ جہاں بھیا بھابی تھے۔

"بھیا! بھابی...... وہ...... وہ پری......" بغیر دوپٹے کے وہ اتنی ڈری ہوئی حواس باختہ تھی کہ باہر سے ہی آوازیں دیتی اندر داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر ایسی وحشت اور بوکھلاہٹ طاری تھی کہ بھیا بھابی کے ساتھ وہاں موجود تینوں افراد کھڑے ہوگئے۔

"کیا ہوا ہے لائبہ کو؟" مہ جبین بھابی نے فوراً آگے بڑھ کر اس کا کندھا ہلایا۔

"پتا نہیں پری کو کیا ہوگیا ہے بھابی! وہ بے ہوش ہوگئی ہیں۔" روتے ہوئے بمشکل وہ بتاپائی تھی اس کے بتانے پر بھیا بھابی فوراً کمرے میں آئے تھے۔ دونوں نے لائبہ کے بے سدھ وجود کو سیدھا کیا انیقہ اور فوزان بھی اندر داخل ہوگئے جبکہ وہ زار وقطار روتی دروازے کی چوکھٹ پر ہی کھڑی رہی۔ اس میں تو اتنی ہمت ہی نہ تھی آگے بڑھ کر لائبہ کو دیکھتی، پھر وہ باہر نکل کر دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئی۔ بھیا نے فون کرکے ڈاکٹر کو جلد آنے کا کہا تھا۔ وہ دونوں مل کر پانی کے چھینٹے مار کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ فوزان چند قدم آگے بڑھ آیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے یہ بلیک سوٹ میں چمکتی دمکتی لڑکی ان سب کے پاس بیٹھی ہوش وحواس میں تھی اور اب...... اس نے اس کا بازو اٹھا کر نبض چیک کی! وہ نارمل تھی اس نے سکون کا سانس لیا۔ وہ صرف بے ہوش ہوئی تھی۔ کیوں ہوئی تھی؟ وہ نہیں جانتا تھا۔ وہ الجھتا ہوا باہر نکل آیا۔ کمرے کے باہر دیوار کے ساتھ لگی ضوفی کو دیکھا تو رک گیا۔

"ضوفشاں! یہ سب کیا ہے، کیوں کیا تم نے ایسا......؟ ایسی کیا خاص بات ہوئی تھی کہ تم دونوں یہ سب کررہی ہو۔ کیا میری طرف سے کوئی غلطی ہوگئی ہے؟" وہ یہی سمجھ رہا تھا۔ اس کی آواز پر اس نے اپنے ہاتھ ہٹا کر اس لمبے چوڑے وجود کو دیکھا۔ کیا کچھ نہیں تھا اس بھرپور پرکشش مرد میں۔ جس دن وہ پہلی دفعہ کیس کی پڑتال کرنے لائبہ کے ساتھ ان کے گھر آیا تو دونوں کو ایک ساتھ کھڑے دیکھ کر اس نے اسی دن اللہ تعالیٰ سے دعا کی بہن کا مقدر بن جائے۔ کتنے جچ رہے تھے دونوں ایک ساتھ کھڑے...... اسے وہ منظر اب بھی نہیں بھولتا۔ آج سے صرف دو دن پہلے اس کے لبوں سے لائبہ کے لیے اظہار پسندیدگی سن کر اس کا دل باغ باغ ہوگیا تھا اور جب منزل بالکل قریب تھی تو سب کچھ بدل گیا۔ لائبہ نے اسے صرف اس بات پر مارا تھا کہ اس نے اس اچھے شخص کو بے عزت کیا تھا۔ اس کا دل دکھایا تھا لیکن غلط ہوگیا تھا بہت کچھ...... سب الٹ پلٹ ہوگیا تھا۔ اور وہ لائبہ......! اچانک لائبہ کا خیال آیا تو پھر رونے لگی۔

"فوزان بھائی! پری مجھ سے ناراض ہوگئی ہیں۔ وہ بہت سخت خفا ہوگئی ہیں۔ وہ مجھ سے اب کبھی بھی نہیں بولیں گی۔" وہ متواتر روئے جارہی تھی جبکہ فوزان خود کو خاصا بے بس محسوس کررہا تھا انیقہ نے آگے بڑھ کر ضوفی کو ساتھ لگالیا۔

"کچھ نہیں ہوا اسے۔ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ بس بے ہوش ہوگئی ہے۔ ابھی ڈاکٹر آتا ہے تو ٹھیک ہوجائے گی۔" وہ اسے ساتھ لگا کر دوبارہ کمرے میں لے آئیں۔ کرسی پر بٹھا کر اس کا چہرہ صاف کرکے پانی پلایا۔ اسے کچھ تسلی ہوئی تو فوزان اور انیقہ کے ساتھ حامد علی صاحب کو دیکھ کر پیشانی عرق ندامت سے تر ہوگئی۔ وہ سر جھکائے بیٹھی رہی تھی۔ ڈاکٹر آیا تو وہ نیم بے ہوش لائبہ کو دیکھنے لگا۔ انجکشن لگا کر وہ

اسے مکمل آرام کا بتا کر چلا گیا تھا۔ بھیا دہری شرمندگی محسوس کررہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ لائبہ کی طرف سے مطمئن ہوکر ان تینوں کے ساتھ باہر آ گئے۔ بھابی لائبہ کے سرہانے ہی بیٹھی رہیں تو وہ بھی ان سب کے پیچھے باہر نکل آئی۔

''آئی ایم سوری! یقیناً آج جو کچھ بھی ہوا' یہ سب نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میں اس بات پر شرمندہ ہوں۔'' بھیا حامد علی صاحب کے ہاتھ تھامے کہہ رہے تھے۔

''شرمندگی کی کیا بات ہے۔ اپنا گھر ہے' پھر آئیں گے اور یقیناً اگلی دفعہ ''نہ'' نہیں سنیں گے۔'' بھیا کے ہاتھ کو دباتے وہ دھیمے سے مسکرائے۔

''نہیں' آپ لوگ دوبارہ بھی کبھی مت آئیے گا۔ اس سلسلے میں یا کسی اور سلسلے میں...... کبھی بھی نہیں...... یہاں جو بھی ہوا میں اس کے لیے شرمندہ ہوں اور معافی بھی مانگتی ہوں۔'' اپنی بات کہہ کر وہ چلی بھی گئی تھی بھیا پھر ایک دفعہ نظریں چرانے پر مجبور ہوگئے۔

''اب یہاں رکنے کی مزید کوئی گنجائش نہیں...... میرا خیال ہے فوزان اب ہمیں چلنا چاہیے۔'' انیقہ نے ناراض نظروں سے بھائی کو دیکھا۔ وہ جو پہلے پریشان تھا' مزید پریشان ہوگیا۔ آتے وقت مہمانوں میں جس قدر جوش وخروش تھا' جاتے وقت دونوں طرف اسی قدر مایوسی' ناامیدی اور ذہنوں میں شکوک وشبہات پروان چڑھ چکے تھے۔ اس نے بھی خاموشی سے بہن اور بہنوئی کے ہمراہ قدم ملا لیے تھے۔

......❀......

گاڑی ڈرائیو کرتے فوزان صدیقی نے کن انکھیوں سے بہن کے ناراض' خفا سے چہرے کو دیکھا۔ شہود کے گھر سے نکلنے کے بعد سے وہ بالکل خاموش تھیں اور کس قدر خفا تھیں ان کے چہرے سے اندازہ لگا سکتا تھا۔ اس نے حامد علی صاحب کو بھی دیکھا وہ بھی بالکل خاموش کچھ سوچتے ہوئے محسوس ہورہے تھے۔

''تم شہود کی فیملی کو کب سے جانتے ہو؟'' طویل پراسرار خاموشی کے بعد اس کے کانوں میں حامد علی صاحب کی آواز ابھری۔ اس نے شکر کا کلمہ پڑھا ورنہ اسے ڈر تھا کہ کہیں بہن کی طرح بہنوئی بھی ناراض نہ ہوں۔

''بہت پرانا ساتھ نہیں' یہی کوئی پانچ چھ سال ہوگئے ہیں۔''

''اچھا......! تم نے اس کی بہن کو کب دیکھا تھا؟'' اگلا سوال بھی کچھ سوچتے ہوئے ادا ہوا تھا۔

''آپ گھر چلیں وہاں چل کر ساری بات بتا دوں گا۔'' بہن کے نام پر انیقہ کے چہرے کے تاثرات بدلے تو اس نے جلدی سے کہا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے ہمیں کچھ بتانے کی...... نجانے کیا کرتے پھرتے ہو تم! تم نے شادی کا کہا تو میں خوش ہوگئی یہ سمجھ کر کہ میرے بھائی کو برسوں میں سہی شادی کی بھی یاد آ ہی گئی ہے بلا سوچے سمجھے فوراً ہامی بھرلی۔ تم نے کہا تم پہلے زبیر کی شادی کرواؤ گے پھر اپنے بارے میں سوچو گے' میں نے اور بابا نے یہ بھی مان لیا' تم نے جو لڑکی اپنے لیے پسند کی تھی اسی کی بہن کا کہا' ہم نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ پتا نہیں تم ہمیں کن لوگوں میں بے عزتی کروانے کے لیے لے آئے تھے۔ چلو لائبہ تو پھر بھی نظر کو بھا گئی' چھوٹی بہن کی زبان دیکھی تھی کیسی چل رہی تھی۔؟'' انیقہ آپی ایک دم خاموشی بھول کر کہنے لگیں۔ اس نے حامد علی صاحب کو دیکھا۔

''صحیح کہہ رہی ہیں تمہاری بہن۔ ہمیں تم پر بھروسا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ تم ہمیں اس طرح بغیر کچھ بتائے' بنا صورت حال واضح کیے لے جاتے۔''

''آپ گھر تو چلیں میں سب بتا دوں گا۔ ناراض تو مت ہوں۔'' اس نے دونوں کو دیکھا۔ انیقہ سر جھٹک کر باہر دیکھنے لگیں۔ حامد صاحب بھی خاموش ہوگئے۔

''ہمیں پہلے ہمارے گھر چھوڑ دو۔ بعد میں تم جہاں مرضی جاؤ۔'' انیقہ نے نروٹھے پن سے کہا تو اس نے بے چارگی سے حامد علی صاحب کو دیکھا۔

''بابا جان زبیر اور زیبا گھر پر انتظار کررہے ہوں گے۔ بعد میں چھوڑ دوں گا۔'' اسے رہ رہ کر بابا جان کا خیال آرہا تھا وہ اس کی رضامندی کا سن کر کتنے خوش ہوئے تھے۔ بیٹے کی شادی کا ارمان اتنا تھا کہ ساری رات سوئے بھی نہیں تھے۔ صبح صبح انیقہ زیبا اور ٹینا تینوں کو فون کرکے فوزان کی شادی کے لیے رضامندی کے بارے میں بتایا تھا۔ تینوں اتنے عرصے بعد ایک دم اس کے مان جانے پر بے انتہا خوش تھیں۔ جب علم ہوا کہ وہ لڑکی پسند کرچکا ہے تو اور بھی زیادہ پرجوش ہوگئیں۔ شہنان تو لاہور میں تھی' وہ تو نہ آئی اگلے دن ہی زیبا جو یہاں راولپنڈی میں آباد تھی اپنے میاں کے ساتھ آ گئی۔ انیقہ تو پہلے ہی ان کے نزدیک ہی رہتی تھی۔ سوائے زبیر کے اس نے آج تک لائبہ کا کسی سے ذکر نہیں کیا تھا۔ ایک رضوان جانتا تھا۔ جب لائبہ کا کیس چلا تھا۔ اب تو وہ اس کا نام بھی بھول گیا ہوگا یہی سوچ کر اس نے اس کے ذہن میں لڑکی واضح نہیں کی تھی۔ بس سب خوش تھے کہ برسوں بعد ہی سہی وہ شادی کے لیے کسی طور آمادہ تو ہوا۔ وہ لائبہ کو مکمل طور پر عزت سے بیاہ کر لانا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے اسی ضوفی کا بوجھ لائبہ کے کندھوں سے اتارنا تھا۔ زبیر کو ساری صورت حال بتا کر اس نے پہلی ملاقات میں ہی سمجھا دیا تھا جبکہ اور سب کو بتانے سے اس نے گریز ہی کیا۔ خوامخواہ سب لائبہ اور ضوفی کے متعلق متجسس ہوجائیں گے۔

صورت حال کا یہ رخ تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ پہلے ضوفی کا ردعمل' لائبہ کی بے ہوشی اور اب انیقہ کی ناراضگی سب مل کر اسے بہت ڈسٹرب کررہی تھیں۔ انیقہ کے بار بار کہنے پر بھی وہ پہلے اپنے گھر آیا تھا۔ گاڑی گھر کے پورچ میں رکی تو زیبا طلال سمیت زبیر اور بچوں کی پوری پنڈال باہر ہی انتظار کرتی مل گئی۔

''ماما آ گئے' ماما آ گئے۔'' ان کو گاڑی سے اترتے دیکھ کر بچے شور کرنے لگے تھے۔

''اتنی دیر لگا دی آپ نے...... کیا بنا...... کیسی ہے میری بھابی......؟'' زیبا اپنے سوئے ہوئے بیٹے کو ایک بازو سے دوسرے پر منتقل کرتے پوچھنے لگی۔ وہ اتنی خوش ہورہی تھی کہ فوزان نے بے اختیار نظریں چرائیں۔

''بھئی یہیں کھڑا رکھنے کا ارادہ ہے کیا! پہلے ہمیں اندر تو جانے دیں۔'' حامد علی صاحب نے دہائی دی تو سب بچے پیچھے ہٹ گئے۔ بابا جان آج اپنے کمرے کی بجائے لاؤنج میں ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سب کو آتے دیکھ کر انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنی وہیل چیئر درست کی۔

''آپ لوگ اتنے خاموش کیوں ہیں' کیا ہوا کیا لڑکی پسند نہیں آئی؟'' زیبا نے دوبارہ پوچھا تو بابا جان بھی چونک گئے۔ فوزان نے حامد علی صاحب کی طرف دیکھا۔

''فوزان! حامد بیٹے کیا ہوا ہے؟ تم لوگ تو رشتے کی بات کرنے گئے تھے؟'' ان کی مسلسل چپ سے خائف ہوتے بابا جان نے بھی پوچھا۔ انیقہ نے ایک

گہری سانس لی۔

''جہاں ہم گئے تھے وہاں سے صاف انکار ہوگیا ہے۔'' انیقہ نے ہی بتایا۔

''کیوں؟'' بہت سوں کا سوال زبیر کی زبان سے ادا ہوا تھا۔ ''وہ تو بہت اچھے لوگ ہیں۔ پھر انہوں نے انکار کیوں کیا؟''

''اس کیوں کا سوال بہتر ہے آپ اپنے بھائی سے کریں۔'' انیقہ نے اب بھی جلے کٹے انداز میں کہا۔ دراصل انہیں اپنی وہاں ہونے والی بے عزتی نہیں بھول رہی تھی۔ سب کی نظریں ایک دم فوزان صدیقی پر اٹھ گئیں۔ زیبا طلال اور بچوں سمیت زبیر کا سارا اشتیاق صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔ وہاں اب ''کیوں'' کا ایک بڑا سوالیہ نشان تھا۔

''جب ہم گئے تو تب لڑکی کی بھابی اور چچازاد بھائی ہی نے ہمیں ریسیو کیا تھا۔ دونوں بہت سلجھے ہوئے تھے انہوں نے بہت آؤ بھگت کی بہت خلوص سے ملے۔ لڑکیاں دونوں ہی بے حد خوب صورت ہیں مگر جب رشتہ دیا گیا تو وہ لوگ عجیب سی کیفیت سے دوچار ہوگئے۔ جیسے انہیں یہ رشتہ قبول بھی ہے اور نہیں بھی...... وجہ تو بعد میں کھلی جب ضوفشاں نے خود انکار کیا۔ جس لڑکی کو فوزان نے اپنے لیے پسند کیا ہے وہ لڑکی پہلے سے شادی شدہ ہے طلاق ہوگئی ہے اس کو...... اور کیوں ہوئی ہے اور ہمیں انکار کیوں ہوا ہے یہ ہمیں بھی فوزان ہی بتائے گا۔ کیونکہ ہمیں بھی ابھی تک تشویش لگی ہوئی ہے۔'' انیقہ نے باپ کی سوالیہ نظروں کا جواب بہت تفصیلی دیا تھا سب کے افسردہ چہرے اس نئے انکشافات پر مرجھا سے گئے۔

''مجھے نہیں علم ضوفشاں نے انکار کیوں کیا ہے۔ اس سلسلے میں میں خود بھی الجھا ہوا ہوں۔ کیونکہ لائبہ نے خود بتایا تھا کہ وہ آج کل ضوفشاں کے رشتے کی تلاش میں ہے۔ میں نے اگر آپ لوگوں سے کچھ چھپایا تھا تو مصلحتاً چھپایا تھا' میرا مقصد کسی کو دھوکا دینا نہیں تھا۔ لائبہ اور ضوفشاں حقیقت میں بھی بہت اچھی لڑکیاں ہیں۔ زبیر مل چکا ہے اس سے اور جو کچھ میں نے آپ سے چھپایا ہے وہ سب جانتا ہے میں اپنے کمرے میں جارہا ہوں' زبیر آپ کو سب بتادے گا مگر لائبہ یا ضوفی دونوں بہنوں کی ذات پر سوال اٹھانے یا نفرت کرنے سے پہلے آپ سب نیناں کو مت بھولیے گا۔'' صوفے سے اٹھتے ہوئے اس نے بہت ہی ٹھہرے لہجے میں سب کہہ دیا پھر اپنے کمرے میں جانے کے لیے آگے بڑھا تو سب کی نظریں خود پر محسوس کیں۔

''فوزان......'' اس سے پہلے کہ وہ لاؤنج کے دروازے سے باہر نکلتا بابا جان نے آواز دی۔ وہ فوراً پلٹا تھا۔

''جی بابا جان!''

''یہ نیناں کا نام تم نے کیوں اٹھایا ہے۔'' بہت کرب سے انہوں نے پوچھا تھا۔

''کیونکہ نیناں میری بہن تھی اس سے ہم سب کو محبت تھی' لائبہ میری کچھ بھی نہیں اس کے باوجود میں نے برسوں محبت کے ساتھ ساتھ اس کی عزت بھی کی ہے اور ان دونوں کا قاتل ایک ہی شخص ہے زوہیب شاہ! ستم یہ ہے کہ نیناں مرگئی اور اس دنیا سے چلی گئی جبکہ لائبہ زندہ ہے مگر مردوں سے بدتر ہے۔ میں تو بس اتنا چاہتا ہوں کہ اسے زندگی دے دوں۔ وہ خوشیاں جو اس سے روٹھ گئی ہیں' اسے سونپ دوں۔ آپ نے ہمیشہ انسانیت کی بات کی ہے بابا جان! اور میں انسانیت کا حق ادا کرنا چاہتا ہوں۔ حامد بھائی اور انیقہ آپی نے اس معاملے میں اپنی بے عزتی محسوس کی ہے تو ساری صورت حال سن لینے کے بعد وہ اگر کہیں تو میں ان سے معافی مانگ لوں گا' مگر صرف اتنی التجا ہے کچھ غلط سوچنے سے پہلے لائبہ اور نیناں کو ایک ہی میزان سے تولیے گا کیونکہ وہ دونوں ایک جیسی ہی تھیں۔'' بہت سنجیدگی سے کہتا ہوا وہ اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔ اندر بہت گھٹن ہورہی تھی۔ گھٹن اتنی تھی کہ ہر چیز گم ہوتی محسوس ہورہی تھی۔ اتنی سردی میں اس وقت شاور لینا مناسب نہیں تھا۔ مگر وہ پھر بھی کپڑے لے کر باتھ روم میں گھس گیا۔ گرم پانی سے شاور لے کر باہر آیا تو کمرے میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ اسلام آباد جیسے شہر میں سردی بہت پڑتی ہے وہ ہیٹر آن کرکے بستر پر لیٹ گیا۔ کچھ خیال آتے ہی اس نے اپنے کوٹ کی جیب سے اپنا پرسنل سیل نکالا ذہن ابھی بہت الجھا ہوا تھا۔ وہ نمبرز پش کرنے لگا۔ کتنی بیلوں کے بعد ریسیور اٹھایا گیا تھا۔

''ہیلو......''

''کون ہے؟'' پوچھا گیا تھا وہ فوراً آواز پہچان گیا۔

''شہود میں فوزان ہوں۔ لائبہ کیسی ہے اب؟'' اس نے جلدی سے پوچھا۔ تو دوسری طرف ایک گہرا سانس لیا گیا تھا۔

''وہ تو بہتر ہے۔'' شہود نے جواب دیا تھا۔

''میں پوچھ سکتا ہوں یہ ساری صورت حال کیوں پیش آئی جبکہ میں بغیر بتائے آپ کے ہاں نہیں آیا تھا لائبہ سے بھی میری اس سلسلے میں بات ہوئی تھی' اس سے بات کرنے کے بعد ہی میں نے اپنے گھر والوں کو کچھ بتایا تھا پھر اچانک یہ تبدیلی......؟''

''یار فوزان! میں خود بہت پریشان ہوں۔ میں خود چاہتا ہوں میرے کندھوں سے یہ ذمہ داریاں اتر جائیں مگر کیا کروں' ہر دفعہ کوئی نہ کوئی مسئلہ ہوجاتا ہے۔ میں تو خوش تھا تمہاری بھابی بھی راضی تھیں۔ لائبہ کو بھی اعتراض نہیں تھا۔ یہ اچانک ضوفی......''

''نہیں شہود یہ اچانک تو نہیں ہوا۔ کوئی بات ہوئی ضرور ہے۔ دیکھو اگر میری وجہ سے کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے تو میں صفائی پیش کرنے کو تیار ہوں مگر یوں اس طرح رشتے کے لیے انکار مت کریں۔''

''فوزان! میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں اسی لیے تو میں نے تمہیں لائبہ اور ضوفی کے متعلق سب بتادیا تھا تاکہ کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ بس یوں سمجھ لو ضوفی راضی نہیں اور تم جانتے ہو اس کی مرضی کے بغیر میں کچھ نہیں کروں گا۔''

''کیا ضوفشاں کسی اور میں انٹرسٹڈ ہے۔'' کچھ جھجکتے ہوئے اس نے آخر کار پوچھ ہی لیا۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو تم لوگوں کو میں یہاں آنے سے پہلے ہی منع کردیتا۔'' شہود نے پرزور تردید کی تھی۔ اس کے دل پر موجود بوجھ اتر کر دماغ پر آ گیا۔

''شہود! دو دن پہلے کیا ہوا تھا جس کا ضوفی ذکر کررہی تھی؟ میری وجہ سے ایسی کیا بات ہوگئی ہے کہ وہ اس بری طرح انکار کرگئی؟ اسی طرح کے ردعمل کا اظہار وہ شخص کرتا ہے جسے بہت سخت چوٹ لگی ہو اور وہ چوٹ اس کے لیے سہنا مشکل ہوجائے اور جس کی وجہ سے لگے وہ اسے ہی تختۂ مشق بنالیتا ہے۔ اب ایسی کیا نئی بات ہوئی ہے۔'' وہ ابھی بھی بہت خلوص سے پوچھ رہا تھا دوسری طرف خاموشی تھی۔

''کوئی بات نہیں ہوئی۔ بس ضوفی لائبہ کے لیے بہت حساس ہے' تم کو بتایا ہے نا دونوں نے بہت کچھ سہا ہے۔ اب اس موڑ پر کچھ تلخ ہوگئی ہیں۔''

''میں اسی کا تو ازالہ کرنا چاہتا ہوں' میں لائبہ کو تحفظ دینا چاہتا ہوں۔ لائبہ ضوفشاں سے بہت محبت کرتی ہے اس کو ہمیشہ کے لیے لائبہ کے قریب رکھنے

کے لیے ہی تو میں نے یہ قدم اٹھایا ہے مگر لگتا ہے آپ کو مجھ پر بھروسا نہیں۔ اب نئی جو بھی بات ہوئی ہے اس کا پتا تو میں کروا ہی لوں گا بہتر ہے آپ لوگ خود مجھے میری غلطی بتا دیں۔" اس نے مزید پانچ منٹ شہود سے بات کی تھی۔ وہ کسی بھی طرح اسے کچھ بتانے پر آمادہ نہیں ہوا تھا۔ ضوفی کے اس رویے لائبہ کی افسردہ آنکھوں اور بے ہوشی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے وہ خود سے ہی الجھتا رہا' سوچتا رہا' مگر کوئی سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔

یہ رات اس کے لیے بہت اذیت ناک تھی۔

⁂

"پری! پلیز یوں نہ کریں۔ آپ کی یہ بے اعتنائی مجھے مار دے گی۔" چار دن ہو گئے تھے لائبہ اس سے رخ موڑے ہوئے تھی۔ وہ اس سے کوئی بات نہیں کر رہی تھی۔ وہ کتنی دفعہ کوشش کر چکی تھی۔ وہ جب بھی اسے بلاتی وہ اٹھ کر چلی جاتی یا پھر خاموش رہتی۔ اور اب بھی جب وہ اس سے یہ کہہ رہی تھی تو وہ اٹھ کر باہر جانے لگی۔ ضوفی فوراً اس کا ہاتھ تھام کر سسک اٹھی۔ یہ شاید زندگی میں یوں پہلا موقع تھا کہ وہ اس بری طرح ضوفی سے کسی بات پر ناراض ہوئی تھی۔ ضوفی کو یوں روتے دیکھ کر اس کا دل پسیجا۔ لائبہ بہت چاہنے کے باوجود اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہیں نکال پائی تھی۔ "پری! کچھ بھی کہہ لیں' برا بھلا کہیں' مجھے مار لیں لیکن خدا کے لیے یوں رخ نہ موڑیں' میرا آپ کے سوا اور کون ہے' اگر آپ نے بھی یوں کیا تو میں مر جاؤں گی۔" وہ لائبہ کے ہاتھ پر سر رکھے رو رہی تھی۔ لائبہ کا دل پھٹنے لگا۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ "میں کیا کرتی؟ کسی کو نہیں پتا میں کتنی دکھی ہوئی تھی۔ ان محلے داروں نے جو ہمارے ساتھ کیا' وہ کم نہیں تھا۔ آپ تو آنسو بہاتی رہیں غم بھی منا لیا مگر میں کیا کرتی؟ میں نہیں رہ سکتی تھی۔ اگر میری آنکھ سے آنسو بہتے تو آپ کو تکلیف ہوتی اور میرے آنسو اندر ہی اندر گرتے رہے ہیں۔ میری غلطی یہ تھی کہ میں نے فوزان صدیقی کو برا بھلا کہا تھا مگر میں نے انہیں تو کچھ نہیں کہا تھا پھر یہ حقیقت چھپ تو نہیں سکتی تھی۔ ہم جیسی لڑکیوں کی شادیاں نہیں ہوتیں۔ انہیں کوئی بیاہنے نہیں آتا تو پھر یہ فوزان صدیقی کیوں آ گئے تھے؟"

"لیکن ضوفی انکار سلیقے سے بھی کیا جا سکتا تھا اور تم نے گھر آئے مہمانوں کی بے عزتی کی تھی۔" وہ ان چار دنوں میں پہلی دفعہ بولی تھی۔ برستی آنکھوں سے ضوفی کو دیکھا۔ "میں تم سے ناراض نہیں ہوں' میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتی۔ دکھ تو اس بات کا ہے کہ اس بھری دنیا میں بھیا بھابی کے بعد یہ واحد شخص تھا جو ہماری عزت کرتا تھا۔ جس نے ہماری کردار کشی نہیں کی تھی اور اب اسی کی وجہ سے ہم سب کچھ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔" اس نے روتے ہوئے اسے ساتھ لگا لیا۔ "ضوفی! میرا کیا ہے' زندگی گزر رہی ہے' آگے بھی گزر ہی جائے گی مگر تم کیوں میری وجہ سے بغیر کسی جرم کے پس رہی ہو؟ یہ واحد امید تھی' اب یہ بھی ختم ہو گئی ہے۔ تمہاری شادی ہو جاتی تو میرے بھی دکھتے دل کو شاید قرار آ جاتا۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ضوفی فوراً بول اٹھی۔

"نہیں پری! یہ لوگ یہ محلہ کیا ہمیں جینے دیتا؟ کبھی بھی نہیں..... تو پھر ہم انہیں 'ہاں' کہتے؟ فوزان صدیقی کے نام کی وجہ سے آج ہمیں اپنا گھر چھوڑنا پڑا ہے۔ جب لوگوں کے علم میں آتا کہ اسی فوزان صدیقی کے بھائی سے میری شادی ہو رہی ہے تو کیا یہ لوگ ہمیں جینے دیتے' کبھی بھی نہیں۔ بلکہ ہمارے اوپر لگائے گئے ان کے ہر الزام کی تصدیق ہو جاتی۔

لاہور سے یہاں تک آپ کے متعلق کتنی جھوٹی کہانیاں مشہور ہیں تو یہاں سے فوزان کے گھر تک ہمارے کردار کے متعلق کہی گئی لوگوں کی باتیں بھلا نہیں پہنچ سکتی تھیں؟ ایسی باتیں تو جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی ہیں۔ اور پری! اب مجھ میں ہمت نہیں، میں بہت تھک گئی ہوں، میں یہ مزید ذلت نہیں سہہ سکتی۔ اب اور کسی الزام کو سہنا نہیں چاہتی۔ میں یہ الزام در الزام ذلت در ذلت کا تکلیف دہ سلسلہ ختم کرنا چاہتی ہوں۔ ہم دنوں یونہی جی لیں گی۔ ایک دوسرے کے سہارے ایک دوسرے کے دم سے...... ہمیں کسی اور کا سہارا نہیں چاہیے۔ میں شادی نہیں کروں گی اور وعدہ کریں دونوں کے درمیان دوبارہ اس موضوع پر کبھی بات نہیں ہوگی۔“

ضوفی کی باتیں اس نے پہلے بھی سوچی تھیں۔ اب بھی سوچ رہی تھی۔ انکار سے دکھ ہو رہا تھا۔ اگر ہاں کہتی تو تب بھی تکلیف سہنا پڑتی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ کر روتی رہی تھیں۔ وہ آہستگی سے ضوفی کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہی۔

”کاش پاپا! اگر آج آپ زندہ ہوتے تو دیکھتے آپ کی بیٹیاں آج کس قدر ٹوٹ پھوٹ کر بکھر چکی ہیں۔ زمانے کے سرد و گرم نے ہمارے خال و خد کو کس طرح دھندلا دیا ہے۔ ہماری پہچان کس قدر مسخ ہو چکی ہے۔ ہم زندہ ہوتے ہوئے بھی مردوں سے بدتر ہیں۔ پاپا پلیز کہیں سے آجائیں۔ ہمیں آپ کے شفیق مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ اس قدر تو میں تب بھی نہیں بکھری تھی جب اغواء کا کلنک ماتھے پر سجا کر آئی تھی۔ اب تو چند قدم بھی چلنے کی سکت نہیں رہی مجھ میں۔ پلیز پاپا واپس آجائیں۔“ وہ روتے ہوئے پاپا کے تصور سے باتیں کر رہی تھی۔

بھیا اور بھابی ضوفی سے سخت ناراض تھے۔ لائبہ کی طرف سے مطمئن ہو کر اس نے انہیں منایا۔ ہر طرح کی سخت سست سن کر بھی خاموش رہی بالآخر لائبہ کی سفارش پر وہ مانے تھے۔ ادھر سے مطمئن ہوئی تو فوزان صدیقی کی مسلسل آنے والی فون کالز نے دونوں کو پریشان کر دیا تھا۔ دونوں تصور کیے ہوئے تھیں کہ اب انکار ہو گیا ہے فوزان صدیقی والا معاملہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے لیکن اس کی ان کالز نے یہ خوش فہمی ختم کر دی تھی۔

”فوزان آج میرے پاس آفس آیا تھا۔“ ڈائننگ ٹیبل پر سب کھانے میں مصروف تھے۔ جب اچانک شہود بھائی نے ذکر چھیڑا۔ بھابی کے ساتھ ساتھ وہ دونوں بھی متوجہ ہو گئیں۔ ”وہ انکار کی اصل وجہ جاننا چاہتا ہے۔ اس رات بھی جاتے ہی اس نے فون کیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اس کی بہن اور بہنوئی دوبارہ آنا چاہتے ہیں اور وہ بتا رہا تھا کہ لائبہ خود بھی یہی چاہتی تھی کہ ضوفی کی شادی ہو جائے پھر ایسی کیا بات ہو گئی ہے جو مجھے بار بار ناامید کیا جا رہا ہے؟“

”تو پھر آپ نے کیا کہا؟“ وہ بھی سن کر پوچھنے لگی۔

”تم دونوں خود سوچو بھلا اصل بات اسے بتانے کے قابل تھی۔ کس قدر دکھی ہوتا اگر اسے اصل حقیقت کا علم ہو جاتا۔ بس...... میں نے کہہ دیا ہے تم دونوں آپس میں متفق نہ تھیں اور ضوفی نے خود انکار کر دیا۔ اب یہ سلسلہ یہیں ختم کر دو۔“

”اور اس نے آپ کی بات مان لی؟“ دل میں کلبلانے والا سوال نوک زبان پر فوراً آ گیا۔

”نہیں...... مگر میرے جواب کے بعد وہ مزید کوئی بات کہے اور سوال اٹھائے چلا گیا تھا۔“ شہود بھائی بتا کر ڈائننگ ٹیبل سے اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ وہ سوچوں میں غلطاں ہو گئی۔

وہ دونوں اپنے پورشن کو خالی نہیں رکھنا چاہتی تھیں۔ شہود بھائی ان دنوں کرائے دار کا بندوبست کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ سردی میں اضافہ ہو گیا تھا، بھابی اور ضوفی دونوں گرم کپڑوں کی خریداری کے لیے بازار کا ایک چکر لگانے کا سوچ رہی تھیں۔ چھٹی والے دن وہ دونوں بازار چلی گئیں تو وہ اپنے پورشن میں آ گئی۔ چند دن صفائی نہ کرنے کی وجہ سے سارا گھر گرد سے اٹا پڑا تھا۔ وہ پائنچے اڑس کر پائپ اور جھاڑو لے کر دھونا شروع ہوئی تو چھت سے لے کر فرش تک ہر چیز کو اچھی طرح چمکا کر ہی دم لیا۔ کھڑکیوں دروازوں دیواروں کی جھاڑ پونچھ کے بعد لان کی باری آئی تھی۔ دو دن پہلے بڑی تیز ہوا چلی تھی، جس کی وجہ سے کئی پودے ٹوٹ گئے تھے چند کی حالت تو اور بھی ناگفتہ بہ تھی اور پورا لان مرجھائے پتوں سے بھرا پڑا تھا۔ اس نے پہلے پانی چھڑک کر لان میں جھاڑو لگائی سب پتوں کو ڈسٹ بن میں ڈال کر اس نے اضافی گھاس کاٹی، کیاریوں میں سے اضافی پتے اور ٹہنیاں نکالنے لگی۔ گملے پانی سے دھو کر صاف کر کے ایک طرف پکی روش پر قطار میں لگا کر سارا لان ایک دفعہ پھر صاف کر کے وہ خود قینچی لے کر خراب پتوں کی کٹنگ کرنے میں مصروف ہو گئی۔ وہ اس قدر انہماک اور دھیان سے پودوں کی کٹنگ میں مگن تھی کہ اچانک ذرا دھیان بٹ گیا۔ ذرا سی بے احتیاطی سے کئی پتے کٹ گئے تھے۔ اسے افسوس نے آ گھیرا۔

”پری پھوپو! یہ انکل آپ سے ملنے آئے ہیں۔“ وہ قینچی ہاتھ میں تھامے کٹے پتوں کو تاسف سے دیکھ رہی تھی جب وقاص کی آواز پر اچانک پلٹ کر دیکھا تو اپنی جگہ جم سی گئی۔

”فوزان صدیقی......! آپ......؟“

”ہاں میں......“ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اس کے مقابل آ کھڑا ہوا پھر رخ موڑ کر وقاص سے مخاطب ہوا۔ ”وقاص بیٹا آپ جاؤ، میں آپ کی پھوپو سے بات کر لوں پھر آتا ہوں۔“ وقاص فوزان کی بات پر سر ہلاتا چلا گیا۔ وہ چپ و ساکت جھکی نظریں کیے لائبہ کے سامنے ہی بیٹھ گیا۔

”آپ کیوں آ گئے ہیں یہاں......؟ آپ پلیز یہاں سے چلے جائیں۔“ فوزان کے بیٹھنے پر وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔ ڈری نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

”ہرگز نہیں لائبہ! میں یہ جانے بغیر تو نہیں جاؤں گا کہ آپ نے انکار کیوں کیا ہے؟“ اس کے بہت ناراض سے لب و لہجے اور انداز پر وہ التجائیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ ساتھ ساتھ اپنی دیوار سے منسلک آسیہ بیگم کی دیوار کی طرف نگاہ بھی کی۔ اسے تو صرف ایک ہی خوف تھا کوئی دیکھ نہ لے اور اس وقت تو بھیا، بھابی، ضوفی کوئی بھی گھر پر نہیں تھا۔ کہیں دونوں کی موجودگی کو غلط رنگ نہ پہنا دیں۔

”پلیز فوزان! آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں۔ آپ جائیں یہاں سے، پلیز خدا کے لیے اس وقت چلے جائیں۔“ وہ روہانسی ہونے لگی۔ وہ جانچتی پرکھتی نظروں سے لائبہ کو دیکھتا یونہی بیٹھا ہوا تھا۔ لائبہ کی شکل رو دینے والی ہو گئی تھی۔ آنسو بس چھلک آنے کو بے تاب تھے۔ وہ ایک لمحہ کو اس کی طرف الجھتی نظروں سے دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر جیسے ہی اس کے قریب ہوا وہ سرعت سے پیچھے ہٹی تھی۔

”پلیز اے ایس پی صاحب! میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتی، آپ چلے جائیں۔ میری عزت کی خاطر اس وقت آپ...... آپ جائیں۔ میں آپ کی منت کرتی ہوں، ہاتھ جوڑتی ہوں، پلیز یہاں سے چلے جائیں۔“ وہ باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔

آنسو متواتر چہرے کو بھگو رہے تھے۔ فوزان صدیقی کو اور زیادہ غصہ آنے لگا۔

"نہیں ہرگز...... نہیں...... کیا سمجھ رکھا ہے آپ نے مجھے؟ میں اتنے خلوص سے بار بار آرہا ہوں اور آپ بار بار مجھے دھتکار رہی ہیں۔ کیا یہی اہمیت ہے آپ کی نظروں میں میری...... جب چاہے بے عزت کرکے گھر سے نکال دیں اور جب چاہیں......؟" بے بس نظروں سے ہاتھوں میں چہرہ چھپائے روتی لائبہ کو دیکھا تو رک گیا۔ "کیوں کررہی ہیں میرے ساتھ ایسا......؟ آپ نہیں سمجھ سکتیں مجھے کس قدر تکلیف پہنچ رہی ہے۔" انتہائی تکلیف سے کہتے اس کے قریب ہوکر جیسے ہی فوزان نے اس کے کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھے وہ یوں بدک کر پیچھے ہٹی جیسے کرنٹ لگ گیا ہو۔

"فوزان پلیز......!" وہ اور شدت سے رونے لگی۔ "میری عزت کرتے ہیں تو پھر میری خاطر یہاں سے جائیں۔" وہ بات کہہ کر رخ بھی موڑ گئی۔

اس کے رخ موڑ لینے پر فوزان بمشکل خود پر ضبط کرپایا تھا۔ پھر تیزی سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے پورشن سے شہود والے پورشن تک اور پھر گیٹ سے باہر بغیر پلٹ کر دیکھے نکلتا چلا گیا تھا۔ لائبہ نے روتے ہوئے رخ موڑا تو وہ جاچکا تھا۔ وہ بھر بھری ریت کی مانند وہیں زمین پر ڈھے گئی۔ آنسوؤں کی روانی میں اضافہ ہوا تو پھر خود پر بھی اختیار اٹھ گیا۔ اور پھر جو وہ رونا شروع ہوئی تو بھابی اور ضوفی کے آنے تک روتی ہی رہی۔

❀

کالج ٹائم ختم ہوا تو وہ کتنی دیر تک کاریڈور میں ہی سیڑھیوں پر بیٹھی رہی۔ ہنستی مسکراتی لڑکیوں کو گیٹ سے باہر نکلتے دیکھتی رہی۔ آہستہ آہستہ سارا کالج خالی ہوچکا تھا۔ وہ خالی خالی نظروں سے گیٹ کو دیکھتی رہی۔ جہاں سے اب آخری لڑکی بھی نکل کر جاچکی تھی۔ جوں جوں وقت آگے بڑھ رہا تھا اس کا دل بھی بند ہوتا جارہا تھا۔ ہاتھ خود بخود کتاب کے اندر رکھے کاغذ کے چھوٹے سے ٹکڑے سے الجھ گئے۔ دو دن سے وہ چھوٹے سے ٹکڑے کو بارہا پڑھ چکی تھی۔ جس میں کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ سوائے چند الفاظ کے۔

"ضوفشاں پلیز میری بات سن لیں۔"

چند الفاظ پہ مشتمل یہ چھوٹا سا جملہ اس پر دو دن سے کس قدر گراں گزر رہا تھا' وہ صرف خود ہی جانتی تھی۔ اس ٹکڑے کے بارے میں اس نے ابھی تک لائبہ سے بھی تذکرہ نہیں کیا تھا' خود ہی الجھتی رہی' کافی سوچ بچار کے بعد بھی اسے کوئی حل نہیں سوجھ رہا تھا۔

"کالج بند ہوگیا ہے۔"

پیون نے آکر اسے خیالوں کی دنیا سے باہر لا پٹخا۔ وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی تو وہ پھر بولا۔ "کیا بات ہے آپ کو گھر نہیں جانا؟"

"نہیں' میں جانے لگی تھی۔ بس یہ کتابیں سمیٹ رہی تھی۔" پیون کی مشکوک نظروں سے گھبرا کر فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ جلدی سے بیگ اور کتابیں اٹھا کر پیون کے آگے آگے چلنے لگی۔ پہلے گیٹ پر رک کر محتاط نظروں سے ادھر ادھر جھانکا۔ اسے اپنی گاڑی سمیت وہاں اپنی مخصوص جگہ پر نہ پاکر اس نے قدم بھی باہر نکال لیے۔ وین تو گزر چکی تھی وہ کالج کی چار دیواری عبور کرکے کافی دور تک پیدل چلتی رہی تھی پھر روڈ کے ایک طرف ہوکر ادھر سے گزرنے والی دوسری وین کا انتظار کرنے لگی۔ وہ کتنے دنوں سے اس کے پیچھے لگا ہوا تھا' روز ملنے کی ضد کرتا' اور کتنی دفعہ وہ اسے بے عزت کرچکی تھی۔ دوسری طرف انتہائی بے عزتی کے باوجود وہی مرغے کی ایک ٹانگ والی بات تھی۔

اسے اب افسوس ہونے لگا۔ اس طرح کے شریف انسان بھی اس طرح کی چیپ اور تکلیف دہ حرکتیں اگر کرنے لگیں تو پھر آوارہ' بدمعاش لوگوں سے کسی اچھائی کی توقع ہی عبث ہے۔ روز روز اسے دیکھ کر اس نے یہی طریقہ اپنایا تھا کہ آج ذرا تاخیر سے جائے گی سو اب وین کا انتظار کرنا پڑ رہا تھا۔

"السلام علیکم!" وہ اپنی سوچوں میں اس قدر مگن تھی سلام کی آواز پر ایک دم اچھلی تھی۔ اپنی بالکل سیدھی جانب دیکھ کر ایک لمحہ کو خائف ہوئی تھی۔ دوسرے ہی لمحے سارا ڈر غصے میں بدل گیا تھا۔ چہرہ ایک دم لال بھبھوکا ہوگیا تھا۔

"آپ!" غصے کی حدت سے تمتماتا چہرہ' وہ بمشکل بول پائی تھی۔

"آئیں' میں آپ کو گھر ڈراپ کردوں۔ وین نہیں آئے گی۔ آپ کے آنے سے چند منٹ پہلے وہ گزر چکی ہے۔" وہ مسکراتی نگاہوں سے ضوفشاں کے سرخ چہرے کو دیکھنے لگا۔ اس کی بات نے اس کے غصے کو اور ہوا دی تھی۔ وہ بمشکل خود پر ضبط کررہی تھی ورنہ زبان فوراً اسے کھری سنانے کو بے تاب تھی۔ نجانے کیوں مروت ولحاظ زبان کو لگام دیئے ہوئے تھے۔

"دیکھیں......!" وہ انگلی اٹھاتی اس کی طرف پلٹی تھی۔

"زبیر صدیقی' آپ مجھے میرے نام سے پکار سکتی ہیں۔" اس نے اس کے غصے کی پروا کیے بغیر دیدہ دلیری دکھائی۔ وہ تاسف سے سر ہلانے لگی۔

"پتا نہیں...... آپ کون سی زبان سمجھتے ہیں۔"

"محبت وخلوص کی لیکن اس کے علاوہ میں غصے کی زبان بھی بخوبی سمجھ لیتا ہوں بشرطیکہ سامنے آپ ہوں۔" وہ اور دلاویزی سے مسکرایا۔ وہ رخ بدل کر کچھ بھی کہنے سننے کا ارادہ ملتوی کرکے دوسری طرف آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔

"پلیز ضوفشاں میں زیادہ ٹائم نہیں لوں گا۔ آپ پلیز صرف ایک دفعہ میری بات سن لیں۔ اگر آپ پہلی دفعہ سن لیتیں تو میں اتنے دنوں تک خوار ہوتا اور نہ آپ یوں اذیت سہتیں۔" وہ سنجیدگی سے گویا تھا۔ وہ دھیان دیئے بغیر آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھے گئی۔ "آئیں نا یوں سڑک پر کھڑے بات کرنا اچھا نہیں لگتا۔ دیکھیں آتے جاتے لوگ مشکوک نظروں سے ہم دونوں کو دیکھ رہے ہیں۔" اس کی بات پر اس نے بھی اچٹتی نگاہ کی تو اس کی بات درست لگی' مگر بات پھر وہی تھی۔ وہ اس کے ساتھ نہیں جاسکتی تھی۔

"دیکھیں ضوفشاں! میں بہت ہی شریف قسم کا بندہ ہوں۔ آپ پہلے بھی اندازہ کرچکی ہیں۔ اس دفعہ بھی آزمائش شرط ہے۔" وہ وہی ازلی بے پروا انداز میں کہہ رہا تھا۔ وہ اسے گھورنے لگی جب بولی تو آواز بہت طنزیہ تھی۔

"جبھی اتنے دنوں سے کسی شریف زادی کا راستہ روک رہے ہیں؟" اس کے طنز پر وہ مسکرانے لگا۔ اس کی مسکراہٹ پر ضوفشاں کا دل اندر ہی اندر جلنے کڑھنے لگا۔ دل چاہا اس خوب صورت مسکراہٹ سمیت اس کا خوبرو چہرہ بھی نوچ ڈالے۔ "دیکھیں مسٹر زبیر صدیقی! آپ میں شرافت سرے سے موجود ہی نہیں...... اگر ہوتی تو میری نظروں میں موجود اپنے لیے تحقیر اول روز ہی پڑھ لیتے۔ غیرت مند ہوتے تو کبھی میرا راستہ روکنے کی بجائے اپنے گھر میں موجود اپنی بہنوں کا بھی خیال کرتے۔" وہ چبا چبا کر کہہ رہی تھی۔

"خاموش ہوجاؤ ضوفی!" اس کی اس بات پر اس

نے غصے سے اسے دیکھا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر قریب ہی کھڑی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ...... چھوڑیں میرا ہاتھ......" وہ چیخی تھی بہت زور سے...... زبیر پر کچھ اثر نہ ہوا دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر اسے بٹھایا پھر خود بھی آ کر بیٹھ گیا۔

"آئی ایم سوری! آپ اگر میری بات مان لیتیں تو میں یہ سب نہ کرتا۔" گاڑی تھوڑا سا آگے بڑھی تو وہ بولا تھا۔ وہ اب بھی خونخوار نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔ "آپ نے میرے پروپوزل پر انکار کیوں کیا تھا؟" وہ بہت سنجیدگی سے سامنے نظریں جمائے بڑی مہارت سے گاڑی چلا رہا تھا۔

"یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے۔ میں ہر ایرے غیرے کو نہیں بتا سکتی۔" ضوفشاں نے ابھی بھی اسے کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"جانتا ہوں ضوفشاں! یہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے مگر یہ بھی ذہن نشین رکھیں ہم بھی اب اس مسئلے میں شامل ہو چکے ہیں۔" وہ دھیان دیے بغیر باہر دیکھنے لگی تھی۔ جبکہ کان اب اس کی طرف مکمل طور پر متوجہ تھے۔ "پہلے دن ہماری ہونے والی ملاقات بہت حادثاتی تھی۔ تب آپ کی ذات کے بارے میں سوچنے کا موقع ہی نہ ملا کیونکہ میری نظروں میں اس وقت صرف اور صرف آپ کی پری ہی تھیں۔ دوسری ملاقات کا موقع ہی نہ ملا اسی لیے پہلی ملاقات کا تھوڑا بہت اثر برقرار تھا اوپر سے فوزان بھائی سے آپ دونوں بہنوں کی تعریفیں سن سن کر میرا دماغ خراب ہونے لگا تھا اور جب انہوں نے مجھ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو پتا ہے ضوفشاں مجھے کیا محسوس ہوا تھا؟" وہ اس کی طرف دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔ ایک نظر ضوفی نے بھی ڈالی۔ اس کی نظر میں کچھ ایسا تھا کہ اس نے فوراً نظریں بدلیں۔

"فوزان بھائی کی خواہش مجھے اپنی خواہش لگی۔ میں بہت خوش ہوا۔ سوچا یہ خوشی آپ سے بھی شیئر کروں تو بھائی نے روک دیا۔ ایک تو آپ کی پسند ناپسند کا خیال تھا تو دوسری طرف ان کا خیال تھا کہ یہ مسئلہ پروپوزل سے بھی بخوبی حل ہو سکتا ہے۔ ہمیشہ کی طرح میں نے ان کی بات مان لی تھی لیکن آپ نے انکار کر کے سب درہم برہم کر دیا ہے۔" وہ شکایتی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ ایک لحظہ کو دیکھ پائی پھر باہر دیکھنے لگی۔ "مجھے آپ سے کوئی خاص قسم کا افلاطونی عشق ہوا ہے اور نہ محبت وحبت کا کوئی چکر ہے میں اس طرح کا بندہ نہیں ہوں، بلکہ میرے دل میں آپ دونوں بہنوں کے لیے ایک خاص قسم کی انسیت پیدا ہوگئی ہے۔ پری آپی سے تو اس لیے کہ وہ فوزان بھائی کی پسند ہیں، مجھے پتا ہے میں بھائی کے ایک ایک پل سے واقف ہوں جو انہوں نے ایک نظر دیکھنے کے بعد ان کی یاد میں گزارا ہے۔ بغیر کسی انتظار اور طلب کے صرف اپنے دل کی خواہش پر۔ اب کہیں جا کر امید بندھی بھی ہے تو آپ نے انکار کر کے سب تتر بتر کر دیا ہے۔ جہاں تک آپ سے انسیت کا سوال ہے تو وہ اس لیے ہے کہ آپ پری آپی کی بہن ہیں اور فوزان بھائی کی میرے لیے کی گئی منتخب لڑکی۔ میرے دل میں آپ کے لیے بہت ہی خاص قسم کا مقام ہے، ایک اعلیٰ درجے کی عزت واحترام، اگر آپ لوگ بار بار رابطہ کرنے اور فون کرنے پر بھائی کو انکار کی اصل وجہ بتا دیتے تو میں بخدا یہاں آپ کو کبھی بھی تکلیف نہ دیتا۔" وہ اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہو گیا تھا۔ وہ چپکے سے بھیگی آنکھوں کو صاف کرنے لگی جو نجانے کب بھر گئی تھیں۔

"فوزان صاحب نے آپ کو سب بتا دیا ہوگا ہمارے بارے میں پھر بھی......؟" وہ پوچھے بغیر نہ رہی۔

"پھر بھی کیونکہ جو کچھ آپ لوگوں نے سہا ہے، وہ کسی کے بھی ساتھ ہو سکتا تھا۔ پوری پری فیملی یہ حقیقت جانتی ہے کسی کو بھی یہ بات قابل اعتراض نہیں لگی۔ یہ حقیقت جان کر تو میری فیملی پہلے سے زیادہ شوق کے ساتھ رشتہ جوڑنے پر بضد ہے۔" وہ ہونٹ کاٹتی رہی۔

"میں آپ کے خلوص کی قدر کرتی ہوں، زبیر صدیقی صاحب! ہم لوگ آپ کے قابل نہیں ہیں۔ وہ لڑکیاں جو زمانے کی نظروں سے گزر گئی ہوں وہ بھلا کب معتبر ہوتی ہیں؟ ہماری اصل آزمائش تو لائبہ آپی کے اغواء کے بعد شروع ہوئی تھی۔ ہم جیسی لڑکیاں ہر روز تنکوں کی طرح بکھرتی ہیں اور ہوا کے تند وتیز ریلے ان تنکوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اڑائے لیے پھرتے ہیں۔ لوگوں کے بے رحم پاؤں تلے وہ تنکے روز روندے جاتے ہیں۔ ہم بھی ایسی ہیں۔ بہت کوشش کرتے ہیں کہ زمانے کی نظروں میں قابل عزت ٹھہرا دی جائیں مگر لوگ ہماری جانب خامیاں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ ان کی نظریں ایکس رے مشین بنی ہوئی ہیں جو ہمارے اور ہمارے گھر کی چار دیواری پر فٹ ہیں۔ اب یہ جو میں آپ کے ہمراہ اس گاڑی میں بیٹھی ہوئی ہوں تو اس پر بھی ایک افسانہ بن سکتا ہے۔ ہم جیسی لڑکیوں کو جینے کا کوئی حق نہیں پھر آپ خود فیصلہ کریں جنہیں سارا زمانہ غلط کردار کی لڑکیاں گردان چکا ہے وہ بھلا آپ جیسے لوگوں کے قابل ہیں؟ آپ کیا، وہ کسی بھی شخص کے قابل نہیں ہوتیں، اور پلیز آپ یہاں گاڑی روک دیں۔" بات کرتے کرتے اچانک باہر نگاہ کی تو گاڑی ان کے گھر کی سڑک کے قریب تھی۔ زبیر نے گاڑی روکی تو وہ اپنی کتابیں سمیٹنے لگی۔

"آپ کی ان باتوں کا ہم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ کسی کے کردار کی پاکیزگی جاننے کے لیے ایک نظر ہی کافی ہوتی ہے اور مجھے فخر ہے کہ اس ایک نظر نے مجھ سمیت میری پوری فیملی کو آپ کے کردار کی پاکیزگی بتا دی ہے۔ اب چاہے معاشرہ کچھ بھی کہے، ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔" وہ اسے بغور دیکھتے رک گیا۔ "اب بتائیں، میں بھیا اور آپا کو دوبارہ بھیجوں تو انکار تو نہیں کریں گی۔" اس کی منتظر نظروں میں اس نے جھانکا پھر باہر نکل آئی۔

"آپ کو میرا اب بھی وہی جواب ملے گا۔ آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا مگر مجھے پڑتا ہے۔ آئندہ میرے راستے میں بھی آنے کی ضرورت نہیں۔ میرے فیصلے بدلا نہیں کرتے۔ میرا خیال ہے آپ ہمیں بے سکون کرنے دوبارہ نہیں آئیں گے۔" وہ اسے آرام سے کہہ کر اپنے گھر والی سڑک پر ہولی۔ چلتے ہوئے اس کے قدموں میں ایک واضح لڑکھڑاہٹ تھی، جس کو اگر اس نے خود محسوس کیا تو گاڑی میں بیٹھے اس کے ہر اٹھتے قدم پر نظر جمائے زبیر نے بھی محسوس کیا تھا۔

❀

وہ بہت ڈوب کر پڑھا رہی تھی جب پیون نے کسی کی آمد کی اطلاع دی تھی۔ اس کے پوچھنے پر جو نام اس نے بتایا تھا یہ سن کر وہ سوچ میں پڑ گئی۔ وہ اسے انتظار کا کہہ کر دوبارہ کلاس کی طرف متوجہ ہوگئی۔ لیکن پہلے کی طرح بہت ڈوب کر نہ پڑھا سکی تھی۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد جب لیکچر ختم ہوا تو تمام اسٹوڈنٹس ایک ایک کر کے کلاس چھوڑ چکے تھے۔ وہ تنہا ہی اپنی سوچوں میں غلطاں خود سے الجھتی رہی۔

"کیا کروں......! کیا اسے اصل حقیقت

بتادوں؟''

''ہاں مجھے آپ سے اصل وجہ بتادینی چاہیے۔ وہ ایک اچھا ہمدرد انسان ہے' ساری حقیقت جان کر یقیناً ہمارے راستے سے ہٹ جائے گا۔ بار بار یوں تنگ نہیں کرے گا۔'' ایک فیصلے پر پہنچ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو وہ اخبار سامنے پھیلائے' صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام۔ کیسی ہیں آپ!'' اخبار چھوڑ کر وہ فوراً کھڑا ہوگیا۔ اس کا وجیہہ سراپا پولیس وردی میں اور بھی نمایاں ہورہا تھا۔

''فائن...... آپ بیٹھیں...... سوری آپ کو انتظار کرنا پڑا۔'' اسے بیٹھنے کا کہہ کر وہ خود بھی بیٹھ گئی۔

''کوئی بات نہیں۔ میں تو برسوں سے آپ کے لیے مجسم انتظار بنا ہوا ہوں۔'' اس کے معنی خیز لہجے پر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ ''فون پر آپ ملتی نہیں ہیں' گھر پر ملنے پر بھی گریزاں ہیں سو میں یہاں چلا آیا۔'' وہ اپنے آنے کا سبب بتارہا تھا۔ خاموشی سے دیکھنے لگی۔ ضوفی نے اسے زبیر کے متعلق بتادیا تھا۔ لگتا تھا جیسے وہ بھی کسی فیصلے پر پہنچ گیا ہے۔

''میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔'' لائبہ کے چہرے سے نظریں ہٹا کر وہ سامنے دیوار کو دیکھنے لگا۔

''کیا......؟''

''آپ جانتی ہیں میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔'' لائبہ کے انجان بننے پر وہ خفگی سے گویا ہوا تو وہ ایک گہری سانس لے کر چپ ہوگئی۔

''آپ میرے ساتھ کہیں باہر چلیں' یہاں بات کرنا غیر مناسب ہے۔''

''لیکن میں......'' فوزان کے کھڑے ہونے پر وہ سوچ میں پڑ گئی۔ کہہ تو وہ ٹھیک ہی رہا تھا مگر اب کہیں باہر جانا بھی مناسب نہ تھا۔

''یقین کریں میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ صرف تھوڑی دیر کے لیے۔'' اس کی پیش کش پر وہ شش و پنج میں پڑ گئی پھر سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں ایک ساتھ پارکنگ ایریا میں پہنچے تھے۔ فوزان نے اپنے ڈرائیور کو گاڑی کا دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا تو اس نے درمیان میں ٹوک دیا۔

''اس کے بعد مجھے شاپنگ کے لیے بھی جانا ہے اگر آپ برا نہ مانیں تو میری گاڑی میں آجائیں۔''

''او کے' چلیں۔'' اسے کہہ کر وہ اپنے ڈرائیور کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ ڈرائیور گاڑی لے کر چلا گیا۔ وہ اس کے ساتھ اس کی گاڑی کی طرف بڑھ آیا تھا۔ اس کی موجودگی میں گاڑی ڈرائیو کرنا اسے اچھا نہ لگا تو اسے پیش کش کی جسے فوزان نے خوش دلی سے قبول کرلیا تھا۔ سارا راستہ دونوں ہی مہر بہ لب رہے تھے۔ فوزان نے گاڑی کسی ریسٹورنٹ کے سامنے روکی تھی۔ وہ اس کے ہمراہ کونے کی ٹیبل پر آکر بیٹھ گئی۔ شیشے کی چار دیواری سے ادھر ایک طرف بلندو بالا پہاڑ تھے تو دوسری جانب سرسبز و شاداب درخت' بہت دلفریب دعوت نظارہ دے رہے تھے۔ ایسی روح پرور مناظر میں تو لائبہ کی جان تھی۔ اسے اپنا یہ شہر اسلام آباد بہت پسند تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ اب بھی اردگرد سے بے خبر شیشے کے اس پار باہر کے دلکش نظارے کو دیکھنے میں محو تھی۔ فوزان نے بغور اس خود سے بھی بے پروا بظاہر بہت قریب مگر دسترس سے بہت دور اس اپنی اپنی سی لڑکی کا جائزہ لیا۔ پرپل ویلوٹ کے سوٹ میں وہ ہمیشہ کی طرح بہت پروقار اور سوبر لگ رہی تھی۔ سوٹ کے اوپر جرسی پہنی ہوئی تھی اور پرپل کلر کی ہی گرم شال اپنے اردگرد لپیٹ رکھی تھی۔ چہرے پر وقار کے ساتھ ساتھ بلا کی معصومیت طاری تھی۔

کنٹیکٹ گلاسز کے اندر چھپی ہوئی گرے گرین آنکھیں کاجل کی لکیر سے سجی ہوئی تھیں اور میک اپ کے نام پر صرف ہونٹوں پر سوٹ کے ہم رنگ لپ اسٹک تھی۔ کوئی خاص اہتمام نہیں کیا گیا تھا پھر بھی یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بہت ہی خاص اہتمام سے تیار ہوئی ہو۔ اس کے اندر مقابل کو چاروں شانے چت کردینے کی پوری صلاحیت موجود تھی۔ اور بے خبر اتنی تھی کہ فوزان کی گہری جائزہ لیتی ہوئی آنکھوں کی پروا کیے بغیر باہر کے نظاروں سے شاد ہورہی تھی۔

''لائبہ! کیا لیں گی آپ!'' فوزان کی آواز پر اسے احساس ہوا کوئی اور بھی اس کے ساتھ موجود ہے۔ فوراً اندر کے ماحول کی طرف لوٹ آئی تو دیکھا فوزان مینو کارڈ ہاتھ میں پکڑے متوجہ تھا۔

''کچھ بھی نہیں...... آپ کو کیا بات کرنی تھی؟''

''بات بھی ہوجائے گی' پہلے آپ بتائیں کیا لیں گی۔'' وہ منتظر تھا۔

''چائے۔''

''اس کے علاوہ......؟'' وہ اب بھی سوالیہ نشان بنا ہوا تھا۔ اس کے نفی میں سر ہلانے پر فوزان ویٹر کو چائے کا آرڈر دے کر مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''میں انکار کی اصل وجہ جاننا چاہتا ہوں اور یہ بھی کہ اس رات میرے واپس چلے جانے کے بعد ایسی کیا بات ہوگئی تھی کہ آپ دونوں بہنیں مجھ سے کترانے لگی ہیں۔''

''زبیر نے بھی آپ کو کچھ نہیں بتایا' جبکہ وہ ضوفی سے مل چکا ہے۔'' ٹیبل پر انگلیاں چلاتی وہ براہ راست فوزان صدیقی کی کالی سیاہ آنکھوں میں اپنی جھیل سی گرے گرین آنکھیں گاڑ کر کہہ رہی تھی۔ فوزان نے ہونٹ بھینچ لیے۔

''زبیر نے مجھے جو بھی بتایا اس سے مجھے اصل وجہ کا ابھی تک اندازہ نہیں ہوسکا۔ اس دن انکار کرتے وقت ضوفشاں نے میری ذات کا حوالہ دیتے ہوئے کچھ کہا تھا اور مزید کچھ کہنا چاہا تھا وہی کلیو میں حل کرنا چاہتا ہوں اور بس......'' وہ فوراً رک گیا۔ ویٹر چائے سرو کرنے لگا تھا۔ ساتھ میں اسنیکس تھے۔ لائبہ بھی خاموشی سے دیکھتی رہی۔ ویٹر چلا گیا تو فوزان صدیقی نے دوبارہ سلسلۂ کلام جوڑا۔ ''میں نے اندازہ لگایا ہے جو بھی بات ہے وہ ہم ہی سے متعلق ہے' خاص طور پر مجھ سے...... وہ کیا بات ہے' یہ آپ مجھے آج بتائیں گی۔'' وہ دوٹوک انداز میں بظاہر خلوص و اپنائیت سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ لائبہ بے دلی سے مسکرادی۔

''اس دنیا اور اس معاشرے نے ہمیں ذلت' رسوائی' خود اذیتی اور خود ترسی کے سوا کچھ نہیں دیا۔ میری بڑی خواہش تھی کہ جس اذیت سے میں گزر رہی ہوں ضوفی اس سے محفوظ رہے کم از کم اس کی شادی ہوجائے گی تو حالات سنور جائیں گے۔ اس رات جب آپ کو میں اپنے متعلق سب بتارہی تھی تو اندازہ نہیں تھا ہماری بدقسمتی بھی وہ سب کچھ سن رہی ہے۔ ہمارے گھر کی چار دیواری کے اردگرد ذلت و رسوائی کان لگائے بیٹھی ہے۔ آپ تو چلے گئے مگر میری قسمت نے مجھے یہ باور کروادیا کہ میں قابل نفرت ہستی ہوں۔ خود سے بھی اپنی بہن کی خوشیاں چھن جانے پر نظر ملانے کی ہمت نہیں رکھتی۔ میں خود کو لاکھ بے گناہ پاک صاف گردانوں مگر یہ دنیا والے مجھے نہیں بخشیں گے۔ ایک آگ اور آزمائش کا دریا تھا جو میں عبور کر آئی تھی' باحفاظت وعزت کے ساتھ' میرے سامنے ایک اور آگ کا جلتا سمندر ہے۔ مجھے لگتا ہے میرے کانچ کے پر ہیں' میں روز اس سمندر

کے اوپر سے گزرتی ہوں۔ روز پگھلتی ہوں۔ میری زندگی مجھے روز جوڑتی ہے مگر میری آزمائش ختم نہیں ہوتی...... ایک اغواء شدہ لڑکی کی زندگی اصل میں یہیں سے شروع ہوتی ہے...... مشکل کے بعد مشکل، ذلت کے بعد ذلت...... مگر یہ سلسلہ کہیں بھی جاکر رکتا نہیں اور میں اس رات آپ کو اپنی زندگی کا ورق در ورق دکھانے کے بعد یہ سوچ رہی تھی کہ شاید زندگی اب سہل ہوجائے لیکن زندگی تو پہلے سے زیادہ تلخ ہوگئی ہے۔" اضطراری انداز میں ٹیبل کی چکنی سطح کو ناخنوں سے کھرچتے ہوئے اس کے ہاتھ ساکن ہوگئے۔ فوزان نے پوری شدت سے اس کے لہجے میں چھپے دکھ کو محسوس کیا تھا۔ ایک نظر فوزان نے بھاپ اڑاتے گرم کپ پر ڈالی اور دوسری نظر لائبہ کے دھواں دھواں ہوتے چہرے پر۔ وہ خود کو رونے اور ضبط چھلکنے سے باز رکھ رہی تھی۔ آنکھوں کی گرے گرین سطح پر آنسوؤں کے قطرے موتی آبدار کی طرح چمک رہے تھے۔ ضبط کی کوشش اس قدر شدید تھی کہ اس کا چہرہ سرخ ہوچکا تھا۔ ناک کی چوٹی انار کے دانے کی طرح دہک رہی تھی۔ اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھتے جیسے وہ بہت مشکل میں تھی۔ فوزان کو اس کا دکھ بہت بڑا اور اپنا اپنا لگا۔ کتنی دیر تک وہ بالکل خاموش رہی پھر آہستہ آہستہ سب بتادیا۔ فوزان جانتا تھا کہ اس سارے قصے میں اس کی ذات ضرور کہیں نہ کہیں شامل ہوگی۔ اس حد تک بھی اس کی ذات ان دونوں بہنوں کے لیے دکھ کا باعث بنے گی، وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ بے یقین، حیران وششدر نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"فوزان صدیقی صاحب، مجھے شرمندگی ہے کہ ہم آپ کے لیے کس قدر دکھ کا باعث بنے ہوں گے۔ ضوفی کا ردعمل بہت شدید تھا۔ آپ نے بے عزت محسوس کی مگر وہ یہ سب نہ کرتی تو اپنی ذات کو نقصان پہنچا بیٹھتی۔ وہ پاگل سمجھتی ہے کہ اس کا وجود میرے لیے فکرمندی و پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ وہ انکار کرکے مجھے اس فکر اور اذیت سے بچالے گی اور سب تو نہیں، اس کا ضمیر مطمئن ہوجائے گا مگر وہ یہ نہیں سوچتی کہ میری ذات سے اسے جو اذیت پہنچ رہی ہے وہ کس کھاتے میں جائے گی۔ وہ بظاہر بہت نڈر بے باک اور پراعتماد سی نظر آنے والی لڑکی اندر سے بہت ڈری، سہمی سی اور حساس لڑکی ہے۔ وہ اس ایک واقعے کے بعد بہت دکھی ہوئی ہے۔ حالات نے اسے مزید ہراساں کردیا ہے۔ میرا کچھ بھی سمجھانا بجھانا اس کے کسی بھی کام نہیں آیا۔ میں نے اسے بہت سمجھایا ہے۔ زبیر صدیقی کے لیے راضی کرنے کی کوشش کی ہے مگر وہ نہیں مانی۔ وہ جو فیصلہ کرچکی، وہ نہیں بدلے گی اس کی شادی ہوجانے کے خواب دیکھنے اور اس سے بے پناہ محبت کرنے کے باوجود میں اس پر زبردستی نہیں کرسکتی۔ اگر دیکھا جائے تو اس کا موقف بھی صحیح ہے اس نے ذلت کے بعد حاصل شدہ خوشیوں کی بجائے عزت کو ترجیح دی ہے۔ آپ دونوں بھائیوں میں کوئی کمی نہیں، مجھ سے اچھی لڑکیاں آپ کو مل سکتی ہیں جبکہ ہم......" وہ رک گئی تھی۔ اس سارے عرصے میں پہلی دفعہ اس کا ضبط اسے جواب دے گیا تھا۔ ایک ایک کرکے آنسو رخساروں پر بہنے لگے۔

"آئی ایم سوری! فوزان صدیقی میں نہیں چاہتی کہ ہم دونوں پر زندگی مزید تنگ ہوجائے، ہمیں آپ کے خلوص پر شک نہیں مگر ہم آپ جیسے اچھے انسان کے نام کی ذلت نہیں سہہ سکتے۔ یہ وقتی دکھ ہے کل ختم ہوجائے گا مگر اس ایک فیصلے کے بعد جو دکھ ملے گا وہ شاید کبھی ختم نہ ہو۔ ہم زندگی کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر نہیں چل

سکتے۔" بہت آہستگی سے لائبہ نے اپنے رخساروں پر بہنے والے آنسوؤں کو صاف کیا۔ "آپ میری ایک بات مانیں گے؟" وہ پوچھ رہی تھی فوزان سوالیہ نظروں سے اسے دیکھے گیا۔ "جہاں اتنے احسان کیے ہیں وہاں یہ آخری احسان سمجھ لیں۔ ہم جس دیس کے باسی ہیں وہاں زندگی بہت تلخ خوشیوں سے ناآشنا اور غموں سے بھری پڑی ہے۔ ہماری زندگی بہت مشکل ہے۔ ہمارے ساتھ کسی بھی قسم کے سفر پر آمادہ مت ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ ہمیں ہماری راہوں میں آکر زندگی کے امتحان سے ہار جانے پر مجبور کردیں۔ آپ خاص وعام سے تعلق رکھنے والے معزز معاشرے کے عزت دار لوگ ہیں۔ آپ کا بہت مقام ہے اس دنیا میں جبکہ ہم تو صرف مسلسل امتحان لیتی زندگی کے ایک کونے کھدرے میں چھپ کر زندگی سے اپنی باقی شدہ سانسیں وصول کررہی ہیں۔ ہم آپ کی طرح عزت دار نہیں مگر پھر بھی خواہش ہے کہ جب تک اس زندگی کی ڈور چل رہی ہے عزت کے ساتھ جی لیں۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ سے ملنے، بات کرنے یا رابطہ رکھنے کی وجہ سے ہمیں اپنے گھر کے ساتھ ساتھ یہ شہر بھی چھوڑنا پڑے اور بھیا بھابی کے سوا ہمارا اس بھری دنیا میں کوئی نہیں۔" آنکھوں کو جھکائے بغیر فوزان کی طرف دیکھے لائبہ نے سب کہہ دیا تھا۔ نہ تو اس کی آواز لڑکھڑائی تھی، اور نہ حوصلہ پست ہوا تھا۔ اس کے ایک ایک لفظ کو تولتے اپنے اندر اتارتے فوزان صدیقی کو اپنا دل گہری پاتال میں اترتا محسوس ہوا تھا۔ وہ اب چپ تھی اس نے گہری سانس لی۔ چائے کا بھاپ اڑاتا کپ اس قدر خنک ماحول میں سرد پڑچکا تھا۔ اس نے بغیر کچھ کہے سرد کپ لبوں سے لگالیا۔

ڈاکٹر بھی اپنے مریض کو اس کی زندگی کی بقا کے لیے ایک عضو خاص کو کاٹ دینے کی نوید سنائے تو اس مریض کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ سرد چائے حلق میں اتارتے لائبہ افتخار کے چہرے کو تکتے وہ اس وقت اسی تکلیف سے گزر رہا تھا۔ فوزان نے اس سے صرف محبت کی تھی مگر اس سے پہلے اس نے اس سے انسانیت کا تعلق مضبوط کیا تھا۔ وہ اس سے برسوں سے محبت کررہا تھا۔ بغیر کسی خاص طلب اور چاہ کے۔ یہ تو اب خواہش جاگی تھی اسے کوئی دکھ نہیں تھا مگر یہ ضرور تھا کہ اس کی محبت اس کے لیے آزمائش بنی ہوئی تھی۔ سامنے بیٹھی لڑکی ایک دفعہ پھر اسے اپنی زندگی اور عزت کا کہہ کر اس کا تعاون مانگ رہی تھی۔ محبت کا لفظ درمیان میں لائے بغیر وہ عزت وانسانیت کی بات کررہی تھی۔ مگر وہ اتنا بھی نہ کہہ سکا کہ اس نے تو اس کی مدد تب بھی کی تھی جب وہ اسے سرے سے جانتا ہی نہیں تھا ایک نظر ڈالنے کے بعد نظریں جھکالی تھیں۔ اسے عزت وآبرو کے ساتھ حفاظت سے ہاسپٹل پہنچانے کے بعد برسوں اس کی یاد میں بے قرار و بے چین رہا تھا۔ خوف وہراس، حزن وملال سے سجی یہ گرے گرین آنکھیں اسے بھی بھی نہیں بھولی تھیں۔ آنسوؤں میں ڈھلا تر چہرہ سوجی آنکھیں، قمیص کے ہاف بازوؤں سے جھانکتے اس کے صحت مند سفید بازو، بائیں بازو کی زخمی کہنی، دوپٹے کے بغیر چاند سا خوب صورت دل گداز رعنائیوں شادابیوں سے سجا ساحر وجود ایک رات بھی، ایک لمحہ بھی، اس کی آنکھوں کے سامنے سے کچھ بھی تو محو نہیں ہوا تھا۔ اور وہ اب بھی اپنی تمام تر پاکیزگی وخوبصورتیوں سمیت اس کے حواسوں پر چھائی اس کے صبر وضبط، حوصلے وعزم، یقین وہمت کے لیے آزمائش بنی، چائے کے گھونٹ حلق میں اتارتی، اسے سخت تکلیف میں مبتلا کیے ہوئے تھی۔ سرد چائے کا کپ خالی کرکے لائبہ نے ایک گہری سانس لی۔

"چلیں، کافی دیر ہوگئی ہے۔" وہ بس اسی انتظار میں تھا جیسے ہی لائبہ نے چائے ختم کی اس نے ویٹر کو بلا کر رقم نکال کر اسے دی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ لائبہ کی طرف پلٹ کر دیکھے بغیر چل دیا تھا۔ لائبہ بہت حیرانی سے اس حرکت پر اس! کی چوڑی پشت کو گھورنے لگی۔ اس رات بھی تمام کچھ سننے کے بعد وہ بغیر کچھ کہے چل دیا تھا اور پھر دو دن بعد ہی آپی اور بہنوئی کے ساتھ ان کے گھر پر تھا۔ اب بھی اس کا یوں چپ چاپ بغیر کچھ کہے چل دینے پر وہ کچھ اخذ نہ کر پائی تھی۔ اس کے ساتھ آتے ہوئے وہ یہ سوچ رہی تھی کہ اس کی بات پر وہ اعتراض ضرور اٹھائے گا۔ اس کو قائل کرنے کی کوشش بھی کرے گا۔ اپنے جذبات کے ساتھ ساتھ اپنے خلوص کا یقین دلانے کو کچھ الفاظ بھی کہے گا۔ جس طرح وہ پچھلے کئی ہفتوں سے اسے مسلسل رنگ کر رہا تھا۔ ملنے کی کوششیں کر چکا تھا اس سے وہ یہی اندازہ لگا پائی تھی کہ کم از کم وہ اس سے اس بات پر ناراض ضرور ہوگا، مگر اب یوں ایک دم بغیر کچھ کہے چلے جانا سخت حیران کر گیا تھا۔ ہوٹل کے بیرونی دروازے کے قریب پہنچ کر رکتے ہوئے اس نے لائبہ کو دیکھا، وہ ابھی تک اسی جگہ پر بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی، وہ وہیں رک کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ وہ اپنا بیگ اٹھا کر اس کے پیچھے چل دی۔ پارکنگ میں گاڑی کے قریب رک کر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

......☆☆☆......

"یہ میرے گھر کا ایڈریس ہے، اگر کبھی دوبارہ زندگی میں آپ مجھے زحمت دیں گی تو مجھے خوشی ہوگی۔" اپنے والٹ سے ایک چھوٹی سی نوٹ بک پر جلدی سے پنسل سے چند الفاظ گھسیٹ کر کاغذ پھاڑ کر اس نے لائبہ کی طرف بڑھایا۔ اس نے خاموشی سے تھام لیا۔

"انسانیت کی بنیاد پر قائم ہونے والا تعلق اتنا چھوٹا اور کچا نہیں۔ محبت اور طلب کا جذبہ تو بہت بعد میں آتا ہے۔ یہ تعلق ایک ایسا تعلق ہے جو نہ ملنے سے کبھی ٹوٹے گا اور نہ ہی ختم ہوگا۔ میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ میں آئندہ آپ کی راہ میں کبھی نہ آؤں۔" لائبہ کے صبیح و پرنور چہرے پر اپنی نظریں جمائے اس نے مزید کہا۔ وہ پھر بھی خاموش رہی۔

"آئیں میں آپ کو آپ کی منزل تک چھوڑ دوں۔" بہت سنجیدگی سے ایک دفعہ پھر کہا گیا۔

"نہیں شکریہ...... میں چلی جاؤں گی۔ آپ کو بتایا تھا ناں ابھی مجھے مارکیٹ بھی جانا ہے شاپنگ کے لیے۔" اسے منع کرتے وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اگنیشن میں چابی گھماتے ہوئے اس نے ایک دفعہ پھر فوزان صدیقی کو دیکھا۔ وہ یونہی بہت رغبت سے پوری طرح اس پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ لائبہ کو نجانے کیوں ایک ملال نے آ گھیرا۔ وہ نہ تو اس شخص کی طرح محبت میں مبتلا ہوئی تھی اور نہ کوئی نفرت کا جذبہ تھا۔

ان دونوں کے درمیان سب سے پہلے تعلق انسانیت کا تھا۔ وہ اس کا محسن تھا ایک ہمدرد انسان وہ اس کی احسان مند تھی اور یہ تعلق نفرت و محبت اور طلب کے جذبوں سے بڑھ کر تھا۔ وہ انسانیت کی لاج رکھتے برے وقتوں میں ہمیشہ اس کے کام آیا تھا۔ جب اسے اپنی موت یقینی لگی تھی تو وہ اپنی جان پر کھیل کر اس کی عزت و آبرو اور جان بچا گیا تھا۔ جب اسے کسی کی مدد تعاون اور خلوص کی امید نہیں تھی، وہ اچانک رحمت کا فرشتہ بن کر اس کے سامنے آیا تھا۔ جب واحد سہارا دعائیں آنسو اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات تھا تو وہ اللہ کی طرف سے اندھیروں میں ایک جگنو بن کر سارے راستے روشن کر گیا تھا۔ وہ انسان شرف انسانیت کی معراج کو چھوتا اس کے لیے بہت مقدم تھا۔ اسی لیے اب اس سے ہمیشہ کے لیے بچھڑتے ہوئے ایک ملال ضرور تھا ایک ہلکا سا دکھ گھیرے ہوئے تھا مگر کہیں ٹوٹا نہیں تھا بہت خاموشی سے اس نے گاڑی آگے بڑھا لی۔

......❀......

دن اپنی رفتار سے گزرنے لگے تھے۔ زندگی اگر بہت مشکل نہیں تھی تو بہت سہل بھی نہیں تھی۔ وہ ایک فیصلہ کر لینے کے بعد بہت آسودہ نہیں تھی تو بہت بے چین بھی نہیں تھی۔ زندگی بس گزر رہی تھی۔ وہ دونوں زندگی پر شکر و صبر کیے اسے بہت ہی حوصلے و عزم سے نبھا رہی تھیں۔ ان لوگوں سے قطع تعلق کرنے کے بعد ضوفی کی کیا حالت تھی، آیا وہ بھی ان لوگوں کے متعلق سوچتی ہے یا نہیں وہ یکسر بے خبر تھی، مگر وہ اس سارے عرصے میں یہ بات شدت سے محسوس کرنے لگی تھی کہ ضوفی اب پہلے سے زیادہ خاموش اور حساس ہوگئی تھی۔ اس نے اسے کئی دفعہ کریدنے کی کوشش بھی کی تھی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس نے ایک دفعہ کہا تھا کہ آئندہ ان دونوں میں اس موضوع پر کبھی بھی بات نہیں ہوگی اور وہ ابھی تک اپنی بات پر قائم تھی۔ وہ اپنی پڑھائی میں زیادہ تر مگن و مست رہتی تھی۔ بھیا بھابی اور وقاص اکثر اس کی اس قدر مصروفیت پر اس سے الجھ جاتے تھے اور وہ ہمیشہ ہنس کر ٹال جاتی تھی۔ بھیا نے ان کا گھر کرائے پر دے دیا تھا۔ مسٹر فاروق، بھیا کے جاننے والوں میں سے تھے۔ ان کی بیگم اور تین بیٹیاں، سب ہی بہت اچھی تھیں۔ تینوں بیٹیاں ابھی اسکول میں تھیں۔ کافی ہنس مکھ اور خوش حال فیملی تھی، اکثر وہ مل بیٹھتے تو وقت بہت اچھا گزرتا تھا۔

وہ یونیورسٹی سے واپس لوٹی تو چوکیدار نے اسے ایک لفافہ تھمایا۔ اوپر ضوفشاں کا نام لکھا ہوا تھا۔ خط کھولتے کھولتے اس کے ہاتھ رک گئے۔ لفافے پر امریکا کی مہر لگی ہوئی تھی۔ وہ ضوفشاں کی سب دوستوں سے اچھی طرح باخبر تھی پھر یہ خط کس نے بھیجا ہے۔ وہ اچھا خاصا الجھ گئی تھی۔

آج کل ضوفشاں کچھ پریکٹیکل کی وجہ سے لیٹ آ رہی تھی۔ وہ خط دراز میں رکھ کر نماز پڑھنے لگی۔ پھر سوئی تو عصر کے وقت ہی اٹھی تھی، ضوفی گھر آ چکی تھی۔ وہ سوئی ہوئی تھی۔ وہ عصر کی نماز ادا کر کے کھانے کا مینو دیکھنے لگی۔ گھر کے کاموں میں مصروف ہو کر وہ خط کے بارے میں یکسر بھول چکی تھی۔ اسی کیفیت میں اوپر تلے کئی دن گزر گئے۔

ایک دن یونہی چھٹی والے روز کام کرتے ہوئے اس کا دھیان لفافے کی طرف چلا گیا۔ وہ سب کام چھوڑ چھاڑ کر دراز دیکھنے لگی۔ وہاں لفافہ اب نہیں تھا۔ اسے کچھ حیرت ہوئی ساری دراز چھان ماری۔

"کیا ڈھونڈ رہی ہیں پری! ضوفشاں چھٹی کی وجہ سے لیٹ اٹھی تھی نہا کر واش روم سے نکلی تو اسے دراز سے الجھتے دیکھ کر سرسری پوچھ بیٹھی۔ لائبہ نے فوراً اسے دیکھا۔

"ضوفی! یہاں میں نے ایک خط رکھا تھا امریکا سے آیا تھا تمہارے نام...... وہ کہاں ہے؟"

"اوہ ...... وہ ...... وہ تو میں نے اٹھا لیا تھا۔ میرے نام تھا یہاں آپ کی دراز میں پڑا دیکھا تو اٹھا لیا۔" ضوفی ایک دم چونک کر پھر بے پروا بن گئی تھی۔ لائبہ کو اس کے چونکنے پر غیر معمولی پن کا احساس ہوا۔ گہری نظروں سے اسے سر سے پاؤں تک جانچا۔

"کس کا خط تھا......؟" انداز بظاہر سرسری تھا مگر آنکھیں کریدنے والی تھیں۔ وہ یونہی بے پروا

بنی رہی۔

"ایک دوست کا تھا' کالج میں ایف ایس سی ہم نے اکٹھے ہی کیا تھا۔ پھر اس کی فیملی امریکا چلی گئی۔ اکثر وہ ای میل بھیجتی رہتی ہے مگر اس نے پہلی دفعہ کوئی خط لکھا ہے۔" جواب خاصا تفصیلی تھا۔ وہ چاہنے کے باوجود اس سے دوست کا نام اور دیگر تفصیلات دریافت نہ کرسکی۔ نجانے کیوں ضوفی نے خود کو اس حد تک محتاط اور خاموش کرلیا تھا کہ دونوں بہنوں میں وہ پہلے والی بے تکلفی نہیں رہی تھی۔ ایک اجنبیت خود بخود درمیان میں در آئی تھی۔ اسے اب حقیقی طور پر اس انکشاف پر دکھ ہوا تھا مگر وہ ضوفی سے کچھ بھی نہ کہہ سکی۔

ضوفشاں کے امتحانات شروع ہوگئے تھے۔ وہ دن رات ایک کیے ہوئے تھی۔ لائبہ تو اس کی آواز تک سننے کو ترس گئی تھی۔ اب موسم بدلنے لگا تھا تو موڈ بھی خوشگوار رہنے لگا۔ لائبہ کا وقت یونیورسٹی اور گھر کے کاموں کے بعد اب مسز فاروقی کی فیملی کے ساتھ زیادہ گزرنے لگا تھا۔ ان کے پاس بیٹھتے ہوئے اسے تکلیف دہ باتیں تنگ نہیں کرتی تھیں پھر جیسے ہی ضوفی کے بی ایس سی کے امتحانات ختم ہوئے لائبہ نے شکر ادا کیا۔ پریکٹیکلز کے بعد ضوفشاں بالکل فارغ تھی۔ اس نے کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ میں کمپیوٹر پروگرامنگ میں ڈپلومہ کے لیے ایڈمیشن لے لیا۔ لائبہ کو پتا چلا تو بے پناہ غصہ آیا۔ دکھ بھی ہوا۔ اب ضوفی اس سے پہلے کی طرح ہر کام میں رائے نہیں لیتی تھی بلکہ اب تو کام کرکے بتادیتی تھی۔ وہ پیٹھ پیچھے کڑھتی رہتی تھی۔ اب بھی یوں ہوا تھا۔ ضوفشاں نے ایڈمیشن فارم بھر کے جمع کرا کر داخلہ کے بعد لائبہ کو بتایا تو وہ اسے کئی ثانیے دیکھتی رہی۔

"ضوفی! مجھے لگتا ہے اب ہم دونوں بہنوں میں ایک دیوار آن کھڑی ہوئی ہے۔"

"او ہو پری! آپ ایسا کیوں سوچ رہی ہیں؟ ایڈمیشن کی وجہ سے ناراض ہیں آئی ایم رئیلی سوری! آئندہ جو بھی کام کیا کروں گی پہلے آپ کو بتاؤں گی۔" لائبہ کی آنکھوں میں ایسا کچھ ضرور تھا کہ وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کا ہاتھ سہلانے لگی۔

"ضوفی! بھیا بھابی اور وقاص کا کوئی نعم البدل نہیں مگر میرا سب کچھ تم ہی ہو۔ تم ہو تو میں ہوں۔ تمہاری خوشی میں ہی میری خوشی ہے۔ زندگی تمہارے ہی خیال سے ابھی تک قائم ہے۔ ہم دونوں اس دنیا میں ایک دوسرے کی ہمت ہیں پھر بھی سب جانتے بوجھتے ہوئے بھی تم مجھ سے یوں کترانے لگی ہو۔ لاتعلقی اختیار کرنے لگی ہو؟" وہ رو پڑی تھی۔

"کتنا مان تھا مجھے تم پر کہ ضوفی میری بات مانتی ہے' کبھی کچھ نہیں چھپائی۔ ہر معاملے میں میری رائے کو فوقیت دیتی ہے۔ میں نے ہمیشہ تمہیں دوست' بہن کے علاوہ ایک چھوٹی سی گڑیا سمجھا ہے جو میری بات مانتی تھی۔ اب مجھے لگتا ہے یہ چھوٹی سی گڑیا بڑی ہوگئی ہے اپنے فیصلے خود کرنے لگی ہے۔ کسی سے مشورہ مانگنا تو دور کی بات اس کو آگاہ کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتی ہو؟ نجانے مجھ سے کہاں غلطی ہوگئی ہے۔ تم نے کہا تم زبیر صدیقی سے شادی نہیں کروگی' میں نے تمہارے موقف کی حمایت کی اور ان سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کرلیا۔ تم نے خود بخود مجھ سے باتیں کرنا کم کردیں تو میں سمجھی تم اپنی پڑھائی میں مصروف ہو اسی لیے تمہیں فرصت نہیں اور اب جب تم بالکل فارغ ہو تو میں کتنی خوش تھی کہ اب مجھے وقت پاس کرنے کے لیے مسز فاروقی کے پاس نہیں جانا پڑے گا۔ تم نے تو اب حد کردی۔ تم نے مجھ سے پوچھے بغیر ایڈمیشن لے لیا؟" لائبہ کا دکھ ابھی بھی کم نہیں ہوا تھا۔ ضوفی نے ایک دم اسے گلے لگالیا۔ اسے محسوس ہوگیا تھا کہ وہ نادانستگی میں ہی لائبہ کو کافی دکھی کرگئی ہے۔ اس کے سارے شکوے' ساری باتیں بجا تھیں۔ اسے خود پر بھی ایک حد تک افسوس ہوا۔

"آئی ایم رئیلی سوری پری! آئندہ ایسی کوتاہی بالکل نہیں ہوگی۔ معاف کردیجیے پلیز......" کانوں کو ہاتھ لگاتے وہ بالکل معصوم لگ رہی تھی۔ لائبہ کے اندر موجود تمام شکوک وشبہات ختم ہونے لگے۔ اس نے سر ہلاتے ہوئے اس کا سر اپنے کندھے سے لگالیا۔ اس واقعے کے بعد ضوفشاں کافی محتاط ہوگئی تھی۔ وہ کبھی بھولے سے بھی لائبہ کو نظر انداز کرنے کی کوشش نہیں کرتی تھی۔ اس کا کمپیوٹر کا کورس بہت اچھی طرح جارہا تھا۔ شام کے وقت وہ لائبہ سے ڈرائیونگ سیکھنے لگی تھی۔ صرف اور صرف لائبہ کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کے لیے۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں مسز فاروقی اپنی پوری فیملی سمیت کشمیر اپنے سسرال چلی گئی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد اگر لائبہ نے ان کی کمی محسوس کی تو بھابی اداس ہوگئیں جن کی مسز فاروقی سے اچھی خاصی دوستی ہوگئی تھی۔ صرف چند ماہ کے عرصے میں ہی وہ ان کے لیے کافی اہمیت اختیار کرگئی تھیں۔ مسز فاروقی بہت محبت اور خلوص برتنے والی خاتون تھیں' دوسرے لوگوں کی طرح انہوں نے ان کی ذاتی زندگی میں دلچسپی لینے کی بجائے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے محبت اور دوستی کا رشتہ نبھایا تھا۔ فوزان صدیقی کی فیملی کے بعد یہ واحد فیملی تھی جس نے ان کے ظاہر کو دیکھنے کی بجائے باطن کو دیکھا تھا۔ لوگوں کی دیکھا دیکھی ان کے کردار کو جانچنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بہت اپنائیت اور تو پیار سے ملتی تھیں۔ اکثر ان کے لیے کوئی نہ کوئی چیز بنالاتی تھیں۔ ان کی تینوں بیٹیاں شام کے وقت ان دونوں کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر چلی جاتی تھیں۔ بھابی کی تو مسز فاروقی سے دوستی تھی' ادھر بھیا اور وقاص بھی ان سے کافی گھل مل گئے تھے۔ ابھی وہ لوگ مسز فاروقی کی فیملی کو بھلا نہیں پائے تھے کہ اچانک بھابی کے بھائی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا' وہ بری طرح زخمی تھے۔ بھابی کا پورا میکہ سوات میں مقیم تھا' بھابی کے بھائی اور شہود بھائی کی آپس میں گہری دوستی تھی۔ انہوں نے ہی اپنی بہن کا رشتہ دیا تھا۔ تایا ابو نے قبول کرلیا' اس طرح بھیا کی بارات سوات گئی تھی۔ تین دن بعد اسلام آباد میں ان کا ولیمہ ہوا تھا۔ بھیا' بھابی اور وقاص ہر سال چھٹیوں میں ان سے سوات میں ملنے جاتے تھے۔ اب اچانک یہ افتاد آپڑی تھی سب پریشان ہوگئے۔ بھابی کا تو رو رو کر برا حال تھا۔

"بھیا آپ بھابی کو لے کر چلے جائیں۔" بھابی کا برا حال دیکھ کر لائبہ سے رہا نہ گیا۔

"تم دونوں کی پریشانی ہے یہاں اکیلی کیسے رہوگی؟ ہمارے ساتھ چلو۔" بھیا نے کہا۔ وہ ضوفی کو دیکھنے لگی جو فوراً نفی میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں بھیا! ابھی ہمارا جانا ناممکن ہے۔ آپ دیر مت کریں۔ پہلی ہی فلائٹ سے چلے جائیں۔" بھیا لائبہ کو دیکھنے لگے۔ وہ بھلا کیا کہتی' یہاں تنہا رہنا بھی مناسب نہیں اور بھیا بھابی کے ساتھ بھی جانا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"جی بھائی! ضوفی ٹھیک کہہ رہی ہے۔ آپ بھابی اور وقاص کو لے کر چلے جائیں۔ ہماری فکر مت کریں' ہم رہ لیں گے۔ آپ بس یوں کریں چوکیدار کی فیملی کو کہیں وہ ہمارے والے پورشن کے سرونٹ کوارٹر میں آجائیں جب تک مسز فاروقی کی فیملی واپس نہیں آجاتی وہ آسانی کے ساتھ وہاں رہ سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ آج کل ضوفی کے بھی سینٹر میں ٹیسٹ ہورہے ہیں' وہ تو جا ہی نہیں سکتی اور میں اسے تنہا کبھی

تھا کہ وہ نادانستگی میں ہی لائبہ کو کافی دکھی کرگئی ہے۔ اس کے سارے شکوے ساری باتیں بجا تھیں۔ اسے خود پر بھی ایک حد تک افسوس ہوا۔

"آئی ایم ریئلی سوری پری! آئندہ ایسی کوتاہی بالکل نہیں ہوگی۔ معاف کردیجیے پلیز......" کانوں کو ہاتھ لگاتے وہ بالکل معصوم لگ رہی تھی۔ لائبہ کے اندر موجود تمام شکوک وشبہات ختم ہونے لگے۔ اس نے سر ہلاتے ہوئے اس کا سر اپنے کندھے سے لگا لیا۔ اس واقعے کے بعد ضوفشاں کافی محتاط ہوگئی تھی۔ وہ بھی بھولے سے بھی لائبہ کو نظر انداز کرنے کی کوشش نہیں کرتی تھی۔ اس کا کمپیوٹر کا کورس بہت اچھی طرح چل رہا تھا۔ شام کے وقت وہ لائبہ سے ڈرائیونگ سیکھنے لگی تھی۔ صرف اور صرف لائبہ کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کے لیے۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں مسز فاروقی اپنی پوری فیملی سمیت کشمیر اپنے سسرال چلی گئی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد اگر لائبہ نے ان کی کمی محسوس کی تو بھابی اداس ہوگئیں جن کی مسز فاروقی سے اچھی خاصی دوستی ہوگئی تھی۔ صرف چند ماہ کے عرصے میں ہی وہ ان کے لیے کافی اہمیت اختیار کرگئی تھیں۔ مسز فاروقی بہت محبت اور خلوص برتنے والی خاتون تھیں' دوسرے لوگوں کی طرح انہوں نے ان کی ذاتی زندگی میں دلچسپی لینے کی بجائے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے محبت اور دوستی کا رشتہ نبھایا تھا۔ فوزان صدیقی کی فیملی کے بعد یہ واحد فیملی تھی جس نے ان کے ظاہر کو دیکھنے کی بجائے باطن کو دیکھا تھا۔ لوگوں کی دیکھا دیکھی ان کے کردار کو جانچنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بہت اپنائیت اور تو پیار سے ملتی تھیں۔ اکثر ان کے لیے کوئی نہ کوئی چیز بنا لاتی تھیں۔ ان کی تینوں بیٹیاں شام کے وقت ان دونوں کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر چلی جاتی تھیں۔ بھابی کی تو مسز فاروقی سے دوستی تھی' ادھر بھیا اور وقاص بھی ان سے کافی گھل مل گئے تھے۔ ابھی وہ لوگ مسز فاروقی کی فیملی کو بھلا نہیں پائے تھے کہ اچانک بھابی کے بھائی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا' وہ بری طرح زخمی تھے۔ بھابی کا پورا میکہ سوات میں مقیم تھا' بھابی کے بھائی اور شہود بھائی کی آپس میں گہری دوستی تھی۔ انہوں نے ہی اپنی بہن کا رشتہ دیا تھا۔ تایا ابو نے قبول کرلیا' اس طرح بھیا کی بارات سوات گئی تھی۔ تین دن بعد اسلام آباد میں ان کا ولیمہ ہوا تھا۔ بھیا' بھابی اور وقاص ہر سال چھٹیوں میں ان سے سوات میں ملنے جاتے تھے۔ اب اچانک یہ افتاد آپڑی تھی سب پریشان ہوگئے۔ بھابی کا تو رو رو کر برا حال تھا۔

"بھیا آپ بھابی کو لے کر چلے جائیں۔" بھابی کا برا حال دیکھ کر لائبہ سے رہا نہ گیا۔

"تم دونوں کی پریشانی ہے یہاں اکیلی کیسے رہوگی؟ ہمارے ساتھ چلو۔" بھیا نے کہا۔ وہ ضوفی کو دیکھنے لگی جو فوراً نفی میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں بھیا! ابھی ہمارا جانا ناممکن ہے۔ آپ دیر مت کریں۔ پہلی ہی فلائٹ سے چلے جائیں۔" بھیا لائبہ کو دیکھنے لگے۔ وہ بھلا کیا کہتی' یہاں تنہا رہنا بھی مناسب نہیں اور بھیا بھابی کے ساتھ بھی جانا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"جی بھائی! ضوفی ٹھیک کہہ رہی ہے۔ آپ بھابی اور وقاص کو لے کر چلے جائیں۔ ہماری فکر مت کریں' ہم رہ لیں گے۔ آپ بس یوں کریں چوکیدار کی فیملی کو کہیں وہ ہمارے والے پورشن کے سرونٹ کوارٹر میں آجائیں جب تک مسز فاروقی کی فیملی واپس نہیں آجاتی وہ آسانی کے ساتھ وہاں رہ سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ آج کل ضوفی کے بھی سینٹر میں ٹیسٹ ہورہے ہیں' وہ تو جا ہی نہیں سکتی اور میں اسے تنہا بھی

بھی نہیں چھوڑوں گی۔" اس نے معقول حل پیش کیا تھا۔ بھیا فوراً مان گئے۔

اگلے دن ہی چوکیدار اپنے بیوی بچوں کو ان کے گھر میں لے آیا تھا اور بھیا بھابی وقاص سمیت سوات کے لیے روانہ ہوگئے۔ اتنے بڑے گھر میں تنہا رہنا کوئی پہلا تجربہ نہیں تھا ایک دو دن بھیا وغیرہ کی غیر موجودگی محسوس ہوئی بعد میں وہ دونوں پرسکون ہوگئیں۔ ضوفی کے سینٹر چلے جانے کے بعد سارے گھر کی صفائی کرواکر ملازمہ کو چھٹی دے کر وہ اپنے کمرے کی صفائی کرنے لگی۔ ضوفی کی الماری صاف کرتے ہوئے اس کے ہاتھ وہی لفافہ لگا جو امریکا سے آیا تھا۔ اس لفافے کو دیکھ کر پہلے دن ہی سے لائبہ کے اندر اک تجسس ابھر آیا تھا۔ لفافے کو دیکھتے ہی اس سے رہا نہ گیا' اس نے اندر سے خط نکال لیا بھی تو یہ بھی ایک غیر اخلاقی حرکت مگر وہ خود کو خط پڑھنے سے نہ روک پائی تھی۔ جوں جوں وہ خط پڑھتی جارہی تھی' توں توں اس کے حواس گم ہوتے جارہے تھے۔ اس نے ایک نہیں چار بار خط پڑھا۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں ضوفشاں! یہاں امریکہ آنے کے بعد بھی تمہیں میں بہت یاد کرتا ہوں' ہر وقت تمہارا تصور خیالوں میں رہتا ہے۔ تم کیا ہو' میں نہیں جانتا' صرف اتنا جانتا ہوں کہ تمہاری یاد بنجر صحرا میں باد بہار کی طرح ہے۔ تمہاری یاد ایک ایسی خوشبو ہے جو میری سوچوں کو بھی معطر کردیتی ہے۔ میں تمہیں جب بھی سوچتا ہوں سب کچھ بھولنے لگتا ہوں۔ کبھی سوچتا ہوں یہ محبت ہے کیا؟ پھر خود سے ہی الجھنے لگتا ہوں۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میں تمہارے مان جانے کا انتظار کروں گا۔ میں ابھی بھی اپنے وعدے پر قائم ہوں' ہاں جب کوئی انوکھی بات ہوگی تو تمہیں ضرور مطلع کردوں گا۔ تمہیں تو فرق نہیں پڑتا مگر مجھے فرق پڑتا ہے۔ تمہاری باتیں اکثر یاد آتی ہیں۔ تم نے کہا تھا کہ یہ مردوں کی ازلی فطرت ہوتی ہے۔ یہ ایک جگہ ٹک کر نہیں بیٹھتے یہ سیماب فطرت وجود ہیں۔ کسی ایک تک تو رہنا انہیں گوارا نہیں اور تم بھی انہی میں سے ایک ہو۔ بہت پاگل ہو تم' بڑی غلط رائے ہے تمہاری مردوں کے بارے میں...... ضروری تو نہیں سب مرد رمیز کی ہی طرح ہوں۔ کچھ ان سے مختلف بھی تو ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے کوئی محبت کے دعوے تو نہیں کیے۔ ہاں اتنا جانتا ہوں تم مجھے پسند ضرور ہو اور بہت شدت سے۔ سیانے کہتے ہیں متاثر ہونا یا کسی کو پسند کرنا محبت کی سیڑھی پر پہلا قدم رکھنا ہے۔ کیوں پاگل لڑکی! کچھ سمجھیں' تم کہو گی کہ جب روز چیٹنگ ہوجاتی ہے' میں ای میلز بھیج دیتا ہوں تو یہ خط لکھنے کی کیا تک ہے؟ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ پاکستان سے بھیا کا خط آیا تو دل خود بخود کسی کو خط لکھنے کو چاہنے لگا۔ ایک خط بھائی کو لکھ کر دوسرا تمہیں لکھا۔ کل دونوں خط پوسٹ کردوں گا۔ پلیز برا مت منانا۔ نخروں سے تو تم چیٹنگ پر آمادہ ہوتی ہو۔ اب خط پڑھ کر p.c پر ہی بیٹھنا مت چھوڑ دینا۔

فقط!

زبیر صدیقی!

(جاری ہے)

طغرل اس کے سامنے کھڑا تھا۔

بلیو جینز اور سفید شرٹ میں اس کے وجیہہ چہرے پر ایک اضطراب تھا۔ کنچوں کی طرح چمکتی براؤن آنکھوں میں بے چینی سمندر میں اٹھتی لہروں کی طرح ہلچل مچا رہی تھی۔

''لیں!'' اسے حیران و پریشان دیکھ کر طغرل نے کہا تھا پھر آگے بڑھ کر پردے ہٹا دیئے تھے۔ سامنے شیشے کی دیوار تھی، جس سے بپھرا ہوا سمندر صاف نظر آ رہا تھا۔ ''بیٹھ جاؤ! کب تک کھڑی رہو گی؟'' اس کو ساکت کھڑا دیکھ کر وہ بولا۔

''یہاں آپ ہیں؟ معید نے آپ کی یہاں موجودگی کا نہیں بتایا' اس نے کہا کہ دونوں پھوپو اور کزنز یہاں موجود ہیں۔'' طغرل کی یہاں موجودگی اور معید کا اس طرح دھوکے سے لا کر یہاں چھوڑ جانا اس کے حواسوں پر بجلی بن کر گرا تھا۔ وہ دروازے سے کچھ فاصلے پر گم صم سے انداز میں کھڑی رہی پھر اس کی آواز اس کو حواسوں میں لائی تو وہ بے ربط انداز میں بولی۔

''میں نے ہی کہا تھا اس کو۔'' اس کا لہجہ پُراعتماد تھا۔

قسط نمبر 7

بھیگی پلکوں پر

اقراء صغیر احمد

خودی	کا	نشہ	چڑھا	آپ میں	رہا نہ گیا
خدا	بنے	تھے	یگانہ	مگر	بنا نہ گیا
سمجھتے	کیا	تھے	مگر	سنتے	تھے ترانۂ درد
سمجھ	میں	آنے	لگا	جب	تو سنا نہ گیا

''کیوں......؟ آپ کون ہوتے ہیں مجھے اس طرح دھوکے سے بلوانے والے؟'' پری کا لہجہ ہی نہیں آنکھیں بھی آگ برسا رہی تھیں۔

''سچ سُن کر تم آتی نہیں۔'' وہ اس کے غصے سے مرعوب نہیں لگ رہا تھا۔

''مگر کیوں......؟'' اس کے لہجے میں الجھن تھی' غصہ اس کو معید پر بھی آ رہا تھا جس سے اس کی دوستی بہت پُراعتماد اور پرانی تھی' وہ بے لوث و پُرخلوص طبیعت کا مالک تھا۔ آج بھی دادی جان سے اجازت لے کر اسے لے آیا تھا اور......!

''تم بیٹھو گی تو بات ہو گی ورنہ اتنے خراب موڈ کے ساتھ بات نہیں ہو سکتی۔''

"کیابات کرنا چاہتے ہیں آپ مجھ سے...... اور کیوں......؟"

"اس طرح کے احمقانہ سوالات کرنے سے بہتر ہوگا کہ تم بیٹھ کر ٹھنڈے دماغ سے میری بات سنو۔" وہ بھی زیادہ دیر خود کو پابند نہ رکھ سکا تھا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا نا! مجھے آپ کی بات نہیں سننی ہے۔ آپ کے کسی بھی غم، خوشی یا پریشانی سے مجھے رتی بھر بھی دلچسپی نہیں ہے اور نا ہی میں دلچسپی رکھنا چاہتی ہوں آپ کے پرابلم حل کرنے میں۔" وہ جتنی اس سے نفرت کرتی تھی، جس قدر اس کو ناپسند کرتی تھی وہ سب اظہار اس کی آنکھوں سے، لہجے اور انداز سے عیاں ہو رہے تھے اور وہ جس نے آنکھ کھولتے ہی خود کو سب کی نگاہوں کا مرکز پایا تھا، اپنے اور غیر سب اس کو چاہتے تھے، بچپن سے اب تک جس نے محبت ہی محبت سمیٹی تھی۔ آج وہ اپنے لیے اس کی نفرت اور ناپسندیدگی پر دنگ رہ گیا تھا۔ وہ بے یقین نگاہوں سے اپنے سے چند فٹ کے فاصلے پر کھڑی اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو اس کی کزن تھی۔ دبلی پتلی، اونچی ناک اور بڑی بڑی آنکھوں پر سیاہ دراز پلکیں سجائے وہ لڑکی جس کی سفید رنگت میں سرخی کے بجائے زردیاں گھلی ہوئی تھیں۔ جس کے مزاج میں شگفتگی کی جگہ تلخی و بے زاری تھی۔ جو ہر ایک سے خفا اور روٹھی روٹھی رہتی تھی۔ جو کل بھی اسی کی مخالف تھی اور آج بھی......! اور آج اس لڑکی نے اس کو یہ احساس دلایا تھا کہ اپنے لیے کسی کی ناپسندیدگی اور نفرت دیکھ کر کیسا احساس ہوتا ہے...... خاصی دیر تک وہ اپنے اندر بیدار ہونے والے منفی احساسات سے نبرد آزما رہا تھا، دیر لگی تھی اسے خود کو یہ یقین دلانے کے لیے کہ ممکن ہے اس لڑکی کے لیے وہ قابل نفرت ہو، جو خود اپنے سکون کی محبتوں سے محروم ہے۔

ایک گہری سانس لے کر وہ اسی کو غور سے دیکھنے لگا۔ جو پندرہ منٹ گزرنے کے باوجود اسی جگہ کھڑی تھی، اپنی جگہ سے وہ ایک انچ بھی نہیں ہلی تھی، چہرے پر وہی سرد تاثرات تھے۔

"تم اتنی ضدی کیوں ہو؟" وہ آہستگی سے گویا ہوا۔ پری خاموش کھڑی رہی گویا سوال اس سے نہیں دیواروں سے کیا گیا ہو۔ "ضد کرنے والے نقصان میں رہتے ہیں اور بلاوجہ کے ضدی تو تباہ ہو جاتے ہیں۔"

"میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو......" لٹھ مار انداز میں جواب دیا، اس کی یہ اکڑ طغرل کو مزا دینے لگی۔

"مجھے تو فکر کرنی پڑے گی تمہاری۔ تم میرے ماموں کی بیٹی ہو اور مجھے اپنے ماموں سے بہت محبت ہے۔" وہ اب صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ ہنوز کھڑی رہی۔ "پلیز! بیٹھ تو جاؤ، میں تمہیں ہڑپ تو نہیں کر جاؤں گا۔" اس کو پھر خاموش دیکھ کر وہ نرمی سے گویا ہوا۔

"معید کو بلائیں، وہ کہاں ہے؟ میں یہاں اب ایک منٹ بھی نہیں ٹھہروں گی۔"

"معید آ رہا ہوگا وہ کھانے پینے کے لیے سامان لینے گیا ہے۔" اس کے کہنے پر وہ کچھ آگے بڑھ کر سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔ آدھا گھنٹہ گزر گیا تھا اس کو کھڑے معید نہیں آیا تھا۔ اس کی ٹانگیں بھی شل ہونے لگی تھیں۔

محبت ایک ایسا بندھن ہے۔ جب بندھ جائے تو دو اجنبیوں کو بھی اپنائیت و قربت کی ڈور سے ایک

کر دیتی ہے پھر زبان خواہ خاموش رہے بھی تو آنکھیں بولنے لگتی ہیں، سانسیں ایک دوسرے کی موجودگی کا پتا دیتی ہیں اور احساسات ہجوم بن کر خاموشی کو مٹا دیتے ہیں اور جہاں دلوں میں نفرت و انا کی دراڑیں پڑ جائیں وہاں اپنے بھی اجنبی بن جاتے ہیں پھر نا لب ہلتے ہیں نا آنکھیں پیام دیتی ہیں، ایک دوسرے کی سانسوں کے زیروبم سے بھی ناآشنائی رہتی ہے اور دو انسانوں کی موجودگی میں بھی خاموشی پر پھیلائے گھومتی ہے۔

❁......☆......❁

سردی کی گلابی شام سرمئی ردا اوڑھنے لگی تھی، دن لپیٹا جا رہا تھا رات کی چادر تننے والی تھی۔ لان میں لگے درختوں پر بنے گھونسلوں میں پرندوں کی آمد شروع ہو چکی تھی۔ رنگ برنگے پرندوں کی آوازوں سے فضا گونج رہی تھی۔ مثنیٰ کافی دیر تک کھڑی سب دیکھتی رہی تھیں پھر وہ بالکونی سے ہٹ کر اپنے کمرے میں آگئی تھیں۔ ان کے بال بکھرے ہوئے تھے، لباس پر شکن تھا، چہرہ میک اپ سے عاری بالکل سادہ تھا۔ ان کی چال میں تھکاوٹ و شکستگی تھی۔ وہ بیڈ پر بے جان انداز میں بیٹھی تھیں۔ کوریڈور سے ٹرالی کھینچنے کی آواز آ رہی تھی اور اس آواز نے ان کے چہرے پر ایک ناگوار احساس پیدا کر دیا تھا۔ ان کا دل تو چاہا تھا اٹھ کر دروازہ لاک کر دیں مگر وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کر سکیں۔ حتیٰ کہ دروازے کے قریب آ کر آواز رک گئی تھی۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا، پہلے عشرت جہاں کا مسکراتا چہرہ دکھائی دیا، وہ اندر آئیں تو پیچھے ملازمہ ٹرالی لیے اندر چلی آئی۔ عشرت جہاں ملازمہ کو جانے کا اشارہ کرتے ہوئے خود ٹرالی سے لوازمات نکالنے لگیں۔ مثنیٰ نے منہ بنا کر کہا۔

"مما! میں نے آپ سے کہا بھی تھا مجھے بھوک نہیں ہے پھر بھی آپ ٹرالی بھر کر لے آئیں، میں کچھ نہیں کھاؤں گی۔"

"دو دن گزر گئے ہیں آپ کو یہاں آئے ہوئے اور کھانے کے نام پر آپ نے صرف چکھا ہے، اس طرح سے تو وقت نہیں گزر سکتا ہے، کسی اور کی زیادتیوں کی سزا آپ اپنے پیٹ کو کیوں دے رہی ہو مثنیٰ؟" عشرت جہاں کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کسی کم عمر بچے کو بہلا رہی ہوں۔

"اس پیٹ نے تو دھوکا دیا ہے مجھے مما! نو ماہ اسی کوکھ میں، میں نے سعود کو رکھا تھا، جب دنیا میں آیا تو سب سے بڑھ کر چاہا اس کو، گورنس کے ہوتے ہوئے بھی رات دن جاگی، بھرپور وقت دیا اسے کہ جو کچھ میں پری کو نہ دے سکی تھی، وہ پیار محبت اور توجہ سب اس کو دی اور اس نے کیا دیا بدلے میں......؟"

آنسوؤں نے ان کے رخساروں کو پھر بھگونا شروع کر دیا تھا۔

"مثنیٰ! جانتی ہو ایک ماں کا اس وقت کتنا سخت امتحان ہوتا ہے جب اس کی اولاد اس کے سامنے رو رہی ہو اور ماں اس کے آنسو نہ صاف کر سکے، اسے دلاسے کے چند لفظ بھی نہ کہہ سکے۔ اپنی اس ناکامی پر وہ مرتے دم تک خون کے آنسو بہاتی رہتی ہے۔" مثنیٰ نے چونک کر ماں کا دھواں دھواں چہرہ دیکھا۔ وہ عورت جو ایک ماں کے روپ میں ان کے لیے شجرِ سایہ دار بنی ہوئی تھیں اس لمحے ان کو بہت کمزور کھوکھلی لگی تھیں۔ کسی دیمک زدہ ستون کی مانند۔

''ان دو دنوں میں صفدر کے بے شمار فون آچکے ہیں میرے پاس' سعود بھی بار بار فون کر رہا ہے' دونوں شرمندہ ہیں۔ تم سے بلا اجازت اس نے شادی کرلی صفدر کی اجازت سے' اس کی موجودگی میں...... لیکن اب دونوں باپ بیٹے شرمندہ ہیں' معافی مانگ رہے ہیں' صفدر تو آج صبح آئے بھی تھے' ملنا چاہتے تھے آپ سے مگر میں نے اجازت نہیں دی۔''

''کیسی معافی اور کیسا حق؟ مما! میں ان لوگوں سے تعلق توڑ چکی ہوں۔ میں ان سے نہیں ملوں گی اور نا آپ یہ کوشش کیجیے گا۔'' غنی کے لہجے میں قطعیت تھی۔ عشرت جہاں چونک کر گویا ہوئیں۔

''کیا مطلب ہے اس بات کا؟''

''وہ ہی مما! جو آپ سمجھ رہی ہیں۔''

''رشتے اتنے آسانی سے ٹوٹنے کے لیے نہیں ہوتے ہیں غنی!''

''تو کیا اعتماد اور اعتبار اتنی آسانی سے ٹوٹنے کے لیے ہوتے ہیں کہ مطلب پڑا تو توڑ دو غرض پڑی تو جوڑ لو؟ ٹوٹے ہوئے برتن بھی اگر جوڑ دیئے جائیں تو وہ بدنما ہی نظر آتے ہیں۔ پھر رشتے کس طرح اس سے محفوظ رہ سکتے ہیں؟'' وہ اس وقت بہت جذباتی ہو رہی تھیں۔

''برتنوں اور رشتوں میں بہت فرق ہوتا ہے بیٹی! ٹوٹے ہوئے برتن پھینک دیئے جاتے ہیں ان کی جگہ نئے برتن لے لیتے ہیں لیکن رشتے کتنے ہی پرانے کیوں نا ہوں' ٹوٹے پھوٹے ہوں تو ان کو جوڑا جاتا ہے' ان کی بدنمائی کو نظر انداز کردیا جاتا ہے اس لیے کہ نئے رشتے پرانے رشتوں کی جگہ کبھی نہیں لے سکتے اور کبھی مجبوراً کرنا پڑ جائے تو سب الٹ پلٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔ میں تو یہی مشورہ دوں گی کہ......'' وہ پلیٹ میں لوازمات رکھ کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولیں۔ ''معاف کردو صفدر اور سعود کو۔''

''ہرگز نہیں! بات معافی سے بہت آگے بڑھ چکی ہے۔''

''غنی! کیا پھر اپنی کہانی دہراتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہو؟ جو میں نے کیا تھا' جو فیاض کی ماں نے کیا تھا' وہ ہی تم پھر سے کرنا چاہتی ہو؟'' عشرت جہاں کا لہجہ سپاٹ تھا۔

☆......☆......☆

ان کے درمیان خاموشی طویل ہوتی جارہی تھی۔ پری اس انداز میں بیٹھی تھی جیسے اس کے علاوہ کوئی اور وجود ہی یہاں موجود نہ ہو جب کہ طغرل کی سوچ کا مرکز اس کی ذات بن گئی تھی کہ یہ حقیقت ہے۔ ہم دو لوگوں کے بارے میں زیادہ سوچتے ہیں۔ ایک وہ جو ہم کو پسند کرتے ہیں اور دوسرا وہ جو ہمیں پسند نہیں کرتے' وہ بھی اک نفسیاتی دباؤ کا شکار ہونے لگا تھا۔ پری کی یہ بے نیازی و بے رخی اس کے لیے چیلنج بننے لگی تھی۔

''تم کچھ ٹائم کے لیے یہ فراموش نہیں کرسکتی ہو کہ تم مجھ سے کتنی نفرت کرتی ہو' کتنا ناپسند کرتی ہو' میں یہ نہیں کہوں گا کہ تم مجھ سے ایسا کوئی تعلق نہ رکھو کیونکہ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' اس بے مقصد خاموشی سے اس کو ٹائم کے ضائع ہونے کا احساس ہونے لگا تو وہ گویا ہوا۔ ''میں جو بھی کچھ کر رہا ہوں وہ دادی جان اور ماموں جان کے لیے کر رہا ہوں کیونکہ مجھے ان کی عزت و وقار عزیز ہے' گزشتہ تین دنوں سے میری زندگی

سخت عذاب کا شکار ہے۔ مجھے نا صحیح سے نیند آرہی ہے اور نا کھانا پینا اچھا لگ رہا ہے' میں بہت زیادہ ڈپریسڈ ہوں۔'' پپا اور دادی جان کے نام پر وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''میں جانتا ہوں تمہیں میری ڈپریشن سے بھی کوئی سروکار نہیں ہوگا لیکن ماموں جان اور دادو جان سے تو تم محبت کرتی ہو' نا؟'' وہ جو پتھر بنی بیٹھی تھی۔ اس کے سنجیدہ لہجے اور بار بار پپا اور دادی کے ذکر نے اس کے دل میں ایک دم سے ہلچل سی پیدا کردی تھی۔ اس بات سے وہ اچھی طرح واقف تھی' بے شک وہ اس سے زیادتی کرسکتا تھا' اپنے نزدیک اس کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہ تھا مگر ان دو معتبر رشتوں سے اس کو دلی محبت تھی' پپا اور دادی جان کو وہ دل و جان سے چاہتا تھا۔ بے لوث محبت کرتا تھا ان سے اور اس طرح بار بار ان کا ذکر کرنا اس کو پریشان کرنے کے لیے کافی تھا۔

''بے شک!'' اس کو لب وا کرنے ہی پڑے۔

''ان کی خاطر ہی سہی' تم کو مجھ سے دوستی کرنی پڑے گی۔''

''دوستی......؟ بات اس کے بغیر بھی ہوسکتی ہے۔''

''لیکن جب تک تعلقات اچھے نہ ہوں گے تم مجھ پر کس طرح اعتبار کرسکتی ہو اور میں تم پر کیونکر اعتماد کرسکوں گا؟'' اس کی یہ منطق پری کو غصہ دلانے لگی تھی۔

''جب آپ کو مجھ پر اعتماد و اعتبار نہیں ہے تو آپ نے مجھے بلوایا ہی کیوں ہے؟ یہ سب آپ کو مجھے یہاں بلوانے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔'' اس کا بگڑتا مزاج دیکھ کر طغرل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ در آئی' جس کو چھپانے کے لیے اس کو گردن جھکانی پڑی تھی۔ ''آپ اپنے دن و رات کس طرح گزارتے ہیں اور کہاں گزارتے ہیں یہ آپ سے کوئی پوچھتا نہیں ہے لیکن مجھے گھر سے باہر گزارنے والے ایک ایک پل کا حساب دینا پڑتا ہے' آپ بلاوجہ میرا ٹائم ضائع کر رہے ہیں اور ایک یہ معید ہے جو نا معلوم کہاں جا کر بیٹھ گیا ہے۔'' طغرل کی مسکراہٹ پری سے چھپ نہ سکی تھی۔ اس کو غیر سنجیدہ دیکھ کر وہ جل کر گویا ہوئی تھی اور طغرل کو سچ مچ سنجیدہ ہونا پڑا تھا اور پھر وہ گزشتہ دن کی ہر بات اس کو بتاتا چلا گیا تھا وہ حیرت سے سب سن رہی تھی۔

''میں یہی سمجھا تھا تم آنٹی کے خراب رویئے کی وجہ سے گھر چھوڑ کر اپنی نانو کے ہاں چلی گئی ہو۔ وہ رات میں نے بڑی پریشانی سے گزاری تھی ایسا لگ رہا تھا گویا اس رات کی صبح نہیں ہوگی' دنیا ختم ہوجائے گی' رات ختم نہیں ہوگی۔ صبح ہوتے ہی میں کار لے کر سیدھا تمہاری نانو کے ہاں گیا تھا' وہاں چوکیدار نے بتایا کہ تم ان کے ساتھ نہیں گئی ہو وہ تنہا گئی تھیں۔ یہ خبر سن کر مجھے لگا میرے قدموں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہے اور میں پاتال میں اترتا جارہا ہوں۔''

''آپ نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں گھر چھوڑ کر جا بھی سکتی ہوں' وہ بھی رات کے اندھیرے میں......؟ ممی کا یہ رویہ پہلی بار نہیں تھا میرے ساتھ...... میں ان کے رویوں کی عادی ہوچکی ہوں۔''

طغرل کے انکشافات نے اس کو تجسس کے ساتھ ساتھ تذلیل کا احساس بھی بخشا تھا اس کی بدگمانیوں کی کوئی حد ہی نہ تھی' وہ ایسی گری ہوئی لڑکی سمجھتا تھا اس کو جو رات کی تاریکی میں گھر کی عزت اور پپا و دادی

کے اعتماد کو روند کر چلی جائے گی‘ تب ہی وہ اس سے کل اس انداز میں پیش آیا تھا کہ سڑک سے زبردستی ہاتھ پکڑ کر اس کو کار میں بٹھا کر گھر لے آیا تھا‘ کس قدر جارحانہ رویہ تھا اس کا جیسے وہ اس کو قتل کرنے کے درپے ہو۔ اتنا بدظن و متنفر تھا کہ ایک لفظ اس سے سننے کا روادار نہ تھا‘ یہاں تک کہ اس کی سگی ماں کو بھی بُرا بھلا کہتا رہا تھا۔

’’ہم جو سمجھتے ہیں وہی عکس ہماری نگاہوں میں بنتا چلا جاتا ہے اور میں بھی جو سوچ رہا تھا اپنے اردگرد ویسا ہی مجھے دکھائی دے رہا تھا‘ میں ذہنی تھکن کا اس حد تک شکار ہو گیا تھا کہ میرے ذہن نے یہ سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا کہ میں خود پر بھی غور کروں۔ نائٹ ڈریس میں بنا کسی کو بتائے سب کے بیدار ہونے سے پہلے میں گھر سے نکل گیا تھا اور ذہنی خلفشار کا یہ عالم تھا کہ سیل فون بھی ساتھ نہ لے جا سکا اور نا ہی مجھے خیال آیا کہ سیل فون گھر پر ہے۔‘‘

’’آپ کو خیال آتا بھی کیوں......؟‘‘ اس نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔ ’’آپ تو یہ سوچ رہے ہوں گے کہ گھر میں کسی کو آپ کا خیال ہوگا‘ سب میرے گھر سے بھاگنے کے باعث ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے ہوں گے۔‘‘

’’میں نے کہا نا! میرے اعصاب شل ہو چکے تھے جو میں نے دیکھا وہ حقیقت تھی اور میرے پریشان ہونے کی وہی وجہ تھی اور اس کے سبب ہی میں محسوس کر رہا تھا پھر ماحول بھی کچھ ایسا ہی سامنے آ رہا تھا۔ گھر آیا تمہیں سارا دن ہر جگہ ڈھونڈ کر تو معلوم ہوا گھر میں سب موجود ہیں۔ عامرہ‘ آصفہ پھوپو اور تمام کزنز سب کے چہروں پر پریشانی تھی اور معلوم ہوا دادی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے‘ اسی سے میں ڈر رہا تھا‘ مجھے معلوم تھا دادو یہ سب برداشت نہ کر پائیں گی‘ میرا دماغ بالکل گھوم گیا تھا۔ نا معلوم اس وقت میرے چہرے پر کیا تاثرات ہوں گے جو کسی نے بھی مجھ سے یہ پوچھنے کی کوشش نہ کی کہ میں صبح سے کہاں تھا؟ پرسوں رات بھی میں نہیں سو سکا تھا اور کل صبح ملازمہ کو بتا کر میں گھر سے نکل گیا تھا۔ اس عزم کے ساتھ کہ تم کو کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ کر لے کر آؤں اور تم مجھے مل گئیں۔ تمہاری باتوں کو تمہاری لاتعلقی کو میں ایک فراڈ سمجھ رہا تھا‘ گھر جا کر معلوم ہوا کہ دادی میری وجہ سے فکر مند ہو کر بیمار ہو گئی تھیں اور گھر میں تمام لوگ میری گمشدگی کی وجہ سے آئے تھے۔ بعض دفعہ ہم غلطی پر غلطی کرتے ہیں اور خود کو درست سمجھتے ہیں اور اپنی زیادتیوں کو بھی اپنا حق سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔‘‘ اس کی بھاری آواز میں ایک دم شرمندگی و ملال در آیا تھا۔

’’آئی ایم سوری پری! میں واقعی بے حد شرمندہ ہوں‘ کل تمہارے ساتھ میرا رویہ بے حد خراب تھا‘ مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا ہے تمہاری بے عزتی کرنے یا اس انداز میں بات کرنے کا...... جس انداز میں‘ میں نے تم سے بات کی تھی۔‘‘ جواباً وہ خاموشی سے اسی طرح گردن جھکائے بیٹھی رہی تھی۔ ’’میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا معاف کرنے پر‘ مگر ایک گزارش تم سے ضرور ہے میری کہ اس پُراسرار مسئلے کو حل کرنے کی سعی ضرور کرو کہ وہ لڑکی کون تھی جو اس رات پوری پلاننگ سے گھر سے گئی تھی اور کس کے ساتھ؟‘‘ اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

غزل

رنگ اس کا شہابی تھا زلفوں میں تھی مہکاریں
آنکھیں تھی کہ جادو تھا‘ پلکیں تھی کہ تلواریں
دشمن بھی اگر دیکھیں سو جان سے دل ہاریں
کچھ تم سے وہ ملتا تھا باتوں میں شباہت تھی
ہاں تم سا ہی لگتا تھا شوخی میں شرارت میں
دیوانہ بھی تم سا تھا‘ دستورِ محبت میں
وہ شخص ہمیں اک دن اپنوں کی طرح بھولا
تاروں کی طرح ڈوبا پھولوں کی طرح ٹوٹا
پھر ہاتھ نہ آیا وہ ہم نے تو بہت ڈھونڈا
تم کس لیے چونکے ہو کب ذکر تمہارا ہے
کب تم سے تقاضہ ہے کب تم سے شکایت ہے
اک تازہ حکایت ہے سن لو تو عنایت ہے

سمیرا کاجل صدیقی...... جنڈانوالہ‘ بھکر

’’ایک بات پوچھوں آپ سے؟‘‘

’’ہاں...... ضرور!‘‘

’’بالکل سچ سچ بتائیں گے؟‘‘

’’ہاں...... کیوں نہیں......؟‘‘ وہ حیرانگی سے گویا ہوا۔

’’آپ نشے میں ہیں؟‘‘ اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔ طغرل نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو وہ بھی اس ہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بھرپور اعتماد اور استہزاء تھا ان خوب صورت آنکھوں میں...... آج وہ اس کو مات پر مات دے رہی تھی...... عجیب لڑکی تھی‘ جو نہ اس کی شخصیت سے متاثر تھی اور نا وجاہت سے مرعوب دکھائی دیتی تھی ورنہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا کسی لڑکی کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کی تو ایک نگاہ سے ہی لڑکیاں پگھلنے لگتی تھیں‘ موم کی طرح۔ ایک گہرا سانس لے کر اس نے ہی نگاہیں ہٹائی تھیں۔

’’تم...... یہ کس طرح کہہ سکتی ہو کہ میں نشے میں ہوں؟‘‘

’’ایسی احمقانہ بات نشے کی حالت میں ہی کہی جا سکتی ہے۔‘‘ اس نے اس پر نگاہ ڈالی پھر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر تیزی سے سرخی چھائی تھی‘ جس لہجے میں اس نے بات کی تھی‘ اس انداز کو برداشت کرنے میں اس کو بڑی اذیت سے دوچار ہونا پڑا تھا‘ کل ایسی نشتر زنی اس نے کی تھی اور آج اسے جھیلنی تھی سو وہ تیار تھا۔

’’اگر احمقانہ باتیں صرف نشے کی حالت میں ہی کی جاتی ہیں تو پھر تم ہر وقت ہی نشے میں رہتی ہو کیونکہ تم تو ایسی ہی باتیں کرتی ہو۔‘‘

’’دراصل سچ بولنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے طغرل بھائی! اور سچ کو سننا بھی‘ آپ اپنا الزام اتنی

آسانی سے میرے سر نہیں ڈال سکتے ہیں۔'' وہ منہ بنا کر گویا ہوئی۔

''سچ اور جھوٹ کا فیصلہ تم کس طرح کرسکتی ہو؟ تمہارے سامنے میں اب اپنی صفائیاں پیش نہیں کروں گا' خواہ تم کچھ بھی سمجھو۔''

پری کی سرد مہری بتارہی تھی وہ اس سے کسی بھی صورت سمجھوتا کرنے والی نہیں ہے۔ اس نے سوچا جو کچھ اس نے دیکھا اس کو نگاہوں کا دھوکا سمجھ کر فراموش کردینا چاہیے وہ شاید اس کی نگاہوں کا دھوکا ہی تھا۔

❀ ❀

جویریہ سے اس کی دوستی گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ گہری ہوتی جارہی تھی۔ وہ کالج کی دوسری لڑکیوں سے مختلف تھی' سادہ اور کسی حد تک کم عقل لڑکی تھی اور ماہ رخ کی خوب صورتی سے بہت زیادہ متاثر تھی۔ خود چار بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی۔ تین بڑے بھائیوں کی شادی ہوچکی تھی' چوتھے بھائی کی منگنی ہوچکی تھی اور وہ جویریہ کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ ویسے تو وہ گھر بھر کی لاڈلی تھی' مما پپا کی اس میں جان تھی' وہ چاروں بھائیوں سے چھوٹی تھی' فرسٹ ائر کی طالبہ ہونے کے باوجود اس کو بچوں کی طرح ٹریٹ کیا جاتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اس میں وہ مکاری و چالاکی نہ آسکی تھی جو عموماً اس عمر میں اکثر لڑکیوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کی یہی سادگی ماہ رخ جیسی خواہشوں کے پروں سے آسمان کی بلندیوں کو چھونے کی خواہاں لڑکی حوصلے دے رہی تھی۔ دوبارہ وہ جویریہ کے گھر بھی جاچکی تھی اور اس کے ایک ہزار گز پر بنے بنگلے ڈھیروں آسائشیں اور ملازموں کی فوج دیکھ کر اسے اپنے ایک سو بیس گز کے پرانے طرز کے چھوٹے سے گھر سے نفرت ہونے لگی تھی اور گھر والوں سے بھی الجھن ہونے لگی تھی۔ جب سے وہ آئی تھی جویریہ کے ہاں سے تب سے ہی وہ خواہشوں کے جنگل میں مستقل بھٹکنے لگی تھی۔

''دن کا آدھے سے زیادہ حصہ تم پڑھائی کے لیے گھر سے باہر رہتی ہو اور جب گھر میں آتی ہو تو گھر میں ہوتے ہوئے بھی تمہارے ہونے کا احساس نہیں ہوتا' سوچوں کے اندر نامعلوم کن سفروں پر نکلی رہتی ہو تم......؟'' فاطمہ جو گھر کے کام کاج کے دوران گاہے بگاہے اس کو بھی دیکھ رہی تھیں اس کو اپنی سوچوں میں اس قدر محو دیکھ کر اس کو ٹوکے بنا نہ رہ سکیں۔ ماں کی آواز پر اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

وہ آف وہائٹ پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس تھیں۔ اس نے کبھی اپنی ماں اور چچی کو کھلے سر نہ دیکھا تھا' وہ پوری آستینوں کے کپڑے پہنتی تھیں ان کے کپڑوں کا رنگ ہمیشہ ہلکا ہوتا تھا' آج بھی اس کی ماں اپنے مخصوص لباس و انداز میں تھیں اور اس کی نگاہ میں جویریہ کی ممی کی بنارسی سرخ ساڑی' جیولری اور میک اپ زدہ چہرہ گھومنے لگا۔ ان کے رنگے ہوئے باب کٹ بال تھے۔ اس کو جویریہ کی ممی بے حد پسند آئی تھیں۔ پُراعتماد اور کسی کی بھی پروانہ کرنے والی...... ایسی ہی عورتیں اس کی آئیڈیل تھیں' وہ بھی ایسی ہی بننا چاہتی تھی۔ چچی اور امی دونوں ہی بے حد خوب صورت تھیں مگر امی چچی سے زیادہ حسین تھیں ہر لحاظ سے مکمل مگر وہ دقیانوسی تھیں پرانی اقدار کی پاسداری نے ان کی خوب صورتی و حسن کو پردے اور چار دیواری کا گرہن لگادیا تھا اور وہ اس سے بھی یہی توقع کرتی تھیں کہ وہ پردے کا استعمال کرے مگر وہ ہوا تھی جو کب کسی کی دسترس میں آئی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ بدصورتی کو چھپانا چاہیے' خوب صورتی کو چھپانا ظلم ہے حسن

......چاند کی چاندنی سب کے لیے ہوتی ہے چاند کو بادل بھی چھپانا چاہتے ہیں پر کہاں چھپا پاتے ہیں لمحوں میں وہ ان کی گرفت سے نکل آتا ہے۔

''رخ! کیا ہوا بیٹی! یہ کیا ٹکر ٹکر دیکھے جارہی ہے' کچھ کہو! کیا پریشانی ہے؟'' فاطمہ اس کو یوں گم صم بیٹھا دیکھ کر اس کے قریب ہی بیٹھ گئیں۔

''امی! کیا ہم کبھی امیر نہیں ہوں گے۔ کیا ہمارے حالات کبھی نہیں بدلیں گے؟'' فاطمہ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں عجیب سی اداسی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آرزوئیں نمی بن کر چمک رہی تھیں۔ ان کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

''ہم امیر نہیں ہیں تو غریب بھی نہیں ہیں' اللہ کا شکر ہے پیٹ بھر کر کھاتے ہیں' ہر خواہش پوری ہوتی ہے ہماری۔ محلے میں' خاندان میں عزت ہے ہماری' سب ہم سے ملتے ہیں باہر تمہارے باپ' چچا اور کام کی سب ہی تعریف کرتے ہیں۔''

''ایک غریب دوسرے غریب کی عزت ہی کرتا ہے' یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔''

''اچھا! پھر فخر کی کیا بات ہے؟'' وہ تحمل سے گویا ہوئیں۔

''بڑا سا بنگلہ جہاں خوب صورت لان ہو نوکروں کی فوج اور ہر وہ شے جو آرام دے اور ہم اپنی زندگی آزادی اور اپنی مرضی سے گزار سکیں۔''

''یہ کیسی خواہش تم پالنے لگی ہو رخ! اپنے حال میں خوش رہنا سیکھ بیٹی!''

''امی! خواہشیں ہی تو زندگی کو بناتی ہیں' ان کا حسن تو پورا کرنے میں ہے۔ امی ابو کو کہیے کہ یہ جگہ فروخت کردیں' کسی پوش علاقے میں ہم کوئی شان دار سا بنگلہ خرید لیں گے' آپ کو اور چچی کو کوئی کام کرنا نہیں پڑے گا' ایک اشارے پر نوکر کام کیا کریں گے' باہر جانے کے لیے موٹر کار ہوگی' یہ سرکاری بسوں کی خواری و انتظار نہ ہوگا۔'' ان کو نرم دیکھ کر وہ حال دل کہہ گئی۔

''پگلی ہوگئی ہے رخ! یہ گھر تیرے ابو کبھی چھوڑ کر نہیں جائیں گے' یہاں کے ماں باپ کی نشانی ہے ان کو اس گھر سے بہت محبت ہے' بہت اُنسیت ہے۔''

''دادا دادی کو اس دنیا سے گئے برسوں بیت گئے ہیں' ابو کو وہ اب یاد بھی نہیں ہوں گے' آپ ان سے بات تو کرکے دیکھیں امی!''

''جب ہم مرجائیں گے ماہ رخ! تو تم ہمیں یاد نہیں رکھوگی' بھول جاؤ گی؟'' اس کا اس سنگدلی سے کہنا فاطمہ کے دل کو مضطرب کرگیا تھا۔

''اوہو امی! آپ بات کو کہاں سے کہاں لے گئیں' میرا یہ مقصد تو نہیں تھا۔'' وہ جھنجلا کر بولی تھی اور فاطمہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''آپ راضی کریں ابو کو وہ یہ گھر بیچ کر کسی اچھی جگہ خوب صورت سا بنگلہ یا کوٹھی خرید لیں' یہاں تو میں اپنی دوستوں کو بھی نہیں بلاسکتی' یہ محلّہ اور یہ گھر دونوں ہی اس قابل نہیں ہیں' وہ تو مجھے کسی امیر کبیر خاندان کا سمجھتی ہیں۔'' اس کے لہجے میں ضد اتر آئی تھی۔ فاطمہ اسے دیکھتی رہ گئیں۔

☆

آصفہ آئی ہوئی تھیں بڑی نند کی موجودگی میں صباحت کو موقع مل گیا تھا کہ وہ عائزہ کے سسرال والوں کو بلانے کی بات ساس سے کرسکیں کیونکہ آصفہ کی اور ان کی بہت بنتی تھی۔ وہ دونوں ہم مزاج اور ہم خیال تھیں۔

"آصفہ آپا! آپ ہی مشورہ دیں عائزہ کے سسرال والوں کو کس دن بلایا جائے' بھابی تو روز ہی فون کررہی ہیں' وہ بے چین ہیں عائزہ کی منگنی کے لیے' ان کی پہلی پہلی خوشی ہے۔ جس کو دیکھنے کی خاطر وہ بے چین تھیں۔"

"نیک کام میں دیر کیسی' جھٹ پٹ ہونے چاہئیں ایسے کام تو۔" وہ فراخ دلی سے گویا ہوئیں۔

"اماں جان کی اجازت چاہیے مجھے تو۔" وہ ان کی طرف دیکھ کر گویا ہوئیں۔

"میری اجازت کی کیا ضرورت ہے جب دل چاہے کرلو۔"

"اماں جان! آپ بھی کبھی کبھی عجیب باتیں کرتی ہیں' اس گھر میں کوئی کام آپ کی اجازت کے بغیر ہوا ہے' جواب صباحت اپنی مرضی سے کریں گی؟" آصفہ ماں کے سرد انداز پر حیرت سے بولیں۔

"پہلے نہیں ہوا تو اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ کبھی نہیں ہوگا؟" ان کے لہجے کی خفگی صباحت بخوبی محسوس کررہی تھی مگر وہ ان بے حس لوگوں میں شمار ہوتی تھیں جو صرف اپنی بات کو اہمیت دیتی ہیں۔

"کیا بات ہوگئی ہے اماں! آپ تو خاصی ناراض دکھائی دے رہی ہیں؟" آصفہ ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"میں بتاتی ہوں۔" اماں کے بولنے سے پہلے صباحت تیزی سے بولیں۔ "اماں اس رشتے سے خوش نہیں ہیں' یہ نہیں چاہتیں کہ عائزہ کا رشتہ ہو۔"

"اماں کیوں نہیں چاہیں گی صباحت! یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟"

"یہ اماں سے ہی معلوم کریں جس دن سے رشتہ ہوا ہے ان کا موڈ ہی آف ہے' آج آپ آئی ہیں تو میرا کچھ حوصلہ ہوا ہے پوچھنے کا ورنہ اماں نے تو پلٹ کر پوچھا ہی نہیں ہے کہ کب آرہے ہیں عائزہ کے سسرال والے؟"

اماں خاموشی سے سُن رہی تھیں اور ان کی خاموشی صباحت کو حوصلہ دے رہی تھی۔

"اماں کو غصہ اس بات کا ہے کہ پہلے عائزہ کی منگنی کیوں ہورہی ہے یعنی پہلے پری کی ہونی چاہیے۔ اب آپ ہی بتائیں آپا! میری بیٹیوں اور پری کا کوئی مقابلہ ہے؟ میری بیٹیاں میرے نام سے جانی جاتی ہیں اور پری اپنی ماں کے نام سے پہچانی جاتی ہے اور یہ سب ہی جانتے ہیں پری کی ماں کا کردار کیا تھا' کم از کم خاندان سے تو اس کے رشتے آنے والے نہیں ہیں اور اس کے انتظار میں' میں اپنی بیٹیوں کو بوڑھی نہیں کرسکتی' بس اس بات پر اماں خفا ہیں جو پوچھ نہیں رہیں۔" صباحت نے پوری تفصیل سے بات کہہ دی تھی۔

"مجھے یقین نہیں ہے ان باتوں پر...... اماں بھلا ایسا کیوں کریں گی؟ اماں کے لیے تو چاروں پوتیاں برابر ہیں' انہوں نے دو عورتوں سے بے شک جنم لیا ہے مگر تعلق تو ان کا ایک باپ سے ہے۔" حیرت انگیز

غزل

شاید اس شخص کو مجھ سے محبت نہیں رہی
زندگی کے کسی موڑ پہ میری ضرورت نہیں رہی
میں کیسے مان جاؤں کہ وہ بے وفا ہوگیا مجھ سے
اس شخص کو مجھ سے کوئی رفاقت نہیں رہی
وہ ہر کسی سے خلوص سے ملتا تھا ہم نے کیا سمجھا
اب اس کے بچھڑنے کی باقی کوئی وضاحت نہیں رہی
دھیرے دھیرے اس نے میرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑالیا
اب ان ہاتھوں کی شاید اسے حاجت نہیں رہی
آؤ اک بار پھر دل کی بازی لگالیں روشنی
اب ہمیں پچھلی محبت کی ضرورت نہیں رہی

(روشنی سحر......سیال موڑ)

طور آج آصفہ نے کھری باتیں کی تھیں۔ صباحت منہ کھولے ان کو دیکھتی رہ گئیں۔

"مگر یہ بات بہو بیگم کی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے' ان کے اندر کا دوغلا پن ہر جگہ ان کو ان کی فطرت کے مطابق تصویر دکھاتا ہے' فیاض صرف پری کی وجہ سے ان سے شادی کے لیے تیار ہوا تھا اور انہوں نے آتے ہی اس بچی کو اپنی سب سے بڑی دشمن سمجھ لیا اب جیسے خود سوتیلا پن کرتی ہیں' ویسے ہی مجھے سمجھ رہی ہیں۔" اماں رعب دار لہجے میں ناگواری سے گویا ہوئیں۔

"جب میں نے آپ کو عائزہ کے رشتے کا بتایا تو آپ نے کہا پری بڑی ہے پہلے اس کا رشتہ طے ہوگا پھر عادلہ اور عائزہ کی باری آئے گی' کیا میں جھوٹ کہہ رہی ہوں؟" حسب عادت اپنی ہار دیکھ کر وہ رونے لگی تھیں۔

"مجھ کو یہ آنسو دکھانے کی ضرورت نہیں ہے' میں متاثر نہیں ہوں گی ان بلاوجہ کے چونچلوں سے...... میرا انکار تمہیں یاد ہے' یہ یاد نہیں ہے کہ میں نے ہامی بھرلی تھی اور کہا تھا اپنی بھابی کو کہو پہلے وہ رشتہ لے کر آئے' جو طریقہ ہے پھر ہم مشورہ کرکے جواب دیں گے یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

"جب ہم راضی ہیں تو پھر کیوں یہ دکھاوا کریں جو سراسر وقت کا زیاں ہے۔"

"وقت کا زیاں ہے تو منگنی بھی کیوں کررہی ہو' سیدھے سبھاؤ بھاوج کو کہہ دو بارات لے کر آجائے' وقت بھی بچ جائے گا اور پیسہ بھی۔"

"بعض دفعہ تو آپ اماں بات نہیں کرتیں گویا جلتی پر تیل ڈالتی ہیں اب بھلا میں اپنی بچی کے کام میں کنجوس بنوں گی جو آپ کہہ رہی ہیں پیسہ بھی بچالوں۔"

"اماں! آپ کو اس بات پر غصہ ہے کہ صباحت کی بھابی باقاعدہ رشتہ لے کر نہیں آئی ہیں لیکن انہوں نے آپ سے بات تو کی ہوگی' بتایا ہوگا ان کا کیا ارادہ ہے؟" آصفہ نے ایک دم ماحول میں پیدا ہونے

والے تناؤ کو ختم کرنے کے لیے سوال کیا۔

''ملال تو اس بات کا ہے' روز فون آرہے ہیں' جارہے ہیں مگر نا بہو بیگم کو توفیق ہوئی کہ کہہ دیں اپنی بھابی سے کہ ایک دفعہ جھوٹے منہ ہی میری ساس سے تو اپنی خواہش کا اظہار کردو اور دوسری طرف بھی آخر کو ان ہی کی بھاوج ہیں' ان کو کیوں خیال آنے لگا میرا...... وہی بات ہوئی کہ سمدھن راضی تو کیا کرے گی اماں پاجی؟'' غصے میں وہ دودھاری تلوار بنی ہوئی تھیں۔

''توبہ ہے اماں جان! آپ بھی بس......'' آصفہ بے اختیار ہنسنے لگی تھیں پھر یک دم سنجیدہ ہوئیں۔ ''چھوڑیں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر کیا دل خراب کرنا' آپ ہماری بڑی ہیں اور بڑوں کو اپنا دل بھی بڑا کرنا پڑتا ہے جب ہی تو چھوٹوں کی غلطیاں اور گستاخیاں درگزر و معاف کی جاتی ہیں۔ اگر بڑے بھی چھوٹوں سے مقابلہ کرنے لگیں تو خاندان بکھر جاتے ہیں پھر صحیح اور غلط کی پہچان مٹ جاتی ہے۔'' آصفہ اماں سے لجاجت بھرے لہجے میں گویا ہوئی تھیں جب کہ صباحت خاموش بیٹھی ہوئی تھیں مگر ان کے چہرے پر اچھے تاثرات نہ تھے۔ ''صباحت! تم سے بھی غلطی ہوئی ہے' جب تم سے بھابی نے کہا تھا تم ان کو یہاں بلوالیتیں اگر ان کے پاس ٹائم نہیں تھا تو فون پر ہی اماں سے بات کروادیتیں' اس طرح اماں کا دل بھی خوش ہو جاتا اور وہاں بھی عزت میں اضافہ ہوتا کہ تم اتنی تابعدار بہو ہو کہ ہر فیصلے میں ساس کی رائے کو اہمیت دیتی ہو' سننے میں تو تم کو شاید میری یہ باتیں بے معنی لگیں گی مگر یاد رکھنا' وقت سب کا کبھی ایک سا نہیں رہتا' لوگوں کے مزاج بھی موسموں کی طرح بدل جاتے ہیں' آج تم ان چھوٹی چھوٹی نزاکتوں کا خیال رکھو گی تو کل تمہاری بچیوں کے اچھے مستقبل کی ضمانت ہوگی۔''

''خیر میں تو زبردستی عزت کروانے والوں میں سے نہیں ہوں' جو بات غلط تھی وہ میں نے کہہ دی مگر میرا ارادہ ہے مذنہ کے مری سے آنے کے بعد منگنی کی رسم کی جائے تو بہتر ہے اور میں فراز کو بھی فون کروں گی' گھر کی پہلی خوشی ہے اس میں وہ بھی شریک ہو جائے تو اچھا رہے گا۔'' وہ نارمل انداز میں گویا ہوئی۔

''یہ بات تو ٹھیک کی آپ نے مگر بھابی کب آئیں گی؟'' آصفہ نے پوچھا۔

''مذنہ اسی ہفتے آنے والی تھی' اس کے ماموں نے روک لیا' ساتھ اس کو چترال لے گئے ہیں اب دیکھو کتنے دن وہاں رہتی ہے۔ صباحت! تم اپنی بھاوج کو کہہ دو وہ آکر اپنی خوشی سے عائزہ کا منہ میٹھا کروادیں' پھر رسم بعد میں کریں گے دھوم دھام سے۔''

''یہ ٹھیک ہے اماں جان! میں ابھی بھابی کو فون کرتی ہوں بلکہ آپ کی بات کرادیتی ہوں' وہ انکار نہیں کریں گی' سر کے بل چل کر آئیں گی۔'' اماں کو ہامی بھرتے دیکھ کر صباحت فوراً ہی مارے خوشی کے کھڑی ہوگئی تھیں۔

''اب میری تیخ مت لگاؤ' جو کام کرنا ہے کرو تم۔''

''آپ کی یہ بات بہت اچھی ہے اماں! جو شکایت ہوتی ہے وہ آپ منہ پر کہہ دیتی ہیں۔ دل میں نہیں رکھتی ہیں۔'' آصفہ نے محبت سے ماں کو دیکھا تھا' وہ بھی مسکرادیں۔

❁.....☆.....❁

''یہ مما نے کیا کہا تھا.......؟'' لوازمات کی پلیٹ اس نے کانپتے ہاتھوں سے رکھ دی تھی' دل کی دھڑکن تھی کہ بڑھتی ہی چلی گئی تھی۔ ذہن میں آندھی اٹھی تھی۔ سیاہ آندھی!

''مما! کیا کہا آپ نے؟'' وہ بہت دھیمے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ ''کس جرم کا اعتراف کر رہی ہیں آپ کو معلوم ہے؟''

''ہاں! مجھے معلوم ہے' جو گناہ مجھ سے ہوا' جو جرم میں کر بیٹھی ہوں اس کی سزا میں بھگت رہی ہوں' گناہ انجانے میں ہو یا جان کر سزا برابر ملتی ہے مُثنیٰ! کاش میں اس وقت ضدی نہ بنتی' تمہارے فیصلے کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بناتی تو آج سب اچھا ہوتا۔ نا میں بے سکونی کی سزا کاٹ رہی ہوتی اس طرح نا تم زندگی کو کسی جنازے کی طرح کاندھے پر رکھ کر جینے پر مجبور ہوتیں اور نا پری وہاں ماں کے ہوتے ہوئے بھی ماں کی محبت کو ترس رہی ہوتی۔ میری صابر بچی!'' عشرت جہاں رونے لگیں ان کے چہرے پر پچھتاوے وملال کے گہرے رنگ تھے' وہ رو رہی تھیں اور مُثنیٰ سرد نگاہوں سے ان کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ ان کا چہرہ سپاٹ تھا اور آنکھوں میں ٹھہرا ہوا سکوت...... انہوں نے عشرت جہاں کو رونے سے روکا اور نا ہی ان کے آنسو صاف کیے' وہ اسی ساکت انداز میں بیٹھی تھیں گویا ان سے ان کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

نا معلوم کتنی دیر تک وہ روتی رہی تھیں اور پھر خود ہی آنسو پونچھے تھے اپنے۔ پھر عینک لگاتے ہوئے مُثنیٰ کی طرف دیکھا تھا جو خاموشی کا قفل ہونٹوں پر لگائے چھت کو گھور رہی تھی۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا' آنکھوں میں نمی تک نہ تھی' یہ ان کی وہ بیٹی تھی جس نے ان کے ایک آنسو کے ساتھ ڈھیروں آنسو بہائے تھے۔ ان کے درد میں تڑپ تھی' جو ان کو ذرا سا بھی اداس ورنجیدہ نہ دیکھ سکتی تھی اور آج وہ ہی بیٹی تھی جو پتھر بن بیٹھی تھی اور اس کو پتھر بنانے میں سراسر ان کی زیادتی تھی' جس کا احساس انہیں وقت گزرنے کے ساتھ ہوا تھا۔

''مُثنیٰ!'' وہ اٹھ کر ان کے قریب چلی آئیں۔ ''تم نے ابھی تک مجھ کو معاف نہیں کیا؟ تم سے میں بارہا معافی مانگ چکی ہوں' کیا اپنی ماں کو وہ گناہ معاف نہیں کرو گی؟'' ان کی انگلیاں ان کے بالوں میں لرز رہی تھیں' ممتا بھرے لہجے میں شرمندگی تھی۔

''میں نے آپ کو بہت پہلے معاف کر دیا تھا مما!''

''لیکن تمہارے رویے سے تو نہیں لگتا کہ تم نے معاف کر دیا ہے مجھے۔''

''رویہ بدلنا بھی چاہوں تو شاید بدل نہیں پاؤں' جیسے کچھ زخم ایسے ہوتے ہیں جو برسوں گزرنے کے بعد بھی ہرے رہتے ہیں' ایسے ہی رویے بھی ہوتے ہیں۔''

''میں نے بارہا تم سے اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا ہے مُثنیٰ! ماں ہو کر......''

''لیکن ماں ہو کر جو آپ نے میرے ساتھ کیا' وہ کوئی ماں نہیں کر سکتی۔ کیا آپ کا اعتراف میرے اس ٹوٹے رشتے کو جوڑ سکا؟ کیا آپ کی معافی نے میری پری' میری بیٹی کا بچپن لوٹا دیا؟ جواب دیں مما! یہ احساس گناہ کرنے سے قبل یا گناہ کرتے وقت کیوں نہیں جاگتا؟ جرم کرنے کے بعد ہی کیوں اعتراف

کیا جاتا ہے' آپ کہتی ہیں میرا رویہ درست نہیں ہے لیکن یہ سب آپ کی دی ہوئی عنایتیں ہیں۔'' وہ جو پہلے ہی ایک اذیت سے گزر رہی تھیں' اب فیاض کے نام نے ان اذیتوں کو بڑھا دیا تھا' وہ اندر ہی اندر بن جل کی مچھلی کی مانند مچلنے لگی تھیں۔

فیاض! وہ نام تھا جو ان کی زیست کا عنواں تھا۔
جس کے سنگ محبت کی راہوں پر پہلی بار قدم رکھا تھا۔
جس کے دم سے ان کو زندگی کے معنی سمجھ آئے تھے۔
اور جب وہ گیا تو ساتھ وہ معنی بھی لے گیا' دل بھی لے گیا اور جذبے بھی۔

''آئی ایم سوری مما! پلیز مجھے تنہا چھوڑ دیں۔'' اس نے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

❁.....☆.....❁

کالج سے واپسی پر وہ تھکے تھکے قدموں سے بس اسٹاپ کی طرف جا رہی تھی معاً سائیڈ سے آنے والی کار اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی تھی۔ اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا ڈرائیونگ سیٹ پر جویریہ کا بھائی اعوان بیٹھا ہوا تھا' اس کو دیکھ کر ماہ رخ کے لبوں پر مسکراہٹ در آئی اور اس کو اعتماد سے مسکراتے دیکھ کر اس شخص کے لبوں پر بھی مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔ اس نے کار روک کر اگلا دروازہ کھول دیا۔

''آئیے آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں' شاید آپ کی گاڑی نہیں آئی ہے۔'' اس نے جھک کر ماہ رخ سے کہا۔

''شکریہ مسٹر اعوان! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں واقعی میری گاڑی نہیں آئی ہے۔''

''پھر تکلف کس بات کا! آئیے یہ بھی آپ ہی کی گاڑی ہے۔'' وہ پُر اخلاق لہجے میں دعوت دے رہا تھا۔

''ارے نہیں! میں چلی جاؤں گی آپ کو خوامخواہ زحمت ہوگی۔'' ماہ رخ کا مارے خوشی کے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''پلیز آئیں مجھے کوئی زحمت نہیں ہوگی بلکہ خوشی ہوگی۔''

ماہ رخ ایک ادا سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تو اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

''خدا کا شکر ہے آپ نے مجھے پہچان لیا ورنہ میں ڈر رہا تھا اگر آپ نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا تو بے عزتی ہو جائے گی۔'' اعوان ماہ رخ کی طرف دیکھ کر شوخی سے بولا۔

''یہ آپ نے کس طرح سمجھ لیا کہ میں آپ کو پہچان نہ پاؤں گی؟ دو بار آپ کے گھر پر آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔'' وہ مسکرا کر گویا ہوئی۔

''لڑکیوں کی عادت ہوتی ہے نظر انداز کرنے کی' وہ گھر میں کچھ ہوتی ہیں اور گھر سے باہر کچھ اور......'' اس کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

''میں کیا آپ کو ایسی لڑکی لگتی ہوں اعوان صاحب!'' ماہ رخ ایک دم ہی اداس ہو کر گویا ہوئی تو اس کے اس انداز پر اعوان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا پھر شرمندگی سے بولا۔

"سوری! میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا ہرگز نہ تھا' خیر میں ایک جنرل بات کررہا تھا عموماً لڑکیاں باہر اجنبی بن جاتی ہیں۔"

"میں ان دھوکے باز لڑکیوں میں سے نہیں ہوں۔"

"ویری گڈ! بہت اچھی بات ہے یہ۔ مجھے بھی صاف گو اور کھرے لوگ بے حد پسند ہیں' فراڈی لوگوں کو میں قریب پھٹکنے بھی نہیں دیتا ہوں۔"

"اچھا کہتے ہیں' ایسے لوگوں کی پرچھائیں سے بھی بچ کر چلنا چاہیے۔" اس نے زیر لب مسکراتے ہوئے اس کی ہاں میں ہاں ملائی پھر بولی۔ "اوہ یاد آیا' جویریہ آج کالج کیوں نہیں آئی؟"

"وہ مام اور ڈیڈ کے ساتھ لندن گئی ہے' آج رات کی فلائٹ سے۔"

"لندن!" وہ حیرت سے اچھل پڑی۔

"جی...... لندن!" اس نے اس کی حیرت کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے اس نے تو مجھ سے ذکر ہی نہیں کیا اور چلی بھی گئی؟"

"دراصل ڈیڈ سفری دستاویزات ہمیشہ سب کی تیار رکھتے ہیں اور جب بھی موڈ ہوتا ہے اسی طرح چل پڑتے ہیں اب کے جویریہ بھی ساتھ ہوگئی ان کے...... کہنے لگی آپ نے لندن کی بہت سیریں کی ہیں' بہت تعریفیں کی ہیں وہاں کی' بس وہ اس وجہ سے گئی ہے۔"

"اوہ اچھا! چلیں وہ اس بہانے گھوم پھر آئے گی۔" وہ بظاہر مسکرا کر گویا ہوئی تھی مگر دل میں بُری طرح جل کر خاک ہورہی تھی' بڑی محنت و جدوجہد کرکے اس نے پورے ورلڈ کی معلومات کتابوں' رسالوں اور اخباروں سے نکال کر دماغ میں ذخیرہ کی تھیں اور وہ خود محروم تھی ان جگہوں سے جب کہ جویریہ کتنی آسانی سے چلی گئی تھی۔ اس کو کہتے ہیں نصیب...... کوئی خواب دیکھے بنا ہی تعبیر پالیتا ہے اور کوئی خوابوں تک بھی رسائی حاصل نہیں کرپاتا۔

"ہیلو...... ہیلو میڈم! کہاں گم ہوگئی ہیں آپ؟" اعوان کی تیز آواز پر وہ حسرتوں کے گرداب سے باہر نکلی۔ "کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ کہاں گم ہوگئی ہیں آپ؟" وہ پریشان لہجے میں استفسار کرنے لگا۔

"میں ٹھیک ہوں' آپ مجھ سے کچھ پوچھ رہے تھے کیا؟" سوچوں کو جھٹک کر وہ مسکرا کر گویا ہوئی۔

"میں پوچھ رہا تھا کہاں جائیں گی آپ؟"

"میں آپ کو راستہ بتاتی ہوں۔" وہ راستہ بتانے لگی۔

"آپ کی گاڑی کب لینے آتی ہے؟" اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"گاڑی ورکشاپ میں ہے شاید چند ہفتے لگیں گے۔"

"جویریہ کو آنے میں ابھی وقت لگے گا' ہوسکتا ہے وہ لوگ اور کہیں کا پروگرام بنالیں اگر آپ کہیں تو میں آپ کو یہاں سے پک کرلیا کروں گا' میرا آفس یہیں قریب میں ہے اور آف بھی اسی ٹائم ہوتا ہے۔" اس کی پُرامید نظریں اس کے دل کش چہرے پر لمحے بھر کو رکی تھیں۔

"آپ کیوں میری خاطر اتنی پریشانی اٹھائیں گے؟ میں ڈیڈی کو کہہ کر دوسری گاڑی منگوالوں گی۔"

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ انکار کیا۔

"پریشانی کی کیا بات ہے؟ مجھے آپ کے کام آکر خوشی ہوگی۔" وہ آہستگی سے گویا ہوا۔

"آپ کا ٹائم بھی تو ضائع ہوگا نا......!"

"میں نے عرض کیا نا یہیں کالج سے آگے ہی میری فرم ہے اس ٹائم فری ہوجاتا ہوں اور اسی راستے سے گزرتا ہوں کوئی حرج نہیں ہوگا اگر آپ بھی میرے ساتھ آجائیں تو......"

ماہ رخ کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے گویا وہ کترا رہی ہو۔

"اگر آپ کو پسند نہیں ہے تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔"

"میں بہت عزت دار گھرانے سے ہوں' کل کو جویریہ کو معلوم ہوا تو......"

"ارے نہیں' آپ اس کی پروا مت کریں' اس کو معلوم نہیں ہوگا۔" اس کے لہجے میں نیم رضامندی پاکر وہ سرشار سا ہوگیا تھا۔

❁......☆......❁

فیاض نے سامنے کھڑی اپنی شریک حیات کو دیکھا تھا جو لمبی چوڑی فرمائشوں کی لسٹ اسے تھما کر خاصی مطمئن تھیں۔ صباحت کی لسٹ عام دنوں میں بھی کبھی انہیں ہلکی نہیں پڑی تھی اور اب جب معاملہ ان کی بیٹی کے سسرال کا تھا تو لاکھوں کی چپت تو لازمی تھی۔ انہوں نے ایک نگاہ سرسری طور پر اس لسٹ پر ڈالی اور افکار کی شکنیں ان کے ماتھے پر ابھر آئی تھیں۔

"دس پندرہ لاکھ روپے آپ مجھے الگ سے دیں۔" وہ سامنے بیٹھے خاوند کے احساسات سے بے نیاز کہہ رہی تھیں۔

"ابھی کسر باقی رہ گئی ہے اور روپوں کی؟"

صباحت نے حیرانی سے ان کی طرف دیکھا پھر جل کر گویا ہوئیں۔

"میں نے کون سے کروڑوں روپے مانگ لیے آپ سے جو آپ کہہ رہے ہیں۔"

"تم اچھی طرح جانتی ہو میں ابھی ہزاروں افورڈ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں پھر تم لاکھوں کی بات کرکے کیوں میری پریشانیوں میں اضافہ کررہی ہو۔" انہوں نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔

"پریشانی کی کیا بات کرتے ہیں؟" وہ استہزائیہ لہجے میں گویا ہوئیں۔ "جب سے میں آپ کی زندگی میں آئی ہوں آپ کو پریشان ہی تو دیکھا ہے' اتنے سالوں میں کوئی ایسا لمحہ نہیں آیا جو کبھی آپ بے فکری سے مسکرائے ہوں ورنہ میں نے آپ کو ہمیشہ ہنستے مسکراتے' قہقہے لگاتے ہوئے دیکھا' میری زندگی میں آپ پریشانیوں' فکروں اور اداسیوں کے ناگ لے کر داخل ہوئے ہیں جو رات دن مجھے ڈستے ہیں' میں جس درد میں مبتلا رہتی ہوں وہ کوئی کیا جانے۔" ان کے لہجے میں وہ ہی مخصوص احساس محرومی تھا۔

"صباحت! جو دو کشتیوں کے سوار ہوتے ہیں وہ اسی درد میں مبتلا رہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر گویا ہوئی۔

"ایک پاؤں تم نے ماضی کی کشتی میں رکھا ہوا ہے تو دوسرا حال کی اور حال میں ہوتے ہوئے بھی ماضی

کی کشتی میں سوار رہتی ہو جب کہ ماضی میرا ہے تمہارا اس سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے پھر بھی تم......''

''یہ آپ غلط کہہ رہے ہیں' ماضی سے تعلق میرا کیوں نہیں ہے؟ اس ماضی کی وجہ سے آپ مجھے میرا وہ مقام نہ دے سکے جو میرا حق تھا۔''

''اوہ! اس ذکر کو رہنے ہی دو یہ نا ختم ہوا ہے نا شاید کبھی ختم ہوگا۔'' وہ سر جھٹکتے ہوئے گہری سانس لے کر گویا ہوئے۔ ''میں کہہ رہا تھا ابھی بھابی رسماً آ رہی ہیں' اتنے لوگ تو نہیں ہوں گے ان کے ساتھ' ہم مینو کچھ کم کر دیتے ہیں' ابھی اس معمولی سے کام میں ہی اگر ہم اتنا بجٹ استعمال کریں گے تو آگے جب بڑے کام ہوں گے تو کس طرح مینیج کریں گے؟''

''مینو تو یہی رہے گا میری بچی کی پہلی پہلی خوشی ہے' دل کے سارے ارمان نکالوں گی میں' پھر بھابی کے گھر کی بھی پہلی خوشی ہے' وہ کس طرح تنہا آئیں گی؟ ان کو بھی خاص خاص رشتے داروں کو ساتھ لانا ہوگا ورنہ طعنے ملیں گے کہ بیٹے کے سسرال پہلی مرتبہ ہی سب کو چھوڑ کر چلی گئیں۔''

''اُف! یہ عورتوں کے طعنے' رشتوں کی نزاکتیں......'' وہ کراہ اٹھے۔

''پھر ہم بھی خاص خاص لوگوں کو بلائیں گے' سب کو ملا کر ایک بڑی تعداد بن رہی ہے' کم لوگ تو بالکل نہیں ہوں گے۔''

''اوکے...... میں کوشش کرتا ہوں کہیں سے رقم کا بندوبست کرنے کا......''

''یہ آپ کی مرضی ہے آپ کچھ بھی کریں' مجھے تو میری رقم چاہیے' بھابی دو دن بعد آ رہی ہیں' آج مجھے شاپنگ کے لیے بھی جانا ہے اور پارلر سے بکنگ بھی کروائی ہے پرسوں سب وہیں سے تیار ہوں گے۔''

''ایک کپ چائے مل جائے گی؟'' ان کے انداز میں بے زاری تھی۔

''آپ تو ابھی کھانے کا کہہ رہے تھے......؟''

''دل نہیں چاہ رہا اب...... صرف چائے بھجوا دو۔'' وہ اٹھ کر بیڈ روم میں آ گئے لاکر کھول کر دیکھا اس میں رقم بھی زیادہ نہ تھی۔ وہ کاغذات چیک کرنے لگے اور سب دیکھنے کے بعد کوئی ایسی پراپرٹی انہیں نہ ملی تھی جس کو فروخت کر کے وہ ایک بڑی رقم کا بندوبست کر سکیں۔ کاغذات لاکر میں رکھ کر وہ سر تھام کر بیٹھ گئے۔ ایک بڑی رقم حاصل کرنے کا مقصد تھا پھر عابدی سے قرض حاصل کرنا۔ گزشتہ سال سے وہ عابدی سے قرضے پر قرضے لے رہے تھے جو واپس کرنے کی سعی بھی وہ کرتے تو صباحت کسی نئے قرضے میں ان کو الجھا دیا کرتی تھیں اور وہ نیا قرضہ لینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ عابدی ان کے بزنس پارٹنر تھے' ان کا لیدر گارمنٹس کا بزنس تھا جو کچھ عرصے سے ٹھپ ہو رہا تھا اور وہ مالی مشکلات کا شکار ہوتے جا رہے تھے اور صباحت جو کبھی بھی اچھی بیوی ثابت نہ ہو سکی تھیں انہوں نے ہمیشہ خود پر بے حسی و مظلومیت کی چادر اوڑھے رکھی تھی' ایک بار بھی ان کی پریشانیوں سے سمجھوتا نہیں کیا تھا۔

❁......☆......❁
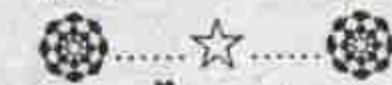
پری بیٹھی ہوئی دادی جان کے سر میں مساج کر رہی تھی اور ساتھ ہی باتیں بھی کرتی جا رہی تھی۔ دادی کا موڈ آج کل بہت اچھا تھا۔

غزل

اس نے کہا روتا ہے کس لیے
میں نے کہا دل ٹوٹا ہے اس لیے
اس نے کہا چاہت میں ایسا ہوتا ہے
میں نے کہا چاہت بھی تو ایک دھوکا ہے
اس نے کہا اب اس کو بھول جا
میں نے کہا تو میری زندگی لے جا
اس نے کہا دنیا میں اور بھی چہرے ہیں
میں نے کہا دل پہ اس کی یاد کے پہرے ہیں
اس نے کہا ہر طرف ویرانی ہے
میں نے کہا دنیا بھی تو فانی ہے

روبینہ جعفر خان۔ کھلابٹ ٹاؤن شپ

''صباحت بے وقوف سمجھتی ہے میں عائزہ کے ہونے والے سسرال کو پسند نہیں کرتی' میں اس رشتے سے خوش نہیں ہوں مگر بھلا یہ کیسے ممکن ہے' دادی کو اپنی پوتی کی خوشیوں سے جلن ہو...... وہ اس کا گھر بسا ہوا نہیں دیکھنا چاہے گی؟ جیسی خود ہے دوسروں کی خوشیوں سے حسد کرنے والی ایسا ہی مجھ کو سمجھتی ہے' کم عقل!'' وہ بڑبڑا رہی تھیں۔

''مما سمجھنے میں غلطی کرتی ہیں ورنہ وہ دل کی بُری نہیں ہیں۔''

''تم اس کو اچھا سمجھتی ہو' یہ اچھی بات ہے۔'' اس لمحے عادلہ' عائزہ اور ان کے پیچھے طغرل وہاں چلے آئے تھے۔

''یہ کہاں جانے کی تیاری ہے؟'' وہ ان کو تیار دیکھ کر استفسار کرنے لگیں۔ ''کل تمہارے سسرال والے آئیں گے' تم کیوں گھر سے نکل رہی ہو؟'' وہ عائزہ کو گھور کر بولیں جو عادلہ سے زیادہ تیاری میں تھی۔

''دادی جان! وہ تو کل آئیں گے آج نہیں۔'' عائزہ مسکرا کر کہنے لگی اور اس کی بے باکی پر اماں کو دھچکا لگا تھا۔

''میں کہتی ہوں کچھ تو شرم کر لڑکی! بھائی اور بڑی بہنوں کے سامنے کس بے حیائی سے کہہ رہی ہے' شرم بالکل ہی ختم ہو گئی کیا؟''

''دادی جان! آپ بھی کس دنیا میں رہ رہی ہیں۔ اب ایسی باتوں پر کون شرماتا ہے اور پھر شرمانے کی ضرورت بھی کیا ہے؟'' عادلہ شانے اچکا کر گویا ہوئی۔

''اچھا......! یہ کوئی شرم کی بات ہی نہیں ہے؟ ہاں بھئی نئے دور کے بے حیا لوگ ہو تم...... تم کو شرم و حیا سے کیا واسطہ۔''

''دادو! آپ بھی چلیں' آپ کو شاپنگ کرنی چاہیے' صباحت آنٹی بھی آرہی ہیں' سب ساتھ چلیں گے مزا آئے گا۔'' طغرل نے آگے بڑھ کر ان سے کہا۔

''نہیں بھئی مجھ کو تو معاف ہی رکھو' مجھے بلاوجہ پیسے پھینکنے کی عادت نہیں ہے' کپڑوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے میرے پاس' وہ مجھ سے استعمال نہیں ہورہے ہیں پھر نئے لاکر کیا کروں گی۔'' انہوں نے نرمی سے انکار کردیا تھا مگر طغرل نہیں مانا تھا۔

''دادو! آپ کو چلنا ہی ہوگا بس!''

''نہیں میرے بچے! ہر چیز صرف ایک حد میں رہ کر استعمال کرنی چاہیے اگر بے جا اسراف کیا اور فضول خرچی میں پیسہ ضائع کردیا تو آگے جا کر قبر میں' حشر میں جواب دینا ہوگا' اللہ وہاں کے حساب سے بچائے۔''

''دادی جان! آپ ایسی باتیں نہ کیا کریں' مجھے ڈر لگتا ہے۔'' عادلہ نے منہ بنا کر کہا تھا۔

''حقیقت تو یہی ہے جس سے تم لوگ فرار حاصل کرنا چاہتے ہو۔ قبر کی تیاری بھی دنیا میں ہی کی جاتی ہے۔ خود سوچو اس چھوٹے سے کام کی تم لوگ کتنی تیاریوں میں لگے ہوئے ہو پھر...... آخرت کی تیاری تو بہت ضروری ہے۔ ڈرو نیک عمل کرنے کی کوشش کرو' میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔'' ان کے چہرے دیکھ کر وہ مسکرا کر گویا ہوئیں۔

''پری! تم چلی جاؤ' تمہیں اپنے لیے شاپنگ کیے ہوئے وقت ہوگیا ہے۔''

''میرے پاس کپڑے ہیں دادی جان! مجھے ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے فوراً انکار کردیا تھا۔ طغرل نے ایک اچٹتی سی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ اس دن سے ان کے درمیان بات چیت بند ہوچکی تھی۔ وہ تینوں باہر نکل آئے تھے کسی نے پری سے خود پوچھنا گوارا نہیں کیا تھا۔

''دادی کے ساتھ رہ کر پری بھی ان ہی کی طرح ہوگئی ہے اسے کسی چیز سے بالکل بھی دلچسپی نہیں ہے' ہر وقت دادی کے کان بھرنے میں لگی رہتی ہے۔'' باہر نکل کر وہ باتیں کرنے لگی تھیں۔

''آپ نے دیکھا طغرل بھائی! پری نے کس طرح دادی کو مٹھی میں کیا ہوا ہے؟ وہ ان کو اپنے قابو میں کرنے کے لیے ایسی بنتی ہے ورنہ ہمیں معلوم ہے وہ اپنی نانو کے ہاں جا کر خوب شاپنگ کرتی ہے۔''

''اور اس کی نانو وہ تمام سامان یہ کہہ کر بھجواتی ہیں اس کو کہ ممّا وہ چیزیں اس کے لیے فلاں شہر' فلاں ملک سے لائی ہیں۔'' عادلہ نے عائزہ کی بات کو اور بڑھا کر پیش کیا تھا۔

''وہ آپ لوگوں کو چیٹ کررہی ہے آپ بھی اس کو چیٹ کردیں۔'' طغرل نے کوریڈور سے نکلتے ہوئے مشورہ دیا۔ ''آپ دونوں بھی اس کی طرح دادی سے دوستی کرلیں۔''

❁ ☆ ❁

یوں بات نہیں بنتی بگڑتی ہے
لب سی کر
دور رہ کر
کب زندگی سنورتی ہے
انا کی بھینٹ خواب مت دو
آؤ!
سنو!
مانا کہ محبت دوریوں سے نکھرتی ہے
تو خوشنما خوابوں کی
اک اک کلی بکھرتی ہے
اک بوجھ بن کر
ذات کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے
وقت گزارتی ہے
یوں پھر زندگی بسر ہوتی ہے

صفدر جمال عشرت جہاں کی مہربانی کے سبب مثنیٰ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بہت شرمسار اور رنجیدہ تھے' مثنیٰ کی ایک ہفتے کی دوری نے انہیں احساس دلایا کہ وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے' وہ ان کے دل کی دھڑکنوں' آتی جاتی سانسوں اور رگوں میں بہتے خون کی روانی کی طرح ضروری تھیں' اپنی تمام بے نیازی و خاموشی کے باوجود۔

''پلیز مثنیٰ! میں نے آپ کو اس لیے نہیں بتایا تھا کہ برداشت نہ کرپاؤ گی' مسعود نے کہا تھا وہ خود ہی آکر آپ کو راضی کرے گا اور اس وقت مجھے نا معلوم کیا ہوا تھا جو میں یہ سب بتا بیٹھا جو میری زندگی میں اتنا بڑا خلاء لے آیا کہ آپ ایک ہفتہ مجھ سے دور رہیں اور مجھے لگا گویا زندگی روٹھ گئی ہو۔'' صفدر جمال جیسا نک سک سے تیار رہنے والا بندہ بھی اس وقت مثنیٰ کی طرح خستہ حالی کا شکار تھا۔ بڑھتی ہوئی شیو' سرخ بے خوابی کا اظہار کرتی آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ ان سے دور رہ کر وہ کسی پل سکون سے نہیں رہے ہیں۔

''مجھے لفظوں کے سحر میں جکڑنے کی کوشش مت کرنا صفدر! عرصہ ہوا میں ان کے سحر سے نکل چکی ہوں' یہ خوابوں کی باتیں ہیں اور میں خوابوں کے جہاں میں رہنے کی عمر سے نکل آئی ہوں۔''

''میں سچ کہہ رہا ہوں' تمہارے بغیر میں نہیں رہ سکتا' میرے جذبات سمجھنے کی کوشش کرو یار!'' وہ اٹھ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گئے تھے۔

''پلیز صفدر! میں اب ان بہلاوؤں میں آنے والی نہیں ہوں' اگر عورت کا اعتبار ٹوٹ جائے تو جڑ نہیں سکتا۔'' ان کا لہجہ سرد و سپاٹ تھا۔

''اچھا! اگر سچ بتاؤں تو سچ سن کر بھی نہیں معاف کریں گی؟''

''اب کوئی نیا گیم کھیلنا چاہتے ہیں؟''

''نہیں! زندگی بچانے کے لیے' اپنے گھر' اپنے رشتے بچانے کے لیے میں آپ کو حقیقت بتاتا ہوں

کہ کیوں میں امریکہ گیا اور کیوں میں اس شادی پر راضی ہوا ہوں۔''

ان کو محسوس ہوگیا تھا وہ پتھر بن گئی ہیں' ان کی کوئی بات ان پر اثر انداز نہیں ہو رہی' وہ اسی طرح لاتعلق انداز میں بیٹھی رہی تھیں۔ انہوں نے پھر سچ بولنا ہی بہتر جانا تھا۔

''کیسی حقیقت؟'' ان کا لہجہ ابھی بھی اعتماد سے عاری تھا۔

''سعود نے وہاں خودکشی کر لی تھی۔''

''کیا! یہ کب کی بات ہے؟'' وہ تمام سرد مہری و بے رخی بھول کر شدید حیرت سے متوجہ ہوئی تھیں۔

''جس دن میں یہاں سے گیا تھا' اسی دن اس کے دوست کی فون کال آئی تھی' ہمارے انکار پر اس نے ہاتھ کی رگ کاٹ لی تھی' اس کے دوستوں نے فوراً اس کو اسپتال پہنچایا لیکن خون زیادہ بہنے کی وجہ سے اس کی حالت خطرے میں تھی' وہ انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں زندگی و موت سے لڑ رہا تھا' میرے جانے کے ایک دن بعد اس کو ہوش آیا تھا اور ہوش میں آتے ہی اس نے کہا تھا اگر اس کو پوجا سے شادی کی اجازت نہیں ملی تو وہ دوبارہ خودکشی کر لے گا' اس کو پوجا کے بغیر زندہ نہیں رہنا ہے۔''

''اُف خدایا! وہ اس حد تک جا چکا تھا کہ اس کو نہ اپنی زندگی کی پروا تھی اور نہ ہماری......؟''

''بس...... مجھے یہی راستہ دکھائی دیا کہ اس کی بات مان لی جائے' اس کی آنکھوں میں ایک ایسا جنون تھا جو نظر آ رہا تھا وہ پوجا کو پانے کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہے...... کچھ بھی......!''

مُنیٰ کا چہرہ دھواں سا ہوگیا تھا۔ وہ کیا سوچ رہی تھیں اور کیا نکلا؟ ان کی تمام ناراضگی' خفگی غلط فہمیاں کچے مٹی کے گھروندے کی مانند بکھرتی چلی گئی تھیں۔

☆......☆

''سنو!'' وہ بالکونی پر لگے پھولوں کو صاف کر رہی تھی جب طغرل نے وہاں آ کر کہا تھا۔ اس نے مصروف سے انداز میں اس پر ایک نگاہ ڈالی۔

''جی فرمائیے؟''

''تم شاپنگ کرنے کیوں نہیں گئی تھیں؟''

''مجھے شوق نہیں ہے۔'' بے پروا انداز میں کہا۔

''شوق نہیں ہے یا خوشی نہیں ہے؟'' وہ سینے پر بازو لپیٹے طنز سے گویا ہوا۔

''خوشی نہیں ہے...... کیا مطلب......؟'' کانٹ چھانٹ کرتے اس کے ہاتھ رک گئے تھے' وہ حیرانی سے بولی۔

''عائزہ کی منگنی ہو رہی ہے اس لیے۔''

''یہ کیسی بات کر رہے ہیں آپ؟''

''جو میں محسوس کر رہا ہوں وہ ہی بتا رہا ہوں' تم اس کی منگنی سے خوش نہیں ہو اگر خوش ہوتیں تو تیاریاں کرتیں خوب۔''

''اس میں خوش نہ ہونے کی کیا بات ہے اور میں ناخوش کیوں ہوں گی؟ آپ بلاوجہ کی باتیں کیوں

کر رہے ہیں؟''

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں' تم خوش نہیں ہو۔'' وہ بضد تھا۔

''کیوں خوش نہیں ہوں میں......؟'' وہ چڑ کر گویا ہوئی۔

''اس لیے کہ تم سے پہلے عائزہ کی منگنی ہو رہی ہے۔'' وہ سفاک لہجے میں کہہ رہا تھا اور وہ اس کی طرف حیرت سے دیکھنے لگی۔

''شرم نہیں آتی آپ کو طغرل بھائی اس طرح کی فضول بات کرتے ہوئے؟ مجھے شوق بھی نہیں ہے اور یہ آپ کیا بکواس کر رہے ہیں؟'' وہ شدید غصے میں تمام ادب و آداب بھول گئی تھی۔

''سچ بات پر اسی طرح غصہ آتا ہے۔'' وہ اس کے غصے سے ذرا بھی مرعوب نہ ہوا تھا۔ جب کہ اس کی کی گئی بات نے پری کے پتنگے لگا دیئے تھے۔ غصے اور جھنجلاہٹ سے اس کا بُرا حال تھا۔ کتنی گھٹیا سوچ تھی اس بندہ کی۔

''عادلہ بھی تو عائزہ سے بڑی ہے اس نے تو اس بات کو اپنی ناک کا مسئلہ نہیں بنایا' خوب شاپنگ کی ہے' خوب تیاریاں کی ہیں۔''

''جب میرے پاس سب کچھ ہے تو پھر میں کیوں پپا پر بوجھ ڈالوں؟ ان کو تو پارٹیز میں کہیں نہ کہیں جانا ہوتا ہے اس لیے ان کو شاپنگ کی ضرورت ہوتی ہے اور میں تو گھر میں ہی ہوتی ہوں۔'' اس غصے پر قابو پا کر اس کو تحمل سے سمجھانا ضروری سمجھا ورنہ وہ جانتی تھی طغرل اسی طرح سے اس پر الزام لگاتا رہے گا اور اس دن سے جب ہٹ میں اس نے بے وقوف بنانے کے لیے ایک فضول سا قصہ سنا کر اسے حقیقت کا رنگ دینے کی کوشش کی تھی اور وہ بات کسی طرح ماننے کی نہ تھی۔ وہ کسی خواب...... یا پھر نشے کی حالت کا شاخسانہ ہوسکتا تھا اور اس نے کہا تھا حقیقت سے اس بات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ اس وقت نشے میں ہوگا اور یہ بات اسے بہت بُری لگی تھی۔ وہ اس سے بات کرنا چھوڑ چکا تھا پھر آج اس نے بات کی بھی تو فضول اور بکواس!

''اچھا میں سمجھا کسی کمپلیکس کا شکار ہو رہی ہو تو میں تیار ہوں یہ قربانی دینے کے لیے۔'' وہ اس کی طرف دیکھ کر ذومعنی لہجے میں بولا۔

''کیا...... کیا کہا آپ نے......؟'' وہ غصے سے آگے بڑھی تھی فرش پر پانی پڑا ہوا تھا۔ وہ اپنا توازن نہ برقرار رکھ سکی اور پھسلتی ہوئی سیڑھیوں کی جانب گئی پھر فضا میں اس کی چیخ گونج اٹھی تھی' وہ لڑھکتی ہوئی نیچے جا رہی تھی۔

(باقی آئندہ ان شاءاللہ)

❀

تُو نے قدر نا جانی

عروسہ عالم

اپنی ہر ایک شام ہر اک رات بیچ کر
اب آگیا ہے جینا ہمیں ذات بیچ کر
ہم بھی ہیں کیا عجب کہ کڑی دھوپ کے تلے
صحرا خرید لائے ہیں برسات بیچ کر

چار بیٹیاں اماں کے سینے پہ چار سلوں کی مانند دھری تھیں۔ ہر آئے گئے سے اماں بیٹیوں کے رشتوں کے لیے ایسے تڑپ تڑپ کے کہتی تھیں جیسے ان کی بیٹیوں میں کوئی عیب ہو۔ ابا سکول ٹیچر تھے اور بھیا نے ان سے کچھ ترقی کر لی تھی۔ لہٰذا وہ ایک گورنمنٹ کالج میں لیکچرار تھے۔ گھر میں لگی بندھی آمدنی تھی اگر کسی کو زیادہ پڑھنے کا شوق تھا بھی تو وہ صرف شوق کی حد تک ہی تھا ورنہ گھریلو حالات کسی بھی شوق اور عیاشی کو پورا کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور نہ کوئی بھی خوشی اور خواہش صحیح طرح پوری ہوتی تھی۔ بھیا سب سے بڑے تھے اماں کو یہ فکر بھی کھائے جارہی تھی کہ اگر لڑکیوں کی شادی میں دیر ہوگئی تو پھر بیٹا بھی بڈھا ہونے لگے گا اور اگر لڑکے کی شادی کردی تو بیوی بچوں میں الجھ کے اس کی توجہ ان پر زیادہ اور والدین اور بہنوں پر کم ہوتی چلی جائے گی۔ اس لیے اماں لڑکیوں کی شادی کے لیے اس قدر پریشان رہتی تھیں۔

دامادوں کے لیے ان کی صرف ایک ہی ڈیمانڈ تھی کہ وہ کمانے والے ہوں، عمر میں اگر ان کی بیٹیوں سے دس پندرہ برس بڑے بھی ہوں تو کوئی بات نہیں۔ شکل صورت، رنگ روپ، ذات پات چھوٹا بڑا کنبہ یا امیر غریب ہوں اس سے اماں کو کوئی غرض نہیں تھی۔ ان کے خیال یہ ایسی چیزیں نہیں کہ ان کو مدنظر رکھ کے رشتہ قبول یا رد کیا جائے۔ اصل مقصد تو یہ تھا کہ لڑکیوں کی شادیاں ہو جائیں۔ حالانکہ ان کی لڑکیوں کی عمریں زیادہ نہیں ہوتی تھیں، بڑی لڑکی ابھی اٹھائیس کی ہوئی تھی۔

اماں کا خیال تھا کہ بڑھتی عمر کے ساتھ لڑکیوں کا حسن بھی ماند پڑتا جاتا ہے ان کی عمر بڑھتی اور حسن گھٹتا ہے۔ اماں ابا خوش شکل تھے اس لیے ان کے پانچوں بچے بھی اچھی شکل وصورت کے تھے۔ تب بھی اماں کی فکریں کم نہ ہوتیں۔ بالآخر اماں کی دعائیں رنگ لائیں اور اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش کردی۔ بڑی دو بیٹیوں کا رشتہ ایک ہی گھر سے آ گیا۔ متوسط طبقے کے شریف لوگ تھے، اماں نے فوراً دونوں کو نمٹا دیا۔ چند ماہ بعد تیسری کی شادی بیٹے کے ساتھ بدلے میں کردی۔ یہ پیسے والے لوگ تھے۔

اب سب سے چھوٹی طارم رہ گئی، فکر تو اماں کو اس کی بھی تھی مگر اتنی نہیں جتنی اکٹھی چار کی ہوا کرتی تھی۔ طارم کے کئی رشتے آئے مگر اماں نے معمولی

ہونے کی بناء پر رد کردیے کیونکہ ان کا کوئی داماد کمتر اور گیا گزرا نہیں تھا۔ ان کی شادی اچھی جگہ ہو جانے پر چوتھی کے لیے ان کی سوچیں اور خیالات ذرا بلند ہو گئے تھے۔

طارم کی دوست کے یہاں اسے کسی نے دیکھا اور پسند کرلیا، چند ہی دنوں میں اس کی دوست کے توسط سے اس کا رشتہ آ گیا۔ لڑکا پڑھا لکھا اور ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازم، ساس، نند، دیور، جیٹھ کا کوئی جھمیلا ہی نہیں تھا۔ اتنا اچھا رشتہ آنے پر اماں کے تو پاؤں زمین پر ہی نہیں پڑ رہے تھے۔ خوشی کے مارے طارم کا من بھی جھوما جا رہا تھا۔ لڑکے کے والدین حیات نہیں تھے، ایک بڑے بھائی تھے جو ملک سے باہر تھے، اس کی زندگی میں کسی کا عمل دخل نہیں تھا۔ طارم شادی کے بعد کامران کے گھر آ گئی۔ اماں کی نظر میں یہ رشتہ بہت شان دار تھا لہٰذا سب کی نظر میں طارم بہت خوش قسمت ٹھہری۔

شادی، ولیمہ سے فارغ ہو کے کامران کے بڑے بھائی واپس چلے گئے۔ چند دن گھومتے پھرتے گزر گئے۔

آج کامران کے دوست کے گھر ان دونوں کی دعوت تھی طارم تیار ہو رہی تھی۔ کامران کمرے میں آیا تو کچھ دیر کھڑا حیرت اور پُرسوچ انداز میں اسے دیکھتا رہا پھر اس نے جو ہنسنا شروع کیا تو رکنے کا نام ہی نہیں لیا۔ طارم پہلے حیران اور پھر پریشان ہو کے مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"کیا ہوا ہے آپ کو اتنا کس بات پر ہنس رہے ہیں؟" اس نے کچھ الجھ کے پوچھا۔

"مجھے تمہارے اوپر ہنسی آ رہی ہے۔" کامران نے زبردستی ہنستے ہوئے کہا

"کیوں میں نے کیا کیا ہے؟" طارم اب بھی کچھ نہیں سمجھی۔

"یہ تم کیا بن کے کھڑی ہو؟"

طارم نے سلور کام دانی والا ہرا سوٹ پہنا تھا۔ اسی سے میچنگ کی چوڑیاں، پرس اور سینڈل تھیں۔ ہرا نگینوں کا سیٹ تھا۔ وہ بہت بج رہی تھی۔

"ہر چیز ہری ہے، بالکل طوطا لگ رہی ہو۔" میاں کی طرف سے پہلی تعریف اسے طوطے سے تشبیہ کے ساتھ ملی تو دل میں ایک انی سی گڑ گئی، مگر وہ کہتا رہا۔ "یہ تم نے اپنے چہرے پر کیا لیپا پوتی کر رکھی ہے۔ چہرے کا بالکل ستیاناس مار لیا ہے، بالکل اچھی نہیں لگ رہی ہو، اتنی میچنگ اتنا میک اپ نہیں کیا کرو، پیسے بھی ضائع ہوتے ہیں اور سوچو کہ تمہیں ایسے حلیے میں دیکھ کے لوگ کیا کہیں گے؟"

"لیکن لوگ کون ہوتے ہیں کچھ کہنے والے...... ہم لوگوں کو کیا کہہ رہے ہیں جو وہ کچھ کہیں گے؟" وہ اس بار جھنجلا گئی تھی

"پھر بھی خیال تو کرنا پڑتا ہے نا سب کا......!"

وہ مصلحتاً خاموش ہو گئی لیکن اسے کامران کے رویے نے بہت دکھ دیا تھا۔

وہ دونوں کامران کے دوست کے گھر پہنچے تو نادر اور اس کی بیوی بہت خوش ہوئے۔ دونوں میاں بیوی نے طارم کی دل کھول کر تعریف کی۔

"کامران بھائی! آپ بہت خوش قسمت ہیں جو اتنی پیاری بیوی ملی ہے۔"

کامران بیوی کی تعریف پہ مسکرایا تک نہیں۔

"آپ تو میرے اوپر بہت ہنس رہے تھے اور دیکھئے نادر بھائی اور ان کی بیوی نے میری کتنی تعریف کی ہے۔"

"وہ دونوں بے وقوف بنا رہے تھے تمہیں اور پھر

انہوں نے تمہاری اصل شکل تھوڑی دیکھی ہے۔ یہ سب تو میک اپ کا کمال ہے، اتنی زیادہ لیپا پوتی کرو گی تو کوئی بھی دھوکا کھا جائے گا اور مجھے دھوکے باز بالکل پسند نہیں ہیں۔" کامران نے خاصا جل کر کہا تو طارم عجیب سے انداز سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"انہوں نے دھوکا کھا کے تعریف کی تو آپ نے یہ دھوکا کیوں نہیں کھایا؟"

"دھوکا کھایا تبھی تو تم سے شادی کی ہے۔" کامران نے پھر جل کر کہا تو طارم حیرت اور تکلیف سے اس کی طرف دیکھ کے رہ گئی۔ کامران کی باتوں نے اسے جلا کر خاک کر دیا تھا۔

"آپ نے جس وقت مجھے دیکھا اور پسند کیا تھا اس وقت میں نے میک اپ نہیں کیا ہوا تھا بلکہ تب میں کالج یونیفارم میں تھی۔"

"تم کیوں بحث کر رہی ہو۔ نادر کی بیوی نے تمہاری ذرا سی چاپلوسی کیا کر دی تم تو اس پر قربان ہی ہو گئیں۔ مجھے ایسی چاپلوس عورتیں بالکل پسند نہیں ہیں۔ مجھے اپنی بھابی بہت پسند ہیں، وہ ایک آئیڈیل عورت ہیں"

طارم حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگی۔ کامران کی بھابی موٹی بھدی، نہایت پھوہڑ و بدزبان اور لڑاکا عورت تھی۔ وہ عثمان بھائی سے تین سال بڑی بھی تھی۔ ان کی بالکل عزت نہیں کرتی تھی، ہر وقت ان پر چیختی چلاتی رہتی تھی مگر طارم نے اس سے اور بحث نہیں کی، خاموشی سے اُٹھ گئی۔

اس کے بعد تو یہ معمول بن گیا۔ کامران ہر وقت طارم کے کھانوں کی برائی کرتا رہتا تھا۔ طارم اسے خوش اور راضی رکھنے کے لیے خود کو اچھا اور مزید اچھا بنا کے پیش کرتی اور کھانے بھی بہت محنت سے پکایا کرتی تھی لیکن کامران اس سے کسی طرح خوش نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر وقت اسے نشانہ بنائے رکھتا تھا۔ بلاوجہ اس پر تنقید کرتا اور اس کی ذات میں کیڑے نکالتا رہتا تھا۔

کامران کے ایک دوست کویت میں رہتے تھے۔ آج کل وہ پاکستان آئے ہوئے تھے، کامران نے انہیں کھانے پر مدعو کر لیا ساتھ اسے بھی ہدایت سے نوازا۔

"ان کی بیوی بہت اچھی اور رکھ رکھاؤ والی خاتون ہیں۔ تم ان کے سامنے ذرا ڈھنگ سے رہنا اور پلیز کھانے اچھے پکانا۔ ہمیشہ کی طرح ابال کے نہیں رکھ دینا۔" کامران نے ناگواری سے کہا۔

"آپ بالکل فکر مت کریں میں بہت اچھے کھانے پکاؤں گی۔"

"آپ کہیں تو باجی یا آپی کو بھی بلا لوں۔" طارم نے ڈرتے ہوئے پوچھا

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ تمہاری بہنیں امیر طبقے کے لوگوں میں بیٹھنے کے قابل کہاں ہیں۔ ان کا پہناوا اور عادات و اطوار صاف انہیں مڈل کلاس ثابت کرتی ہیں۔" کامران نے بری طرح جھڑک کے اس کی بہنوں کو برا بھلا کہا تو وہ خاموش ہو گئی۔

دعوت والے دن طارم نے اورنج کلر کا سوٹ پہنا تھا جس پر اس نے ریڈ اور اورنج کلر سے خود کڑھائی کی تھی۔ کامران کی ہدایت کے پیش نظر اس نے بڑے دل سے تیاری کی تھی مگر اسے دیکھ کر کامران کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"یہ کیا تم فضول کپڑے پہن کے کھڑی ہو گئی ہو۔" کامران نے ناگواری سے کہا۔

"کیا خرابی ہے ان کپڑوں میں پرسوں آپ کے کزن کی بیٹی کی سالگرہ پر یہ سوٹ پہنا تھا تو آپ

کے سامنے ہی سب عورتوں نے بہت تعریف کی تھی۔ وہ سب تو اسے بوتیک کا سوٹ سمجھ رہی تھیں۔'' کامران لاجواب ہو کے پیر پٹختا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

عارف اور اس کی بیوی آئے تو طارم، عارف کی بیوی کو دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ وہ نہایت معمولی اور عام سے پرنٹ کے کپڑے پہنے ہوئے بھی اور عام سی شکل کی عورت تھی جو شکل سے ہی رکھ رکھاؤ، تہذیب اور سلیقے سے عاری لگ رہی تھی۔ طارم کا حسن اور ڈریسنگ دیکھ کے وہ خاصی متاثر اور شرمندہ نظر آ رہی تھی۔ جبکہ طارم حیران تھی کہ کامران نے تو اسے بہت رکھ رکھاؤ والی عورت بتایا تھا۔ اس کا حلیہ تو ماسیوں سے بھی بدتر تھا۔ کامران بھی ان کا حلیہ دیکھ کے ہق دق تھا اب وہ کھسیانا ہو کے طارم سے نظریں چرا رہا تھا، عارف بھی اپنی بیوی کا طارم سے موازنہ کر کے جھینپا ہوا سا بیٹھا تھا۔ مگر کامران کو یہ سب برداشت نہ ہو سکا

''بھابی کو دیکھو کتنی اچھی لگ رہی ہیں ایسی سوبر ڈریسنگ میں اور ایک تم ہو پتا نہیں کیا بن کے کھڑی ہو گئی ہو، ایسے فضول سے کپڑے پہن کے، گھریلو دعوت میں کس نے مشورہ دیا تھا ایسے بھڑک دار کپڑے پہننے کا۔'' کامران کی بات پہ عارف اور اس کی بیوی شرمندگی کے مارے جھینپتے ہوئے چہروں پہ ایک اطمینان اور خوشی آ گئی جبکہ خفت اور ذلت کے احساس سے طارم کا چہرہ سرخ ہو کے رہ گیا۔ کامران نے اسے اب دوسرں کے سامنے بھی ذلیل کرنا شروع کر دیا تھا۔

''بھئی سوبر ڈریسنگ میں تو ہماری بیگم کا جواب نہیں ہے ان کو دیکھ کے تو عورتیں ڈریسنگ سیکھتی ہیں''۔ کامران کی بات سے عارف کو حوصلہ ملا تو وہ اپنی بدحلیہ بیوی کی تعریفیں کرنے لگا۔ تو کامران اور کھل کر کہنے لگا۔

تم بھی بھابی سے کچھ سیکھ لو کہ کیسے موقع پر کیسے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ کامران نے طارم کے دل پر ایک اور چرکا لگایا تو وہ لہو رستے ہوئے دل پر صبر کے پھاہے رکھتے ہوئے زبردستی مسکرانے کی کوشش کرنے لگی۔ کامران نے ایک زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ طارم کی طرف دیکھا تو شدت ضبط سے سرخ چہرے کو دیکھ کے جیسے اس کے اندر ایک اطمینان سا اتر آیا۔

''آپ نے یہ سوٹ بوتیک سے لیا ہے؟'' عارف کی بیوی نے یقیناً اس کے لباس سے متاثر ہو کے پوچھا تھا۔

''نہیں، اس کی ڈیزائننگ اور کڑھائی میں نے خود کی ہے۔'' طارم نے اعتماد سے جواب دیا۔

''یہ کڑھائی آپ نے خود کی ہے؟'' عارف نے حیرت سے کہا۔ ''یہ تو بہت خوب صورت ہے، ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے کسی ماہر نقاش نے گل بوٹے ابھارے ہوں۔'' عارف کی بیوی کو میاں کی طرف سے طارم کے لیے یہ تعریف بہت بری لگی۔ طارم نے کامران کی طرف دیکھا تو وہ بھی نظریں چرانے لگا۔ ''میں بھی اپنے کپڑوں کی خود ڈیزائننگ کرتی ہوں۔ سلائی کڑھائی ہر چیز میں ماہر ہوں۔''

''واہ!'' عارف نے حیرت سے کہتے ہوئے پھر تعریف کرنی چاہی۔ تو بیوی نے آنکھیں دکھائیں۔ وہ فوراً دب کے بیٹھ گیا۔ طارم اور کامران نے ان میاں بیوی کے یہ انداز دیکھ لیے تھے۔ کامران نے تیز نظروں سے طارم کو کچھ بھی کہنے سے روک دیا اور اسے کھانا لگانے کے لیے اٹھا دیا۔ طارم نے کھانا لگا کے سب کو ٹیبل پر بلا لیا۔ پوری ٹیبل انواع واقسام

کے لذیذ لوازمات سے بھری ہوئی تھی۔ اتنی ڈشز دیکھ کے عارف اور اس کی بیوی کی آنکھیں پھٹ پڑیں۔ ''یہ ساری ڈشز آپ نے کن کن ریسٹورنٹس سے منگوائی ہیں۔ میں دعوتوں میں ہمیشہ باہر کا ہی کھانا منگواتی ہوں۔ میں نے تو آج تک کسی دعوت کے لیے سلاد تک نہیں بنائی ہے۔'' کھانا دیکھ کے عارف کی بیوی نے تبصرہ کیا۔

''ہمارا تو کوئی اچھی چیز کھانے کو دل چاہتا ہے تو ہم تو باہر جا کے کھا لیتے ہیں۔''

طارم نے کچھ دیر کامران کے بولنے کا انتظار کیا لیکن وہ یہاں خاموش تھا کیونکہ تمام ڈشز طارم نے بنائی تھیں۔ وہ ان سنی کرتے ہوئے ٹیبل کے سامنے چیئر پر بیٹھ گیا۔

''ایسی بریانی تو ہم نے کسی ریسٹورنٹ سے کھائی تھی۔'' کامران بھائی وہیں سے لائے ہوں گے۔

یہ کہیں سے کچھ نہیں لائے۔ تمام کھانا میں نے خود بنایا ہے۔ ہمارے گھر میں کبھی باہر کا کھانا نہیں آتا ہے۔ کامران کو خاموش پا کر طارم نے بتا دیا ورنہ اس سے کچھ بعید نہیں تھا وہ طارم کو ذلیل کرنے کے لیے سب ڈشز ہوٹل کی بتا دیتا اور طارم اس کی بات کی تصحیح کر کے ہرگز اسے شرمندہ نہ کرتی۔

اتنا بہت سا کھانا آپ نے اکیلے بنایا ہے۔ ونڈرفل! عارف نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں تو اس کی بیوی نے پھر اسے گھورا۔ ادھر کامران سے طارم کی تعریف ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

''کامران بھائی نے بھی مدد کی ہو گی نا!'' عارف کی بیوی نے جلدی سے کہا...... اس کا میاں اور تعریف نہ کر دے۔

کامران کھانا کھانے بیٹھتے ہیں تو روٹی کے برتن میں سے روٹی نہیں نکالتے، فریج میں سے پانی نکال کر نہیں پیتے۔ میں تو انہیں پھولوں کی طرح رکھتی ہوں۔ ہر چیز ان کے سامنے حاضر کر دیتی ہوں، میں ان سے کام کرواؤں گی؟ یہ سنتے ہی کامران کا چہرا ستُ گیا اور عارف کی بیوی کے ماتھے پر ناگواری سے سلوٹیں پڑ گئیں کیونکہ عارف کہہ رہا تھا۔

''یار! بڑے خوش قسمت ہو بڑے مزے کی زندگی گزار رہے ہو بھئی!'' کامران نے کوئی توجہ نہیں دی، مسز عارف کو بھی میاں کی طرف سے طارم کی تعریفیں برداشت نہیں ہو رہی تھیں۔ انہوں نے میاں کو چپ کرانے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہیں۔

''بھابی! آپ نے بہت مزے کی ہر چیز بنائی ہے۔ یہ بریانی اور قورمہ تو بہت لذیذ ہیں۔''

''نہیں چاول تو بالکل گلے ہوئے نہیں ہیں، قورمے میں بھی نمک تیز ہے اور چپلی کباب تو ذرا چٹپٹے اچھے لگتے ہیں۔ تم نے تو اس میں مسالا ہی نہیں ڈالا ہے۔ کامران کے جلدی سے کہنے پر مسز عارف کے چہرے پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ آ گئی۔ ''میں بھی یہی کہنے والی تھی۔'' مسز عارف نے کہا۔ طارم شرم اور غصے سے کٹ کے رہ گئی۔ اس نے پورا دن لگا کے بڑی محنت اور محبت سے آٹھ ڈشز بنائی تھیں۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی کامران نے مین میکھ نکال کر اسے بے عزت کر دیا۔ وہ ہر کام اچھے سے اچھا کرتی تھی لیکن کامران کسی طرح خوش نہیں ہوتا تھا۔

''آپ نے ڈشز تو اتنی بنالی ہیں لیکن ذائقہ ایک میں بھی نہیں ہے۔'' مسز عارف کو کامران کی فضول تنقید سے حوصلہ ملا تو انہوں نے بھی چرکا لگا دیا۔

''پھر بھی اتنے بدذائقہ کھانے آپ اتنی رغبت سے کھا رہی ہیں؟'' طارم کی بھی برداشت ختم ہو گئی۔ مسز عارف کھسیا کے خاموش ہو گئیں۔ مگر

کامران پھر بولا۔
"تم نے کھانے ہی بدذائقہ بنائے ہیں، یہ تو عارف اور بھابی کی بڑائی اور مروت ہے جو یہ لوگ کھا رہے ہیں اور برداشت کررہے ہیں۔"
"واقعی، میں نے ایسا برا کھانا کبھی نہیں کھایا۔" مسز عارف کو تو موقع مل گیا۔ طارم خاموش رہی جب اپنے ہی گھر والا برا بھلا کہہ رہا تھا تو دوسرے کیوں نہ کہتے۔
"بھئی کھانے پکانے میں تو ہماری بیگم کا جواب نہیں ہے، آپ ہمارے گھر آئیے گا ہم آپ کو ان کے ہاتھ کے کھانے کھلائیں گے۔" عارف کو آخرکار اپنی بیوی کی تعریف کرنی پڑی تھی۔ پھر وہ موقع بھی جلد ہی آگیا۔
طارم اور کامران کچھ دن بعد ان کے گھر گئے تو گھر کسی کوڑا خانے کا منظر پیش کررہا تھا۔ بیڈ شیٹیں بیڈ سے نیچے آدھی لٹک رہی تھیں۔ جوتے اور کپڑے پورے گھر میں بکھرے ہوئے تھے۔ بچے بھی بہت برے حلیے میں تھے۔ اس کے باوجود عارف نے بہت اصرار سے انہیں کھانے کے لیے روکا تھا۔ مگر جب کھانے کی ٹیبل پر آئے تو پیلے رنگ کے سالن کے اوپر سفید کچی پیاز تیر رہی تھی۔ چاول بغیر نمک کے ابلے ہوئے سفید جو آپس میں بالکل چپکے ہوئے تھے تنوری روٹی جیسے دسترخوان میں رکھنے کی زحمت نہیں کی گئی تھی اسی طرح اخبار میں لپٹی نائیلون کی تھیلی میں رکھی تھی۔ کباب سلاد سوپ قسم کی کوئی چیز نہیں تھی۔
سالن روٹی اور چالوں کا ڈھیر دیکھ کے طارم کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ کامران بھی پھوہڑپن کے اس مظاہرے پر حیرت زدہ تھا۔ مگر زیادہ دیر چپ نہ رہ سکا۔
"بھئی بہت مزے کا سالن ہے۔" کامران نے سالن کو ہاتھ لگائے بغیر اس کی تعریف کی تو طارم آنکھیں پھاڑ کے اس کی شکل تکنے لگی۔
"میں نے کہا تھا نہ، میری بیگم کے کھانوں کا جواب نہیں ہے۔"
"نہ صرف یہ کہ ان کا کوئی جواب نہیں ہے بلکہ ان کھانوں پر تو کوئی سوال بھی نہیں ہے۔ ورنہ میں ضرور پوچھ لیتی۔" طارم کی بات پر عارف بالکل خاموش رہ گیا۔
دیکھ لو ٹیسٹی کھانے ایسے ہوتے ہیں۔ کامران نے پھر طارم کو آگ لگائی۔ یہاں اسے ہر چیز لذیذ لگ رہی تھی۔ ایک ایک نوالے پہ تعریفیں کررہا تھا۔ عارف اور اس کی بیوی کامران کے مزاج کو اور بیوی کے ساتھ اس کے رویے کو خوب سمجھ چکے تھے۔ سو اس وقت دونوں مزے لے رہے تھے۔
اگلے دن طارم نے کامران کے سامنے ابلے ہوئے چپکے چاول اور سفید تیرتی ہوئی پیاز والا پیلا اور پتلا سالن لاکے رکھا تو کامران اچھل کے رہ گیا۔
"یہ کیا پکا کے رکھا ہے تم نے......؟"
"آج میں نے آپ کی پسند کا کھانا بنایا ہے، کل آپ نے عارف بھائی کے گھر میں ایسا کھانا بہت شوق سے کھایا تھا۔ مجھے تو کل ہی آپ کی پسند کے بارے میں پتہ چلا ہے، میں نے آپ کی خاطر ایسے کھانے کی ترکیب خاص طور سے شاہین بھابی سے پوچھی تھی۔ آپ کو قورمہ، کباب، بریانی اور کوفتے جیسی چیزیں پسند ہی نہیں آتی ہیں۔ اب مجھے آپ کی پسند معلوم ہوگئی ہے۔ اب میں ہر روز ایسے ہی کھانے پکایا کروں گی۔"
کامران اپنی چال کے جال میں پھنس کر جزبز ہو کے رہ گیا۔ وہ ایسا کھسیانا ہوا کہ کچھ بول ہی نہ سکا اور

اندر ہی اندر بل کھا کے رہ گیا اور منہ بنا بنا کے بے دلی سے بڑے بڑے نوالے کھانے لگا۔
"کل سے تم اپنے طریقے سے کھانا پکانا۔ شاہین بھابی کے ہاتھ میں ذائقہ ہے، تم کبھی ان تک نہیں پہنچ سکتی ہو۔" طارم اسے دیکھ کے رہ گئی۔ اس میں اس شخص کی چالوں کو پکڑنے کی عقل ہی نہیں تھی۔
"آج آفس سے جلدی آجائیے گا ہم امی کے گھر چلیں گے۔ ڈیڑھ مہینہ ہوگیا ہے، میں وہاں نہیں گئی ہوں۔"
"کیا ضرورت ہے ان کے گھر جانے کی...... ہر وقت تو تم فون پہ ان سے باتیں کرتی رہتی ہو۔"
"میں انہیں کہاں فون کرتی ہوں، فون کو تو آپ نے لاک لگا کے رکھا ہوا ہے۔"
"وہ لوگ تو کرلیتے ہیں نا! بات تو ہوجاتی ہے نا! ان لڑکیوں کے بارے میں سوچو جو ملک سے باہر رہتی ہیں۔ دو دو سال تک والدین اور بہن بھائیوں سے نہیں مل پاتی ہیں۔ ان کی تو فون پر بھی بہت کم بات ہوتی ہے۔ تمہاری شادی کسی باہر والے سے ہوتی تو تم تو فون کرکر کے اور میکے کی دوڑ لگا لگا کے اسے قلاش کردیتیں جیسے مجھے کررہی ہو۔" طارم حیرت سے اس کی شکل تکنے لگی اس نے کب کامران کو قلاش کیا تھا مگر وہ اس وقت کچھ بھی کہہ کے بات خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔
"پلیز چلیئے نا! بہت دن ہوگئے ہیں، مجھے امی بہت یاد آرہی ہیں۔" اس نے ملتجی سے انداز میں کہا۔
"اس شرط پر جاؤں گا کہ گاڑی میں پٹرول تم اپنے پیسوں کا ڈلواؤ گی۔"
"میرے پاس پیسے کہاں ہیں؟ جب سے شادی ہوئی ہے آپ نے تو مجھے پیسے دیئے ہی نہیں ہیں۔"
"تمہارے پاس جو سلامی کے پیسے ہیں، ان میں سے ڈلوالو۔"
"سلامی کے پیسے تو شادی کے فوراً بعد ہی آپ نے لے لیے تھے۔ بس ایک ہزار آپ نے میرے پاس چھوڑے تھے۔"
"تم مجھے وہ ہزار روپے دے دو، میں پٹرول ڈلوا لوں گا۔ ہوسکتا ہے شام کو تمہاری نیت بدل جائے۔" طارم نے ایک ٹھنڈی سی سانس بھر کے ہزار روپے اسے پکڑا دیئے۔ جب شام کو وہ اماں کے گھر پہنچی تو اس کی دو بہنیں آئی ہوئی تھیں۔
"طارم! تم ایک فون تک نہیں کرتی ہو، بڑی کنجوس ہو، کیا فون کو تالا لگا ہوا ہے؟" باجی نے شکایت کی۔
"نہیں وہ دراصل مصروفیت اتنی ہوتی ہے کہ ٹائم ہی نہیں ملتا۔ ورنہ کامران تو مجھے بہت کہتے ہیں کہ سب کو فون کرلیا کرو۔ تم سارا دن اکیلی رہتی ہو بات چیت سے دل بہل جائے گا۔"
طارم نے کامران کو بڑی خوب صورتی سے بچالیا۔ اس کے چہرے پہ ایک چمک سی آگئی اور ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ دوڑ گئی۔
"طارم! تم بھی ابھی تک ریشمی کپڑے پہنے پھر رہی ہو، لان کے سوٹ بناؤ بہت خوب صورت پرنٹس آئے ہوئے ہیں۔" اپیا نے اسے جارجٹ کے سوٹ میں دیکھ کے ٹوکا۔
طارم نے کامران کی طرف دیکھا تو اس کا چہرا تن گیا۔ اسے ایک بار پھر کامران کا دفاع کرنا پڑا۔
"کامران تو مجھے روز بازار لے جانے کی بات کرتے ہیں، میں ہی ٹالتی رہتی ہوں۔" طارم کی بات پر کامران کے کھنچے ہوئے چہرے پر کچھ سکون آیا تو طارم کی بھی جان میں جان آئی۔
"گھر آکے طارم نے کامران سے لان کے

جوڑوں کی فرمائش کی تو وہ بری طرح چڑ گیا۔
''انہی باتوں کی وجہ سے میں تمہاری ماں اور بہنوں سے ملنے کے خلاف ہوں۔ ایسی ہی عورتیں ہوتی ہیں جو لڑکیوں کو بھڑکا اور بہکا کے میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کراتی ہیں۔ ان کے گھر برباد کرتی ہیں۔''
کامران بات کو کہاں سے کہاں لے گیا تو طارم حیران ہی رہ گئی۔
''انہوں نے ایسی کون سی بات کہہ دی جو آپ اتنا ناراض ہو رہے ہیں۔''
''تو اور کیا......! اب یہی دیکھ لو کہ تم ویسے تو اچھی خاصی رہ رہی تھیں، انہوں نے لان کے جوڑوں کی بات کی تو تمہیں گرمی لگنے لگی۔ ویسے تو تمہیں گرمی کا کوئی احساس نہیں تھا۔''
''احساس تو تھا لیکن آپ کوئی چیز دلاتے ہی نہیں ہیں بس اسی لیے خاموش تھی۔''
''میں اپنی حیثیت کے مطابق دلاؤں گا۔ میرے پاس فالتو چیزوں کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ ایک تو تمہاری وجہ سے ویسے ہی خرچے بہت بڑھ گئے ہیں۔''
''کامران کی تان ہمیشہ اس بات پر ٹوٹتی تھی کہ پیسے نہیں ہیں۔ طارم کے پاس جو پیسے تھے اس نے وہ بھی نوچ کھسوٹ لیے تھے۔ کامران کے دل میں طارم کے لیے رتی بھر نرمی ہم دردی اور رحم کے جذبات نہیں تھے۔ وہ ایک سخت مزاج آدمی تھا۔ اس کی فطرت میں بیوی کے لیے ناقدر شناسی اور حسد تھا۔ طارم سمجھ چکی تھی، وہ ایک نفسیاتی مریض تھا۔ مگر وہ اپنے گھر والوں کے سامنے اس کی تعریفیں کرتی رہتی تھی۔ اس کی تینوں بہنوں کے شوہر بہت اچھے تھے۔ وہ کامران کو ان کے سامنے نیچا اور ہلکا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسی لیے اس نے کامران کی حرکتوں پر پردے ڈالے ہوئے تھے۔''
آج چھٹی تھی اور عام دنوں کی نسبت چھٹی والا دن زیادہ مصروف گزرتا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کے اس نے مشین لگا کے کپڑے دھوئے، گھر کی صفائی کی اور اب کچن میں کھانا پکا رہی تھی کہ اچانک اماں چلی آئیں وہ انہیں دیکھ کے کھل اٹھی۔
''کامران میاں کہاں ہیں، وہ نظر نہیں آ رہے ہیں؟'' اماں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔
''وہ نہا رہے ہیں۔ اماں! آپ تھوڑی دیر ٹی وی دیکھیں جب تک میں کھانا تیار کرلوں۔ پھر ہم دونوں خوب باتیں کریں گے۔'' وہ تھوڑی دیر اماں کے ساتھ بیٹھی پھر کھڑی ہوگئی۔
''میں ٹی وی نہیں دیکھوں گی، تمہارے ساتھ ہی کچن میں بیٹھ جاتی ہوں، تم میرے لیے وہیں کرسی ڈال دو۔'' طارم نے یہی کیا۔ اماں اب اس کا تفصیلی جائزہ لے رہی تھیں۔
''تم ابھی تک ریشمی کپڑے پہن رہی ہو بیٹا! اب تو گرمی ہو رہی ہے، لان کے کپڑے بناؤ۔ کیا بات ہے کیا کامران میاں نہیں دلا رہے ہیں؟'' اماں نے ٹٹولتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ کچھ سٹپٹا گئی۔ ''نہیں......نہیں......اماں! وہ تو روز ہی کہتے ہیں۔ میں کل ضرور جاؤں گی۔''
اس نے پھر کامران پر پردہ ڈال کے اسے بچا لیا۔ پھر جب تک وہ کھانا پکاتی رہی، اماں کو ادھر ادھر کی باتوں میں لگائے رکھا۔ تاکہ وہ کامران کے بارے میں زیادہ بات نہ کریں۔
''اماں! آپ کے ساتھ باتوں میں کھانا کیسے پک گیا' پتہ ہی نہیں چلا' آئیے اب لانج میں چلتے ہیں۔'' وہ دونوں لاؤنج میں آئیں تو کامران وہیں

فون پر کسی سے باتیں کر رہا تھا۔
''ارے یار تم تو بڑے بیوقوف آدمی ہو اتنی دیر سے بیوی کی تعریفیں ہی کیے چلے جا رہے ہو۔ بیوی کیسے رکھتے ہیں' یہ میرے گھر میں آ کے دیکھو۔ میری بیوی میری آنکھ کے اشارے پر چلتی ہے اور تم نے دو مہینے میں بیوی کو اتنی ڈھیل دے دی۔ میں تو اپنی بیوی سے صرف ایک دفعہ بات کہتا ہوں تو وہ اسی ہو جاتی ہے۔ آج تک کسی بات کو دہرانا نہیں پڑا ہے۔ میرا سسرال اس شہر میں ہے اور میری شادی کو دو مہینے ہوگئے ہیں، میری بیوی چھ دفعہ بھی اپنے میکے نہیں گئی ہے۔ تمہارا سسرال حیدرآباد میں ہے اس پر تمہاری بیوی پانچ چھ بار میکے کے چکر لگا چکی ہے۔ میرا طریقہ اختیار کرو۔ ورنہ برباد ہو جاؤ گے۔ ارے یار میکے تو اکیلا بھیجا ہی نہیں کرو۔ ڈیڑھ دو ماہ بعد اپنے ساتھ لے کر جاؤ اور گھنٹہ بھر بعد اپنے ساتھ واپس لے آؤ۔''
اس کی باتیں سن کر طارم شرمندہ اور بہت گھبرا گئی تھی۔ اس نے تو آج تک کامران کی اصلیت میکے پر کھولی ہی نہیں تھی اور اس وقت کامران اماں کی آمد سے بے خبر خود ہی اپنی شیطانی فطرت سے پردے اٹھا رہا تھا۔ اماں حیرت اور پریشانی سے طارم کی شکل دیکھ رہی تھیں۔ جبکہ کامران ان کی موجودگی سے بے خبر کہہ رہا تھا۔
''اب اسی دن دیکھ لو، میں بیوی کو میکے لے گیا اور ماں بہنوں نے پٹی پڑھا دی کہ لان کے سوٹ بناؤ۔ ویسے میری بیوی کو لان کا کوئی ہوش نہیں تھا۔ نہ گرمی لگ رہی تھی۔ وہاں سے آتے ہی لان کے کپڑوں کی فرمائش شروع کر دی۔ بیویاں میکے سے آتی ہیں تو فرمائشی پروگرام کی لسٹ ساتھ لاتی ہیں۔ میں نے بھی لان کے کپڑے بنا کر نہیں دیئے۔

بیوی بالکل سیدھی ہوگئی۔ گرمی میں ریشمی کپڑے پہن رہی ہے۔"

"ارے بھائی! میری باتیں مانو، بیوی اور ساس کی مانو گے تو نچا کے رکھ دیں گی۔ میں تو صرف اپنی چلاتا اور اپنی منواتا ہوں اور جو بیوی نے ذرا موڈ خراب کیا یا کوئی تین پانچ کی تو فوراً چھوڑنے کی دھمکی دے کے قابو میں کر لیتا ہوں۔ میری بیوی کو آ کے دیکھو، ہر وقت دبی اور سہمی رہتی ہے۔ ہر وقت اس کے میکے والوں کو برا کہتے رہو، اور اس پر تنقید کرتے رہو تاکہ وہ اپنی اوقات میں رہے۔ سر پر نہ چڑھے۔"

طارم نے اماں کی شکل دیکھ کے جلدی سے آگے کی طرف قدم بڑھائے تو اماں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے خاموش رہنے کا اشارہ کر کے اپنے قریب کھینچ لیا۔ طارم شرم کے مارے اماں سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔ کامران کہتا جا رہا تھا۔

"بیوی لاکھ مزیدار کھانا بنائے، بالکل تعریف نہیں کرو۔ خوب صورت ہو تو کوئی لفٹ نہیں کراؤ ہر کام میں برائی کرو، گھر میں بگڑے موڈ کے ساتھ داخل ہو، میکے جاتے وقت موڈ خراب کر لو تاکہ ساس سسر باز پرس نہ کر سکیں اور وہ آپ کے گھر میں آئیں تو خود کو بلاوجہ مصروف کر لو، انہیں خود سے فری ہونے یا قریب آنے کا موقع مت دو۔"

"بیوی کو اس کی بہنوں کے گھر بالکل مت جانے دو، وہاں جو چیزیں دیکھے گی ان کی فرمائش کرے گی اور بیوی کو پیسے تو بالکل مت دو بلکہ جو اس کے پاس ہوں وہ بھی لے لو۔ محلے میں کہیں جانے آنے مت دو، محلے والوں سے مل کے بھی طرح طرح کے باتیں سیکھ کے آئے گی۔ اگر بچہ ہونے میں دیر ہو جائے تو بچے کی خواہش کا اظہار کر کے اور دوسری شادی کی دھمکیاں دے کے اسے خوف زدہ کرتے رہو ورنہ علاج کرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ایک بچے کے بعد فوراً آپریشن کروا دو کہہ دو کہ مجھے زیادہ بچے پسند نہیں ہیں۔ یار بچوں کی وجہ سے آدمی بہت مجبور ہو جاتا ہے، نہ چاہتے ہوئے بھی اسے میاں بیوی کا رشتہ برقرار رکھنا پڑتا ہے اور میں نے تو کہہ دیا ہے کہ اگر پہلی بیٹی ہوئی تو تمہیں چھوڑ دوں گا۔ یار! بیوی کو کنٹرول کرنے کے طریقے ہوتے ہیں۔ میں نے تو اپنی بیوی کو ایسا کنٹرول کیا ہے کہ ہر وقت اسے کپکپی چڑھی رہتی ہے۔ میں تو کئی دفعہ آفس سے بھی فون کر کے چیک کرتا رہتا ہوں کہ بیوی کہیں میکے تو نہیں چلی گئی مگر مجال ہے جو میری اجازت کے بغیر کہیں چلی جائے۔ میں نے اسے ایسا کس کے رکھا ہے کہ ساری زندگی وہ سر نہیں اٹھا سکتی۔ اسی لیے ہر وقت میری تابعداری اور خدمت میں لگی رہتی ہے......" دوسری جانب سے جانے کیا کہا گیا کہ اس نے اپنی رو بدل لی۔

"ارے یار یہ پتہ کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ بیوی اپنے اخراجات کہاں سے پورے کرتی ہے؟ اگر یہ پوچھ لیا تو بیوی روز ایک لسٹ ہاتھ میں پکڑائے گی۔ چھ مہینے میں میری بیوی نے چھ روپے کی چیز نہیں مانگی ہے۔ ارے بیوی کی فرائش پوری کرنے لگے تو سمجھو آ گئے روڈ پر......" مجھے تمہارے اوپر حیرت ہو رہی ہے کہ شادی کے دو ماہ بعد ہی تم نے بیوی کو ہزاروں روپے کی شاپنگ کرا دی اور ہنی مون پر بھی پیسہ برباد کر کے آ گئے۔ تمہارے پاس کتنا ہی پیسا ہو مگر بیوی سے ہر وقت یہی کہتے رہو کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں بلکہ میکے والے پیسہ دیں تو اس سے وہ بھی کھینچ لو۔"

کامران نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "ابے یار! نہیں مرتیں یہ بیویاں...... میری بیوی کو دیکھ لو، ایسی

سخت جان ہے کہ آج تک بخار بھی نہیں چڑھا ہے اور اگر مر گئی تو اس کے بعد بھی تین دروازے کھلے ہیں۔ چار کی اجازت ہے۔" کامران ایک مرتبہ پھر خباثت سے ہنسا۔

"بے حسی، بے ضمیر ظالم انسان! تو چھ مہینے سے میری معصوم شریف النفس اور بھولی بھالی بچی کی سادگی اور شرافت سے فائدہ اٹھا کے اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور میں اس عمر میں عقل کی اندھی ہو گئی جو تجھے پہچان نہ سکی۔" اماں اچھی طرح سے اس کی اصلیت جاننے کے بعد اچانک کامران کے سامنے آئیں تو ریسیور کامران کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ بوکھلا کے کھڑا ہو گیا۔

"ذلیل انسان! میری پھول جیسی بچی رات دن تجھ جیسے کٹھور ناقدرے اور بے غیرت انسان کی فرمانبرداری تابعداری اور خدمت گزاری میں لگی رہی اور تو اس معصوم پر ظلم کے پہاڑ توڑتا رہا۔ ایک دفعہ بھی اس کی معصومیت اور وفاداری پر تیرے دل میں درد نہیں اٹھا؟ ظلم ڈھاتے وقت تجھے ذرا سا بھی رحم اور خدا کا خوف نہ آیا؟" اماں بری طرح غضب ناک تھیں۔

"اماں! ایسی کوئی بات نہیں ہے......" طارم نے اماں کا ہاتھ پکڑ کے کہا تو انہوں نے منہ پر انگلی رکھ کے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا۔ طارم کامران سے خوفزدہ تھی۔

"تو چپ ہو جا اور آج مجھے اس ظالم سے حساب کتاب کر لینے دے۔ بے ضمیر انسان! تو نے اس معصوم کو ڈرا ڈرا کے آدھے ہی سال میں ادھ موا کر دیا۔ ناقدرے! تو میری پھول سی بچی کے لائق تھا ہی نہیں۔ نہ جانے میری بیٹی سے تو نے کس بات کا انتقام لیا ہے۔ تو نفسیاتی مریض ہے، تیرے لیے تیری بھاوج جیسی عورت ہونی چاہیے تھی۔ میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے بالکل ایسی ہی عورت دے جس کے ساتھ تو خوش رہے میں اپنی بیٹی کو ابھی اپنے ساتھ لے کے جا رہی ہوں اور تجھ جیسے ذلیل انسان سے طلاق بھی نہیں مانگوں گی بلکہ عدالت سے خلع مانگوں گی اور اب کسی قدردان کے ہاتھ اپنی بیٹی بیاہ کے تجھے دکھاؤں گی۔"

"طارم! تم اماں کو سمجھاؤ، انہیں کیا ہو گیا ہے۔ انہیں بتاؤ میں تمہارے ساتھ کتنا اچھا ہوں۔" کامران رنگے ہاتھوں پکڑے جانے پر بوکھلایا ہوا تھا۔

"ارے! یہ کیا بتائے گی، یہ شریف بچی تو تیرے مظالم اور کرتوتوں پہ تیری تعریفیں کر کر کے پردے ڈالتی رہی اور تو نے اسے گھول کے پی لیا۔ اپنی اصلیت تو آج تو نے مجھے خود بتائی ہے۔ چلو فوراً یہاں سے......" اماں طارم کا ہاتھ پکڑ کے آگے بڑھیں۔

"اماں! کامران بہت اچھے ہیں، یہ مذاق کر رہے تھے۔" طارم نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے جلدی سے کامران کی حمایت لی تو اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ چمک اور ہونٹوں پر ایک تمسخرانہ سی مسکراہٹ آ گئی۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ دیکھو میں نے اسے ایسا کس دیا ہے کہ میں اس کے ساتھ کچھ بھی کر لوں، یہ میرے خلاف کبھی نہ کچھ بول سکتی ہے، نہ سن سکتی ہے۔ اماں کامران کی خباثت دیکھ کے سلگ کے رہ گئیں اور طارم کا ہاتھ پکڑ کے دروازے سے نکل گئیں۔ کامران بدحواس سا دروازے تک ان کے پیچھے دوڑا مگر وہ دھڑ سے دروازہ بند کر کے جا چکی تھیں۔ کامران کو لگا اس کی ساری چالیں اور ہوشیاریاں اس کے منہ پہ آ کے لگی ہوں۔ وہ تو طارم

نے کبھی اپنے میکے والوں کے سامنے اس کی اصلیت کھولی نہیں تھی۔ اگر وہ پہلے انہیں بتا دیتی تو شاید بہت پہلے یہ وقت آجاتا۔ کامران حواس باختہ سا ہو کے آنکھیں پھاڑے چاروں طرف تکنے لگا۔ کامران کو اماں کی طرف سے ایسے سخت اور فوری ردعمل کی امید نہیں تھی۔ اس نے طارم سے رابطہ کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اماں نہیں مانیں۔ پھر ایک دن وہ ان کے دروازے پر پہنچ گیا۔

''تجھے جرأت کیسے ہوئی میرے دروازے پر آنے کی......؟''

''اماں! میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں، اب میں طارم کا بہت خیال رکھوں گا۔''

''تو نے اب تک خیال نہیں رکھا تو آئندہ کیا خیال رکھے گا؟ تجھ جیسے مردار کے مظالم پر میری بچی پردے ڈالتی رہی' ناشکرے، تو نے اس پھول سی معصوم بچی کو مسل کے رکھ دیا۔ اس جیسی معصوم، پاکیزہ اور وفادار بیوی پاکے تو نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا بلکہ تو اس پر سختیاں کرتا رہا۔ تو ایک حاسد اور بے رحم شخص ہے، اب میں تیرے دھوکے میں نہیں آؤں گی، چلا جا یہاں سے۔''

کامران نے بہت معافی تلافی اور خوشامدیں کیں لیکن اماں نہیں مانیں۔ ان کا اس بات پر یقین تھا کہ عادتیں تو بدل جاتی ہیں لیکن فطرت نہیں بدلتی ہے۔ کامران صرف بیوی کو ہاتھ میں لینے کے لیے معافیاں مانگ رہا تھا۔ بیوی کے آنے کے بعد اس کی خباثت کچھ اور بڑھ کر سامنے آسکتی تھی۔

''چند ماہ بعد عدالت کے ذریعے طارم کو خلع مل گئی، اس کی عدت کے دوران اس کے کئی رشتے آئے۔ اماں کی رشتے کی بہن کو پتا چلا تو وہ اپنے بیٹے کے لیے دوڑی چلی آئیں۔ وہ شروع سے طارم کو چاہتی تھیں۔ انہیں اس کی شادی کا بہت افسوس ہوا تھا، اب طارم کے حالات کا پتا چلا تو فوراً آگئیں۔ ان کا بیٹا پڑھا لکھا اور خوش شکل ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت خوش اخلاق بھی تھا۔ وہ شارجہ میں ایک کمپنی میں پچھلے چھ سال سے ملازم تھا۔ اماں نے فوراً طارم کی شادی اس کے ساتھ کردی۔ ڈیڑھ ماہ بعد اس نے طارم کو شارجہ بلالیا۔

سعد نے اسے اتنی محبت دی کہ اس کے دل میں شوہر کا جو ڈر و خوف بیٹھا ہوا تھا، وہ نکل گیا۔ وہ اس کی ہر خوشی اور خواہش پوری کرتا تھا۔ سعد بہت شوقین مزاج تھا خود بھی اس کے لیے ڈھیروں چیزیں لاتا تھا۔ جبکہ کامران کے پاس وہ ضروریات کی چیزوں کے لیے ترستی رہتی تھی اور وہ پوری نہیں کرتا تھا۔ نالاں رہتا تھا مگر طارم سے اس کی علیحدگی کی خبر کے ساتھ اس علیحدگی کی وجوہات سب کو معلوم ہوگئی تھیں۔ اب اسے خوب اندازہ ہوگیا تھا کہ اب اسے کوئی مناسب رشتہ ملنا ناممکن ہے۔ پھر طارم کی شادی کی خبر نے اسے خود اپنی نظروں میں اور پست کردیا تھا۔ ایسے میں بھابی کی بہن کا رشتہ غنیمت تھا۔ پھر بھابی نے اپنی بہن کی تعریف میں کچھ اس طرح مبالغہ آرائی کی کہ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھ گئی۔

ادھر کامران کی بھاوج کو اس کی علیحدگی کا پتہ چلا تو وہ دوڑی چلی آئیں اور کامران کے پیچھے پڑگئیں کہ وہ ان کی بہن کے ساتھ شادی کرلے۔ کامران جو بھاوج کے مزاج اور عادتوں کے سبب اپنے بھائی کی درگت سے شروع سے ہی بھاوج سے خوفزدہ رہتا تھا۔ وہ پہلے تو ان کے چنگل سے بچ گیا تھا لیکن اب نہ نہ کرتے کرتے بھی نجانے کیسے پھنس گیا۔ اس کی بیوی بالکل اپنی بہن کی طرح ہی موٹی اور بدزبان تھی اور اس سے کئی سال بڑی بھی

تھی۔ کامران کو اس نے اچھی طرح سے کھینچ کے رکھا ہوا تھا۔ وہ ہر وقت اس کے سامنے سہما ہوا اور پابند سا رہتا تھا۔ اب اسے رہ رہ کے طارم یاد آرہی تھی، وہ تو اسے پھولوں کی طرح رکھتی تھی۔ اس نے تو کبھی سخت وقت دیکھا ہی نہیں تھا۔ اسے واقعی میں طارم کی ماں کی بددعا لگ گئی۔ کامران ہر وقت طارم کو خوفزدہ رکھتا تھا۔ آج وہ خود اپنی بیوی سے خوفزدہ تھا۔ طارم جیسی سگھڑ وفادار اور شریف بیوی پر تنقید کرتا رہتا تھا اور ثریا کو خوش رکھنے کے لیے اس کی تعریفیں کر کرکے اس کی خوشامدیں کرتا رہتا تھا۔ ڈھیروں نعمتیں اس کے قدموں میں ڈھیر کردی تھیں۔ پھر بھی وہ خوش نہیں تھی۔ طارم کو وہ ہر وقت ہر چیز کے لیے ترساتا رہتا تھا پھر بھی وہ نہ تو شکایت کرتی تھی اور نہ ناراض ہوتی تھی، واقعی اس نے طارم جیسے ہیرے کی قدر نہیں کی تھی اب اسے احساس ہورہا تھا کہ اچھی بیوی آسمانی تحفہ ہوتی ہے۔ اور بری عورت جہنم اور عذاب ہوتی ہے۔

''شادی کے چھ سال بعد طارم اور کامران کا سامنا ایک شادی میں ہوا تو طارم پیرٹ گرین ساڑی میں تھی۔''

''ہماری سبز پری سے ملیے'' سعد نے یہ کہہ کے کسی سے اس کا تعارف کرایا جبکہ شادی کے بعد ہرا سوٹ پہننے پر کامران نے اسے طوطے سے تشبیہ دی تھی۔ اس نے دیکھا وہ واقعی پری لگ رہی تھی۔ بے اختیار اس کی نظریں ثریا کی طرف اٹھ گئیں جو اپنے بے ڈھنگے جسم پر بہت ہی جھلملاتے ہوئے کپڑے پہنے بیٹھی تھی، جو اس کے فربہ بدن پر بہت برے لگ رہے تھے۔ اس کا اور طارم کا کوئی مقابلہ نہیں تھا واقعی وہ ناقدرا اور ناشکرا تھا۔ اس نے اتنی خوب صورت اور تابعدار بیوی کی قدر نہیں کی اسی کی سزا کے طور پر اسے ثریا جیسی عورت ملی جو رات دن ایک تلوار کی طرح اسے کاٹ رہی تھی اور وہ بلا چوں چرا کٹتا چلا جا رہا تھا۔ ثریا اتنی ہوشیار تھی کہ کامران کی ساری ہوشیاریاں اور چالیں ثریا کے سامنے اس کا دماغ بھک سے اڑا گئی تھیں۔

''طارم کے دو بہت ہی خوب صورت بیٹے تھے جبکہ چھ سال میں کامران کی چار بیٹیاں آچکی تھیں۔ اس نے طارم سے کہا تھا کہ مجھے لڑکیاں بالکل پسند نہیں ہیں۔ اگر تمہاری پہلی بیٹی ہوئی تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا اور یہ سن کر وہ خوف سے زرد پڑ گئی تھی اور اب یہ حال تھا کہ قدرت نے خود اسے چار بیٹیوں سے نواز دیا تھا۔''

''طارم نے اس پر ایک نظر ڈال کے دوسری نظر ڈالنا گوارہ نہیں کیا تھا۔''

''بیٹا! تمہارے چار بچے ہوگئے تم تو کہتے تھے کہ ایک بچے کے بعد میں بیوی کا آپریشن کروادوں گا۔'' اماں اچانک کہیں سے سامنے آگئیں۔ ''اور اگر پہلی بیٹی ہوئی تو بیوی کو چھوڑ دوں گا۔ تم نے تو دونوں ہی کام نہیں کیے۔ تمہارے چار بچے ہوگئے وہ بھی چاروں بیٹیاں......'' اماں نے اسی کی باتیں دہرائیں تو وہ سر جھکا کے رہ گیا۔ ''اب تم ایسا نہیں کرسکتے ہو کیونکہ اب تمہیں من چاہی بیوی مل گئی ہے اور تمہاری خوش قسمتی یہ ہے کہ وہ تماری ہم مزاج بھی ہے۔'' کامران جیسے زمین دھنستا چلا جا رہا تھا۔ وہ کبھی طارم کے خوشی سے چمکتے اور کھلکھلاتے چہرے کو دیکھ رہا تھا اور کبھی ثریا کو دیکھ کے کوفت زدہ ہو رہا تھا۔

ادھورے خواب

سیما بنت عاصم

ملی گئی جو محبت یاراں غنیمت تھے
پھر نہیں آتے پلٹ کر جب چلے جاتے ہیں دن
وقت اس کے ساتھ کچھ محسوس ہوتا ہی نہیں
جانے کس پل میں نہ جانے کب گزر جاتے ہیں دن

''اوئی اللہ! غضب خدا کا! نیا سال آرہا ہے کہ وبال آرہا ہے؟'' شام کے بعد سے گلی میں جو پٹاخے پھوٹنے شروع ہوئے کہ الامان الحفیظ اور تو اور گانے بجانے کا بھی انتظام تھا۔ ساری گلی میں روشنیاں بکھری پڑی تھیں۔ تیز آواز میں میوزک بج رہا تھا۔ ''قیامت کے آثار ہیں سارے!'' قدسیہ بانو نماز کی ادائیگی کے لیے کھڑی ہوگئی تھیں مگر نماز میں برابر خلل پڑتا رہا تھا اور اب تسبیح مکمل کرنی مشکل ہورہی تھی۔ اوپر سے غزل کی صورت ورو شن کا پارہ ہائی کرجاتی تھی۔ جس کے لیے نکنا محال تھا۔

''عجیب پارہ صفت لڑکی ہے۔'' نماز سے فراغت کے بعد ڈھیروں دانوں والی لمبی سی تسبیح پھیرتے ہوئے قدسیہ بانو نے کڑھ کر اک نظر غزل پر ڈالی تھی جو گھر میں گاتی گنگناتی پھر رہی تھی۔

مجھے محبت سی ہوگئی ہے۔

ہاں تیری عادت سی ہوگئی ہے۔

ہاں...... ہاں مجھے محبت سی......!

وہ اب انہیں اکثر یونہی سرشار و شادماں سی نظر آتی تھی۔ ایک تو اٹھان غضب کی تھی' اس پر رنگ و روپ......! اللہ اللہ! دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا جائیں۔ بات بے بات اس کے شنگرفی لبوں سے ہنسی کے سوتے اُبلے پڑتے۔ گالوں کے ڈمپل کچھ اور واضح ہوجاتے۔ آنکھیں جگر جگر کر اٹھتیں۔ وہ کبھی ہول اٹھتیں' کبھی نظر لگ جانے کے خدشے سے آنکھیں چُرا جاتیں۔ اب بھی قدسیہ بانو نے خون کے سو سو گھونٹ پیے تھے۔ گلابی رنگ تو اس پر اتنا جچتا جیسے بنا ہی اس کے لیے ہو۔ کاجل کی لکیر کبھی آنکھوں کا رستہ نہ بھولتی۔ بدقت انہوں نے تسبیح مکمل اور اور جیسے پھٹ ہی تو پڑیں۔

''اے غزل! انسان بن' کچھ شرم حیا ہے کہ نہیں...... اِدھر سے اُدھر قلانچیں کیوں بھرتی پھر رہی ہے۔ سکون نہیں ہے تجھے......؟ ہزار بار کہا یہ بے ہودہ گانے مت گایا کر۔ باپ کے آنے کا وقت ہے۔ سر ڈھکنا نصیب نہیں تجھے؟ اللہ معاف کرے' کتنی بار نماز میں دھیان ٹوٹتا رہا میرا۔'' ان کے لتاڑنے سے اتنا ہوا کہ گھر بھر میں چہکتی غزل کا تلوا اٹک گیا۔ کوئل سی کوکتی آواز جانے کس کھوہ میں جا چھپی۔ قدسیہ بانو نے اک گہری سانس لی۔ شام کے سائے گہرے پڑ رہے تھے۔ صالحہ نے سرِ شام کچے صحن میں چھڑکاؤ کرکے پلنگ بچھا دیے

تھے، جن پر بچھی سفید براق چادروں کے گل بوٹوں میں خود اس کا سلیقہ بولتا تھا۔ صحن کے دیواروں کے ہمراہ بنی کیاریوں میں موتیے کی بہتات تھی۔ جس کی جانفزا مہک ہر شام یونہی ماحول کو معطر رکھتی۔ اہلِ خانہ کا عصر کے بعد کا سارا وقت یہیں گزرتا۔ قدسیہ بانو اک کونے میں بچھے تخت پر نماز ادا کرتیں، رفاقت مرزا اسٹور سے لوٹ کر یہیں ستاتے پھر صالحہ رات کا کھانا بھی عشاء سے قبل ادھر تخت ہی پر چنا کرتیں۔ بقیہ گھر میں سناٹے سے گونجا کرتے، جن میں تعطل آتا وجاہت بیگ کی آمد کے بعد۔ وہ ہر شام بلا ناغہ غزل کو ٹیوشن دینے آتے۔ شروع شروع میں صحن کے وسط میں کرسی میز رکھ کر ان کی نشست کا بھی وہیں اہتمام رکھا گیا۔ اس طرح یہ بھی ہوا کہ غزل ان کی کڑی نگاہوں کے حصار میں رہتی۔ وجاہت بیگ سنجیدہ و متین شخصیت سہی، مگر غزل کی شوخ چلبلی فطرت انہیں دھڑکے عطا کرتی۔ مگر جیسے جیسے وقت گزرا، وجاہت بیگ پر ان کا اعتماد مضبوط تر ہوتا گیا۔ وہ لیے دیے رہنے والے خاموش طبع سے انسان تھے اور پھر غزل اور ان کے درمیان عمر کا اتنا طویل فاصلہ تھا کہ کسی غلط سوچ کو ذہن میں جگہ دیتے ہوئے شرمساری ہوتی۔ صحن کے داہنی جانب کچن تھا اور ان اوقات میں صالحہ کا بیشتر وقت وہیں گزرتا۔ وہ محسوس کرتیں وجاہت بیگ کی آمد کے بعد صالحہ بندھ سی جاتیں اور جان بوجھ کر اپنے آپ کو محدود کرلیتیں۔ اگرچہ کچن سے باہر سو سو کام پڑتے مگر آوازیں ہی پڑتی رہتیں۔

''غزل! ماسٹر صاحب کے لیے چائے لے جاؤ۔''

''امی، املی ختم ہوگئی ہے دال یونہی بگھار لوں کیا؟''

''ابا جان آجائیں تو دے دینا چائے، دم دے دی ہے۔ بس ذرا مغرب پڑھ لو۔'' قدسیہ بانو دیکھتیں، وجاہت بیگ ہنوز کوئی کلیہ حل کروانے میں مصروف و منہمک رہتے۔

غزل فطرتاً کام چور تھی۔ ان آوازوں اور خود قدسیہ بیگم کا جوڑوں کا درد کہاں اجازت دیتا کہ پل پل میں دوڑتیں پھریں۔ سو اب شام میں ٹیوشن کے لیے بیرونی دروازے سے متصل چھوٹا کمرا کام آنے لگا۔ مانو کہ کچھ ہی دنوں میں وجاہت بیگ نے گھر بھر کا بھروسا جیت لیا۔ اب چوکسی غیر ضروری تھی۔ البتہ غزل، قدسیہ بانو کی بھرپور نکتہ چینیوں کے حصار میں رہتی۔

''سر ڈھک کر رکھنا ہے۔''

''ماسٹر صاحب سے کوئی فضول بات نہیں کرنی ہے۔''

''منہ پھاڑ کر نہ ہنسا کرو۔''

''نظریں نیچی رکھ کر بات کیا کرو۔''

وہ ایسی ہزار ہدایات اس کے کانوں میں انڈیلتے ہوئے بجا آوری کی بھی امید رکھتیں وہ بھی غزل سے......!

نہ نہ کرتے کرتے بھی وجاہت بیگ کے سامنے اس کے لبوں سے ہنسی کی پھلجھڑیاں پھوٹ ہی پڑتیں۔ قدسیہ بانو لہو کے گھونٹ بھر کے رہ جاتیں۔ بعد میں غزل کو وہ بے بھاؤ کی پڑتیں کہ اللہ دے اور بندہ لے۔

......○......

''آج رحمت بوا پھر آئی تھیں۔'' اس رات کھانے کے بعد جب صالحہ نے عشاء کے لیے نیت باندھی اور غزل پڑھائی سے فارغ ہو کر درمیانی کمرے میں ٹی وی کھول کر بیٹھی تو قدسیہ بانو نے موقع غنیمت جان کر رفاقت مرزا کو جالیا۔ چائے کی چسکی ادھوری چھوڑ کر انہوں نے خاصی امید بھری نظروں سے بیوی کو تکا تھا۔

''خیریت! کوئی اچھی خبر؟''

جواباً انہوں نے لب بھینچ کر خاصی مایوسی سے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

''اللہ مالک ہے۔'' ان کی ساری خوش گمانی ہوا ہوگئی۔ اگلے ہی پل وہ موٹے فریم کی عینک لگا کر صبح کا اخبار اپنے سامنے پھیلا چکے تھے۔

''سو تو ہے۔ نصیب کا لکھا وہی بہتر جانتا ہے مگر دنیا کا سامنا کرنا کتنا مشکل ہے کوئی میرے دل سے پوچھے۔ ہیرا صفت لڑکیوں کی تو کوئی قدر ہی نہیں ہے۔ ہر کسی کو چندے آفتاب، چندے ماہتاب چھریرے بدن کی لڑکی چاہیے۔ باطن کی خوبیوں کو کون پرکھتا ہے؟ کتنی مشکلوں سے میں نے اپنے دل کو آمادہ کیا تھا اس رشتے کے لیے، تصویر دیکھ کر ہی دل اوب گیا تھا۔ پکی عمر کا معمولی تعلیم یافتہ رشتہ صالحہ کی گزرتی عمر کے سبب ہی قبول کرنے پر آمادہ تھی۔ مگر لڑکے کی ماں بہنوں کے مزاج اللہ معافی دے۔ صاف انکار کہلوایا ہے اپنی صالحہ کے لیے۔'' ان کے لہجے میں بیٹی کو ٹھکرائے جانے پر دنیا زمانے کا غم سمٹ آیا تھا۔ رفاقت مرزا کے بھی دل پر چوٹ سی پڑی۔ ان کی بیٹی سچ مچ ہیرا صفت تھی۔ کوئی ان کے دل میں جھانک کر دیکھتا۔ مگر ناقدر شناسوں کی کمی نہیں ہے۔ وہ پل بھر کے لیے خاموش سے ہو کر رہ گئے۔

''بے فکر رہو، اللہ بہتر کرے گا۔''

''اللہ ہی سے تو امید ہے۔ کل دو اولادوں سے نوازا، نرینہ اولاد سے محروم رکھا تو اس کی مرضی۔ ان کے نصیب بھی اس نے بر لے بھلے لکھے ہی ہوں گے۔ مگر اب تو اکا دکا آنے والے رشتے بھی پلٹ کر نہیں آتے۔ اس دور میں بیٹیاں بیاہنا کتنا مشکل کام بن گیا ہے۔''

رفاقت مرزا نے مقدور بھر انہیں تسلی سے نوازا مگر آج وہ بہت دل گرفتہ اور مایوس نظر آرہی تھیں۔ پھر جانے کس سبب ان کا وہ خیال لبوں پر آگیا جو کئی دن سے ان کے دل و دماغ میں کلبلا رہا تھا۔ وہ جی کڑا کے کہہ گئیں۔ رفاقت مرزا بھی ایک پل کو خاموش سے ہو کر رہ گئے جبکہ قدسیہ بانو پر اک اک پل بار بن گیا۔

''آخر حرج بھی کیا ہے؟ دیکھا بھالا، شریف النفس آدمی ہے۔ نا کوئی آگے نا پیچھے اور......!''

''وہ تو ٹھیک ہی ہے قدسیہ بیگم مگر...... وجاہت بیگ پر اپنا عندیہ کیسے ظاہر کیا جائے؟'' انہوں نے لاچاری سے کہا۔ گویا بلی کی گردن میں گھنٹی باندھنے کا مرحلہ درپیش تھا۔ یہیں آکر قدسیہ بانو بھی مات کھا گئیں کہ روایات کی پاسداری کرنے والے مہذب لوگوں میں شمار تھا ان کا۔ بات معیوب نہ تھی مگر عمل دشوار تر تھا۔

''میں تو کہتی ہوں ہمت کر ہی لیں۔ جب آگے پیچھے کوئی نہیں تو خود وجاہت بیگ سے کہنا پڑے گا۔'' رفاقت مرزا نے خاصی کڑی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔ وہ پہلے خاموش پھر بے بس سی نظر آنے لگیں۔ پھر ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

''جو سچ مانیے تو عرصے سے یہ بات میرے ذہن میں تھی مگر اسی سبب خاموشی تھی۔ وہ بہت نیک، شریف النفس آدمی ہے۔ اگر یہ رشتہ ہاتھ سے نکل گیا تو بڑا خسارہ ہوگا۔'' رفاقت مرزا نے تڑپ کر انہیں دیکھا تھا۔

''کچھ اندازہ ہے' کتنی عمر ہوگی' وجاہت بیگ کی......؟'' ان کا دل ہی نہ آمادہ ہوا کہ جواباً صالحہ کی عمر کی بھی نشاندہی کرسکیں۔

''مرد کی عمر کون دیکھتا ہے اور پھر جو رشتہ رحمت بوا بتارہی تھیں اس سے تو بہتر ہی رہے گا۔''

''وجاہت بیگ کی بیوی مرچکی ہے۔ بیٹی بھی اپنی غزل کے قد کی ہے۔'' انہوں نے جیسے جتایا تھا۔ اس بار وہ تلملا گئیں۔

''اگر بھلے وقتوں میں اپنی صالحہ بیاہی جاتی تو اس کی اولادیں بھی منہ کو آرہی ہوتیں۔ جیسے آپ تو جانتے نہیں۔ ہزار گز کا بنگلہ ہے وجاہت بیگ کا۔ سارے رقبے پر پھیلا پرائیویٹ اسکول' ہزاروں کی آمدنی ہے۔ بیٹی ہے تو کون سی پالنی پوسنی پڑے گی اپنی صالحہ کو......؟ میں تو کہتی ہوں جلد از جلد بات کرڈالیے۔ نئے سال کے دوسرے ہفتے میں کمیٹی کھلے گی۔ بڑی کمیٹی صالحہ کے فرض سے ادائیگی کی نیت سے ہی پھنسا رکھی ہے۔ پورے ایک لاکھ کی بندھی رقم کم نہیں ہوتی پھر کافی سامان میں نے جوڑ بھی رکھا ہے۔ ان شاء اللہ خوب دھوم دھام سے بیاہیں گے ہم اپنی صالحہ کو......!'' وہ تو جیسے سب کچھ طے کیے بیٹھی تھیں۔ گویا ہتھیلی پر سرسوں جمانے کو تلی تھیں۔

رفاقت مرزا نے بے یقینی سے انہیں دیکھا تھا۔ وہ کوئی ایسا لمبا چوڑا معیار تو نہ رکھتی تھیں۔ بیٹی کی کم صورتی اور گزرتی عمر کا انہیں بھی بخوبی ادراک تھا۔ مگر وہ وجاہت بیگ جیسے رشتے کے لیے یوں ادھار کھائی بیٹھی ہوں گی انہیں رتی بھر اندازہ نہ تھا۔ وجاہت بیگ کے رشتے میں جو خامیاں تھیں' صاف نظر آرہی تھیں۔ مگر قدسیہ بانو بھی تو صالحہ کی دشمن نہ تھیں۔ مزید بیٹی کی گزرتی عمر انہیں بھی تو خائف ہی رکھتی تھی۔ ناچار انہیں بھی مانتے ہی بن پڑی۔

......○......

انہوں نے عصر سے فراغت کے بعد مصلیٰ تہہ ہی کیا تھا کہ صالحہ بوتل کے جن کی مانند چائے کی پیالی سمیت حاضر تھی۔ انہیں بے ساختہ بیٹی پر پیار آ گیا۔ کتنی ذمہ دار اور سلجھی ہوئی بچی تھی۔ کبھی کسی ضرورت کے لیے انہیں منہ پھوڑ کر نہ کہنا پڑتا۔ عرصہ ہوا ان کی دنیا اس مصلیٰ تک محدود ہوکر رہ گئی تھی تو صرف صالحہ کی ذمہ دار روش کے سبب...... غزل کو تو ابھی ڈھنگ سے چائے تک نہ بنانی آتی تھی۔ دن میں قدسیہ بانو سے ہزار صلواتیں سنتی مگر دوسرے کان سے نکال بھی تو دیتی۔

ادھر گھڑیال نے شام کے چھ بجے کا گھنٹہ بجایا' ادھر ان کے خیالوں کا سلسلہ ٹوٹا۔ یہی تو وقت ہوتا تھا وجاہت بیگ کی آمد کا۔ انہیں پہلی بار صالحہ کا اجڑا بکھرا روپ پھیلا ہوا جسم برا لگا۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی اسے پکار بیٹھیں۔

''صالحہ بیٹی......!''

''جی امی!'' وہ سرعت سے مڑی۔

''بیٹی! اپنا دھیان رکھا کرو۔ پہننے اوڑھنے پر توجہ دیا کرو۔ یہی دن ہوتے ہیں بننے سنورنے کے۔ ہزار لوگوں کی نگاہیں پڑتی ہیں۔'' قدسیہ بانو کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ گئیں اور پل بھر میں اس کے چہرے پر لہو سمٹ آیا تھا۔ پلکیں جھکتی چلی گئیں۔ وہ بنا کچھ کہے پھر سے مڑ گئی تو قدسیہ بانو کو اپنا آپ بہت ہلکا پھلکا سا محسوس ہوا۔ تصور میں انہوں نے صالحہ کو وجاہت بیگ کے سنگ دیکھا تھا اور اس خیال نے بھی ان کے اندر طمانیت کی لہریں اتار دی تھی۔

''اپنی صالحہ سچ مچ راج کرے گی۔'' وہ مسکراتے ہوئے زیر لب بڑبڑائی تھیں۔ کل ہی تو رحمت بوا کی نظر اتفاقاً ہی وجاہت بیگ پر پڑی تھیں اور انہوں نے قدسیہ بانو کی عقل پر خوب ہی ماتم کیا۔ گویا ان کے اندر کلبلاتے خیال کی راستی پر تصدیقی مہر ثبت کردی۔

''اے لو بی بی' اسے کہتے ہیں کہ بغل میں بچہ اور شہر بھر میں ڈھنڈورا...... قدسیہ بانو! مان لو تم عقل کی کوری ہی رہیں۔'' قدسیہ بانو جانتی تھیں' وجاہت بیگ سے رحمت بوا کی بھی دور پرے کی واقفیت تھی۔ ''ایسا بھلا آدمی تمہاری نظروں کے سامنے گھوم رہا ہے اور تمہاری آنکھوں پر پٹی بندھی ہے؟'' انہوں نے لہجے میں ڈھیروں تاسف سمو کر کہا تھا۔

''مگر رحمت بوا......!'' قدسیہ بانو نے لنگڑا لولا سا احتجاج کرنا چاہا۔

''اے بی بی! سب سمجھتی ہوں میں تم جیسوں کے حیلے بازیاں...... منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر بیٹھی رہنا شرافت کے نام پر اور دیکھنا وقت ہاتھوں سے نکل جائے گا۔''

''خدا نہ کرے رحمت بوا!'' وہ دہل ہی تو اٹھیں مگر ان پر خاک نہ اثر ہوا۔

''تو اور کیا! کتنا وقت تو برباد کرچکی ہو' کتنی عمر ڈھل گئی اپنی صالحہ کی......! ایسا رشتہ غنیمت سمجھو۔ تمہاری دوسری بیٹی بھی منہ کو آرہی ہے۔ اس کے رشتے آنے لگے تو صالحہ کو کون پوچھے گا؟ فی زمانہ فیشن والی لڑکیوں کو پسند کیا جاتا ہے اور لڑکیوں کو خود اتنے گر آتے ہیں کہ لوگوں کو شیشے میں اتار لیتی ہیں۔ تم تو بھولی کی بھولی ہی رہیں۔ وجاہت بیگ جیسے لوگ قسمت سے ملتے ہیں۔ خدا جھوٹ نہ

بلوائے تو محلے بھر میں دھاک ہے ان کی شرافت کی' ہزاروں کے حساب سے آمدنی ہے تمہیں اور کیا چاہیے؟ ہاتھ سے جانے نہ دینا۔ بچی اپنے ڈھنگ طریقے بدلو' بچی کو سمجھاؤ۔ ایسے لوگ یوں آسانی سے قابو کہاں آتے ہیں۔'' رحمت بوا کا ایک ایک لفظ ان کے اندر ترازو ہوگیا تھا۔ سچ ہی تو تھا' کتنا وقت گنوا چکی تھیں وہ روایات وضع داری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رہیں۔ فی زمانہ خاموش طبع' سادگی پسند لڑکیوں پر کون نظر ڈالتا ہے اور صالحہ تو تھی ہی فطرتاً گوشہ نشین۔ وجاہت بیگ کو کیا پڑی تھی کہ نظر اٹھا کر دیکھتے۔ جیسے پلوں کے نیچے سے پانی گزر گیا تھا جو وقت گزر گیا لوٹ نہیں سکتا۔ مگر موجودہ وقت کی طنابیں تو تھامی جاسکتی ہیں۔ اگر روایات کی ڈور تھام کر بیٹھی رہیں تو اور وقت گزر جائے گا اور ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ اب غزل منہ کو آرہی تھی۔ ابھی تو وہ اسے کسی کے سامنے ہی نہ پڑنے دیتی تھیں۔ مگر کب تک......! چاند کی چاندنی کو محصور کیا جاسکتا ہے بھلا......؟ صالحہ کے لبوں کے گوشوں میں انہوں نے مسکراہٹ کی چھب دیکھی تھی اور اب ٹھان لی تھی کہ ہر صورت رفاقت مرزا کو وجاہت بیگ سے از خود بات کرنے پر آمادہ کر کے رہیں گی۔

......○......

''سخت عاجز ہوں میں اس لڑکی سے...... ہر وقت اس کی فرمائشوں کا بازار گرم رہتا ہے۔ کبھی رفاقت مرزا کے کندھے سے جھولتی الٹی سیدھی فرمائشیں کرتی نظر آئے گی تو کبھی میری جان کھاتی رہے گی اور اب یہ نئی منطق......! سہیلیوں کے لیے تحائف لینے ہیں نئے سال کی خوشی میں بانٹنے ہیں۔ ابھی دن ہی کتنے گزرے ہیں جب تو نے میری جیب جھڑوائی تھی۔'' قدسیہ بانو سر تھامے بیٹھی تھیں کہ غزل تازہ ترین فرمائش منوانے کو ان کے آگے پیچھے پھر رہی تھی اور اس کی شکل پر نظر پڑتے ہی ان کے اگلے پچھلے سارے قلق زندہ ہو اٹھے تھے۔

''دو ٹکے کی عقل نہیں ہے اس لڑکی میں' ہزار بار سمجھایا مگر نا' کتنی بار کہا کہ اتنے تیز رنگ نہ پہنا کر...... مگر یہ سنتی ہے؟ غضب خدا کا! کیسے پائی پائی کر کے جوڑے تھے میں نے سات سو روپے...... مجھ سے کتابوں کا بہانہ کر کے اینٹھ لیے اور لٹائے کہاں؟ بیوٹی پارلر میں......! یا اللہ کیسی ناخلف اولاد سے نواز دیا۔'' قدسیہ بانو کا ملال کم نہ ہو رہا تھا اور غزل کی کھی کھی بند نہ ہوتی تھی۔ ان کے تلوؤں سے لگی سر پر بجھی۔

''منہ بند کر اپنا۔ جوتی کھینچ کر ماروں گی۔ جھوٹی نہ ہو تو۔''

''امی! سچ کہنے سے پیسے دے دیا کریں تو کس کافر کی مجال ہے۔''

''تیرا ستیاناس جائے۔ تو نے میرا لہو نچوڑ رکھا ہے۔ کون سا ہم نے بی اے ایم اے کرانا ہے۔ میری بچی صالحہ بھی تو دس کلاسیں پڑھ کر بیٹھ گئی پر تو اپنی ہی منواتی ہے۔ ابا تیرے ٹکسال میں تو بھرتی نہیں ہوگئے۔ چھوٹی سی کریانے کی دکان ہے اور تیرے مزاج تو کوئی دیکھے۔'' غزل کی شکل پر نظر پڑتے ہی پیسے ضائع جانے کا دکھ سوا تر ہو جاتا۔ لے کے شکل کا ستیاناس کر کے رکھ دیا۔ اچھے خاصے بال کمر تک آنے لگے تھے۔ وہ ہر ہفتے من من بھر تیل ٹھونکا کرتیں اور اب کاندھوں پر جھول رہے تھے۔ موئی ہر لٹ کا الگ سائز......! ہاں شکل کچھ لشکارے سے مار رہی تھی' مگر دو چار دن دھوپ میں اسکول جائے گی تو پھر وہی رنگ روپ اور اس کا اپنا رنگ و روپ کون سا برا تھا جو یہ تردد پالتی پھرتی۔ قدسیہ بانو کا غم غلط ہی نہ ہو رہا تھا اوپر سے غزل کی کھی کھی مانو جلتی پر تیل چھڑکتی۔ صالحہ نے بمشکل انہیں ٹھنڈا کیا اور وہ صبر کی تسبیح پڑھنے لگیں۔ مگر غزل بھی اپنے نام کی ایک تھی' اپنی منوا کر ہی چھوڑی۔ انہوں نے کبھی دے دلا کے جان چھڑائی تھی کہ ذہن تو کسی اور ہی نکتے پر اٹکا تھا۔ گھڑیال نے نو کا گھنٹہ بجایا تو بے ساختہ ان کا دل دھڑک اٹھا۔ وہ جانتی تھیں آج وجاہت بیگ کو رفاقت مرزا نے جالیا ہوگا۔ سو وہ غیر حاضر تھے اور قدسیہ بانو شدت سے رفاقت مرزا کی منتظر تھیں۔ بالآخر وہ لوٹ آئے۔ ان کا دل مدھر سی تال پر رقص کرنے لگا۔ بھلا وجاہت بیگ کو کیا اعتراض ہوگا۔ سمجھدار سلجھی ہوئی کنواری لڑکی اس عمر میں مل جائے تو تحفۂ خداوندی ہی تو ہے۔ وہ ہزاروں کے مالک نہ ہوتے تو ان کے عیوب سے چشم پوشی ممکن تھی بھلا...... اس کا بھی تو سب کچھ ان دو اولادوں ہی کا تھا اور انہوں نے ٹھان رکھی تھی صالحہ کو ایسا شاندار جہیز دیں گی کہ غزل کی باری آنے تک لوگوں کو یاد رہے گا۔ اسی غرض کے لیے تو جمع جوڑ رکھتی تھیں۔

غزل نے شام کے چھ بجے کے بعد اک اک منٹ گن گن کر گزارا تھا اور اب ٹی وی کے سامنے منہ ٹکا کر بیٹھی تھی۔ رفاقت مرزا جانے کن سوچوں میں گم سم نہوڑائے بیٹھے تھے۔ صالحہ ان کے سامنے چائے کا کپ رکھ کر گئی تھی اور اب چائے پر پپڑی جم گئی تھی۔

''کیا بنا......! کیا رہا......؟'' میدان صاف ہوتے ہی قدسیہ بانو تجسس سے ان کے قریب سرک آئیں۔ ''وہ مان تو گئے نا!'' کچی پکی سی بے یقینی ان کے لہجے میں اٹد آئی۔

''وجاہت بیگ کا کہنا ہے کہ اس گھر کا داماد بننا ان کی اعلیٰ بختی ہی رہے گی۔''

''سچ......!'' قدسیہ بانو کے اندر دھکڑ پکڑ شروع ہوگئی۔ تصور میں صالحہ کو دلہن بنے دیکھنا کیسا دل خوش کن تھا۔ مگر یہ وقت تصورات کی دنیا میں کھو جانے کا نہ تھا۔ ابھی تو ڈھیروں کام بھگتانے تھے۔ آخر جھٹ منگنی پٹ بیاہ ہوگا۔

''مگر انہوں نے صالحہ کے بجائے غزل کا رشتہ طلب کیا ہے۔'' رفاقت مرزا نے جیسے دھماکا کیا اور قدسیہ بانو کے خیالات کا فلک بوس محل دھڑام سے زمین پر آگرا۔ ان کی آنکھیں پھٹ سی گئی تھیں۔

''یہ...... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ایسا کیسے ممکن ہے؟''

''کیوں' اس میں ناممکن کیا ہے؟ وجاہت بیگ کا کہنا ہے کہ یہ خود ان کی ہی نہیں بلکہ غزل کی بھی خواہش ہے۔'' رفاقت مرزا کا لہجہ سپاٹ تھا مگر آنکھوں میں بہت کچھ ٹوٹ جانے کی کرچیاں نظر آرہی تھیں۔

قدسیہ بانو پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں تکتی چلی گئیں۔ گویا نقب لگ چکی تھی اور انہیں پتا ہی نہ چل سکا۔ اپنی ہی کشتی میں سوراخ تھا۔ انہیں اپنا دل بیٹھتا ہوا سا محسوس ہونے لگا اور اب وہ سوچ رہی تھیں کہ ان سے خطا کہاں سرزد ہوئی۔

وجاہت بیگ پر بھروسا کر کے یا ان سے امید باندھ کے......!
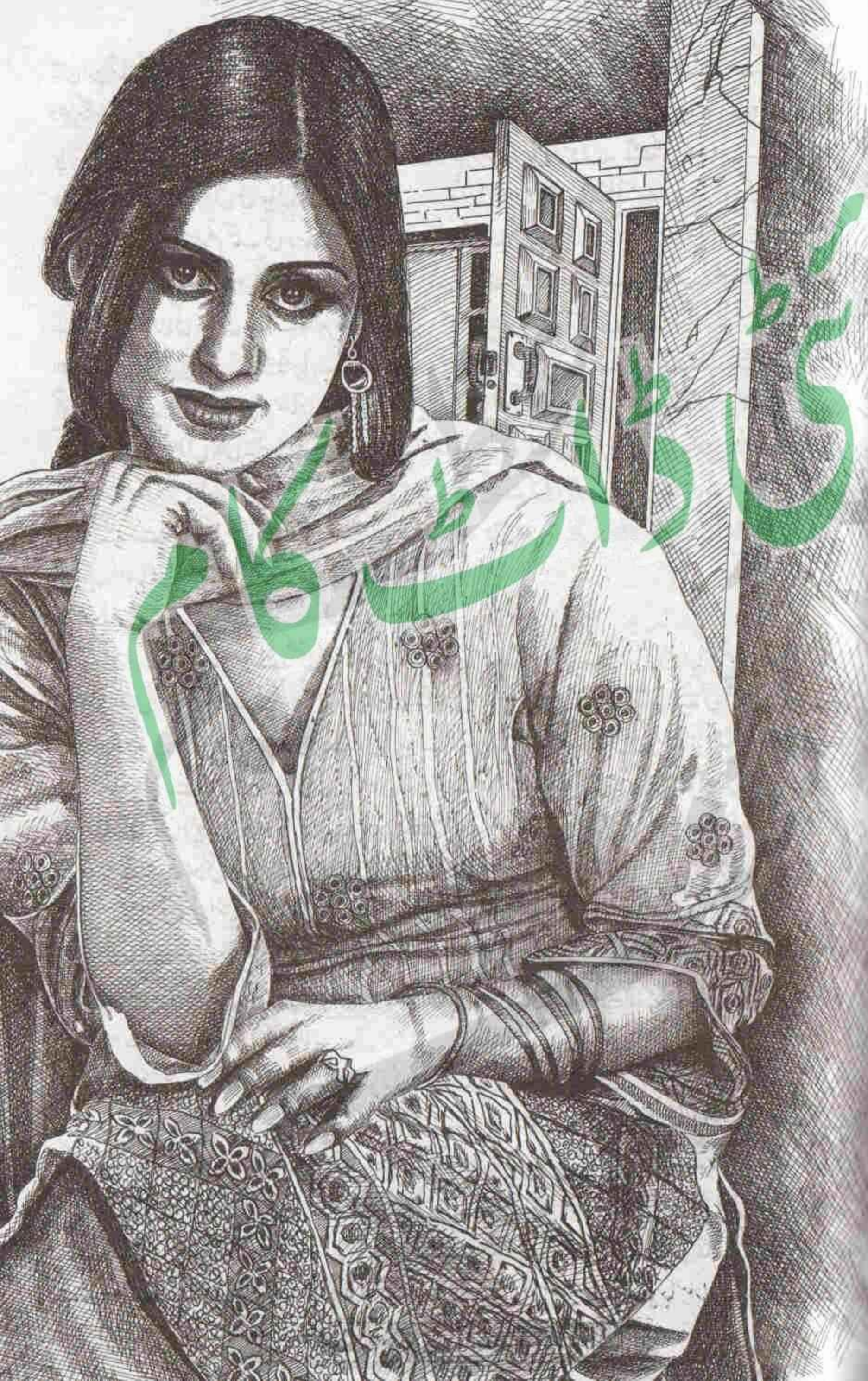
معارج تغلق کی نظروں میں ایسا کیا تھا؟ وہ جان نہیں پائی یا جاننے کی کوشش نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''مجھے نیند آ رہی ہے۔'' نظریں چرا کر وہ بولی۔ یہ گویا اعلان تھا کہ مجھے ڈسٹرب مت کرو۔

''مجھ سے کیا توقع رکھتی ہو تم مسز تغلق! اب کیا لوری دے کر سلاؤں؟'' دوسری طرف سے برجستہ جواب آیا۔

''ایسا میں نے کب کہا۔'' وہ لاتعلقی سے تکیہ اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھتے ہوئے بولی۔

''آپ کا پرابلم یہ ہے مسز تغلق کہ آپ آدھی باتیں دل ہی دل میں کہہ جاتی ہیں۔ اب دل کے بھیدوں سے تو مجھے کوئی واقفیت نہیں ہے۔ ان معاملات میں فی الحال کورا ہوں میں۔'' معارج تغلق نے کہا۔

''آپ تو ہر بات میں کورے ہیں۔'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

''کیا کہا آپ نے؟'' معارج تغلق یقیناً سن چکا تھا مگر دوسری بات سن کر کوئی لائحہ عمل مرتب کرنے کی ٹھان رہا تھا اور وہ اس سچویشن کا فائدہ اٹھانے کا موقع اسے نہیں دینا چاہتی تھی۔ تبھی اس پر دھیان دیئے بنا

قسط نمبر 23

اُورُکے خواب

عشنا کوثر سردار

وہ	تعلق	توڑ	کر	مہربانی	کر	گیا
ربط	جو	فانی	تھا	اس کو	غیر	فانی کر گیا
میں	سمجھا	تھا	کہ مل	کر داستاں	پوری	ہوئی
وہ	بچھڑ	کر	تو پھر	لمبی	کہانی	کر گیا

چادر درست کرنے لگی۔ معارج تغلق نے اگنور کیے جانے پر بازو سے تھام کر اسے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا تو وہ سنبھل بھی نہیں سکی اور جب سنبھلی تو اس کی نگاہوں کی تپش سے چہرہ جلتا ہوا محسوس کیا۔ انائیا ملک ایسا کوئی ڈرامہ ایکسپکٹ نہیں کر رہی تھی۔ نہ وہ اسے موقع دینا چاہتی تھی مگر جیسے وہ چاروں طرف سے گھیر کر اسے زچ کر رہا تھا اور ایسا کر کے اسے قلبی اور روحانی سکون ملتا تھا۔ انائیا ملک نے نگاہ اٹھا کر اس کی سمت دیکھا تھا۔ جب وہ براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مدہم سرگوشی میں بولا۔

''تم سکھا دو۔ میں سیکھنے کو تیار ہوں تمام اسلوب' تمام داؤ پیچ' مجھے ہنر سکھا دو بہت کورا ہوں میں۔ کیا کروں کبھی ان راستوں پر چلنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔ سو کیسے جان پاتا کہ آنکھوں سے نیند کیسے چرائی جاتی ہے۔ نگاہ کے راستے دل میں اترا کیسے جاتا ہے اور دل سے چین و سکون کیسے چرایا جا سکتا ہے۔ سکھا دو مجھے

میں ان تمام مراحل سے گزرنے کو تیار ہوں۔ کیونکہ میں ان نگاہوں کے راز جاننے کو بے تاب ہوں۔ ان دھڑکنوں میں کیسا شور ہے۔ مجھے یہ جاننا ہے۔ میں دھڑکنوں کو سن کر دل کی باتوں کو جاننے کے وصف سیکھنا چاہتا ہوں۔ دل میں دبے سارے گہرے رازوں تک رسائی چاہتا ہوں۔ مجھے کل بھیدوں سے واقفیت چاہیے اور سارے تالوں کی چابی بھی۔ مجھے سارے بند دروازوں کو کھولنے کا اسم چاہیے۔ جو مجھے آنکھ سے دل تک اور دل سے تم تک کی رسائی دے۔ میں سیکھنے کو بے تاب ہوں۔ تم کیا سوچتی ہو کیسے سوچتی ہو تمہاری آنکھوں میں کیا بھید ہیں۔ سینے میں کیا راز دبے ہیں۔ مجھے سب تک رسائی پانے کا جنون سا ہو چلا ہے۔ اس جنون کی نہ کوئی حد ہے نا سرحد۔ تمہاری آنکھوں کا اسرار میرا جنون اور بڑھاتا ہے مجھے ڈر ہے یہ سلسلہ لامتناہی نہ ہو جائے دیکھو تمہارے مقابل میں خود کو کتنا کمزور تصور کرنے لگا ہوں۔ ڈر لگنے لگا ہے مجھے تم سے۔ تم ہر روز میرا جنون بڑھاؤ گی اور مجھے ایک دن پاگل کر دو گی۔ پھر کیا حال ہوگا اس کا ہاں!'' کیسی تپش تھی ان آنکھوں میں۔ کیسا جنوں خیز لہجہ تھا۔ انائیا ملک اس طوفان کے سامنے جیسے خود کو کوئی کمزور پتہ سی لگی۔ وہ کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی' یہ نہیں جتانا چاہتی تھی اسے کہ وہ اس کے سامنے بہت کمزور ہے۔ تبھی ایک جھٹکے سے اس کے حصار سے خود کو نکالا تھا اور الٹے قدموں دور جا کھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں ایسا ہی ایک احساس تھا جو کسی ہرنی کو شیر دیکھ کر ہوتا ہے۔

معارج تغلق نے اس کی سمت دیکھا اور مسکرا دیا۔

''تم بہت دلچسپ شخصیت رکھتی ہو انائیا ملک! میں تمہارے اسرار جاننے کا متمنی ہوں مگر تمہارے سحر سے خود کو بچا نہیں پاتا اور سلجھانے کی کوشش میں الجھنے لگتا ہوں۔ کوئی جادوگرنی ہو تم؟ میں نے کئی قصے سنے ہیں مگر تمہارا جادو سر چڑھ کر بولتا دکھائی دیتا ہے۔ ایسا کیا ہے تم میں؟'' وہ قدم قدم اس کی سمت بڑھتا ہوا بولا۔

انائیا دیوار سے جا لگی تھی اور اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔ ایک ناقابل بیان کیفیت تھی۔

معارج تغلق دیوار پر ہاتھ ٹکا کر اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔ پھر جیسے اس پر ترس آ گیا تھا۔

''رات بہت ہو گئی ہے مسز تغلق اور تم تھکی ہوئی بھی ہو۔ لہٰذا سو جاؤ۔''

یہ بے بسی کی کوئی انتہا تھی۔ انائیا ملک کی آنکھیں بھر گئیں۔

''مجھے مار دو معارج تغلق! میرے لیے ایسی سزائیں تجویز مت کرو۔ مجھے گھٹن ہوتی ہے۔'' وہ لاچاری سے کہہ رہی تھی۔ معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں کی نمی کو ہاتھ کی پوروں پر چن لیا تھا اور بغور دیکھتے ہوئے بہت آہستگی سے بولا۔

''سو جاؤ مسز تغلق! اب اس وقت ڈرامابازی مت کرو۔''

''ڈراما کون کر رہا ہے؟ یہ بات صاف دکھائی دے رہی ہے معارج تغلق! مجھے اذیتیں دے کر تمہیں سکون ملتا ہے۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ تم آخری حد تک جا کر مجھے سزائیں دینے کا ہنر رکھتے ہو۔ مگر میں تم سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہتی۔ کیونکہ میرا ڈر تمہیں مزید مضبوط بنائے گا اور ایسا میں ہونے نہیں دوں گی۔'' اس نے آنکھیں رگڑی تھیں۔ پھر دھیمے قدموں سے اپنے بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس کی نظروں میں اس بار کوئی سوال ابھرا تھا جسے پڑھ کر وہ بولا۔

''میں صرف یہی کہنا چاہتا تھا کہ سو جاؤ مسز تغلق! مجھ سے اتنا خوف محسوس ہو رہا ہو تو دروازہ لاک کر لو مگر میں لفظوں سے مکرنے کا عادی نہیں۔ چور راستے اختیار کرنے کا مجھے شوق نہیں اور نقب زنی اپنے ہی گھر میں ہوتی نہیں۔'' کہہ کر وہ پلٹا اور دروازہ بہت زور سے بند کر کے باہر نکل گیا تھا۔

یہ شخص کیا ہے۔ کتنے رنگ ہیں اس کے؟ کتنے روپ ہیں انائیا ملک سمجھنے سے قاصر تھی۔

○……❖……○

پارسا کی آنکھ کھلی تو وہ کئی لمحوں تک چھت کو خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔ عدن بیگ جو اس کے قریب بیٹھا کافی پی رہا تھا فوراً کافی کا کپ ٹیبل پر رکھ کر اس کی سمت متوجہ ہوا۔

''تم ٹھیک ہو پارسا!'' بہت کیئرنگ انداز میں وہ پوچھ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ ''تم بے ہوش ہو گئی تھیں پارسا اور ایسے میں اسپتال میں مزید رکنا ناگریز تھا۔ سو میں تمہیں ہوٹل واپس لے آیا۔ میں نے ڈاکٹر کو بلوا لیا۔ اس نے وجہ ٹربل بتائی ہے۔ جو کہ میں پہلے سے جانتا تھا مگر جس طرح تم بے ہوش ہوئی تھیں اس پر میں بہت پریشان ہو گیا تھا۔ ایک لمحے کو تو سانس سینے میں کہیں رکنے لگا تھا۔''

وہ اٹھ کر بیٹھنے لگی تھی جب اس نے روک دیا۔

''لیٹی رہو تمہیں ڈاکٹر نے آرام کا مشورہ دیا ہے۔ میں تمہارے پاس بیٹھا صرف تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ میں کھانا منگوا لیتا ہوں۔'' عدن بیگ نے کہا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' وہ بہت آہستگی سے بولی۔

''بھوک تو مجھے بھی نہیں ہے مگر ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ خالی پیٹ سونا نہیں چاہیے' لہٰذا تھوڑا بہت کھا لو۔ خالی پیٹ ٹریس لینا ٹھیک نہیں۔'' عدن نے مشورہ دیا تھا۔

''آپ نے بھی کچھ نہیں کھایا؟'' وہ چونکی۔

''مجھے اکیلے کھانے کی عادت نہیں ہے' تم اگر کمپنی نہیں دو گی تو میں باہر جا کر واچ مین کے ساتھ بیٹھ کر کھا لوں گا۔ یا پھر یونہی سو جاؤں گا۔'' وہ اس کے موڈ کو بحال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عدن بیگ کا لہجہ فکر سے آزاد تھا۔ دور تک ان آنکھوں میں کوئی الجھن نہیں تھی۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھی۔

''تم اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟ واچ مین کے ساتھ میرا ڈنر کرنے کا خیال پسند نہیں آیا؟ اس خاموشی کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے کمپنی دینے کو تیار ہو؟'' عدن بیگ کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ در آئی۔

''آپ ایسے کیسے ہو سکتے ہیں؟'' وہ بولی۔

''کیا مطلب؟ کیسا ہوں میں؟ واچ مین کے ساتھ ڈنر کرنے کے خیال کے ساتھ میں کچھ مشکوک لگ رہا ہوں؟''

''نہیں!'' پارسا نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی تو عدن نے اس میں اس کی مدد کی۔

اس ایک لمحے کی قربت میں کچھ خاص تھا یا نہیں۔ وہ سوچ نہیں سکی تھی مگر اس کے انداز میں جو اپنائیت تھی' جو تحفظ دیتا ہوا احساس تھا وہ صاف نمایاں تھا۔ نا وہ ریاکار تھا نا اس کا انداز کوئی بھید رکھتا تھا۔ وہ بہت کھلا شخص تھا جس کے چہرے پر اس کا اندر دکھائی دیتا تھا۔ پارسا کو ہمیشہ وہ بہت بے ضرر سا لگا تھا۔

"میرا مطلب وہ نہیں تھا۔" پارسا نے کہا۔
"تو پھر آپ کا مطلب کیا تھا؟" وہ غالباً اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اس کا دھیان بٹانا چاہ رہا تھا۔
"آپ ڈنر منگوالیں۔" پارسا نے کہا۔
"یعنی آپ نہیں چاہتی کہ میں ڈنر واچ مین کے ساتھ کروں؟" وہ شکوہ کرتی نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔ "یا پھر مجھے کمپنی دینے پر مائل ہوگئی ہیں۔"
"آپ یہی سمجھ لیں۔" وہ نرم لہجے میں بولی تو عدن بیگ نے اسے بغور دیکھا۔ آج جو بھی ہوا تھا وہ اسے دہرانا نہیں چاہتا تھا۔ مگر وہ جانتا تھا وہ جس کیفیت میں تھی اور اس کیفیت سے اسے صرف اس کے اپنے نکلنے میں مدد دے سکتے تھے۔ ڈنر کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔ مگر ذہن مسلسل اس سے بندھ گیا تھا۔

○.......❖.......○

انائیا ملک سو کر اٹھی تھی تو پورے وجود پر ایک تھکن سی طاری تھی۔ وہ آفس جانے کے موڈ میں نہیں تھی' دماغ جیسے ماؤف سا تھا اور اس کیفیت میں وہ کام کرنے کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی۔ تبھی فون کر کے سارہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ نہیں آئے گی۔
سدرہ تغلق کو جیسے ہی پتا چلا تھا کہ وہ جاگ گئی ہے۔ اسے ناشتے کے لیے بلوالیا' مگر اس نے ایک کپ کافی کے علاوہ کچھ نہیں لیا۔
"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" سدرہ تغلق نے پوچھا۔
"جی ممی! بس میرا کھانے کا موڈ نہیں ہے۔"
"انائیا بیٹا! چیزوں کے ہونے اور نا ہونے کی وجوہات کو ڈھونڈتے رہنا عقل مندی نہیں۔ چیزوں کو باندھنا مشکل ہے اور توڑنا بہت آسان' رشتے بنتے ہیں مدتوں کی عمر درکار نہیں ہوتی مگر سمجھ داری کی ضرورت ہوتی ہے۔ مرد کبھی گھر نہیں بناتا کیونکہ وہ کبھی بندھنا نہیں چاہتا۔ لڑکی اسے یہ اسلوب سکھاتی ہے۔ میں چاہتی ہوں جن باتوں سے معارج ناآشنا ہے اسے وہ تم ازبر کراؤ۔ میں اس کی ماں ہوں۔ اس کا دل بچے کا سا ہے۔ وہ حساس بھی ہے اور خیال رکھنے والا بھی۔ بس اسے اپنے ساتھ باندھ لو۔ قدم سے قدم ملا کر چلنے کی عادت سے واقفیت دو۔ مجھے یقین ہے وہ سمجھنے میں زیادہ دیر نہیں لے گا۔ مرد کی عقل تھوڑی موٹی ہوتی ہے' وہ دیکھتا سب ہے مگر اسے اس طور سمجھ نہیں آتا۔ سمجھ وہی آتا ہے جو اسے عورت دکھاتی ہے۔ بظاہر وہ حکمرانی کا دعویدار ہوتا ہے اور خود کو حکمران سمجھتا بھی ہے مگر درحقیقت عورت اس کے دل پر دماغ پر حکمرانی کرتی ہے۔ میں یہ نہیں چاہتی تم اپنی ضد سے اسے ہراؤ' یہ جیت ہار کی باتوں کو جانے دو' گھر بسانے میں ہار جیت نہیں محبت ضروری ہوتی ہے۔ ہم تمہیں لے کر یہاں آ گئے۔ بیٹی بنا کر ساری رسمیں اپنے گھر رکھیں۔ تمہاری حیثیت ایک بیٹی جیسی مانی۔ ہم نے وہ کیا جو ہمیں مناسب لگا۔ مگر سلسلہ وہیں رکنا نہیں چاہیے۔ تم دونوں نے چیزوں کو آگے بڑھانا ہے۔ ایک دوسرے کو موقع دو' سمجھو۔ ایک دوسرے کو جگہ دو۔ ایک قدم آگے لینے سے کوئی چھوٹا نہیں ہوجاتا۔ اگر ایک قدم آگے لینے سے کچھ بہتری کی گنجائش نکل سکتی ہے تو اس

میں کیا برا ہے؟" سدرہ تغلق اسے پیار سے سمجھا رہی تھیں اور فی الحال اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا نہ کوئی وعدہ' جو وہ پورا کرسکتی۔ معارج تغلق کے ساتھ اس کا رشتہ جس نہج پر تھا وہ اس کے معنی خود اخذ نہیں کر پائی تھی۔ سدرہ تغلق نے بہت پیار سے اس کا چہرہ تھام کر پیشانی پر پیار کیا۔
"تم سست لگ رہی ہو۔ کچھ آرام کرلو۔ میں تمہاری پسند کا لنچ بنا کر تمہارے کمرے میں بھجوادوں گی۔ اگر کھانے کا موڈ ہو تو میں اپنے ہاتھوں سے کھلادوں گی۔ ایک مزے کی بات بتاؤں؟ معارج اب بھی کبھی کبھی میرے ہاتھ سے ہی کھاتا ہے۔ اتنا بڑا ہوگیا ہے مگر اب بھی بچوں جیسی حرکتیں کرتا ہے۔ تم اپنے کمرے میں جاؤ' میں لنچ کی تیاری کرواتی ہوں۔" سدرہ تغلق نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ باہر نکل آئی۔ راہداری میں آ کر نگاہ عین سامنے والے کمرے کی طرف گئی تھی۔ جانے کیا ہوا تھا وہ بجائے اپنے کمرے میں جانے کے اس طرف آ گئی۔ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا پش کیا تھا اور دروازہ کھل گیا تھا۔ اسے حیرت نہیں ہوئی تھی کیونکہ یہ وقت گھر کی صفائی کا تھا اور یقیناً رستم نے اسے صاف کروانے کے لیے کھلوایا اور پھر بند کرنا بھول گیا۔
وہ اس پراسرار گلابی کمرے کے اندر داخل ہو کر خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔
کتنے راز تھے اس گھر کے...... کتنے اسرار تھے...... وہ سمجھنے کی کوشش کرتی اور ہر بار الجھتی جاتی تھی۔ وہ تصویر اسی طور سائیڈ ٹیبل پر رکھی تھی۔ مسکراتا چہرہ بہت تر وتازہ اور دلکش تھا۔ وہ کچھ دیر تصویر کے پاس رکی اس چہرے کو دیکھتی رہی۔ پھر جانے کیوں دراز کھول کر دیکھنے لگی۔ اس کے اندر تجسس شاید نہ تھا مگر وہ اس اسرار سے پردہ اٹھانے کا سوچ چکی تھی' مگر کچھ ضروری فائلز کے سوا اس دراز میں کچھ نہ تھا۔ تب اس نے دوسری طرف کی دراز کو دیکھا۔ ایک گلابی ڈائری دیکھ کر وہ چونکی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر ڈائری اٹھالی۔
"کیا راز ہوسکتا تھا اس میں......؟" اس کا دل ایک لمحے کو رکا تھا۔ اگر اس ڈائری کا تعلق معارج تغلق سے ہوتا تو وہ سدرہ تغلق کی سمجھائی گئی باتوں میں کسی ایک پر بھی عمل کر پاتی؟ بہت آہستگی سے اس نے ڈائری کھولی۔
"تانیہ تغلق!" ایک نام اس کی نظروں کے سامنے جگمگا رہا تھا۔
اپنا قیاس تو وہ کرسکتی تھی کہ وہ اس خاندان سے الگ نہیں تھی۔ اس کا نام اس تغلق فیملی سے جڑا ہوا تھا۔ کیا وہ معارج تغلق کا ماضی تھی یا ماضی کے کسی راز کا قصہ......؟
اس نے ورق الٹا تھا۔
12 فروری
میں اسٹڈی کے لیے گھر سے دور رہ رہی تھی۔ سو سب کو بہت مس کرتی تھی۔ مجھے چیزوں کو ان کے ربط سے رکھنے کی عادت نہیں اور امی اس بات کو لے کر مجھے ڈانٹی رہتی ہیں۔ مگر میں جانتی ہوں میں ان کی لاڈلی ہوں۔ نا صرف ان کی بلکہ پورے گھر کی...... مگر میں نے اس محبت کا کبھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ محبت ایک طاقت ہے۔ ایک ہتھیار ہے' مگر میں اس ہتھیار سے لڑنے کی منصوبہ سازی پر یقین نہیں رکھتی۔ بس ایسی ہی لاابالی سی ہوں میں۔ تیمور بھائی کہتے ہیں میں تھوڑی کھسکی ہوئی ہوں۔ مگر مجھے سب سے زیادہ سپورٹ وہی

کرتے ہیں۔ سپورٹ تو بھابی بھی کرتی ہیں ہر بات کو منوانے میں مگر ممی کے سامنے جو ڈھال بن کر کھڑا ہوتا ہے وہ تیمور بھائی ہی ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ میں سمجھ سے خالی ہوں۔ مگر ہاں، میں ان لوگوں میں سے ہوں جو زندگی لگی بندھی راہوں پر چلتے ہوئے گزارنا پسند کرتے ہیں۔ میں نے گھر سے دور یونیورسٹی میں پڑھنے کی ضد کی تھی تو ممی کو میرے ساتھ آنا پڑا۔ مگر کچھ ہی دنوں میں وہ واپس چلی گئی تھیں۔

15 فروری

اوہ گاڈ، مجھے بہت رونا آ رہا ہے۔ بھیا میرے چھوٹے سے گولو مولو سے معارج کو کانونٹ بھجوا رہے ہیں اور میں یہ سوچ کر ہی دہل رہی ہوں کہ اس کے بنا وقت کیسے کاٹوں گی؟ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے جب تک وہ آ کر مجھے جگا تا نہیں تھا تو میری تو صبح ہی نہیں ہوتی تھی۔ میں جب بھی چھٹیوں میں گھر جاتی تھی تو سارا وقت اسی کے ساتھ گزارتی تھی۔ ہم بہت ساری شرارتیں مل کر کرتے ہیں۔ اب میرا سب سے پیارا دوست مجھ سے دور چلا جائے گا مجھے یہ سوچ کر ہی نیند نہیں آ رہی۔ میرے چھوٹے سے پیارے سے دوست کو میں بہت مس کروں گی۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اس کے مستقبل کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔ آخر وہ پڑھے گا لکھے گا نہیں تو بڑا آدمی کیسے بنے گا؟ مگر پھر یہ بھی سوچتی ہوں کہ گھر جاؤں گی تو میرے پاس کون آئے گا؟ ممی مجھے ملنے آتی رہتی ہیں اور وہ ہر بار ممی کے ساتھ مجھے ملنے آ جاتا تھا۔ وہ مجھ سے بہت اٹیچڈ تھا اور میں اس وقت اس سے بہت پیار کرتی تھی۔

وہ مجھے پوجی ہی کہتا ہے۔ چھوٹا ہے نا۔ ابھی صاف زبان میں پھوپھو جی نہیں کہہ سکتا۔ بھابی نے اسے سکھایا تھا تائی کو تائی نہیں پھوپھو جی کہو۔ اس سے پہلے وہ مجھے تائی ہی کہہ کر بلاتا تھا۔ مگر جیسے ہی بھابی نے بتایا وہ تب سے مجھے 'پوجی' کہنے لگا۔ اس کی کیوٹ سی آواز میں یہ پوجی لفظ بڑا بھلا لگتا ہے۔ آج کیا ہوا کہ اسے سیڑھیوں سے گر کر چوٹ لگ گئی۔ وہ بہت رویا اور میری آنکھوں سے بھی آنسو بہتے رہے۔ میں اس کے زخم نہیں دیکھ سکتی تھی۔ سو اپنے کمرے میں آ گئی۔ میں بہت افسردہ رہی۔ امید ہے وہ بہت جلد اچھا محسوس کرنے لگے گا۔ مگر پھر بھی وہ چلا جائے گا۔ تو میں اسے کتنا مس کروں گی نا! اور ہم مل کر چھپ کر بھابی کے بنائے گلاب جامن بھی نہیں کھائیں گے۔ بہرحال میں گولو مولو سے مل کر واپس آ گئی تھی۔

18 فروری

آج دوستوں کے ساتھ وقت گزارتے ہوئے اچھا لگا۔ میرے گولو مولو کے جانے سے جو موڈ آف تھا آج کچھ بہتر محسوس کیا۔ ثناء اپنی کزن کی شادی کی تیاریوں کے بارے میں بتاتی رہی میں شادیوں کی تقریبات کو بہت دلچسپ محسوس کرتی ہوں۔ وہ جانتی تھی تبھی ایک ایک شے بڑھا چڑھا کر بتا رہی تھی۔ وہ میری بہت اچھی دوست ہے۔ وہ جانتی تھی گولو مولو کے جانے کے باعث میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ میرا موڈ بدلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ زائرہ بیگ پکوڑے بہت مزے کے بناتی تھی۔ میرے سامنے اس نے پلیٹ بھر کر پکوڑوں کی رکھ دی تھی۔ وہ جانتی تھی چٹنی کے ساتھ مرچوں کے پکوڑے میں کھانے میں کچھ منٹ بھی نہیں لوں گی۔ مگر میں نے بے دھیانی میں پلیٹ پرے کھسکا دی تھی۔

"زائرہ بالکل بھی موڈ نہیں ہے۔" میں نے کہا تھا اور وہ مجھے پیار سے دیکھنے لگی تھی۔

''تھوڑا سا چکھو۔ تمہارا دل کھانے کو چاہے گا کم آن گولو مولو اپنا مستقبل بنانے گیا ہے۔ تم اس کے لیے زیادہ جذباتی ہو رہی ہو۔'' زائرہ نے کہا تھا اور میں نے شاید اس کا دل رکھنے کو ایک پکوڑا اٹھا کر منہ میں رکھا تھا اور زائرہ جانتی تھی میں اگر ایک پکوڑا کھاؤں گی تو پھر پوری پلیٹ چٹ کر جاؤں گی۔ تبھی اس نے شرارت سے پلیٹ کھینچ لی تھی اور پکوڑوں پر سمجھوتا کرنے والی میں کہاں تھی۔ کچھ ہی لمحوں میں چھینا جھپٹی میں پورا کمرہ جنگِ عظیم کا نقشہ پیش کر رہا تھا اور ہم ہنس رہے تھے۔

یہ دوست بھی کتنے ضروری ہوتے ہیں نا!

میں، ثناء زائرہ، سلمان اور جہانگیر ہم کتنا وقت شرارتوں میں گزارتے تھے۔ حالانکہ ہم سب لاء کے اسٹوڈنٹ تھے مگر ہماری شرارتیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ ہم مستقبل میں اتنی اہم ذمے داریاں اٹھانے والے ہیں۔ اسٹوڈنٹ لائف سب سے مزے دار لائف پیریڈ ہوتا ہے اور ہم سب اسے بہت انجوائے کر رہے ہیں۔ آج کی پکوڑوں کی دھما چوکڑی بھولنے والی نہیں، مجھے نیند آ رہی ہے۔ سو زیادہ لکھ نہیں پاؤں گی۔ وقت بہت ہو گیا ہے۔

16 مارچ

آج ہم سب پکنک کے لیے ایک جھیل پر گئے تھے۔ مجھے تیرنا نہیں آتا کیونکہ مجھے پانی سے خوف آتا ہے اور میں پانی میں نہیں جا سکتی۔ زائرہ ثناء دونوں یہ بات جانتی تھیں مگر سلمان اور جہانگیر شرارت کے موڈ میں تھے۔ دونوں میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچ رہے تھے مگر میں پانی میں جانا نہیں چاہتی تھی۔

''کیوں تنگ کر رہے ہو اسے۔ تم جانتے ہو! وہ پانی سے خوفزدہ ہے؟'' زائرہ نے ان دونوں کو ڈپٹا تھا۔ مگر تبھی میرا پاؤں پھسلا تھا اور میں جھیل کی لہروں میں بہنے لگی تھی۔ میرا دم جیسے گھٹ رہا تھا۔ مجھے لگا تھا آج میرا آخری دن ہے مگر تبھی جہانگیر جھیل میں میرے پیچھے کود پڑا اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا تھا۔ اس کوشش میں اسے کئی لمحے لگے تھے اور میری سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔ بالآخر وہ مجھے کنارے پر لایا تھا تو میرے سارے دوست مجھ پر جھک آئے تھے۔

''یو او کے تانیہ!'' زائرہ میرا پیٹ دبا کر پانی نکالنے لگی تھی۔ میری سانس بحال ہوتے دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی تھی۔

''جہانگیر تم پانی میں کیسے کود ے؟ تمہیں تو خود تیرنا نہیں آتا نا!'' زائرہ نے جہانگیر کی سمت دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اور تبھی میری نظریں اس کی طرف اٹھی تھیں۔ آج پہلی بار میں نے اسے غور سے دیکھا تھا یا اس میں پہلی بار مجھے کوئی الگ بات دکھائی دی تھی۔ میں نے اسے دیکھا تھا اور میری نظریں اس شخص سے بندھنے لگی تھیں۔ میں اپنے زاویۂ نظر پر خود آپ حیران ہوئی تھی۔

''تھینکس جہانگیر! ایک نیا احساس اپنے اندر محسوس کر کے میں خود آپ دنگ تھی۔ جہانگیر کی آنکھوں میں ایسا کچھ نہ تھا۔ میں نے بغور دیکھا تھا۔

''تم ٹھیک ہو نا!'' زائرہ بیگ نے بہت پیار سے مجھے اپنے ساتھ لگایا تھا۔ میں نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ زائرہ میری بہت اچھی دوست تھی۔ اچھے تو سبھی دوست تھے۔ ہمارا گروپ بہت ذہین لوگوں کا گروپ

تھا۔ ہم شرارتوں ہی میں نہیں پڑھنے اور اچھا رزلٹ دینے میں بھی آگے تھے۔ وہ دن تمام ہوا تھا۔ پکنک شاندار رہی تھی۔ مگر میرے اندر ایک بے چینی نے گھر کر لیا تھا۔ کیا تھی یہ بے چینی! میں خود آپ سمجھنے سے قاصر تھی۔ کچھ باتوں کے معنی سمجھنا اتنا مشکل کیوں ہوتا ہے؟ میں اس وقت سمجھ نہیں پائی تھی۔

20 مارچ

بہت سے اچھے شروع ہونے والے دنوں کا اختتام اتنا اچھا نہیں ہوتا۔ آج جب واپسی کے لیے میں نکل رہی تھی تیزی میں سیڑھیاں اترتے ہوئے میں پھسل کر گر گئی تھی اور وہ تو اچھا ہوا جہانگیر ملک سیڑھیوں کے اختتام پر کھڑا تھا اس نے مجھے تھام لیا تھا، مگر اس کے باوجود ٹخنے میں مجھے بہت زیادہ درد محسوس ہوا تھا۔

''تم ٹھیک ہو نا تانیہ!'' وہ مجھ پر جھکا پوچھ رہا تھا۔ میں نے تکلیف کے باوجود سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ مگر اس کے بعد جب میں نے اٹھ کر چلنے کی کوشش کی تھی مگر مجھ سے چلا نہیں گیا تھا۔

''مجھے لگتا ہے موچ آ گئی ہے۔'' جہانگیر ملک نے قیاس کیا تھا۔ تکلیف کے مارے میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے تب جہانگیر ملک نے مجھے سہارا دیا تھا۔ گاڑی تک لایا تھا۔ میں بس چپ چاپ اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ وہ اس سے پہلے مجھے اتنا اچھا کیوں نہیں لگا تھا۔ اور میرا دل ..... ! وہ آج سے پہلے دھڑک بھی رہا تھا یا نہیں؟ مجھے تو اس بات کا احساس بھی نہیں تھا۔ جہانگیر کی گرفت میں لگ رہا تھا کہ میں بادلوں میں اڑ رہی ہوں۔ اس نے کب مجھے گاڑی میں بٹھایا تھا اور کب اسپتال پہنچ کر مجھے پلاسٹر کروایا تھا مجھے تو اس کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔

''تم نے بے دھیانی میں اپنا کتنا نقصان کر لیا ہے تانیہ تغلق! اس کا احساس تمہیں نہیں اب سر پر ایگزام ہیں اور تم یوں پڑی ہو؟'' وہ مجھے ڈانٹ رہا تھا۔ ''تم بہت بے پروا ہو تانیہ! تمہیں زائرہ نے کہا بھی تھا اس کے ساتھ نکلنے کو وہاں گھس کر لائبریری میں بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی؟'' وہ مجھے ڈپٹ رہا تھا اور میری آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ اس کی ڈانٹ سے نہیں بلکہ اپنے پاؤں کی تکلیف سے اسے احساس ہوا تھا اور وہ میرے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ پھر میرا ہاتھ تھام کر پوری توجہ سے میری طرف دیکھا تھا۔

''آئی ایم سوری تانیہ! میرا ارادہ تمہیں دکھی کرنے کا نہیں تھا۔ مگر تمہیں چوٹ لگ گئی مجھے اس کا افسوس ہے۔'' وہ دوستانہ لہجے میں بولا تھا۔

''بہت درد ہو رہا ہے۔'' اس نے پوچھا تھا۔ میں نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

''اوہ میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔'' وہ کہہ کر ڈاکٹر کو بلانے چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد واپس لوٹا تھا تو اس کے ساتھ ڈاکٹر بھی تھا۔

''میں انجکشن نہیں لگواؤں گی۔'' میں نے باضابطہ اعلان کیا تھا۔

''ٹھیک ہے ڈاکٹر آپ کوئی میڈیسن دے دیں!'' جہانگیر ملک نے کہا تھا پھر ایک نمبر ملایا تھا اور بات کرنے لگا تھا۔ بات ختم کر کے وہ میری طرف پلٹا تھا۔

''آج تمہارا برتھ ڈے ہے؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا تھا۔ میں نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

''آئی ایم سوری! مجھے بالکل یاد نہیں رہا۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو!'' اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے گلدان میں سے ایک پھول نکال کر میری طرف بڑھایا تھا۔

''تھینکس! مگر تمہیں کیسے پتا چلا؟'' میں نے پوچھا تھا اور گلاب تھام لیا تھا۔ شاید یہ میری زندگی میں ملنے والا سب سے قیمتی گفٹ تھا۔ ایسا مجھے محسوس ہوا تھا۔

''میں نے تمہارے گھر فون کیا تھا بتانے کے لیے تب تمہاری ممی نے بتایا' تم کوئی سرپرائز پارٹی ارینج کرنے والی تھیں؟''

میں نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔

''اوہ' تمہاری ممی آ رہی ہیں تمہیں لینے! تم چیزوں کو چھپا کر رکھنے کی کتنی عادی ہو' اپنی برتھ ڈے کا علم تک نہیں ہونے دیا۔ تمہارے گروپ میں سے تو کسی کو پتا نہیں ہوگا نا!'' وہ مجھے الزام دیتی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور میں نے سر ہلا دیا تھا۔

''میرا ارادہ صرف سرپرائز دینے کا تھا۔ یوں بھی اپنا برتھ ڈے میں صرف اپنی فیملی کے ساتھ مناتی ہوں۔'' میں نے جواز دیا تھا۔

''خوشیوں کو بانٹا جاتا ہے تانیہ تغلق! چھپایا نہیں جاتا۔'' وہ مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھ رہا تھا اور میری دنیا میں کیسا بھونچال سا تھا۔ میں اس طور کیوں اس سے بندھ رہی تھی۔ میں نہیں جانتی تھی مگر آج کا دن اس طور پر یادگار رہا کہ ایک تو مجھے چوٹ لگی اور دوسرا جہانگیر ملک کے ساتھ کچھ وقت ساتھ گزارنے کو مل گیا۔ شاید یہ دن بہت خاص رہا۔

22 مارچ

میں اپنے پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے کیمپس نہیں جا رہی تھی سو شام میں وہ سارے میری طرف آ جاتے تھے مگر اس میں جہانگیر ملک شامل نہیں ہوتا تھا۔

''تم اس طرح بار بار دروازے کی طرف کیوں دیکھ رہی ہو؟'' زائرہ بیگ نے مجھے نوٹس کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

''وہ ہاجرہ چائے لے کر آ رہی تھی۔ بس اس کی راہ دیکھ رہی ہوں۔'' میں نے بات بنائی تھی۔ وہ مسکرا دی تھی۔

''تم یونیورسٹی ختم ہونے کے بعد کیا کرو گی؟ کیا ارادہ ہے؟'' اس نے پوچھا تھا۔

''مجھے لگتا ہے تانیہ شادی کرے گی!'' سلمان نے کہا تھا۔ ''اسے شادیوں میں شرکت کرنا بہت پسند ہے نا!'' وہ شرارت سے بولا تھا۔

''ہاں' میں نے بھی سنا ہے جو دوسروں کی شادیوں میں شوق سے جاتے ہیں ان کی شادی بھی جلدی ہوتی ہے۔'' ثناء نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ میں نے گھورا تھا۔

''میں یوں شادی کرنے والی نہیں!''

''تو پھر؟'' سلمان کو تجسس ہوا تھا۔

''میں کسی عام انسان سے شادی کرنے والی نہیں' جب میرا دل مجھے بتائے گا اور جس کے حق میں کہے گا میں اسی کا ہاتھ تھاموں گی۔'' میں مسکرائی تھی۔

''آہ' تم میرے بارے میں تو بات نہیں کر رہیں؟'' سلمان نے سموسہ کھاتے ہوئے شوشہ چھوڑا تھا۔ میں نے کشن کھینچ کر مارا تھا۔ جسے اس نے مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ ''مجھے لگا وہ میں ہو سکتا ہوں۔'' وہ قطعاً شرمندہ نہیں تھا۔

''تم تانیہ کو پروپوز کر رہے ہو سلمان!'' زائرہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

''آہ' کاش کر پاتا مگر یہ رد کر دے گی سو مجھے ذلیل ہونے سے ڈر لگتا ہے۔'' وہ مسکرایا تھا۔

''سلمان ہینڈسم لڑکا ہے تانیہ! تم نے کبھی اسے اس طرح نوٹس نہیں کیا؟'' ثناء نے پوچھا تھا۔

''میں ان چکروں میں فی الحال پڑنے والی نہیں!'' میں نے موضوع سے ہٹنا چاہا تھا۔

''فی الحال' یعنی بعد میں سو میں انتظار کر لوں؟'' سلمان شرارت پر مائل تھا۔

''سلمان یہ گلدان دیکھ رہے ہو؟'' میں نے اشارہ کیا تھا۔

''ہاں اچھا ہے اس میں یہ تازہ پھول میں نے ہی لگائے ہیں۔ تمہیں پسند آئے؟ تھینک یو! سارے کے سارے پھول اسپیشل ہیں۔ صرف تمہارے لیے۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ وہ دونوں مسکرا رہی تھیں۔

''تم اس کی باتوں کو سیریس مت لینا تانی! اس کی عادت ہے۔'' زائرہ مجھے گلدان تھامتے دیکھ کر بولی تو سلمان نے احتیاطاً کشن اٹھا کر چہرے کے سامنے رکھ لیا تھا۔

''دیکھو' پیار سے مارنا' میرا چہرہ بہت قیمتی ہے۔ میں تو صرف کوشش کر رہا ہوں۔ بات بن گئی تو ٹھیک ورنہ دوسری لڑکی کا چانس تو رہنے دو۔'' وہ بولا تھا اور دونوں ہنسنے لگی تھیں۔

''تمہیں محبت پر یقین ہے تانیہ!'' ثناء نے پوچھا تھا۔

''محبت!'' میں نے زیر لب دہرایا تھا۔

''تم کس سے محبت کے بارے میں پوچھ رہی ہو ثناء! یہ ٹام بوائے لک والی لڑکی تمہیں لگتا ہے یہ کسی سے محبت کر سکتی ہے؟'' سلمان نے سیب دانتوں سے کترتے ہوئے کہا تھا۔

''انگور کھٹے ہیں نا!'' میں نے مسکراتے ہوئے اس کی ٹانگ کھینچی تھی۔

''فی الحال تو کھٹے ہی ہیں' مگر میں ٹرائی کرتا رہوں گا۔ ڈونٹ وری۔'' سلمان اپنے نام کا ایک ڈھیٹ تھا۔

''تمہیں اگر واقعی مجھ سے محبت ہو گئی تو کیا کرو گی تانیہ تغلق!''

''خودکشی!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ ثناء اور زائرہ مسکرا دی تھیں۔

''ایسے مت کہو تانیہ! اچھا خاصا ہے اپنا سلمان۔'' زائرہ نے کہا تھا۔

''بات محبت کی ہو رہی تھی زائرہ!'' میں نے جواز دیا تھا۔

''لو یہ کہاں لکھا ہے کہ سلمان حق سے محبت کرنا منع ہے۔'' وہ احتجاج کرتے ہوئے بولا تھا۔

''تمہارے چہرے پر!'' میں نے ترکی بہ ترکی کہا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

''میں مایوس نہیں ہوں برابر کوشش کرتا رہوں گا۔'' وہ باہمت بھی تھا اور حوصلہ مند بھی۔ سو ہار ماننے کو تیار نہ تھا۔

''محبت کیسے ہوتی ہے بائے دی وے؟'' ثناء نے پوچھا تھا۔

''یہ بغیر کسی وجہ اور جواز کے ہو جاتی ہے۔'' زائرہ نے جواب دیا تھا۔

''تو کیا میرے اندر ایسی ہی کسی محبت نے سر اٹھایا تھا؟'' میں نے خود اپنے آپ سے جواب چاہا تھا۔ کوئی ایک خاص بات بھی تو نہیں ہوئی تھی پھر محبت کیسے ہونے لگی تھی؟ اور یہ محبت تھی بھی کہ نہیں؟

''اور محبت کا پتا کیسے چلتا ہے؟'' ثناء نے میرے اندر کا سوال پوچھ ڈالا تھا۔ زائرہ مسکرا دی تھی۔

''محبت خود آپ اپنا پتا دیتی ہے۔ اس کے لیے جواز ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں پڑتی اس کی جاسوسی پر مامور ہونا پڑتا ہے۔ یہ خود آپ کھلتی ہے اور خوشبو کی طرح پھیلتی ہے اور خود اپنی خبر دے جاتی ہے۔'' زائرہ بتا رہی تھی۔

''کیا دل بہت تیزی سے دھڑکتا ہے؟'' ثناء مسکرائی تھی۔

''شاید اتنے زور سے کہ باقی ساری آوازیں دب جاتی ہیں۔'' زائرہ مسکرائی تھی۔ تو کیا وہ محبت تھی؟ سچ مچ کی محبت؟ جو میں جہانگیر ملک کے لیے اپنے اندر محسوس کر رہی تھی؟

''نظروں سے پتا چل جاتا ہے بھئی مگر کوئی آنکھوں میں جھانکے بھی تو۔'' سلمان نے میری طرف دیکھتے ہوئے ایک سرد آہ بھری تھی۔

''سلمان تمہاری دال نہیں گلے گی۔ تم اپنا منہ دھو رکھو۔'' زائرہ نے مسکراتے ہوئے اسے خبردار کیا تھا۔

''تمہیں کبھی محبت ہوئی تانیہ!'' زائرہ نے پوچھا تھا۔

''تمہیں لگتا ہے اس جیسی لڑکی کو محبت ہو سکتی ہے زائرہ! اس کے پاس دل نہیں ہے تم دیکھتی نہیں اسے؟ کسی ٹام بوائے ٹائپ ہے۔ کسی کی توجہ اس پر کیسے آئی ہوگی؟ یہ میں ہی ہوں جو بار بار غلطی کرتا رہتا ہوں۔'' سلمان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''ایسے مت کہو سلمان! ہماری تانیہ بہت پیاری ہے۔ تھوڑی لاابالی ہے۔ مگر اس سے محبت نہ ہونے کا کیا جواز!'' زائرہ نے اسے ڈپٹا تھا۔

''واقعی ہماری تانیہ تغلق بہت پریٹی ہے سلمان تم تو اس کے پاسنگ بھی نہیں۔'' ثناء نے بھرپور میری سائیڈ لی تھی۔ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا تھا۔ میں مسکرا دی تھی۔

''تمہیں اگر واقعی محبت ہوگئی تو کیا کرو گی تانیہ تغلق!'' وہ مسکراتا ہوا میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

''میں نہیں جانتی۔'' تبھی دروازہ کھلا تھا اور جہانگیر ملک اندر داخل ہوا تھا اور میرا دل اتنی تیزی سے دھڑکا تھا کہ باقی اردگرد کی ساری آوازیں کہیں اندر دب گئی تھیں۔

''لو جہانگیر بھی آ گیا۔ آ جا میرے یار! یہ لڑکیاں مجھ اکیلے پر بھاری پڑ رہی تھیں۔ اب تو آ گیا ہے تو مل کر مورچہ بند ہوں گے۔'' سلمان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''جہانگیر تمہاری سائیڈ لینے والا نہیں۔'' یہ ہماری طرف ہوگا۔'' ثناء نے چڑایا تھا۔

''تم کس کی طرف ہو جہانگیر؟'' سلمان نے پوچھا تھا۔

''یہ ہماری طرف ہے۔'' زائرہ نے کہا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

''میں سب کی طرف ہوں۔'' جہانگیر مسکرایا تھا اور میرے قریب بیٹھ گیا تھا۔

''اب پاؤں کا درد کیسا ہے؟'' اس نے مجھ سے پوچھا تھا۔

''بہتر ہے۔'' میں نے جواب دیا تھا۔

''ہم محبت کو ڈسکس کر رہے تھے جہانگیر بھائی! مگر آپ تو میرے مخالف گروپ سے جا ملے آپ سے یہ امید نہیں تھی۔'' سلمان کا شکوہ آیا تھا۔

''نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں یار! بے فکر رہو۔'' جہانگیر نے کہا تھا اور سلمان کی باچھیں کانوں سے جا لگی تھیں۔

''یہ ہوئی نا یاروں والی بات!''

زائرہ نے اسے گھورا تھا۔

''جہانگیر! یہ سیاست دانوں والے بیان مت دو۔ تم نے کہا تھا تم ہماری طرف ہو۔''

''تمہاری طرف ایک مردمار لڑکی ہے۔ وہ کافی ہے۔'' سلمان نے مجھ پر چوٹ کی تھی۔

''بری بات سلمان! تانیہ ایک خوب صورت لڑکی ہے۔ اب اگر تمہیں گھاس نہیں ڈالتی تو تم اس پر ایسے الزام نہیں لگا سکتے۔'' جہانگیر نے کہا تھا۔

''آہ! محبت تیرے انجام پر رونا آیا۔'' سلمان نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے تھے۔

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

ثناء نے کہا تھا۔

''یار! اس موضوع کو اٹھا کر ایک طرف رکھ لو۔ لاحاصل بحث ہے۔ چلو پیزا کھانے چلتے ہیں۔'' جہانگیر نے کہا تھا۔

''آپ بھول رہے ہو تانیہ ہمارے ساتھ نہیں جا پائے گی۔ اس کے پاؤں میں پلاسٹر ہے۔'' سلمان نے یاد دلایا تھا۔

''کوئی بات نہیں۔ ہم اسے سہارا دے کر گاڑی میں بٹھا لیں گے۔ دوست کس لیے ہوتے ہیں۔'' وہ سلمان کو جواب دیتے ہوئے بولا تھا۔ سلمان نے سر ہلایا تھا۔ اس شام ہم نے ساتھ پیزا کھایا تھا اور بہت سا وقت سمندر پر ایک ساتھ گزارا تھا۔ میں اتنا چل پھر نہیں پائی تھی۔ مگر جہانگیر مجھے سہارا دے کر کبھی بنچ پر بٹھا رہا تھا اور کبھی گاڑی میں۔ میں ان سب کو ساحل پر چلتے ہنستے مسکراتے دیکھتی رہی تھی۔ مگر ان میں سے کوئی نہ کوئی میرے پاس مسلسل بیٹھا رہا تھا۔ تاکہ میں تنہائی محسوس نہ کروں اور مجھے احساس نہ ہو کہ میں چل نہیں سکتی۔

میں جہانگیر کی سمت تکتی رہی تھی۔ وہ کہیں بھی تھا۔ کہیں بھی چل رہا تھا۔ کسی سے بات کررہا تھا یا چپ کھڑا تھا۔ مگر اس شام میری توجہ کا مرکز تھا۔ پتا نہیں میں اس کی توجہ کا مرکز بھی تھی کہ نہیں۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا فی الحال......!

10اپریل

اف ایگزام ایک تھکا دینے والا پریڈ ہے۔ کسی اور طرف سر اٹھا کر دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ جہانگیر سے بالکل بات نہیں ہوسکی اور اگر بات ہوئی بھی تو کیا اس سے کچھ پوچھ پائی؟ وہ سوال تھا جو کئی بار میں نے خود سے پوچھا تھا۔ میں اتنی ہمت شاید اپنے اندر نہیں رکھتی تھی۔ محبت اگر خوشبو کی مانند تھی تو کیا جہانگیر کو اس خوش بو کا پتا مل چکا تھا؟ کیا اسے خبر ہو پائی تھی کہ کوئی اس سے محبت کرتا ہے؟ میرا معاملہ وہ تھا کہ میں کسی اور کے زاویے سے نہیں دیکھ رہی تھی صرف اپنے نظریے سے دیکھ رہی تھی اور شاید میں کسی اور کے نظریے سے دیکھ بھی نہیں سکتی تھی۔ میں خواب بن رہی تھی۔ محبت کی انگلی تھام کر چل رہی تھی۔ مگر کوئی اور بھی میرا شریک سفر تھا نہیں مجھے اس بات کی خبر فی الحال نہیں تھی۔ جہانگیر ملک تم سے کیسے بات ہو؟ کیسے پتا چلے کہ تمہارے دل میں کیا ہے؟ یہ محبت اتنی پراسرار کیسے ہوتی ہے؟ محبت کرتے ہی بندہ اتنا محتاط کیوں ہوجاتا ہے کہ خود اپنے آپ کو بھی کسی بات کی خبر نہیں ہونے دینا چاہتا؟

15اپریل

محبت خواب کی میری آنکھوں میں رکھی ہے
اور میں سوتا ہوں نا جاگتے رہنا چاہتا ہوں

اف! محبت ایک مشکل مدعا ہوگا میں نے تو کبھی سوچا ہی نہ تھا۔ وہ اس شام میرے ساتھ تھا۔ ہم سلمان کے گھر اس کی بہن کی شادی کی ایک تقریب میں تھے۔ مجھے شادیوں کی تقریبات سے عشق تھا۔ مگر جہانگیر سے ایسی لو لگی تھی کہ اب اس کے سوا کچھ سوجھ ہی نہیں رہا تھا۔

''جہانگیر! تم بھی شادی کرلو اب!'' سلمان اسے چھیڑ رہا تھا۔

''ہاں بس ارادہ باندھ رہا ہوں۔'' جہانگیر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔ وہ یقیناً مذاق کررہا تھا۔

''میں لڑکی ڈھونڈوں؟'' سلمان نے آنکھ دبا کر شرارت سے کہا تھا۔ جہانگیر مسکرا دیا تھا۔

''فی الحال جینے دے یار! بندہ ایک ہی محاذ پر لڑ سکتا ہے۔ میں اتنا باہمت نہیں کہ ایک ساتھ بہت سے محاذوں پر ڈٹ جاؤں۔'' سلمان نے شرارت سے اس کی آنکھوں پر ایک بلائنڈ فولڈ باندھ دیا تھا۔

''چل اب دیکھ کیا ہوتا ہے۔ آج کی تقریب میں کئی لڑکیاں ہیں۔ دیکھتا ہوں تُو اپنی محبت اور اپنی شریک حیات کو کیسے پہچانتا ہے اور تلاشتا ہے۔''

''ایسے امتحانوں میں مت ڈال یار! جوتے پڑوائے گا؟ اگر کسی آنٹی یا شادی شدہ خاتون کو غلطی سے چھو لیا تو خیر نہیں۔'' جہانگیر نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

''بے فکر رہ۔ ہم سیف گیم کھیلتے ہیں۔ اس تقریب میں کوئی ایک بھی شادی شدہ خاتون نہیں۔'' سلمان نے مسکرا کر کہا تھا۔

''مذاق کی تک بندی اور حد بندی ہوتی ہے یار! میں بلائنڈ فولڈ کھولنے لگا ہوں۔'' جہانگیر اس مذاق میں ساتھ دینے کو تیار نہیں تھا۔ مگر سلمان نے اسے آگے دھکیل دیا تھا۔ لڑکیوں کا ایک غول تھا۔ جہانگیر اردگرد چلتے ہوئے اپنا ہم سفر ڈھونڈنے لگا تھا۔ ایک پل کو وہ میرے پاس رکا تھا۔

''کیا محبت واقعی خوشبو ہے؟'' میں نے اپنے دل کے شور سے گھبرا کر آنکھیں بھینچ لی تھیں پھر کیا ہوا تھا۔ ایک شور سا اٹھا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔ جہانگیر ملک نے اپنے ہم سفر کو چھو لیا تھا۔ مگر اس نے جسے ڈھونڈ نکالا تھا وہ میں نہیں تھی۔ میری نظروں نے حیرت سے جہانگیر کے سامنے کھڑی زائرہ بیگ کو دیکھا تھا اور میری نظریں ساکت رہ گئی تھیں۔ سب شرارت سے دونوں کو چھیڑ رہے تھے۔ جملے اچھال رہے تھے۔

''اسے کہتے ہیں دل کی آنکھوں سے دیکھنا۔''

''اسے کہتے ہیں ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے۔'' ایک اور آواز آئی تھی۔

''محبت خوشبو کی طرح پھیلتی ہے اور بنا دیکھے پہچانتی ہے۔'' کسی نے کہا تھا۔

''عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔'' کسی نے آواز کسی تھی۔

زائرہ بیگ بہت سرشاری تھی۔ اتنے سارے جملے پر وہ سر جھکائے کھڑی تھی مگر اس کے چہرے پر ایک بہت دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔

تو کیا وہ اس سب کو انجوائے کررہی تھی؟

جہانگیر ملک اس کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

کیا یہ محض اتفاق تھا؟

میں کسی نتیجے پر پہنچ نہیں سکی تھی۔

بند آنکھوں سے محبت دکھائی دیتی تو جہانگیر ملک کو میں دکھائی دی تھی۔ یا اس نے جان بوجھ کر مجھے نظر انداز کردیا تھا اور زائرہ بیگ کے سامنے جا رکا تھا؟

بلائنڈ فولڈ سے دکھائی نہیں دیتا تو اگر محبت اندھی ہوتی ہے تو اسے وہ کیوں دکھائی دی تھی؟ جہانگیر ملک کے دل نے اسے مجھ تک لا کر کھڑا کردیا تھا تو وہ قدم واپس کیوں موڑ گیا تھا؟ یہ محبت تھی یا کوئی پہیلی اور زائرہ بیگ اس کھیل میں کیسے شامل ہوئی تھی؟ ان کی نظریں ایک دوسرے سے ملی تھیں۔ ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں اور میں ساکت کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

20اپریل

میں بہت دنوں تک کسی سے مل نہیں سکی تھی یا ان سب سے کٹ کر جان بوجھ کر مصروف ہوجانا چاہتی تھی۔

اس واقعے کے بعد میں اپنی راہیں بدل لینا چاہتی تھی؟ میں بددل ہوگئی یا اتنی جلد ہمت ہار بیٹھی تھی۔ خود سے قیاس کررہی تھی یا مفروضے بنا رہی تھی؟ محبت مفروضہ تھی کوئی؟ یا کلیہ؟ اور میں اپنے قدم پیچھے کیوں ہٹا رہی تھی؟ ایک محض اتفاق سے ہونے والے واقعے میں خود اپنے آپ سے کیوں کٹ رہی تھی؟ میں اپنے خود

کے جوازوں سے اکیلی کھڑی کیوں لڑ رہی تھی؟ کیوں تاویلیں ڈھونڈ رہی تھی۔

آج شام میں ان سب کی طرف جانا چاہتی تھی۔ زائرہ کا برتھ ڈے تھا اور سب دوست شرکت کر رہے تھے۔ ہم دوستوں کی خوشیوں میں بنا بلائے شرکت کرتے تھے، ہمیں رسمی بلاوؤں کی ضرورت نہیں تھی۔ آج خوب صورت لگنا چاہتی تھی؟ آئینے کے سامنے بیٹھ کر آج پہلی بار میں نے لڑکیوں کی طرف بناؤ سنگھار کیا تھا۔ پہلی بار تیاری میں وقت لیا تھا اور پہلی بار اپنی روٹین سے ہٹ کر کوئی لباس آج کی تقریب کے لیے منتخب کیا تھا۔

''تم آ رہی ہو؟'' جہانگیر نے فون کر کے پوچھا تھا۔

''ہاں!'' میں نے کھلنے سے پہلے کہا تھا۔

''کب تک آ ؤ گی؟'' سب پہنچ گئے ہیں اور تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اس نے بتایا تھا۔

''میں آ رہی ہوں!'' میں نے کہہ کر سلسلہ منقطع کیا تھا۔

کیا وہ میری کمی محسوس کر رہا تھا؟

تبھی اس نے مجھے فون کیا تھا؟

اف، کئی سوال میرے دماغ میں تھے اور دل اتنا چپ چاپ سا کیوں تھا آج؟ میں سمجھ نہیں پائی تھی۔

زائرہ نے کیک کاٹا تھا۔ ہم تمام دوست حسب معمول چٹکلے چھوڑتے رہے تھے۔ میرے اتنے سنورنے کا اس نے نوٹس لیا تھا یا نہیں۔ مجھے اس کی خبر نہیں تھی۔ سب بہت تعریف کر رہے تھے اور سلمان تو حسب معمول چٹکلے چھوڑ رہا تھا۔

''آج تو کوئی کیل کانٹوں سے لیس ہے، ارادہ کیا ہے؟ جھک کر شرارت سے کہا تھا۔

''بکو نہیں۔'' میں نے جھینپ کر کہا تھا۔

''آپ تو قتل بھی کرتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں والا معاملہ ہے۔''

''کچھ تو خیال کیا ہوتا، یہ ناتواں دل کا۔'' سلمان ڈرامے بازی میں ماہر تھا۔ حسبِ معمول بھرپور ادا کاری کر رہا تھا۔

میں چونکی تھی جب جہانگیر ملک، زائرہ کے قریب آن رکا تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ وہ ایسا کیا کہہ رہا تھا اگلے ہی پل اس نے سب کی توجہ چاہی تھی۔

''آج کی تقریب صرف زائرہ کے برتھ ڈے کے لیے نہیں ہے۔ اس شام کے لیے ایک سرپرائز ہے کہ ہم اپنے ایک نئے رشتے کی بنیاد رکھنے جا رہے ہیں اور اس سب میں گھر والوں کی رضا مندی شامل ہے۔ میں اور زائرہ پچھلے کئی سالوں سے ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار تھے مگر ہم دونوں نے وعدہ کیا تھا اس رشتے کو ہم تب تک ظاہر نہیں کریں گے جب تک ہم اپنی اسٹڈی مکمل کر کے عملی زندگی میں قدم نہیں رکھ لیتے۔ سو اب جب کہ تمام مراحل طے پا چکے ہیں تو وہ وقت آن پہنچا ہے۔ ہم آج ایک نئے رشتے میں بندھ رہے ہیں۔ اپنی فیملیز کی رضا مندی اور خوشی کے ساتھ۔ ہم آج منگنی کر رہے ہیں۔'' جہانگیر ملک نے اعلان کیا تھا۔ ایک بھرپور شور اٹھا تھا اور دونوں ایک دوسرے کو رنگز پہنا رہے تھے۔

میں ساکت سی اس سارے منظر کو دیکھ رہی تھی۔
''تم دونوں چھپے رستم ہو۔'' سلمان نے آواز کسی تھی۔
''چپ چاپ میدان مارا ہے۔'' ثناء نے دہائی دی تھی۔
''یہ بے ایمانی ہے۔ ہم سے اتنا کچھ چھپایا؟ میسنے' گھنے ہو تم دونوں۔'' سلمان چیخ رہا تھا۔ دونوں بنا پروا کیے مسکرا رہے تھے۔
میں پتھر ہو گئی تھی۔ نہ آگے بڑھ کر انہیں مبارک باد دے سکی تھی نا ان کی خوشی میں اوروں کی طرح مسکرا رہی تھی۔ مجھے لگا تھا میں کچھ دیر وہاں اور رہی تو میرا دم گھٹ جائے گا اور میں مر جاؤں گی۔
''سلمان!'' میں نے لڑکھڑاتے ہوئے سلمان کا شانہ تھاما تھا۔
''تمہیں کیا ہوا؟'' وہ چونکا تھا۔
''پلیز مجھے گاڑی تک چھوڑ دو۔'' میں نے درخواست کی تھی۔
''تم ٹھیک تو ہو؟'' سلمان نے فکر مندی سے پوچھا تھا۔ میں نے سر ہلا دیا تھا۔
''مجھے گھر جانا ہے' میرا دل گھبرا رہا تھا۔ اچھا محسوس نہیں کر رہی۔'' وہ مجھے تھام کر گاڑی کی طرف لے آیا تھا۔
''میں گھر تک چھوڑ دوں؟'' اس نے میری حالت دیکھ کر کہا تھا۔
''نہیں ڈرائیور ہے' تھینکس۔'' میں نے گاڑی میں بیٹھ کر سیٹ کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لی تھیں۔ میں گھر آ گئی تھی۔
شاید مجھے اس طرح نہیں آنا چاہیے تھا۔ ان کی خوشی میں شرکت نہ کرنا۔ اچھے مینرز میں نہیں آتا تھا۔ مگر اس وقت فوری طور پر کیا کرنا چاہیے تھا ہمیں کیا کرنا چاہیے تھا۔ میں کچھ نہیں پائی تھی۔ دوسرے مجھے دوہرا چہرہ بنانا نہیں آتا تھا۔ میں اگر رک جاتی تو شاید مر جاتی۔ میں وہاں ٹھہر نہیں سکی تھی اور اس میں میرا خود کا قصور اتنا بھی نہیں تھا۔
25اپریل
میرے سینے میں سوتے میں سانس گھٹنے کیوں لگتی ہے۔ میں سوتے سے یکدم جاگ کر اٹھ کیوں بیٹھی ہوں میں سمجھ نہیں پا رہی۔ میں کسی کے ساتھ ہونے سے ناخوش ہوں؟''
میں حاسد ہوں؟ یا کسی کی خوشیوں سے خائف ہوں۔
اس شام زائرہ آ گئی تھی۔
''کہاں غائب ہو تم! پلٹ کر خبر بھی نہیں لی؟ اس دن تم یک دم سے غائب ہو گئیں اور دوبارہ فون بھی نہیں کیا؟ سلمان بتا رہا تھا تمہاری طبیعت اچانک بگڑ گئی تھی۔ تم ٹھیک ہو؟'' میں نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔
''میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اس دن صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا تو دل کچھ گھبرا سا رہا تھا۔ مجھے لگا بے ہوش ہو جاؤں گی تو فضول میں ڈراما بن جائے گا۔ سو سلمان سے کہا کہ مجھے گاڑی تک چھوڑ دو۔'' میں نے معمول کے انداز میں بات کی تھی۔ میرے چہرے کی مسکراہٹ اسے کھلی تھی۔

''تم ایسے کیسے مسکرا رہی ہو؟ تمہارے چہرے سے لگ رہا ہے تم صدیوں سے بیمار ہو۔ یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا؟ کسی کی کوئی بات بری لگ گئی؟''
''نہیں' ایسا نہیں ہے۔ میں مزید اسٹڈی کے لیے انگلینڈ جا رہی ہوں۔ بس آج کل اسی میں مصروف ہوں۔''
''تم انگلینڈ جا رہی ہو اور تم نے بتایا بھی نہیں۔'' زائرہ چونکی تھی۔
''سرپرائز۔'' میں مسکرائی تھی۔ ''ایک سرپرائز تم دونوں نے مجھے دیا تھا۔ ایک سرپرائز دینے کا ارادہ میں نے باندھ لیا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
''تانیہ!'' زائرہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ مگر جانے کیوں کچھ بولی نہیں تھی۔ میں نے کریدا نہیں تھا۔
''تم خوش ہو زائرہ!'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔
''ہوں۔'' وہ سر ہلانے لگی تھی۔
''اچھا شادی کب کر رہے ہو تم دونوں...... شاید میں یہاں نہ ہوں۔''
''تم ہماری شادی میں شرکت نہیں کرو گی؟'' زائرہ نے پوچھا تھا۔
''ابھی نہیں پتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے شانے اچکائے تھے۔ ''شاید تب میں جا چکی ہوں۔'' میں نے کہا تھا زائرہ نے مجھے کچھ دیر خاموشی سے دیکھا تھا پھر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی تھی۔
''تم اتنی اجنبی کیوں لگ رہی ہو' مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم وہ تانیہ نہیں ہو؟''
''میں تانیہ ہی ہوں' تمہیں کیوں مختلف لگ رہا ہے۔ کیا میرے سینگ نکل آئے ہیں؟'' اس کی طرف دیکھتے ہوئے میں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
''تم دونوں چھپے رستم ہو۔ چپ چاپ محبت کی مالا جپتے رہے اور ہمیں خبر تک نہیں ہونے دی۔ یہ محبت اس طرح چھپ اندھیروں میں کی جاتی ہے؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
وہ مسکرا نہیں سکی تھی۔

اور......!

دروازے پر کھٹکا سا ہوا تھا۔ کوئی تھا۔ انائیا نے فوراً ڈائری بند کر کے دوپٹے کے اندر چھپالی تھی اور سر اٹھا کر سامنے دیکھا تھا جہاں رستم کھڑا تھا۔
''بی بی صاحب! دروازہ غلطی سے کھلا رہ گیا تھا۔ معارج صاحب کو پتا چل گیا تو خفا ہوں گے آپ اجازت دیں تو میں دروازہ لاک کر دوں؟
''ہوں!'' انائیا ملک اٹھی تھی اور اس کے قریب سے نکل گئی تھی رستم نے اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے دروازہ لاک کیا تھا۔ انائیا ملک اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ اس کا ذہن ماؤف تھا۔ اس سے آگے کیا ہوا ہوگا؟
تانیہ تعلق کا اس کی فیملی سے کیا تعلق تھا اور کس نہج تک پہنچا تھا وہ جاننے کو بے تاب تھی۔ مگر آگے پڑھنا ممکن نہیں ہو سکا تھا۔ کتنے راز دبے تھے اس ڈائری میں اور اس کے لیے ان تمام رازوں کو جاننا ضروری تھا۔

معارج تغلق کا اس کے قریب آنا وہ پروپوزل دینا۔ اس سے زبردستی نکاح کرنا اور پھر شادی کرنا اور اس سے ناروا سلوک روا رکھنا تو کیا اس سب کا سلسلہ اس تانیہ تغلق کی زندگی سے ملتا تھا؟

اور اگر یہ سازش تھی تو کیا معارج کی فیملی بھی اس کا حصہ تھی؟

کیا وہ سب جانتے تھے کہ وہ اسے سزائیں دے رہا ہے تو اس کا سبب کیا ہے؟

کوئی رشتہ قابلِ قبول اور سچا کیسے ہو سکتا تھا جب کہ اس کی بنیاد ہی ایک غلط طریقے اور نیت سے رکھی گئی تھی۔ وہ اسے انتہا ناپسند لگتا تھا تو وہ جواز ڈھونڈتی تھی۔ آج وہ سارے جواز اس کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ شادی کوئی تعلق نہیں تھا۔ کوئی رشتہ نہیں تھا' صرف ایک بدلہ تھا۔ وہ اسے تکلیف پہنچانے کا سلسلہ بند نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ ماضی میں اس کی پیاری پوجی تانیہ تغلق کو ان کے باعث کوئی تکلیف پہنچی تھی اور جہانگیر ماں بیٹی کو چپ چاپ چھوڑ کر نکل گیا تھا تو اس کا سبب بھی تانیہ تغلق تھی؟

اف......! اس کا ذہن الجھتا جا رہا تھا۔

یہ سب سازش اس کے ساتھ کیوں رچائی گئی تھی؟

اسے سزا کے لیے کیوں منتخب کیا گیا تھا؟

صرف اس لیے کہ وہ زائرہ اور جہانگیر ملک کی بیٹی تھی؟

اس کمرے سے وہ ڈائری لے تو آئی تھی مگر اسے کہاں سنبھال کر رکھتی؟ کمرے میں کھڑی کتنی ہی دیر وہ خالی خالی نظروں سے کمرے کو دیکھتی رہی تھی۔ پھر الماری میں اپنی طرف کے خانے میں ڈائری اپنے کپڑوں کے نیچے دبا دی تھی اور جیسے ہی پلٹی تھی معارج تغلق کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر چونک گئی۔ اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا تھا۔

''کیا کر رہی ہو؟'' معارج تغلق نے جانچتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ انائیہ ملک نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔ وہ قریب آ گیا تھا پھر بغور جانچتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو رہا ہے؟''

''نہیں' میں ٹھیک ہوں۔'' انائیہ ملک نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔

''کسی راز کو چھپا رہی ہو کیا؟'' وہ جیسے تمام رازوں تک رسائی رکھنے والی نگاہ رکھتا تھا۔ وہ سانس روک کر اسے دیکھنے لگی۔ معارج تغلق نے اسے شانوں سے تھام کر ہٹا کر ایک طرف کیا تھا اور الماری میں دیکھنے لگا تھا۔ وہ آنکھیں میچے' دم سادھے کھڑی تھی۔

تو کیا ابھی وہ ڈائری معارج تغلق کے ہاتھ لگ جانا تھی اور اس کے جاننے کی ہر امید ٹوٹ جانا تھی؟ معارج تغلق کچھ دیر تک الماری میں سر دیئے کھڑا رہا تھا پھر ایک بلیو ساڑی نکال کر اس کے سامنے کر دی تھی۔ وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

''یہ پہن لو۔''

''کیوں؟'' وہ چونکی اور اندر ہی اندر اطمینان ہوا تھا کہ وہ ڈائری اس کے ہاتھ نہیں لگی۔

''باہر جانا ہے۔''

''کہاں؟'' وہ اس ڈائری میں اتنی الجھی ہوئی تھی کہ کہیں جانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ جلد سے جلد اس سے آگے کی داستان پڑھنا اور جاننا چاہتی تھی۔ کہیں نہ کہیں یہ سلسلہ اس کے ماں باپ کی زندگیوں سے جڑا تھا اور ان کے بچھڑنے کا سبب بھی رہا تھا اور خود اس کی زندگی......!

آج وہ گرداب میں پھنسی تھی اور بے بسی سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی تو اس کی وجہ صرف وہ شخص تھا۔

''آج تم اتنی پُراسرار کیوں لگ رہی ہو' کوئی راز ہاتھ لگ گیا ہے کیا......! تمہاری نظریں مجھ سے کچھ چھپا رہی ہیں؟'' وہ شخص اس کے اندر تک رسائی رکھتا تھا یا اس کا چہرہ کتاب بن گیا تھا؟ تبھی وہ نگاہ پھیر کر دوسری سمت دیکھنے لگی تھی۔ معارج تغلق نے اس کو پکڑ کر اپنی جانب موڑا۔

''مجھے ان آنکھوں کو پڑھنا ہے' تمہاری آنکھیں تمہارے اندر کا دروازہ ہیں اور مجھے تمہارے اندر تک رسائی چاہیے۔'' وہ سرگوشی میں بولا۔

آج وہ اس کے لہجے کی سختی سے خوف زدہ نہیں تھی۔

اس کی گرفت میں سختی سے واقفیت پا گئی تھی۔

اس کی نگاہوں کی سرد مہری آج اس سے ڈھکی چھپی نہیں تھی' وہ کچھ اسباب ڈھونڈ چکی تھی۔

''جو انسان خود رازوں کے انبار تلے دبا ہوا ہو وہ کسی اور کے راز جاننے کی سعی نہیں کر سکتا۔ میرے اندر کے راز جاننے سے پہلے تمہیں اپنے اندر کے رازوں سے پردہ ہٹانا ہوگا۔ معارج تغلق! تب شاید تمہیں میرے اندر کے راز بہتر طور پر سمجھ آ سکیں۔ میرے اندر شاید اتنے راز نہ ہوں جتنے آپ کے اندر ہیں۔ حیرت ہے میں نے کبھی کوئی سعی نہیں کی اور آپ ہمیشہ متجسس رہے۔'' وہ بہت پُراعتماد انداز میں سر اٹھا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے اس اعتماد پر کچھ چونکا تو ضرور تھا مگر جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔ ''میری آنکھیں ہیں کیونکہ میرا اندر شفاف ہے معارج تغلق! میرے اندر اور باہر کی دنیا ایک جیسی ہے' میں فریب کھا تو سکتی ہوں مگر فریب دے نہیں سکتی۔ مجھے وہ وصف نہیں آتا جو وصف تم جانتے ہو۔'' معارج تغلق کھل کر مسکرایا تھا۔

''آج تمہیں کیا ہو گیا انائیہ تغلق! میں حیران ہوں' آج تو کوئی نئی انائیہ دیکھ رہا ہوں' وہ پرانی انائیہ کو کیا ہوا؟''

''میں ہمیشہ سے ایک جیسی ہوں' میں تغیر پسند نہیں۔ مجھے زمانوں کو اپنے رخ پر موڑنے کی عادت نہیں' نا کرداروں کو اپنی مرضی سے چلانے کی عادت ہے' شاید تم مجھے کبھی سمجھ نہیں پائے یا پھر کبھی سمجھنا چاہا ہی نہیں۔ تم نے صرف تختۂ مشق ڈھونڈا اور صرف اپنی مرضی کے عمل ڈھونڈے۔ تم دنیا کو اپنی عینک سے دیکھنے کے قائل ہو معارج تغلق! تمہاری طرز کے پہلے انسان سے ملی ہوں میں اور تمہیں کہنے کے لیے آج میرے پاس بہت کچھ ہے مگر آج میں تم سے کچھ کہنا نہیں چاہتی' اگر تم اتنے ہی شعبدے باز ہو اور سمجھنے پر قادر ہو تو سمجھ لو۔'' وہ کہہ کر آگے بڑھی تھی مگر کلائی اس کی مضبوط گرفت میں آ گئی تھی۔ انائیہ ملک نے پلٹ کر دیکھا تھا' اس کا چہرہ سپاٹ تھا اور انائیہ ملک کا اعتماد بھرپور۔

جانے کیا ہوا تھا معارج تغلق کی گرفت اس کی کلائی پر ڈھیلی پڑ گئی تھی۔

وہ پلٹ کر باہر نکل گئی تھی۔

○......❖......○

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" عدن بیگ نے صبح اسے دیکھ کر پوچھا۔

"ٹھیک ہوں' میں واپس جانا چاہتی ہوں۔" پارسا نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"آپ اپنی فیملی سے ملنا نہیں چاہتیں؟" عدن بیگ نے حیرت سے پوچھا وہ خاموشی سے نگاہ پھیر گئی۔

"تم اتنی دور آئی ہو پارسا! اور اب جب تم ان تک آ ہی گئی ہو تو اب ہار ماننا چاہتی ہو؟" عدن بیگ نے اسے شانوں سے تھام کر کہا۔

"میں ہار ماننا نہیں چاہتی عدن! مگر اس سب سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا' یہ لا حاصل ہے' وہ مجھے بھول گئے ہیں' انہیں میرا چہرہ...... میرے خدوخال یاد نہیں سو ان کے لیے میرا ہونا معنی نہیں رکھتا۔ میں انہیں اپنا آپ یاد دلانے کی لاحاصل کوشش نہیں کرنا چاہتی۔ وہ مجھے سننے کو تیار ہی نہیں ہیں' میری طرف دیکھنے کے روادار تک نہیں تو پھر میں انہیں اپنے ہونے کا یقین کیسے دلاؤں؟" وہ جذباتی انداز میں بولی تھی۔

"پارسا چوہدری! یہ ٹھیک نہیں ہے' اس طرح ہمت ہار دو گی تو جیو گی کیسے؟" عدن بیگ نے کہا۔

"یہ سب اتنا آسان نہیں ہے عدن بیگ! میں نے ابا کو دیکھنا تھا' دیکھ لیا۔ اب یہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں۔" وہ آنکھیں رگڑتی ہوئی بولی۔

"اپنوں کے قریب رکنے کا کوئی جواز نہیں ہوتا۔ بہت سی باتوں کو بنا کسی نفع یا نقصان کے کیا جاتا۔ وہ تمہارے اپنے ہیں۔ میں سمجھ سکتا ہوں تم اس وقت کیا محسوس کر رہی ہو اور تمہارے دل میں کیا ہے' یہ سب اتنا آسان یقیناً نہیں ہے' تم خود پر جبر کر رہی ہو' تمہارا دل و دماغ ان سب کے ساتھ جڑا ہے' مگر تم صرف فرار چاہ رہی ہو اور کچھ نہیں۔" عدن بیگ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم کچھ نہیں جانتے عدن بیگ! تم کوئی قیاس نہیں کر سکتے۔ جب کوئی کھو جاتا ہے اس کی وہ اہمیت نہیں رہتی' میں ان کی زندگیوں سے جا چکی ہوں اور میری باقیات ان کے ذہنوں سے مٹ چکی ہیں۔ وہ میرا ذکر بھی نہیں کرنا چاہتے۔ میں پلٹ کر پیچھے دیکھتی بھی رہوں تو اپنے ہونے کا احساس نہیں دلا سکتی۔ میں ان کے دلوں میں پھر سے گھر نہیں کر سکتی ہوں کہ وہاں اب میرے لیے کوئی احساس باقی نہیں۔" پارسا بہت مدھم لہجے میں بولی۔

"ایسا کیا سانحہ ہوا کہ وہ تمہیں اس طرح بھول گئے؟" عدن بیگ نے پہلی بار اس سے پوچھا تھا۔ وہ خاموش رہی تھی۔ "پارسا! یہ خاموشی کیوں ہے؟ رشتے ایسے ختم نہیں ہو جاتے' کوئی جیتے جی نہیں مرتا' تم بھاگتے بھاگتے تھک گئی ہو۔ ایسا کیا راز ہے جو تمہیں اس طرح سناٹوں میں دفن کر رہا ہے...... کیا وجہ ہے کہ تم ان کے سامنے جا کر کھڑی نہیں ہو سکتیں اور اپنے ہونے کا احساس نہیں دلا سکتیں؟" پارسا چوہدری اسے چپ چاپ دیکھتی رہی' شاید اس کے پاس اس کے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔

○......❖......○

انابیتا بیگ نے تیار ہو کر اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا تھا۔ خود اپنا وجود بہت پرایا سا لگا تھا۔

"تم تیار ہو گئی ہو؟" ممی نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔

"ہاں!" اس نے مختصر جواب دیا۔ "میں آ رہی ہوں آپ چلیں۔"

"ٹھیک ہے۔" ممی کہہ چلی گئیں۔ انابیتا بیگ نے ایک گہری سانس خارج کر کے جیسے خود کو معمول پر لانے کی کوشش کی تھی پھر باہر آ گئی۔ وہ اسے دیکھ کر احتراماً اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"آئی ایم حیدر مرتضیٰ!" انابیتا بیگ نے اس شخص کو سرسری نظروں سے دیکھا اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"میں انابیتا بیگ ہوں۔"

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ میں نہیں جانتا تھا میں کسی بہت خوب صورت لڑکی سے ملنے والا ہوں۔ ورنہ تیاری کر کے آتا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ اس کا انداز بے تکلفانہ تھا جیسے وہ اسے پہلے سے جانتا ہو۔ "ایمان داری سے کہا جائے تو میں ان رسموں کا قائل نہیں۔ بڑا سیدھا سادا بندہ ہوں' مجھ سے رواداریاں نباہی نہیں جاتیں۔ بہت بے تکلف قسم کا انسان ہوں۔ اپنے لیے کوئی عام سی لڑکی ڈھونڈ رہا تھا مگر آپ کو دیکھ کر لگتا ہے' کبھی کبھی معمولی چیزیں ڈھونڈنے کے چکر میں کوئی خاص چیز بھی ہاتھ لگ سکتی ہے۔ میں بزنس مائنڈڈ بندہ ہوں سو گھاٹے کا سودا نہیں کرتا۔ مجھے لگی لپٹی باتیں کرنے کا ہنر نہیں آتا۔ میری ممی کو آپ بہت اچھی لگی تھیں۔ ان کے خیال میں ہماری جوڑی بہترین رہے گی یوں تو جوڑیاں آسمانوں پر بنتی ہیں' سارے رشتوں کے تانے بانے وہیں جڑتے ہیں مگر میں آپ سے مل کر آپ کو جاننا چاہتا تھا اور شاید آپ بھی یہی چاہتی ہوں؟ میرے یہاں آنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ ہم ایک دوسرے کو جان لیں اور سمجھ لیں۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گیا تھا۔ انابیتا بیگ کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کیا ہے' کبھی خاموشی سے ٹیبل کی سطح کو دیکھنے لگی تھی۔

"پلیز پُرسکون رہیے ہم امتحانی کمرے میں نہیں بیٹھے۔ یہ ہماری زندگیوں کی بات ہے' آپ دیکھنے میں مجھے اچھی لگی ہیں' میں آپ کو کتنا اچھا لگا ہوں اس کے بارے میں فی الحال میں نہیں جانتا مگر امید ہے کہ ہماری اچھی گزرے گی۔" وہ بہت دوستانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ "کسی بھی رشتے سے پہلے میں آپ کا دوست بننا چاہوں گا تاکہ آپ مجھ سے ہر نہج پر بات کر سکیں اور ہم ایک دوسرے کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔ میں کسی رشتے کا دباؤ' رعب یا بوجھ آپ پر نہیں لا رہا۔ آپ ایک گہری سانس لیں اور پُرسکون ہو جائیں' میں اس رسم کے خلاف ہوں جس میں سارا حق لڑکے یا لڑکے والوں کے پاس محفوظ ہوتا ہے۔ میں آپ کو بھیڑ بکری کی طرح جانچنے نہیں آیا نہ میں چاند سی کسی دلہن کی تلاش میں ہوں۔ مجھے ایک سمجھ دار' پڑھی لکھی جیون ساتھی کی ضرورت ہے جو میرے ساتھ اپنی آئندہ کی زندگی گزار سکے اور ہر قدم پر ساتھ دے سکے۔" حیدر مرتضیٰ کی گفتگو سے اس کے مزاج کا اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ اتنا بُرا نہیں تھا جتنا وہ اس کا تاثر لے کر بیٹھی تھی۔ وہ اس سے دوستوں کی طرح بے تکلفی سے بات کر رہا تھا۔ "آپ نارمل حالات میں اتنا ہی کم بولتی ہیں یا میری وجہ سے ہے؟"

"نہیں' ایسی بات نہیں ہے۔ میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہا کہ اس لمحے کیا بات ہو سکتی ہے۔ یہ پہلی بار ہے کہ میں کسی سے اس طرح مل رہی ہوں' مجھے نہیں پتا ان لمحوں میں کیا ہونا چاہیے' میرے لیے یہ نیا ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"اوہ! آپ کو مزے کی بات بتاؤں؟ میرے لیے بھی یہ سب نیا ہے۔ پہلی بار میں کسی سے اس طرح مل

رہا ہوں۔ وہاں کینیڈا میں بزنس کرتے ہوئے کبھی اتنا وقت نہیں ملا کہ کسی کے قریب جا سکتا۔ اس لیے میں نے یہ سب ذمہ داری ممی کو سونپ دی تھی کہ وہ میرے لیے لڑکی ڈھونڈیں اور ان کی پسند اتنی اچھی ہوگی' مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔" حیدر مرتضیٰ مسکرایا۔ یہ رشتہ کسی نہج پر جا کر رکتا تھا وہ نہیں جانتی تھی مگر وہ اتنا ضرور جانتی تھی کہ اسے دامیان سوری کی طرف پلٹ کر واپس نہیں دیکھنا۔

O……❖……O

"مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنا تھی معارج!" ممی نے کہا تھا اور وہ باہر جاتے جاتے رک گیا اور ان کے پاس آن بیٹھا تھا۔ "بیٹا! مجھے تم بہت عزیز ہو اور تم سے جڑی ہر چیز بھی اتنی ہی عزیز ہے اگر تمہاری زندگی میں کہیں کوئی عجیب واقعہ ہوتا ہے تو اس کا اثر سیدھے ماں کے دل تک آتا ہے' ہم خاموشی سے ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم کچھ سمجھنے بوجھنے کی عقل نہیں رکھتے۔ بچوں سے غلطیاں ہو جاتی ہیں تو بڑے ان کو سدھارنے کی کوشش کرتے ہیں اور انہیں سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔ تم نے اپنی زندگی کا جو بھی فیصلہ کیا وہ اپنی مرضی سے کیا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ ہم نے تمہیں پوری عقل سے اور پورے دماغ سے سوچنا سکھا دیا ہے اور اب تم کچھ غلط نہیں کرو گے۔ ہمیں تم پر پورا اعتبار تھا تبھی جو تم نے کیا ہم نے اس کے لیے تمہارے ساتھ ہر ممکن تعاون رکھا۔ تم نے انائیا کو اپنایا' ہم نے سر آنکھوں پر بٹھایا' یہاں تک ہمیں لگتا ہے وہ تمہاری زندگی کا اہم جزو ہے…… کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟" ممی نے یک دم پوچھا تو وہ خاموشی سے انہیں دیکھنے لگا۔ "تمہاری اس سے شادی کا سبب محبت ہے؟"

"ممی! ہم اس موضوع پر بات کیوں کر رہے ہیں؟"

"کیونکہ ہمیں لگتا ہے کہ اس موضوع پر بات کرنے کی ضرورت ہے۔ تم دونوں کے درمیان جو بھی سرد مہری ہے' اس کا ختم ہونا بہت ضروری ہے اور وہ تب تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک تم کوشش نہیں کرو گے۔ میں نے انائیا سے بھی بات کی ہے' وہ بہت سلجھی ہوئی' سمجھ دار لڑکی ہے زندگی کی تاریکیوں کو سمجھتی ہے۔ میری نظر میں تم بھی سمجھ دار ہو مگر میں تم سے یہ امید نہیں رکھتی کہ اپنی زندگی کو اس طرح لو گے…… کسی بچگانہ روش کے ساتھ…… جہاں تک ممکن ہو اپنے درمیان کے اختلافات کو مٹا کر سدھار لانے کی کوشش کرو۔ تم بچے نہیں ہو کہ ہم تمہیں زندگی اور شادی شدہ زندگی کے معنی سکھائیں گے۔ تم بہت عقل مند ہو' ہم تم سے بہت امید رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم ایک کامیاب اور خوشیوں سے بھرپور سکون سے زندگی گزارو۔ مسائل نکالتے جاؤ گے تو یہ سلسلہ رکنے والا نہیں۔ شکایتیں کرو گے تو لامتناہی سلسلہ چل نکلے گا۔ سو اس سب کا خاتمہ ہونا بہت ضروری ہے۔ انائیا تمہاری زندگی ہے اسے جائز مقام اور عزت دو' جس کا وہ حق رکھتی ہے' اس سے زیادہ تم سے کچھ نہیں کہنا' تم دونوں کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔" وہ جواباً خاموش رہا تو ممی نے اٹھ کر اس کے چہرے کو پیار سے تھپتھپایا اور اندر بڑھ گئیں۔ معارج تغلق اٹھ رہا تھا تبھی وہ اسے سامنے سے آتی دکھائی دی۔

"کہاں جا رہی ہیں آپ؟" اس نے پوچھا۔

"ایک ضروری کام ہے…… میں نے ممی کو بتا دیا ہے' تھوڑی دیر میں واپس آ جاؤں گی۔" انداز اور لہجہ لاتعلق تھا۔ معارج تغلق نے اسے بغور دیکھا تھا' اس کے اور اپنے رشتے کے متعلق اس نے پہلے اس طرح

نہیں سوچا تھا شاید اسی باعث وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"میں تم سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں جلدی میں ہوں' بہتر ہوگا ہم بعد میں کریں۔" وہ بہت سرسری لہجے میں بولی۔

"بات بہت اہم ہے انائیا ملک! بہتر ہوگا ہم اسے ابھی ڈسکس کر لیں' شاید میں تم سے یہ بات ابھی نہ کرتا مگر مجھے ممی نے سمجھایا اور احساس دلایا کہ مجھے تم سے رجوع کرنا چاہیے۔ آج تک جو ہوتا آیا ہے میں اس سب کے متعلق تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ دراصل میں تھک گیا ہوں' تم بھی شاید تھک چکی ہوگی۔ میرا خیال ہے اب ان سب کا ڈراپ سین ہو جانا چاہیے۔"

"ڈراپ سین! کیا مطلب ہے آپ کا؟" انائیا ملک چونکی۔

"آؤ' اِدھر بیٹھو!" معارج تغلق نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھا لیا۔

"انائیا! یہ رشتہ جیسے بھی جڑا' جس وجہ سے جڑا' اس کی کوئی اہمیت نہیں' میں تم سے کچھ بات چیت کرنا چاہتا ہوں' مجھے گھر والوں کی طرف سے اس رشتے کو نباہنے کا دباؤ آ رہا ہے مگر میں کیا چاہتا ہوں' تمہارے لیے یہ جاننا ضروری ہے۔ اس رشتے میں کچھ غلط ہے سو اس رشتے کی کوئی اہمیت نہیں۔ تم جس طرح اسے ختم کرنا چاہتی تھیں اور میں تمہیں اپنے ساتھ باندھ کر رکھنا چاہتا تھا۔ اب مجھے لگتا ہے تم ٹھیک تھیں' تم اس رشتے کو ختم کرنے کے حق میں تھیں اور اب میں بھی…… اب اسے آگے بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔" معارج تغلق کہہ رہا تھا اور وہ اسے ساکت سی دیکھ رہی تھی۔ وہ حیران نہیں تھی مگر وہ ان ڈرامے کے اس وقت اختتام پر حیران تھی۔ "تمہیں ایک بات بتانا ہے' تمہیں اپنی زندگی میں لانے کا مقصد صرف ایک تسکین تھی' میں نے تمہیں تختۂ مشق بنایا کیونکہ اس کی ایک بڑی وجہ تھی۔ میں نے تمہیں اذیتیں دیں' ناروا سلوک روا رکھا' میرا مقصد پورا ہوا' اس سے زیادہ سزا میں تمہیں دے نہیں سکتا اور اس سے زیادہ اس رشتے کو طول دینا مناسب نہیں۔ اتنے عرصے میں جو بھی ہوا اس کے لیے میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ تمہیں جو تکلیف پہنچی اس کے لیے شاید لفظ "سوری" بہت چھوٹا ہے مگر اب جب ہم اپنی اپنی راہیں الگ کر لیں گے تو اس سب کا تدارک بھی ہو جائے گا…… مگر اب اس کھیل میں وہ لطف بھی نہیں رہا۔ جو جیسا رہا' جتنا بھی رہا میں اسے مزید جاری نہیں رکھ سکتا' نا رکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے سمجھو تو یہ زندگی گزارنے کا شوق نہیں اور میرے خیال میں تم بھی ایسے شوق نہیں رکھتی ہو۔ سو بہت ہو چکی' تم بھی اپنے آزاد ہونے کو اہم جانتی ہو اور اب مجھے بھی تمہیں مزید قید میں رکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ کھیل ختم! ہم بچے نہیں رہے' آج سے اس لمحے سے ہم بڑے ہو چکے ہیں' کھیل مزید کھیلنے سے کچھ حاصل نہیں۔" معارج تغلق کے انداز اور لہجے پر وہ اسے خاموشی سے ساکت بیٹھی دیکھ رہی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

ستارۂ سحر

مہوش ملک

میں کرب کے تپتے ہوئے صحرا میں کھڑا ہوں
آقا صلی اللہ علیہ وسلم تیری رحمت کو بھی دیکھ رہا ہوں
گو مجھ کو عقیدت کا سلیقہ تو نہیں ہے
اتنا ہی کافی ہے تیرے در پہ کھڑا ہوں

کبھی کبھی زندگی میں ایسے لمحات بھی آتے ہیں جن میں ہم جینا نہیں چاہتے' ان لمحات کی اذیت موت سے بدتر ہوتی ہے۔ مگر ہمیں جینا پڑتا ہے اور یہ لمحات...... ان میں انسان اٹک جائے تو نہ جینے والوں کے ساتھ ہوتا ہے' نہ مرنے والوں کے ساتھ...... یہ عالم نزع کی سی کیفیت اتنی اذیت ناک ہوتی ہے جتنی کوڑھ زدہ جسم کی تکلیف......! میں لاریب احمد انتہا کی ڈرپوک' چھوٹی چھوٹی باتوں پہ پریشان ہونے والی' کمزور دل' اپنی پرچھائیں سے بھی ڈرنے والی لڑکی جو اپنی فیملی اور دوستوں کی کمپنی کے باوجود تنہائی اور اکیلے پن کا شکار ہے۔ یہ اکیلا پن میری ذات پر اس قدر حاوی ہو چکا ہے کہ مجھے خود سے بھی خوف محسوس ہونے لگا ہے۔ میں تھک گئی ہوں اس تنہائی سے لڑتے لڑتے...... کیوں بھاگتے ہیں سب میری ذات سے...... کیوں حقارت سے دیکھتے ہیں مجھے...... میں جس کی طرف بھی دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں' وہ مجھے اپنے تحقیر آمیز رویے سے اتنا پست کر جاتا ہے کہ مجھے خود سے نفرت سی ہو جاتی ہے۔

''کیوں کرتے ہیں لوگ ایسا...... کیا اقلیت ہونا اتنا بڑا جرم ہے کہ لوگ ہمارا مکمل بائیکاٹ کر دیں' ہم سے سلام تک لینا گوارا نہ کریں؟ اس قدر حقیر اور قابلِ نفرت گردانیں کہ ہم کو پستیوں کی انتہا تک گرادیں۔ کیوں کہ ان لوگوں کے نزدیک ہم کافر ہیں؟'' وہ اپنی دادو کی تصویر سینے سے لگائے کسی معصوم بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی حالانکہ دادو کو فوت ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا مگر وہ آج بھی اپنی ساری باتیں ان سے ایسے شیئر کرتی تھی جیسے وہ زندہ سلامت سامنے بیٹھی نا صرف اس کے دکھوں کی داستان سن رہی ہوں بلکہ اپنے پُر شفقت ہاتھ سے اسے دلاسہ بھی دے رہی ہوں اور وہ اجنبی دوست جس سے آشنا ہوئے ابھی عرصہ ہی کتنا بیتا تھا۔ ''جب مجھے زندگی سے نفرت تھی' زندگی کا ہر لمحہ خود پر تنگ محسوس ہوتا تھا' جب زندگی کے وہ تلخ پل اور بہت سے معصوم خواب میرے ہاتھوں سے دھیرے دھیرے سرکتے جارہے تھے' جب مجھے جینے کی کوئی خواہش نہیں تھی' میں مرنا چاہتی تھی' اس وقت جب میں وادیٔ کاغان کی اس بلند و بالا چوٹی سے چھلانگ لگا کر خودکشی کرنا چاہتی تھی تو اس اجنبی ماحول میں وہ اجنبی دوست چپکے چپکے اپنائیت

سے مجھے جینا سکھا گیا تھا۔ ”کیوں بچائی تھی اس نے میری جان......؟ مجھے مرنے دیا ہوتا...... اگر آج پھر مجھے تنہائی کی اس ظالم بھٹی میں جلانا تھا تو کیوں کی مسیحائی اس نے؟“ درد کی شدت سے لاریب احمد کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ ”سب چلے گئے ہیں‘ تمہیں بھی چلے ہی جانا تھا عصر عبداللہ! جب حمزہ جیسی دوست مجھے چھوڑ کے چلی گئی جس کے تلخ رویے پر میں نے موت کو گلے لگانے کا فیصلہ کیا تھا صرف اس وجہ سے کہ میں اقلیت میں ہوں...... نہیں! اس نے کہا تھا کہ تم کافر ہو...... مرتد ہو...... تو پھر تم کیوں نہیں چھوڑ دیتے مجھے...... تم ہو ہی کیا میرے...... محض چند ماہ کا ساتھ اور ہمدردی کے کچھ پل......“

اس نے دادو کی فل سائز فریم کی ہوئی تصویر واپس دیوار پر لٹکا دی۔ ”پتا ہے دادو! جب اس نے میری جان بچائی تھی میں بہت روئی تھی‘ بہت چلائی تھی مگر اس اجنبی دوست نے میرے اس اقدام کی کوئی وجہ نہیں پوچھی تھی۔ خاموشی سے مجھے روتے دیکھتا رہا تھا۔ جب میرے آنسو تھمے تو اس نے صرف ایک جملہ بولا تھا۔ ”یہ زندگی اللہ کی امانت ہے اور امانت میں خیانت نہیں کرتے۔“ اس جملے کی بازگشت آج بھی میرے اردگرد طلسم بکھیر دیتی ہے۔ اس کی آواز اس قدر خوب صورت تھی کہ سننے والے کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی اور جیسے مجھے بھی جکڑ لیا تھا اس نے اپنے سحر میں...... اس کے مہربان رویے نے مجھے اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ میں مانوس ہوگئی تھی اس سے...... پھر جتنے دن ہم وہاں رہے ایک دوسرے سے ملتے رہے اور وہاں سے واپسی پر ہم ایک دوسرے کو سیل نمبر بھی دے چکے تھے۔ کتنا خوش گوار احساس تھا اس کے ساتھ کا...... ایک مہربان اور مضبوط سہارا جس نے مجھے محبتوں کے معنی سکھائے تھے۔ وہ بھی چلا گیا مجھے چھوڑ کر...... ”آخر کیسا آسیب بستا ہے میرے اندر کہ جو بھی آتا ہے زیادہ دیر نہیں رہتا‘ چلا جاتا ہے؟“ اس نے دادو کی تصویر پر انگلیوں کے لمس سے ان کے نقش چھوتے ہوئے سسکی سی لی تھی۔ جب دادو چلی گئیں مجھے چھوڑ کر جو مجھ سے ساری دنیا سے زیادہ محبت کرتی تھیں پھر باقی سب کچھ تو ثانوی ہے۔ وہ کھڑکی سے جھانکتی باہر سڑک پر تیزی سے آتی جاتی گاڑیوں میں الجھ سی گئی تھی‘ کچھ دن پہلے جب ہم فون پر بات کررہے تھے تو میں نے جان بوجھ کر ذکر کیا تھا کہ امی اور ابو ربوہ جارہے ہیں۔ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ اس کا ردعمل کیا ہے؟ وہ جو مجھے اتنی اپنائیت دیتا ہے۔ دوستی کا دم بھرتا ہے لیکن وہی ہوا جس کا مجھے یقین تھا۔ اس کے لہجے میں کس قدر استعجاب تھا جب اس نے پوچھا تھا کہ ”تم لوگ قادیانی ہو؟“ تب میں نے پُرزور لہجے میں اس بات کی تصدیق کی تھی۔ میں اسے باور کرانا چاہتی تھی کہ ہر انسان کی طرح مجھے بھی اپنا مذہب عزیز ہے۔ وہ کہتا ہے دادو! ہماری جماعت جھوٹی ہے‘ ہم کاذب ہیں‘ کافر ہیں‘ مرتد اور نہ جانے کیا کیا ہیں؟ ہمارا کلمہ وہی‘ نماز وہی‘ قرآن وہی‘ مگر وہ کہتا ہے تم جس کے پیروکار ہو وہ جھوٹا ہے۔ اس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ مجھے جو چاہے کہتا مگر اسے کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ میرے مذہب پر انگلی اٹھائے؟ یہاں سب اپنے مذہب کو حق پر سمجھتے ہیں۔ سب ہندو‘ عیسائی‘ یہودی سب کے مذہب ان کے نزدیک سچ اور حق پر ہیں مگر ان کی نفرت ہم سے ہی کیوں...... اس لیے کہ ہم اقلیت میں ہیں؟ دادو! میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی‘ اس نے ہمارے مذہب کو برا کہا ہے۔ یہ سچ ہے کہ میرے دل میں اس کے لیے خاص مقام بن گیا تھا مگر مجھے اب اس سہارے کے بنا جینا

ہے۔“ اس نے اپنی ہتھیلیوں کی پشت سے آنکھیں رگڑ کر صاف کرلی تھیں اور کھڑکی کے پٹ زور سے بند کردیئے تھے۔

❁ ...... + ... ❁

”تمہاری دی ہوئی زندگی میں سانس لے رہی ہوں عصر عبداللہ......!“

عصر عبداللہ کے موبائل پر پیغام نمودار ہوا۔ اس نے اسکرین پر لاریب احمد کا بھیجا ہوا ایس ایم ایس پڑھا اور موبائل دوبارہ رکھ دیا۔ آج پانچ دن بعد لاریب کا ایس ایم ایس آیا تھا اور عصر عبداللہ نے اسے یاد کیا تھا مگر عصر عبداللہ اسے بھول ہی کہاں پایا تھا۔ وہ تو ابھی تک اس کے دل میں پوری شان و شوکت سے براجمان تھی۔ ان پانچ دنوں میں دونوں کے درمیان کوئی رابطہ نہیں رہا تھا مگر آج آدھی رات کے وقت لاریب کے میسج نے اسے بیتے ہوئے دنوں کی یاد دلادی تھی‘ جب ہر شب وہ ایک دوسرے کو گڈ نائٹ کا میسج بھیجتے اور پھر سلسلہ چل نکلتا۔ لاریب اسے صبح تک جگائے رکھتی۔ ہر روز وہ اپنا معمولی سے معمولی کام بھی شروع کرنے سے پہلے عصر عبداللہ سے رائے لیتی۔ دونوں کا صبح شام کا ساتھ تھا‘ ہر پل کی ہمراہی۔ دونوں ایک دوسرے کو خود سے بھی زیادہ جان چکے تھے۔ لاریب جان چکی تھی کہ عصر عبداللہ ایک ملنسار‘ مخلص اور ہمدرد انسان ہے جو کہ ایک مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتا ہے‘ وہ ہر پل اس کی تنہائی اور دکھ درد کا ساتھی تھا جب کہ عصر عبداللہ کو بھی پتا چل چکا تھا کہ لاریب والدین کی عدم توجہی کا شکار لڑکی ہے‘ اس کے دکھ سکھ شیئر کرنے والا کوئی دوست اس کے پاس نہیں۔ وہ لوگوں کے ہتک آمیز رویوں سے دل برداشتہ لڑکی پیار کے جھونکے کی طرح عصر عبداللہ کی زندگی میں آئی مگر آج نصف شب میں عصر عبداللہ جاگ رہا تھا۔ اس درد دینے والی رات میں اس نے مختصر سے الفاظ کو زندگی کی اساس بنا کر بھیج دیا تھا۔ کتنا بامعنی اور بھرپور جملہ تھا‘ جیسے ایک جملے میں ساری کائنات سمو دی تھی۔

”تمہاری دی ہوئی زندگی میں سانس لے رہی ہوں۔“

اس کی یادوں کے شکنجے سے خود کو آزاد کرتے ہوئے اس نے موبائل دوبارہ اٹھالیا‘ اس کا پیغام ایک بار پھر پڑھا اور جواب لکھا۔

”کیسے یاد کیا؟“ پیغام دے کر وہ منتظر تھا کہ جواب میں وہ کہے گی ”یاد ان کو کیا جاتا ہے جو بھول گئے ہوں۔“ یا ہوسکتا ہے وہ کہے۔ ”تمہیں بھولنا بہت مشکل ہے۔“ مگر عصر عبداللہ کو کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ وہ الجھنے لگا‘ کچھ دیر انتظار کے بعد اس نے پھر پیغام بھیجا۔ ”کہاں ہو؟“

”تمہارے پاس ہوں۔“ اس بار اس کا خیال تھا وہ کہے گی۔ عصر عبداللہ نے خود کو دلاسہ دیا تھا‘ یہ جانتے ہوئے بھی کہ لاریب سے اس کا رشتہ اور دوستی کا تعلق اب وہ نہیں رہا جو کچھ دن پہلے تھا اور دوستی کا یہ رشتہ عصر عبداللہ نے خود ہی تو توڑا تھا۔ وہ کسی ایسی لڑکی سے تعلق کیسے رکھ سکتا تھا جو اس جماعت سے تعلق رکھتی تھی جو اس کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ نعوذ باللہ خود کو عیسیٰ ابن مریم اور کبھی نبی ہونے کا دعویٰ کرنے والے غلام احمد قادیانی کی جھوٹی جماعت کے جھوٹے پیروکار جو اس کے لیے ہمیشہ قابل نفرت اور لائق گردن زنی تھے اور لاریب احمد بھی تو اسی مرتد کی بیٹی ہے جو دولت کی خاطر اس نام نہاد‘ جھوٹی اور کافر جماعت کے پیروکاروں میں سے ہے۔ وہ تعلق توڑ چکا تھا مگر دل کے کسی کونے میں موہوم سی امید ابھی بھی باقی تھی کہ

شاید وہ حقیقت کو تسلیم کرے، حق کی تلاش میں اس سچائی تک پہنچ جائے جس تک عصر عبداللہ لاریب کو پہنچانا چاہتا ہے۔ اس دن لاریب کے متعلق یہ کڑوا سچ جان کر اس نے جذبات میں سخت سست سنا کر لاریب سے ہمیشہ کے لیے تعلق ختم کرلیا تھا مگر یہ دل کہ ساری حد بندیاں توڑ کر اڑیل گھوڑے کی طرح اس کی سمت دوڑا جارہا تھا۔

''میں تم سے ملنا چاہتی ہوں، جاننا چاہتی ہوں کہ آخر میرے مذہب میں ایسا کیا برا ہے جو حمرہ اور تمہارے جیسا مخلص دوست مجھے چھوڑ گئے۔ آخر حقیقت کیا ہے؟ میں ڈھونڈنا چاہتی ہوں کوئی ایسی دلیل، ایسا ثبوت جو یہ ثابت کردے کہ میرا مذہب غلط اور جھوٹا ہے۔'' کافی دیر کے بعد اس کا لمبا چوڑا میسج موصول ہوا۔

''تو کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہدایت کی راہ دکھا کر صراطِ مستقیم پر چلانا چاہتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو تم دنیا کے ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہو جنہیں حق کی تلاش اور حقیقت کی منزل تک خود ربّ تعالیٰ نے پہنچانے کا وعدہ کیا ہے۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا لاریب! چاہے جتنی بھی مشکلات آئیں، تمہاری سچ کی اس تلاش میں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' اس نے مصمم انداز میں فیصلہ کیا تھا پھر جوابی میسج بھیجا تھا۔

''کل ثمرقند ہوٹل آجاؤ۔''

❁ ...... + ... ❁

وہ ریسٹورنٹ کی سیڑھیاں چڑھتی جارہی تھی۔

''مجھے محبت کا دعویٰ تو نہیں مگر عصر عبداللہ! کیا میں یہ برداشت کرپاؤں گی کہ تم بھی اپنی جماعت کے دوسرے افراد کی طرح مذہب کے معاملے میں تنگ نظر ہو؟ میں اپنے مذہب کے بارے میں ہر سوال کا جواب ڈھونڈ کر لائی ہوں لیکن اگر تم اپنے مذہب کے بارے میں میرے سوالوں کے جواب نہ دے سکے تو......'' اس کے قدم سست پڑ گئے تھے۔ ''تو کیا میں عصر عبداللہ سے بچھڑنے کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھ چکی ہوں؟'' وہ سست روی سے چلتی ہوئی مطلوبہ ٹیبل تک پہنچی تھی اور اس تک آکر وہ بے دم سی کرسی پر گرگئی۔ وہ اس کے مقابل بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پہ بلا کا اعتماد اور اطمینان تھا۔ علیک سلیک اور خیریت دریافت کرنے کے بعد عصر عبداللہ نے ہی ماحول کے کھنچاؤ کو ختم کیا تھا۔

''اب پوچھو ہر وہ بات جو تمہیں سچائی اور حقیقت کی راہ پر گامزن کردے۔ قران پاک میں ارشاد باری ہے۔ ''بے شک جو لوگ کافر ہوئے (جنہوں نے قبول اسلام سے صاف انکار کیا اور راہِ کفر اختیار کرلی) ان کے حق میں یکساں ہے کہ آپ ان کو (عذاب الٰہی سے) ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ ان کفار کی اسی شقاوت قلبی کے باعث اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اور ان کے لیے (آخرت) میں بڑا عذاب ہے۔''

''سب سے پہلے تو تم ثابت کرو کہ ہمارا مذہب غلط اور جھوٹا ہے اور جو بھی غلط باتیں تم مبلغ کے بارے میں کہہ رہے ہو، اس کی دلیل چاہیے مجھے۔'' کچھ دیر توقف کے بعد وہ گویا ہوئی۔

''غلام احمد قادیانی 1839/40ء کو پیدا ہوا اور لگ بھگ 1908ء کو مرگیا جب کہ ہمارا قرآن چودہ سو سال پہلے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی کتاب قرآن مجید اور شریعت یعنی اسلام ہے جب کہ جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والا

غلام احمد قادیانی جس کی نہ تو اپنی کوئی کتاب ہے اور نہ ہی شریعت......''

''لیکن غلام احمد قادیانی عیسیٰ ابن مریم ہے۔ جس کی تصدیق قرآن مجید میں موجود ہے کہ ان کا قیامت سے پہلے ظہور ہوگا۔'' لاریب نے عصر عبداللہ سے احتجاج کیا تو اس کو اپنا ہی لہجہ کمزور اور اجنبی لگا تھا۔

''تم سچ کہہ رہی ہو مگر امام مہدی، جن کے ظہور کی تصدیق قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس کی کچھ نشانیاں بھی بتائی گئی ہیں۔ مثلاً امام مہدی کا نام محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا جب کہ غلام احمد قادیانی کا نام احمد اور والد کا نام غلام مرتضیٰ تھا اور دوسری اور اہم بات تم اپنے جھوٹے نبی کے بارے میں یہ نہیں جانتیں کہ وہ نبی ہے یا امام ہے؟ یہ ایک غلط کار انسان تھا۔ امام مہدی، امام ہیں، نبی نہیں اور نبوت کے لیے کتاب اور شریعت ہونی لازمی ہے۔ قرآن پاک میں عیسائیوں، یہودیوں، مجوسیوں اور ان کی کُتب کا ذکر موجود ہے۔ قرآن پاک ان تمام انبیاء اور ان کی شریعت کی تصدیق کرتا ہے جو کسی خاص قوم کی رہبری اور رہنمائی کے لیے بھیجے گئے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ان تمام شریعتوں کی تنسیخ کردی اور واضح الفاظ میں فرمایا گیا کہ قیامت تک کوئی نبی اور کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ تم کہتی ہو کہ ہماری نماز یہی، قرآن یہی تو پھر تم قرآن پڑھتی ہو تو غور کیوں نہیں کرتی ہو؟ بائیسویں پارے کے دوسرے رکوع میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں (یعنی سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والے)

اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔“

جس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے سلسلے پر مہر لگانے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے۔“

لاریب نے اپنے ماتھے پر نمودار ہونے والے پسینے کے قطرے ٹشو سے صاف کیے تھے۔

”اگر قرآن پاک اس بات کی تصدیق کرتا ہے تو اس میں غلط بیانی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔“ اس نے اپنے خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔

”جس طرح تم یہ سب باتیں اور ان کی تصدیق ان دلائل سے کررہے ہو تو پھر کوئی باشعور انسان کیوں جان بوجھ کر ایسے مذہب یا جماعت کی تقلید کرے گا جس کی بنیاد جھوٹ ہے؟“ اسے عصر عبداللہ کے سامنے بولنا واقعی میں بہت مشکل لگ رہا تھا۔

”تمہارا سارا احتجاج اور مخالفت کم علمی کے سبب ہے۔ تم آنکھیں بند کرکے اپنے والدین اور دیگر کے نقش قدم پر چل رہی ہو اور انہیں ہی سچ اور حق پر مانتی ہو۔ ایسے میں تمہیں سچ اور حق کی راہ دکھانے والا اپنا مخالف بلکہ دشمن نظر آتا ہے۔ جہاں تک بات قادیانی کے جھوٹے نبی ہونے کی ہے تو یہ کتاب ہے رئیس قادیانی......“ اس نے کتاب لاریب کے سامنے ٹیبل پر رکھ دی۔ ”اس میں اس کے حالاتِ زندگی اور وہ تمام واقعات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک نفسیاتی مریض تھا جو کئی کئی دن تک کمرے میں بند رہتا اور کہتا کہ مجھ پر وحی کا نزول ہورہا ہے اور اس نے جو کتابیں لکھی ہیں ان میں زیادہ تر مسودے چوری شدہ تھے اور رہی ان لوگوں کی بات جنہوں نے اس کی تقلید کی اور اپنی جماعت بنائی تو یہ وہ لوگ ہیں جو دولت کے لالچ میں دین کو بیچ کر مرتد واقع ہوئے ہیں اور جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے۔“

اس کے لفظوں کی سچائی لاریب کی روح تک کو سیراب کرگئی تھی۔ ”تمہارے ذہن میں یہ بھی سوال ہوگا نا کہ اتنی دولت کہاں سے آتی ہے ان کے پاس......؟ کینیڈا، امریکا اور دیگر کئی ممالک میں اسلام دشمن عناصر باقاعدہ اس جماعت کی پشت پناہی کررہے ہیں۔ کبھی تم نے سوچا کہ تمہارے گھر میں اتنا پیسہ کہاں سے آیا؟“ عصر عبداللہ نے دیکھا تھا کہ لاریب کی بھوری آنکھوں میں استعجاب اور فکر کے رنگ گہرے ہوگئے تھے۔ ویٹر چائے کے کپ رکھ کے جاچکا تھا اور چائے اس کے منجمد ہوتے خیالات سے زیادہ ٹھنڈی نہیں تھی۔ ”یہ لو یہ ایک کتاب ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر تم ان دونوں کا مطالعہ کرنا اور نیٹ پر اسلامی کتابوں کا بھی ضرور مطالعہ کرنا۔ مجھے یقین ہے تمہیں حق اور سچائی کے کئی راستے خود آواز دیں گے۔ میں نے تمہیں راستہ دکھادیا ہے منزل تک تمہیں خود پہنچنا ہے۔“ عصر عبداللہ نے بات کے اختتام پر لاریب احمد کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک دیکھی جو دہکتی آنکھوں کے کناروں کو انگلیوں کی پوروں سے چھو رہی تھی۔

”کوئی اور سوال جو تمہیں مزید الجھا رہا ہو؟“ اس نے لاریب کے لیے خیالوں کی دنیا سے واپسی کے سفر تک استعجاب کا ایک جہان آباد کردیا تھا۔ اس کے اندر ایک ہی گردان تھی۔

”تو کیا میں برسوں سے اسی غلط راستے پر چلی جارہی تھی؟ تمہارا مجھ سے ملنا، مجھے راہ دکھانا، اللہ عزوجل جانتا ہے کہ اس میں کیا راز ہے؟“

”تم میری دوست ہو اور بحیثیت مسلمان میں اپنا فرض ادا کرنا چاہتا ہوں۔ بچانا چاہتا ہوں تمہیں گمراہی سے......“ اس کی آواز کا طلسم لاریب کو ایک بار پھر اپنے سحر میں جکڑ چکا تھا۔ جدید تراش کے

لباس میں دوپٹا شانوں پر پھیلائے وہ عصر عبداللہ کے دل میں اتر گئی تھی۔ ایسے میں اس کا الجھا بکھرا سا انداز...... عصر عبداللہ کو وہ پہلے سے زیادہ کمزور لگی تھی۔ اس کی نگاہوں کی تپش نے لاریب کو پہلو بدلنے پر مجبور کردیا۔

”ایک بات کہوں عصر عبداللہ!“ وہ مخمصے کی حالت میں بولی تھی۔ ”مجھے تم سے محبت ہوگئی تھی شاید اس دن سے جب تم نے میری زندگی بچائی تھی اگر تم مجھے کہتے نا کہ میں تمہارے لیے اپنا مذہب بدل لوں تو میں یہ بھی کرگزرتی مگر میں خود جاننا چاہتی تھی کہ آخر کیا ہے میرے مذہب میں ایسا کہ جو ہر دوست مجھے اتنا ناپسندیدہ سمجھتا ہے کہ چھوڑ جانے میں بھی کوئی عار نہیں سمجھتا......؟ تب فیصلہ کیا تھا میں نے حق کی راہ پر چلنے اور حق تلاش کرنے کا۔ میں اب بھی نہیں جانتی کیا سچ ہے کیا غلط...... مگر مجھے سچائی کی تلاش ہے۔“ آنسو اس کی بھوری چمک دار آنکھوں سے رخساروں پر اتر آئے تھے۔ ”اب ہم ملیں گے جب میں سچ کا سفر کرلوں گی۔“ وہ کتابیں سینے سے لگائے ہوٹل کی سیڑھیاں اتر چکی تھی۔

”یہ کامنی سی لڑکی جو خوابوں کے ہر سفر میں میرے ساتھ چلی ہے، مجھے اب اس کے سنگ ہی ان خوابوں کی تعبیریں ڈھونڈنا ہیں۔“ عصر عبداللہ نے بس اسی لمحہ سوچ لیا تھا کہ اب واپسی کا سفر ممکن نہیں......

❁......+......❁

”یہ کیسا احساس ہے آگہی کا...... یہ کس طرح کا سکون واطمینان میری روح میں سرائیت کررہا ہے؟“ وہ عصر عبداللہ سے ملنے کے بعد مسلسل ان کتابوں کا مطالعہ کررہی تھی۔ ویب سائٹ پر اس نے اپنے ہر اس سوال کا جواب ڈھونڈا تھا جس کی اسے تلاش تھی۔

ایسا لگتا ہے جیسے میں کسی گہرے تاریک کنوئیں میں تھی اور کسی نادیدہ طاقت نے مجھے وہاں سے نکال کر جھلمل کرتی اجلی شفاف روشنی میں لاکر کھڑا کردیا ہے۔ سارے دھندلے منظر ایک دم سے صاف نظر آنے لگے تھے۔ عصر عبداللہ نے درست کہا تھا میری گمراہی میری لاعلمی کی بدولت ہے۔ مگر یہ قلق مجھے جینے نہیں دے گا کہ میں نے زندگی کے قیمتی سال اس اندھیرے کنویں میں گزار دیئے۔ پتا نہیں حرام کے کتنے لقمے میرے جسم میں اترے ہیں۔“ ابھی تو پڑھا تھا اس نے ”اس چیز سے بچو جو تمہیں حرام اور حلال کے درمیان شبہے میں ڈالے۔“

اسے آگاہی ہوئی تھی کہ حرام کا ایک لقمہ بھی اندر چلا جائے تو دعا تک قبول نہیں ہوتی اور میں تو پلی ہی حرام کی کمائی پر ہوں۔ وہ پیسہ جو حق وسچ کے دشمن عناصر ان جیسے مرتدوں کے معدوں میں اتارا کرتے ہیں، جس کے سبب وہ ان ہی کی زبان بولتے ہیں اور ان ہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔“ اسے متلی محسوس ہوئی تھی۔ وہ نقاہت زدہ قدموں کے ساتھ بمشکل واش روم تک پہنچی تھی۔ اگلے ہی پل وہ ہاتھ کی ہتھیلیوں سے پیٹ کو دبا کر ابکائی پہ ابکائی کررہی تھی۔ خود اپنے آپ سے کراہیت کا احساس جاگا تھا۔ اپنے تئیں جسم سے ہر وہ لقمہ نکال دینا چاہتی تھی جو اس کے جسم کو آلودہ کرتا رہا تھا اور پھر نیم مردہ جسم لیے وہ واپس بیڈ پر گرگئی تھی۔ اسے ہوش نہیں تھا کہ کب ماما، پاپا گھر واپس آئے تھے اور کب ڈاکٹر اس کا چیک اپ کرگیا تھا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو ماما اپنے سرد ہاتھوں سے اس کا سر دبا رہی تھیں۔ وہ کتنی فکر مند اور پریشان تھیں۔

”کیا ہوا میری بیٹی کو...... کیا کھالیا تھا بیٹا!“ وہ آنکھیں پوری طرح کھول چکی تھی۔ سرد نیم مردہ جسم

میں ابھی کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔ ''رانی (ملازمہ) بتارہی تھی کہ تم رات سے کمرا بند کرکے لیٹی ہو اگر طبیعت زیادہ خراب تھی تو ہمیں کال کرلیتیں بیٹا!'' ماما کا شفقت بھرا ہاتھ اس کے بال سہلا رہا تھا۔

''کتنی فکر ہے آپ کو میری صحت کی مگر اپنی اور میری آخرت کی فکر نہیں؟ کیا کہلائے جائیں گے ہم روزِ محشر...... کافر، مرتد یا کاذب......؟ کس منہ سے پیش ہوں گے ہم خدا کے حضور......!'' اسے اتنا خوف محسوس ہورہا تھا کہ اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے اور جسم کے ہر ہر مسام سے پسینہ پھوٹنے لگا تھا۔

''کیا فضولیات بک رہی ہو تم...... تمہارے دماغ پر کوئی اثر ہوگیا ہے؟'' ماما کے تیور یکدم بگڑ اٹھے تھے مگر اس کو کچھ علم نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ لاریب نے میکانکی انداز میں تکیے کے نیچے سے وہ کتابیں نکال کر ماما کی طرف بڑھادیں۔

''یہ کیا ہے؟''

''یہی تو حق کا راستہ ہے۔ قندیل ہے تاریک ذہنوں کے لیے۔ ہم بھٹک گئے ہیں ماما یہ کتاب اپنی روشنی سے ہمیں صحیح منزل کا پتادے گی۔''

منٹوں میں فضا بیگم سمجھ گئی تھیں کہ یہ کون سی بیماری ہے...... مگر اچانک یہ تبدیلی...... کس نے بھڑکا دیا میری بچی کو ہمارے خلاف...... انہوں نے اپنے تئیں محبت سے لاریب اپنی راہ پر لانے کی کوشش کی تھی مگر وہ سننے سمجھنے کے مقام پر نہ تھی۔

''ابھی بھی وقت ہے ماما! اگر آپ مرگئیں تو کیسے بخشش ہوگی؛ جہنم کا ایندھن بنیں گے ہم سب...... توبہ کرلیں۔ وہ غفور الرحیم ربّ، کریم ہے رحیم ہے بخشش دے گا۔ سب خطاؤں کو معاف کردے گا اگر سچے دل سے توبہ کرکے اس کی طرف پلٹ جائیں۔''

فضا بیگم مسلسل حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن تھیں۔ انہوں نے بے حد پریشانی کے عالم میں اس کو دیکھا تھا۔ مگر اس سے پہلے ہی پاپا کمرے میں داخل ہوچکے تھے اور سب کچھ سن بھی چکے تھے۔

''تمہیں ہمت کیسے ہوئی گستاخ لڑکی کہ تم ہمیں درس دو؟ ہمارا کھاتی ہو اور ہمیں ہی سکھارہی ہو کہ سچ کیا ہے اور غلط کیا؟ کس نے سکھایا ہے یہ سب کچھ تمہیں؟ میں جو ملک بھر میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا پھررہا ہوں کیا کہیں گے لوگ کہ میری بیٹی ہی مذہب بدل گئی؟ خاموش ہوجاؤ اور آئندہ تمہاری زبان سے یہ بکواس نہ سنوں ورنہ جان سے ماردوں گا تمہیں۔'' وہ بُری طرح مشتعل تھے مگر اسے ایک سیدھی سچی راہ نے حوصلہ دیا تھا۔

''پاپا! صرف ایک لمحہ کو اس دن کے بارے میں سوچیے۔ جب مرتد اور کاذب لوگوں کی پشتوں پر خاردار کوڑوں کی برسات ہوگی۔ قرآن پاک میں ہے کہ ان کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے آخری اور سچے نبی ہیں۔ قرآن خود اس کی گواہی دیتا ہے۔ ان ہی کی شریعت ہے جس پر عمل کرکے ہم محشر کے عذاب سے بچ سکیں گے۔ آپ کا تو فرض تھا پاپا کہ آپ خود بھی حق کی راہ پر چلتے اور ہمیں بھی چلاتے مگر آپ نے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو چھوڑ دیا، جس کی اطاعت کو خدا تعالیٰ نے اپنی اطاعت کہا ہے۔ کیا ربّ آپ کی اس کوتاہی کو معاف کردے گا؟'' اس کی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی کہ یکلخت ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پہ پڑا تھا۔

''بہت کرلی تم نے اپنی من مانی...... بہت دے لی تمہیں آزادی، آج کے بعد تمہارا گھر سے نکلنا بند، سب دوستوں سے ملنا بند۔ یہی لوگ ہیں جو تمہیں اپنے گھر والوں کے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔ آنکھیں کھول کر اپنے چاروں طرف دیکھو۔ اس لگژری لائف کا تصور بھی کرسکتی ہو تم......؟ یا وہ دوست تمہیں ایسی پرتعیش زندگی دے سکتے ہیں؟ اپنے خاندان میں نظر دوڑاؤ جو لوگ ہمارے حامی ہیں وہ اعلیٰ زندگی گزار رہے ہیں اور جو ہم سے کٹ گئے وہ مفلسی کے عذاب بھگت رہے ہیں۔'' لاریب کے ذہن میں عصر عبداللہ کی بات تازہ ہوئی، یہ سب دولت کی خاطر ہے۔ ملک دشمن عناصر اس جماعت کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ ''اور تم......؟'' اب وہ فضا بیگم کی طرف گھومے تھے۔ ''اپنی بہن سے کہو کہ اتوار کو بارات لے آئیں۔ اب اس ناخلف کا اس گھر میں رہنے کا کوئی جواز نہیں۔ اس سے پہلے کہ اس کے اندر پھر بغاوت سر اٹھائے میں اسے یہاں سے دفعان کردینا چاہتا ہوں۔'' وہ کمرے سے جاچکے تھے اور وہ اپنے سنسناتے گال پر ہاتھ رکھے ساکت سی بیٹھی تھی۔

''اپنا موبائل دو۔'' ماما نے سائیڈ ٹیبل سے اس کا موبائل اٹھالیا تھا اور اس میں سے سم نکال کر دو ٹکڑے کردی تھی۔ ''خبردار! جو اس کمرے سے باہر ایک قدم بھی رکھا تو ٹانگیں توڑ دوں گی تمہاری۔'' لاریب نے ایک تاسف بھری نظر ماما پر ڈالی تھی جو اب دروازے تک پہنچ چکی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ پل بھر میں جیسے سارے اپنے دشمن بن گئے تھے۔

''کیسی دلدل ہے یہ...... میں جس سے نکلنا چاہتی ہوں مگر میرے قدم اس میں دھنستے جارہے ہیں۔ میری مدد کر اے میرے اللہ! میں بُری ہوں، بہت بُری ہوں، میرے مولا! میں نے اپنی گزری ہوئی زندگی کس غفلت میں گزاردی مگر میرے مولا! تیری توبہ کے دروازے تو ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ اپنی رحمتوں کے سمندر کا ایک قطرہ مجھے بھی عطا فرمادے۔ رحم فرما، میرے مولا رحم......! مانا میں بُری ہوں مولا! مگر پھر بھی تیری بندی ہوں، تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امتی بننا چاہتی ہوں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو تیرے محبوب ہیں، جن کا تو عاشق ہے۔ مجھے بھی ان سے عشق عطا فرمادے۔ ایسا عشق جو مجھے وقت کی ہر مشکل اور مصائب میں ثابت قدم رکھے۔ میں اپنی پچھلی زندگی کی توبہ مانگتی ہوں میرے مولا! مجھے معاف کردے اور نئی زندگی کی شروعات کے لیے میری مدد فرما آمین۔''

وہ اگلے دو دن اسی طرح کمرے میں بند رہی، ملازمہ کھانا رکھ جاتی تھی۔ وہ سارا واپس بھیج دیتی۔ زندگی سے جیسے ہر احتیاج مٹ گئی تھی۔ ان دو دنوں میں اس نے بہت سوچا تھا مگر کوئی راہِ فرار نہیں مل رہی تھی۔

''میں عصر عبداللہ کو بھی نہیں کھونا چاہتی اور اس دلدل سے بھی نکلنا ہے مجھے، مگر کوئی راستہ کوئی حل نظر نہیں آرہا۔''

''جب مشکل میں ہوا کرو تو درود پڑھا کرو۔'' اسے عصر عبداللہ کی آواز کہیں دور سے آتی سنائی دی۔

''مگر مجھے تو درود نہیں آتا۔ اب کیا کروں۔'' وہ پریشانی سے خود سے الجھتی جارہی تھی۔

''محمد...... مح...... م...... د...... صلی اللہ علیہ وسلم......'' اس نے خشک ہونٹوں اور لڑکھڑاتی زبان سے ادا کیا تھا۔ ''کتنا سکون ہے اس لفظ میں......'' وہ آنکھیں بند کرکے ایک بار نہیں لگا تار اس نام کا ورد کرنے لگی۔ یہاں تک کہ اس کی آواز کمرے میں گونجنے لگی۔ اس کا گلا بیٹھ گیا تھا اور حلق میں خراش محسوس ہونے لگی تھی۔

''حد ہوتی ہے لاریب! خاموش ہوجاؤ۔'' ماما نے

دروازہ ناک کر کے اسے سختی سے منع کر دیا تھا۔ وہ بے بسی کی حالت میں صوفے پر بیٹھ گئی تھی پھر اس نے اس خیال کے تحت ٹی وی آن کیا کہ وہ اسلامی چینل سرچ کرتی ہے پھر چینل سرچ کرتے ہوئے اس کا ہاتھ ایک دم سے رک گیا تھا' کوئی لڑکا بڑے جذب سے پڑھ رہا تھا۔

دل میں عشق نبی کی ہو ایسی لگن
روح مہکتی رہے دل تڑپتا رہے
زندگی کا مزا ہے کہ ہر سانس سے
یا محمد محمد نکلتا رہے

دھڑ...... دھڑ...... دھڑ...... دروازے پر زور سے دستک ہوئی' اس نے فوراً ٹی وی بند کر دیا تھا اور دروازہ کھولا تو سامنے رانی کھڑی تھی۔ وہ کھانے کی ٹرے پکڑا کر پلٹنے لگی تو لاریب نے ایک خیال کے تحت اسے اندر بلا لیا تھا۔

''بیٹھو یہاں......!'' اس نے ٹرے میز پر رکھ دی تھی اور وہ ناسمجھی کے انداز میں نیچے بیٹھ گئی تھی۔ لاریب نے اپنے کان سے سونے کی بالیاں اتار کر اس کی طرف بڑھا دیں۔ ''یہ رکھ لو۔''

''مگر کیوں بی بی جی!'' رانی بے حد پریشان ہوگئی تھی۔

''مجھے تمہارا موبائل چاہیے۔'' لاریب دوٹوک بولی تھی۔

''نا بی بی جی! اگر بڑی بی بی کو پتا چل گیا تو وہ مجھے جان سے مار دیں گی۔'' وہ گھبرا گئی تھی۔

''کون بتائے گا انہیں...... تم یا میں......؟''

''نہیں بی بی جی! مجھے جانے دیں' میں آپ کا یہ کام نہیں کر سکتی۔''

''تم بھی مرزائی ہو؟'' وہ اٹھنے لگی جب لاریب نے یہ سوال کر دیا تھا۔

''توبہ کریں بی بی جی! استغفر اللہ! میں کیوں مرزائی ہوں گی۔ الحمدللہ پکی مسلمان ہوں۔'' وہ برا مان گئی تھی۔

''مجھ سے کہیں زیادہ اچھی تو یہ ملازمہ ہے' کتنا فخر ہے اسے کہ یہ مسلمان ہے۔'' سوچ کر لاریب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''تو پھر کیا تم اس لڑکی کی مدد نہیں کرو گی جو تمہاری طرح مسلمان ہونا چاہتی ہے۔'' ناجانے کیسی امید تھی اس کے لفظوں میں کہ رانی اگلے ہی پل اسے موبائل تھما چکی تھی۔

''یہ بالیاں رکھ لیں بی بی جی! بات اگر ثواب کی ہے تو پھر لین دین کیسا...... ایک بات بتاؤں بی بی جی! آپ کی دادو بھی مسلمان تھیں اور صاحب لوگ کوئی شروع سے تو مرزائی نہیں تھے' ایک دن جب انہوں نے گھر آ کر آپ کی دادو کو بتایا کہ وہ مرزائی ہو چکے ہیں تو انہوں نے بہت سمجھایا تھا' بہت روئی تھیں وہ...... مگر صاحب جی نے ایک نہ سنی پھر ایک رات وہ نماز پڑھتی ہوئی اللہ کو پیاری ہو گئیں تب میں بھی آپ کی عمر کی تھی۔ میرا کوئی نہیں تھا اس دنیا میں' آپ کی دادو نے سہارا دیا تھا مجھے ورنہ میں بھی اس گھر میں کبھی نہ رہتی مگر خدا گواہ ہے کہ میں نے اس گھر کا کبھی پانی بھی نہیں پیا۔'' ایک خوش گوار احساس اس کے اندر اترا تھا۔ یہ سن کر کہ اس کی دادو بھی مسلمان تھیں۔ رانی کے جانے کے بعد اس نے عصر عبداللہ کو فون کر کے سب بتا دیا تھا۔ یہاں تک بھی کہ اس اتوار کو اس کی شادی اس کے کزن سے ہو رہی ہے جو قادیانیت کا مبلغ اور پکا قادیانی تھا مگر ایک بار پھر اسے کوئی راہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

''بھلا عصر عبداللہ اور اس کی فیملی مجھے کیسے اپنا سکتی ہے' جسے وہ مرزائی سمجھتے ہیں' ان سے تو وہ سلام تک

نہیں لیتے' اب میرے پاس سوائے موت کے کوئی راہ نہیں۔'' وہ بچوں کی طرح رو رہی تھی مگر عصر عبداللہ نے اسے بہت تسلیاں دی تھیں۔

''خودکشی مذہب اسلام میں مکروہ اور ناپسندیدہ حرام فعل ہے۔ میں ہوں نا لاریب احمد! میں آؤں گا اور تمہیں نکال لوں گا اس دلدل سے...... مگر تھوڑا انتظار کرو۔ میں نے گھر والوں سے بات کر لی ہے' سب تمہارے اس فیصلے سے بہت خوش ہیں پھر سوچو وہ اللہ کتنا خوش ہوگا اور وہ کیسے تمہیں اس جہنم میں رہنے دے گا؟ اصل مدد اس کی جانب سے ہے میں تو بس وسیلہ ہوں۔ اس اتوار کو تم فون اپنے پاس رکھنا میں تمہیں یہاں سے نکلنے کی ہر تفصیل ساتھ ساتھ بتاتا رہوں گا۔ تم نے ٹینشن نہیں لینی اور گھر والوں کو محسوس بھی نہیں ہونے دینا کہ تمہارا گھر سے بھاگنے کا کوئی ارادہ ہے ورنہ وہ تمہیں لمحوں میں غائب کر دیں گے۔ گھبرانا نہیں کہ اللہ کی فتح ہمیشہ حق والوں کے لیے ہے۔'' عصر عبداللہ اسے تسلی دے رہا تھا۔ اس کے اندر بھی آہستہ آہستہ مضبوطی کا احساس جنم لے رہا تھا۔

''اب چاہے اس راستے پر کانٹے بھی بچھا دیئے جائیں تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گی۔'' لاریب نے مصمم ارادہ کر لیا تھا۔

❁......✦......❁

پھر اتوار کا دن بھی آ گیا۔ ماما اسے شادی کا جوڑا پکڑا گئی تھیں' اسے پہننے کے بعد بیوٹیشن نے اسے تیار کرنا تھا۔ ان چند دنوں میں اس نے گھر والوں کے سامنے نارمل رویہ رکھا تھا اور یہی ظاہر کیا تھا کہ وہ خود کو وقت کے فیصلے پر چھوڑ رہی ہے مگر اس کے اندر ایسی اتھل پتھل ہو رہی تھی جو اسے ایک پل بھی چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ صبح سے عصر عبداللہ کا نمبر بند جا رہا

تھا' اب بھی اس نے دو تین بار ٹرائی کیا تھا۔ سخت پریشانی میں وہ کمرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک مسلسل چکر لگا رہی تھی۔

"نہیں عصر عبداللہ! تم مجھے بیچ راستے میں نہیں چھوڑ سکتے۔ بات اگر تمہاری محبت کی ہوتی تو شاید میں پاپا کے فیصلے پر سر جھکا لیتی مگر میں نے عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کا ابھی پہلا ورق ہی پڑھا ہے اور اسے پڑھنے کے بعد میں اس جہنم میں نہیں رہ سکتی۔ پلیز ایک بار تو ریسیو کرو۔" اس نے دوبارہ ٹرائی کیا تھا مگر جواب ندارد...... "یا اللہ! عصر عبداللہ میری امید کا واحد ذریعہ ہے اگر وہ وقت پر نہ پہنچا تو شاید میرا منزل کو پانا مشکل ہوجائے گا۔ یا اللہ مدد فرما میری......" وہ سسکیوں سے رونے لگی تھی۔ اتنے میں بیوٹیشن اندر آ گئی تھی۔ گھر میں سارے مہمان اکٹھے ہوگئے تھے اور اس کا دل پھٹنے کو تھا مگر اس نے اپنے تاثرات نارمل ہی رکھے۔ تیار ہونے کے بعد ماما کمرے میں آئی تھیں۔

"تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا' یہ جوس پی لو۔" شاید ماما کا فطری مامتا والا جذب جاگ اٹھا تھا۔ مگر اس کے دھیان کی سوئی عصر عبداللہ پر اٹکی ہوئی تھی۔ اس کا حلق خشک' معدہ خالی تھا۔ جانے کتنے گھنٹے ہوگئے تھے بغیر کچھ کھائے پیے' مگر اس نے سوچ لیا تھا کہ اس گھر کا پانی بھی حرام ہے اس کے لیے...... سو اس نے جوس کی طرف ہاتھ بھی نہ بڑھایا تھا۔ ماما جوس رکھ کر خالی خالی نظروں سے اسے خود میں جذب کرکے جا چکی تھیں۔

"اگر آج تم نے مجھے ان مرتدوں کے سامنے جھکا یا تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی عصر عبد اللہ! اگر ساتھ نہیں دے سکتے تھے تو آس کی ڈور بھی کیوں تھمائی تھی؟ میں کوئی اور راہ نکالتی یہاں سے نکلنے کے لیے......" لاریب اسی کش مکش میں الجھی ہوئی تھی جب عصر عبداللہ کی کال آ گئی۔

"فوراً سے بیشتر اپنے گھر کی چھت پر آؤ۔" اس نے سلام کے بعد پہلا یہی جملہ بولا تھا۔ "کال کاٹنا نہیں' سیل ایسے ہی رکھو اپنے پاس اور جیسے جیسے میں کہہ رہا ہوں ویسے ویسے کرتی جاؤ۔"

"مگر راہداری میں تو بہت سے مہمان ہیں' میں کیسے جاؤں؟"

"جیسے بھی ہو فوراً جاؤ چھت پر...... ٹائم ضائع نہ کرو۔" اس نے دروازے سے باہر جھانک کر رائی کو بلایا تھا پھر اپنا کامدار دوپٹہ پنوں کی قید سے آزاد کرکے اس کی میلی سی چادر خود پر اوڑھ لی تھی اور اپنے کمرے کی عقبی راہداری سے کھڑکی کے رستے کود کر تیزی سے چھت کو جانے والی سیڑھیاں چڑھ گئی۔ یہ مکان کا تیسرا پورشن تھا' اس کے کمرے کی راہداری کے اختتام پر چھت کو جانے والی سیڑھیاں تھیں۔ چھت پہ آنے کے بعد اس نے موبائل کان سے لگایا تھا۔

"چھت پہ آ گئی ہوں۔" دوسری طرف سے جیسے اس کی ساری سرگرمی نوٹ کی جا رہی تھی۔

"چھت کی عقبی سائیڈ پر دیوار کے ساتھ دیکھو ایک لکڑی کی سیڑھی لگی ہوئی ہے۔" وہ تیزی سے مطلوبہ جگہ پر آئی اور نیچے جھانک کے دیکھا تو سچ مچ لکڑی کی سیڑھی لگی تھی۔ "اب ایسا کرو آہستگی سے نیچے اترو۔" وہ اگلے لمحے چھت کی دیوار پر پنجوں کے بل چڑھ کے نیچے لگی ہوئی سیڑھی پر پہلا قدم رکھ رہی تھی۔ اس نے اپنی اونچی ہیل کی سینڈل وہیں دیوار کے ساتھ اتار دی تھی۔ اس سے پہلے کہ کوئی اسے ڈھونڈتا ہوا یہاں آتا اس نے تین بار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا اور دیوار سے ملحق سیڑھی سے اترنے لگی۔ سارے وجود پر لرزش سی طاری تھی۔ وہ ابھی پانچ قدم اوپر ہی تھی کہ عصر عبداللہ نے اسے سیڑھی سے کھینچ کر نیچے کھڑا کر دیا۔

"ایسے تو تم بہت وقت لگا دو گی اور ہم پکڑے جائیں گے۔ چلو اب یہاں سے۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتا ہوا گلی کی نکڑ تک لے آیا تھا۔ اندھیرا ہونے کے سبب لاریب کے پاؤں کئی رکاوٹوں سے ٹکرائے تھے مگر یہاں سے نکلنے کا احساس ہر احساس پر حاوی تھا۔ گلی کے باہر کھڑی گاڑی کا دروازہ کھول کر اس نے لاریب کو بٹھایا تھا اور دوسری طرف خود بیٹھ کر گاڑی کی رفتار بڑھا دی تھی۔ پوری رفتار سے گاڑی دوڑانے کے بعد جب وہ اس علاقے سے ذرا دور نکل گئے تو لاریب نے خاموشی کو توڑا تھا۔

"تم نے اتنی دیر کیوں لگا دی آنے میں...... میں سمجھی تم نہیں آؤ گے۔"

"کبھی تو اچھا سوچ لیا کرو میرے بارے میں' بدگمانی کی بھی حد ہوتی ہے۔ میں پورے وقت پر نکل چکا تھا مگر ٹریفک میں پھنس گیا تھا اور موبائل پر سگنل نہیں آ رہے تھے۔" اس نے پہلی دفعہ اتنے قریب سے لاریب کو دیکھا تھا۔ خوب صورت میک اپ سے سجے چہرے پر گھنی خمدار پلکوں کی چھاؤں والی بھوری آنکھیں جو آنسوؤں سے دھل کر گلابی ہو چکی تھیں۔ کتنا حسین منظر تھا۔ وہ مبہوت سا دیکھے جا رہا تھا۔

"لہنگے کے اوپر میلی چادر...... کیا نیا فیشن ہے؟" عصر عبداللہ نے اتنی لگاوٹ سے پوچھا تھا کہ وہ خود میں سمٹ گئی تھی۔

"جلدی کرو عصر! اگر وہ پیچھا کرتے ہم تک پہنچ گئے تو......؟"

"ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں دوست! ہمارے ساتھ اللہ کی مدد ہے اور نیک کام میں تو ویسے بھی اللہ کا ساتھ شامل ہوتا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میری ہم سفر لاریب احمد ہے جسے مجھ سے ہی نہیں' میرے مذہب سے بھی محبت ہے۔"

"تمہارا شکریہ دوست! تم نے میرے دل میں نورِ ایمان کی ایسی قندیل جلائی کہ میری زندگی کی ساری تاریکیاں چھٹ گئی ہیں۔" لاریب نے اس کے ہاتھوں پہ اپنا سر دہا تھ رکھ دیا تھا۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں لاریب! زندگی کی ہر مشکل میں' میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ آگے کا سفر کیسا ہوگا؟ مگر امید ہے کہ زندگی کے اس سفر میں جہاں تمہیں محبت' تحفظ اور اپنے ساتھ کا بھرپور احساس دوں گا وہاں اسلام سے متعلق ہر اس سوال کا جواب ملے گا جو تمہیں ذرا سی بھی الجھن میں ڈالے۔ میرے ابو عالم ہیں اور اس معاملے میں تم جو بھی چاہو جان سکتی ہو کہ اسلام سچا اور کھلا مذہب ہے اس میں زندگی کے ہر پہلو کی نشاندہی کی گئی ہے۔"

"میں کتنی خوش نصیب ہوں نا کہ مجھے ہدایت کی روشنی مل گئی۔" لاریب نے ایک جذب سے سوچا تھا۔ "خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے درست راہ دکھائی۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ جن کے دلوں پہ اللہ نے مہر لگا دی ہے۔ حیات کے یہی لمحات زندگی کا حاصل ہیں' جس میں عشقِ مجازی بھی سنگ ہے اور عشقِ حقیقی بھی......" اس نے طمانیت سے اپنا سر عصر عبداللہ کے کندھے سے لگا لیا تھا۔ بہت کچھ کھو دینے کا ملال کچھ دیر کے لیے دل میں جاگا ضرور تھا مگر نورِ ایمان کی روشنی اس سب پر حاوی تھی۔

نئے موسم

سکینہ فرخ

یہ پھیلی ہوئی رات ڈھلے یا نہ ڈھلے
یہ یورش حالات ٹلے یا نہ ٹلے
روشن کر چراغ دیر و کعبہ
پھر شمع خرابات جلے یا نہ جلے

شہر کراچی کی زندگی اتنی تیز ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے سب کے پیروں میں پہیے فٹ ہیں۔ پورا شہر ہمہ وقت ایک دوڑ میں لگا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ بازار جاؤ تو لوگوں کا ایک جم غفیر' اسکول جاؤ تو وہاں خلقت بے پناہ! اسپتال جاؤ تو لگتا ہے آج پورا شہر ہی بیمار ہو کے یہاں آ گیا ہے۔ سڑکیں ہر وقت ہر سائز کی گاڑیوں سے بھری ہوئی' اوپر سے بے پناہ شور! ایک افراتفری کا عالم نظر آتا ہے' ہر ایک کو جلدی ہے اور وقت کسی کے بھی پاس نہیں۔ کراچی کے رہنے والوں کی اگر ایک سطر میں تعریف کی جائے تو کچھ یوں ہوگی کہ ''ابھی اُدھر تھے اب اِدھر ہیں اور فوراً کہیں اور جانا ہے۔''

لیکن اس کے ساتھ ساتھ کراچی والوں کی ایک خوبی اور بھی ہے کہ یہ بہت سارے کاموں کو ایک ہی وقت میں نمٹانے کا ہنر جانتے ہیں۔ وقت کے ساتھ دوڑ لگاتے لگاتے وہ بہت ماہر ہو چکے ہیں۔ متحرک زندگی کا اپنا ہی ایک مزا ہوتا ہے شاید اماں پر بھی کراچی ہی کا اثر تھا۔ وہ کراچی میں پیدا ہوئیں' وہیں رہیں اور ساری زندگی متحرک انداز میں بسر کرنے کے بعد وہ اب بھی چاق و چوبند تھیں۔ بیٹے' بیٹیاں شادی شدہ ہو چکے تھے' نواسے نواسیاں' پوتے پوتیاں قد کے برابر آنے لگے تھے مگر وہ خود زندہ دلی کی آخری حدوں پر تھیں۔ خوب صورت سوٹ یا ساڑھی کے ساتھ میچنگ سینڈل اور چوڑیاں پہننا لازمی تھا۔ انگلیاں انگوٹھیوں سے مزین اور چہرے پر مناسب میک اپ..... ہر وقت نک سک سے درست اماں بی!

جب ابا میاں کے سامنے سر کے بالوں کو خضاب سے رنگتیں تو ابا میاں اپنے گنجے سر پر ہاتھ پھیر کے کلس کے رہ جاتے۔ دن بہ دن جوان ہوتی ہوئی اماں کے انداز انہیں پسند نہ تھے۔ مگر اماں کے مزاج کا ایک الگ ہی رنگ تھا۔ چیزوں کی تو بہتات تھی۔ امریکہ سے بڑی بیٹی صباحت آئیں تو اماں کے لیے پرفیوم لوشن' شیمپو اور نہ جانے کیا کیا اٹھا لائیں۔ اسلام آباد سے چھوٹی بیٹی ثوبیہ آتی تو چوڑیاں' سینڈل پرس لے آتی۔ فرقان یعنی چھوٹا بیٹا' دبئی سے آتا اور اماں کے لیے ساڑھیوں اور سوٹوں کا ڈھیر لگ جاتا۔ ارسلان بڑا بیٹا تو خیر ساتھ ہی رہتا تھا مگر وہ بھی کسی سے پیچھے نہ تھا۔ اماں کی اچھی صحت کے لیے جوس' پھل' طاقت کی دوائیں اور میڈیکل چیک اپ اس کی ذمہ داری تھی۔ اب بھی اماں جوان اور خوب صورت نظر

آتیں تو حیرت ہوتی......!

کم وبیش یہی ساری سہولیات ابا میاں کو بھی حاصل تھیں مگر وہ ٹھہرے درویش صفت و بے نیاز آدمی......! کسی نے کپڑے تحفتاً دیئے تو اٹھا کے کسی دوسرے کو بخش دیئے۔ چاکلیٹس کے ڈبے یا کوئی اور کھانے پینے کی چیز ملی تو پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کو کھلا کے خوش ہو لیتے۔ کوئی پرفیوم، گھڑی، والٹ لے آیا تو وہ دامادوں کے حصے میں آ گئیں اور خود اللہ اللہ خیر صلا...... اور ان کی اس حرکت پر اماں کلس کے رہ جاتیں۔ جہاں اماں کے ارمان اور شوق ہی پورے نہیں ہو پا رہے تھے وہاں ابا کا حد سے زیادہ سادہ انداز......! کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ اماں گھومنے پھرنے کی باتیں کرے اور کھانے پینے کی شوقین...... تو ابا ریٹائرمنٹ کے بعد گھر میں رہنے، باغبانی کرنے، کم بولنے اور کم کھانے کے خوگر...... جوانی تو دونوں نے جیسے تیسے گزار لی تھی مگر بڑھاپا...... جیسے ایک مشرق تو دوسرا مغرب کی طرف کھنچتا چلا جا رہا تھا۔

اس برس دسمبر کا مہینہ بہت اہم تھا۔ ان کی ساری اولادیں دسمبر کے آخری ہفتہ میں ان کے پاس اکٹھی ہو رہی تھیں۔ بڑے سالوں کے بعد ایک موقعہ آیا تھا۔ امریکہ سے صباحت اور دبئی سے فرقان بھی چھٹی لے کر آ رہے تھے، اُدھر ثوبیہ بھی اپنے بچوں کی سردیوں کی چھٹیاں میکے میں گزارنے کا پروگرام بنائے بیٹھی تھی۔ ارسلان اور ان کی بیوی فریحہ مہمانوں کی آمد کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے تو اماں الگ خوش نظر آ رہی تھیں۔ خوش تو خیر ابا بھی بہت تھے۔

''تمہارے سال بھر کے میک اپ اور کپڑوں کا اسٹاک آ رہا ہے اسی لیے اتنی خوش ہو؟'' انہوں نے اماں کی چٹکی لی۔

''میرے بچے آ رہے ہیں، مجھے ان کی آمد کی خوشی ہے۔ یہ کپڑے اور میک اپ کہاں سے آ گئے بیچ میں......؟'' انہوں نے خفگی سے میاں کی طرف دیکھا۔

''بچوں کا تو بس بہانہ ہی ہے......'' ابا میاں کی زبان میں پھر کھجلی ہوئی مگر اماں نے بات کاٹ دی۔

''ساری زندگی آپ کو میرا پہننا اوڑھنا کھلتا رہا...... خود کلاس ون آفسر ہونے کے باوجود کبھی افسروں والے حلیے میں نہ رہے، نا کپڑوں کا ذوق نا جوتوں کا خیال...... وہ تو میں ہی تھی جو آپ کی شاپنگ کیا کرتی تھی اور آپ کو اس قابل بنائے رکھتی تھی کہ لوگوں میں سبکی نہ ہو، جب سے ریٹائر ہوئے ہیں سوٹ بوٹ سے بھی گئے۔'' اماں چلبلا کے بولیں۔

''ارے اس کو سادگی کہتے ہیں، سادگی......! انسان کو بس صاف ستھرے غنیمت حلیے میں رہنا چاہیے، ہر وقت کی لیپا پوتی کا کوئی فائدہ ہے نہ کلف لگے اکڑے کپڑوں کا۔'' وہ سنجیدگی سے بولے۔

''آپ سے تو کچھ کہنا سننا ہی بے کار ہے، جب پچھلے چالیس سالوں میں میری نہ سنی تو اب کیا سنیں گے۔ خیر سے سٹھیا چکے ہیں بلکہ اب تو ساٹھ کی دہائی سے بھی آگے کا سفر شروع کر چکے ہیں آپ۔ اور میں تو ابھی ساٹھ کی بھی نہیں ہوئی، سولہ برس کی تھی جب آپ سے شادی ہوئی تھی......'' اماں حساب کتاب لگاتے ہوئے بولیں کہ ابا میاں ان کی بات اُچک لے گئے۔

''یعنی آپ کی قسمت پھوٹی تھی؟''

''اب آپ جو بھی سمجھیں...... لیکن آپ کی یہ دل آزارانہ باتیں مجھے بننے سنورنے سے ہرگز روک نہیں سکتیں۔'' اماں نے حتمی انداز میں کہا۔

''اس حسابی ہیر پھیر سے تو آپ ہوئیں فقط چھپن

برس کی...... لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، قیام پاکستان کے وقت آپ کی ولادت ہو چکی تھی۔'' ابا میاں ہونٹوں تلے مسکرائے۔ ان کی بات سن کر اماں کو گویا ہزار وولٹ کا کرنٹ لگ گیا۔

''کیا...... کیا کہا......؟ قیام پاکستان کے وقت اور میری ولادت......؟'' وہ چمک کے بولیں۔

''ارے بھئی! محلے داری کے ساتھ ساتھ رشتہ داری بھی تو تھی۔ اس وقت کوئی چھ سات برس کے تھے جب ہماری اماں، آپ کی اماں کو بیٹی کی پیدائش کی مبارکباد دینے گئی تھیں اور واپس آ کے آپ کو گود میں اٹھا کے بولی تھیں، 'سعد میاں! آپ کی دلہن کو دیکھ کر آ رہے ہیں ہم...... بہت پیاری ہے...... ایک دم گڑیا سی......!'' ابا مسکرائے۔

''ارے! توبہ توبہ......! کیسے انجان بن رہے ہیں آپ، وہ تو ہماری سب سے بڑی آپا کی پیدائش کا واقعہ ہے، جن کے بارے میں آپ کی اماں نے یہ سب ارشاد فرمایا تھا اور آپ کا نام ان بے چاری پر ایسا بھاری پڑا کہ وہ چار سال کی عمر میں ہی اللہ کو پیاری ہو گئیں، ہم تو ان کے پیدا ہونے کے آٹھ برس بعد پیدا ہوئے تھے، ان کے اور ہمارے بیچ ہماری اماں کے چار بیٹے اور پیدا ہو گئے اور ہماری پیدائش پر آپ کی اماں پھر ہماری اماں کے سر ہو گئیں کہ ان کی بہو بنے گی تو وہ ہماری اماں کی ہی بیٹی ہو گی۔ ہماری اماں سیدھی سادی، فوراً مان گئیں۔ اسی وجہ سے تو ہماری اتنی کم عمری میں شادی بھی ہو گئی کہ آپ کی عمر جو نکلی جا رہی تھی، پورے پندرہ برس بڑے ہیں آپ ہم سے......'' اماں تن فن کر کے بولیں۔ ابا میاں منہ دبا کے ہنستے رہے۔ انہیں اس سو بار کے قصے کو ہر بار نئے سرے سے سننے میں زیادہ مزا آتا تھا یا اماں کو تپانے میں...... یہ وہ ہی جانتے تھے۔

گھر سب کی آمد کے بعد خوشیوں اور قہقہوں سے بھر گیا تھا۔ سب لوگ کئی سال کے بعد اکٹھے ہوئے تھے۔ آخری بار سب فرقان کی شادی پر چار برس پہلے اکٹھا ہوئے تھے اور اب وہ بھی اپنے دو بچوں کے ساتھ موجود تھا، درمیان میں کبھی کوئی آ گیا تو کبھی کوئی...... یہ رونق تو سب کے آنے پر ہوتی تھی۔ اماں سارے پوتے، پوتیوں نواسے اور نواسیوں میں گھری بیٹھی تھیں، تو ابا اپنے بیٹوں دامادوں کے ساتھ محفل جمائے بیٹھے تھے، ہر طرف مسکراہٹیں تھیں۔

''ارے! نیا سال شروع ہونے میں صرف دو دن رہ گئے ہیں۔'' ثوبیہ نے گھڑی دیکھی تو یاد آیا۔

''ارے ہاں! امریکہ میں تو یہ دن بڑے اہتمام سے مناتے ہیں۔ دسمبر کے آخری ہفتے میں تو کرسمس کی چھٹیاں ہوتی ہیں جو کہ نئے سال تک رہتی ہیں۔ وہ خطے جہاں برف پڑتی ہے اس دوران برف سے ڈھک جاتے ہیں لیکن اس سردی کے باوجود بھی کرسمس اور نیو ائیر کی تقریبات عروج پر ہوتی ہیں۔'' صباحت نے کہا۔

''اب تو یہاں بھی نیا سال بڑے جوش وخروش سے منایا جاتا ہے۔ من چلے روڈ اور گلیوں کوچوں میں تماشے بازی، فائرنگ کرتے ہیں۔ ہوٹلز اور کلبز میں نیو ائیر نائٹ منائی جاتی ہے، رات کو ٹھیک بارہ بجے بڑے بڑے تماشے ہوتے ہیں۔'' ارسلان نے ٹکڑا جوڑا۔

''ماما! ہمارا نیا سال تو محرم کے مہینے میں شروع ہوتا ہے نا!'' ثوبیہ کی پانچ سالہ بیٹی صبا بولی۔

''ہاں بالکل! ہمارا نیا سال پہلی محرم سے شروع ہوتا ہے اور عیسوی کیلنڈر یکم جنوری سے۔''

''تو پھر ہم انگریزوں کے نئے سال کو اپنا کیوں

کہتے ہیں؟" صباحت کے بیٹے علی نے سب کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اس میں ہمارا زیادہ قصور نہیں بیٹا! قصور ان کا ہے جنہوں نے ہماری زندگی کے معمولات کو عیسوی کیلنڈر کے ساتھ ہم آہنگ کردیا ہے۔" ابامیاں نے گفتگو میں حصہ لیا۔

"لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ دن تاریخ مہینہ کسی بھی کیلنڈر کا ہو ہمارا کام تو اپنے روزمرّہ کے معمولات ہی پورے کرنا ہوتا ہے۔" صباحت کے شوہر اظہر نے کندھے اچکائے۔

"ہاں بہ ظاہر تو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا بلکہ اب اگر کیلنڈر عیسوی کی جگہ ہجری سن کا شروع کردیا جائے تو شاید پوری قوم حواس باختہ ہی ہوجائے' شہری لوگوں کو تو ہجری سن کے مہینوں کے نام بھی یاد نہیں لیکن بات یہ ہے کہ آپ کو اپنا تشخص برقرار رکھنے کے لیے اپنے مذہب کی چھوٹی چھوٹی جزئیات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔" ابامیاں تحمل سے بولے۔

"دادا! مجھے ہجری سال کے پورے بارہ مہینوں کے نام یاد ہیں۔" ثوبیہ کی بڑی بیٹی حرا جلدی سے بولی۔

"اچھا تو آپ کو یہ پتا ہے کہ آپ کس اسلامی مہینے میں پیدا ہوئی ہیں۔" دادا مسکرائے۔

"یہ تو نہیں پتا۔ مجھے تو صرف یہ معلوم ہے کہ میں بارہ جولائی کو پیدا ہوئی ہوں۔" حرا جھینپ کے بولی۔

"اور میں دس اگست کو...... میں چوبیس جنوری کو......" سارے بچے ایک دم بول پڑے۔

"ہاں ہاں! سب ٹھیک ہے مگر اسلامی مہینوں کا بھی تو بتاؤ۔" ابامیاں کی بات پر اس بار بالکل خاموشی چھاگئی۔ "کیوں بیگم صاحبہ! آپ فرمائیں کہ آپ کب پیدا ہوئیں...... آپ کو تو بڑا یاد رہتا ہے ناں سن و مہینہ؟" ابامیاں کا رخ اماں کی طرف ہوگیا۔

"یکم جنوری انیس سو پچپن!" وہ دھیرے سے بولیں۔

"یہ تو انگریزی ہے' اسلامی بتائیں نا!" بچے یک زبان ہوکے بولے۔

"اسلامی تو پتا نہیں...... شاید اماں نے بتایا تھا مگر اب مجھے یاد نہیں۔" اماں شرمندہ سی بولیں۔

"ارے اب تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ انٹرنیٹ پر بڑے اچھے اچھے سوفٹ ویئر موجود ہیں۔ دو منٹ میں پتا لگ سکتا ہے کہ کس عیسوی تاریخ کو کون سی اسلامی تاریخ تھی۔" فرقان جلدی سے بولا۔

"چلو سب اپنی اپنی تاریخیں چیک کرتے ہیں۔" سارے بچوں نے یک دم کمپیوٹر کی طرف دوڑ لگادی۔

"دوسروں سے مستعاری ہوئی چیزوں کو استعمال کرنا اتنا برا نہیں جتنا اپنی چیزوں کو ناکارہ سمجھ کے فراموش کردینا ہے۔ انسان کو اپنی شناخت کبھی نہیں بھولنی چاہیے۔" ابامیاں اداسی سے بولے۔

"جو خود کو فراموش کردے دوسرے اسے کبھی یاد نہیں رکھتے۔" فرقان نے سر ہلایا۔

"جیسے ہمیں دیارِ غیر میں اپنی شناخت قائم رکھنے کے لیے بے حد پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔" صباحت نے آہستگی سے کہا۔

"دبئی اور دیگر اسلامی ممالک میں تو اسلامی کیلنڈر ہی رائج ہے۔" فرقان بولا۔

"تو تمہیں بہت عجیب لگتا ہوگا؟" ثوبیہ نے پوچھا۔

"نہیں' ہم تو اس کے عادی ہوچکے ہیں۔" فرقان بولا۔

"انسان جس ماحول میں رہتا ہے وہاں کے نظام کا عادی ہو ہی جاتا ہے۔" اظہر نے ٹکڑا لگایا۔

"دادی اماں! دادی اماں! آپ کی اسلامی تاریخ چھ جمادی الاول ہے۔" بلال دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا ہانپتے ہوئے دادی کو ان کی اسلامی تاریخ پیدائش سے آگاہ کیا اور الٹے قدموں واپس دوڑ لگادی۔

"لو بھئی بچوں کے ہاتھ تو ایک دلچسپ مشغلہ لگ گیا ہے۔" صباحت ہنستے ہوئے بولی۔

"لیکن یہ ایک مفید مشغلہ ہے اس سے نا صرف انہیں اپنی پیدائش بلکہ دیگر اسلامی تواریخ سے بھی آگہی نصیب ہوگی۔" ابامیاں خوش ہوکے بولے۔

"ان باتوں باتوں میں اچھا ہوا کہ اماں کی تاریخ پیدائش سب کو معلوم ہوگئی۔ اچھا موقع ہے سب اکٹھے ہیں' اماں کی سالگرہ مناتے ہیں۔" ثوبیہ خوش ہوکے بولی۔

"ارے ہٹو! سالگرہ تو میں نے کبھی منائی ہی نہیں۔ تم لوگوں کے بچپن میں تمہاری سالگراہ منایا کرتے تھے ہم لوگ...... پھر تمہارے بچوں کی ہونے لگیں۔" اماں جلدی سے بولیں۔

"کبھی نہیں منائی تو کیا ہوا؟ اب منائیں گے آپ کی سالگرہ......!" فرقان جلدی سے بولا۔

"کس کی سالگرہ ہورہی ہے؟" بچوں کی فوج کمرے میں داخل ہوچکی تھی۔

"تمہاری دادی اور نانی کی سالگرہ......!" ابامیاں مسکرا کے بولے۔

"آہا! دادی کی سالگرہ...... نانو کی سالگرہ...... واہ واہ! بڑا مزا آئے گا۔" سارے بچے یک زبان ہوکے بولے۔ اماں جھینپ گئیں۔

❁......()......❁

میز پر اماں کے لیے تحفوں کا ڈھیر لگ چکا تھا۔

اماں سج سنور کے بیٹیوں، بہوؤں، بیٹوں، دامادوں اور نواسے نواسیوں، پوتے پوتیوں میں کسی ملکہ کی طرح بیٹھی ہوئی تھیں۔ سارے لوگ موجود تھے بس ابا کا انتظار تھا، نہ جانے وہ کہاں چلے گئے تھے۔

"جب میں تیار ہوکے کمرے سے باہر نکل رہی تھی تو وہ اندر آرہے تھے۔" اماں بولیں۔

"ہوسکتا ہے وہ تیار ہو رہے ہوں۔" ثوبیہ نے جلدی سے کہا۔

"تمہارے ابا اور تیار......؟ جب سے ریٹائر ہوئے ہیں، رفتہ رفتہ سارے سوٹ یا تو لوگوں کو دے دلا دیئے یا اٹھا کے اسٹور میں رکھوا دیئے ہیں۔ اب تو شلوار قمیص پہنتے ہیں، بہت کمال کیا تو اوپر سے ویسٹ کوٹ پہن لی اور آج تو اس تیاری کی امید بھی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہاتھ منہ دھو کر اور بال برش کرکے آجائیں گے ہاں مگر دیر کافی ہوگئی ہے انہیں جاکے دیکھو تو ذرا......!" اماں کہتے کہتے ایک دم پریشان ہوگئیں۔

لیکن کسی کے اٹھنے سے قبل ابا کمرے میں داخل ہوئے۔ سب کے منہ حیرانی سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ تھری پیس سوٹ، چمچماتے ہوئے جوتے پرفیوم کی بھینی بھینی خوش بو میں نہائے ہوئے ابا مسکراتے ہوئے سامنے کھڑے تھے۔

"ہائیں......!" اماں کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ بیٹے گھبرا کے کھڑے ہوگئے، بیٹیاں اور بہوئیں انہیں ستائش بھری نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔ پھر ابا ہی کی آواز نے خاموشی کو توڑا۔

"بھئی! میں نے سوچا آج آپ کی سالگرہ ہے۔ سال کا پہلا دن ہے، یعنی انگریزوں کے نئے سال کا آغاز ہو رہا ہے اور انگریزوں کی طرح آپ کی اماں سالگرہ کا کیک کاٹنے والی ہے تو کیوں نہ میں بھی اس انگریزی ماحول کا حصہ بن جاؤں اور انگریزی لباس زیب تن کرلوں؟"

"واہ ابا! آپ تو بہت ڈیشنگ لگ رہے ہیں۔" ثوبیہ خوشی سے بولی۔

"یہی تو میں ان سے کہتی ہوں، انسان کو خود کو سجا سنوار کے رہنا چاہیے۔ دیکھو تو شخصیت ہی بدل گئی ان کی......" اماں نے فوراً ہاں میں ہاں ملائی۔

"تو اور کیا......! ابا کو بڑے عرصے کے بعد سوٹڈ بوٹڈ دیکھا ہے، پہچانے ہی نہیں جا رہے۔" صباحت بھی بول اٹھی۔

"دادا اسمارٹ لگ رہے ہیں۔"

"نانا! اب بس ایسے ہی رہا کریں۔"

بچوں کی ملی جلی آوازیں بھی آنے لگیں۔

"میرے پیارے بچو! میں آج اپنے بیٹے بیٹیوں، دامادوں، بہوؤں اور سارے پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں......" سب ان کی طرف متوجہ ہوگئے۔ "آج تم سب لوگ اکٹھا ہو، بڑی خوشی کی بات ہے، پھر نہ جانے کب یہ موقعہ آئے اور تب نہ جانے میں ہوں یا نہ ہوں......" انہوں نے بات کا آغاز کیا۔

"ارے، کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ......!" اماں تڑپ کے بولیں۔ بیٹیوں کا بھی ایک دم منہ اتر گیا۔

"میں ایسی باتیں کرکے تم لوگوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا مگر میرے پیارو! یہ ایک حقیقت ہے، اس سے انکار کیسا؟ بہرحال کہنا تم لوگوں سے کچھ اور ہے......" وہ ایک لمحے کو رک کے پھر بولنا شروع ہوئے۔

"اس دنیا میں جینے کے لیے ہر انسان کو بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے، ہر ایک کے لیے ایک میدان جنگ ہوتا ہے جس میں صرف وہی ہوتا ہے اور سامنے مسائل کی ایک فوج، اسے تنہا ہی ان سب سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ کبھی جیت ملتی ہے تو کبھی مات...... اور یہ سلسلہ تاحیات چلتا رہتا ہے، وہ چاہے بھی تو اس سے فرار حاصل نہیں کرسکتا لیکن کبھی کبھی تھک بھی جاتا ہے اور بے زار بھی ہو جاتا ہے۔ تو میرے بچو! انسان ایسی حالت میں خوشی تلاش کرتا ہے، کبھی خوشی اسے اچھا کھا کے ملتی ہے تو کبھی اچھا پہن کے، کبھی کڑکڑاتے ہوئے نئے نوٹوں کی خوش بو میں نظر آتی ہے تو کبھی سونے چاندی کی جھنکار میں، کبھی وہ یہ خوشی گھومنے پھرنے سے حاصل کرتا ہے تو کبھی گھر بنا کے اور اس میں سامان تعیش اکٹھا کرکے، لیکن یہ ساری خوشیاں عارضی اور ناپائیدار ہوتی ہیں۔ ایک وقت فائیو اسٹار ہوٹل میں بہترین ڈنر کرنے کے بعد دوسرے دن انسان بھوکا ہی اٹھتا ہے، کچھ عرصے کے بعد بہترین سے بہترین لباس بوسیدہ یا آؤٹ آف فیشن ہو جاتے ہیں۔ استعمال کی چیزیں ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں، یہاں تک کہ جسم رفتہ رفتہ بوسیدہ ہوکر قبر کی مٹی سے جا ملتا ہے۔"

کمرے میں ایک عجیب سا سناٹا چھا گیا تھا، بچے بھی دم سادھے ہوئے تھے، صرف ابا کی ہی آواز تھی جو اس ماحول کو اور گمبھیر بنا رہی تھی۔

"ایک سال شروع ہوتا ہے تو لوگ ایک دوسرے کو ہیپی نیو ائر کہتے ہیں۔ پیدائش کا دن آتا ہے تو ہیپی برتھ ڈے...... ٹھیک ہے، ضرور کہیں! سال چاہے عیسوی ہو یا ہجری، ہماری زندگیوں کا حساب کتاب خوب رکھتا ہے، جیسے لباس چاہے دیسی ہو یا ولائتی، مقصد ستر پوشی ہی ہوتا ہے، بس تم سب سے کہنا صرف اتنا ہے کہ چیزوں کو ان کی جگہ پر رکھنا سیکھو، وہ جس مقصد کے لیے بنی ہیں، وہ مقصد حاصل کرنا اہم ہوتا ہے، چیزوں کی غلامی انسان کو اس کے مقصدِ حیات سے دور لے جاتی ہے۔ اس سے اس کی شناخت چھین لیتی ہے۔ ہم مسلمان ہیں بس یہ یاد رکھنا!" سب لوگ خاموش تھے شاید ان کی سوچوں کے در بھی وا ہونے لگے تھے۔ "اور سچی خوشی وہ ہوتی ہے جو کسی دوسرے کے دل کو خوش کرکے حاصل ہوتی ہے۔ اب جیسے میرا سوٹ پہننا آپ کی اماں کو خوش کر گیا تو سمجھو ہم بھی خوش ہو لیے۔" ابا میاں کو جیسے کچھ یاد آیا۔

"آپ چاہے سوٹ پہنیں یا شلوار قمیص ہمارے لیے آپ اہم ہیں۔ آپ کا لباس نہیں......" ثوبیہ نے مسکرا کے ابا میاں کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"اور سال چاہے ہجری ہو چاہے عیسوی، ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ وقت گزر رہا ہے، ہم اپنی زندگی کے ماہ و سال بہتری سے خرچ کرتے چلے جا رہے ہیں۔" فرقان نے سنجیدگی سے کہا۔

"جو سال خیریت سے گزر جائے وہ اچھا ہے۔ جس سال نیکیوں کی توفیق ملی ہو وہ اچھا ہے، جس سال کسی کا دل نہ دکھایا ہو، وہ اچھا ہے اور جس سال کسی کے کام آئے ہو وہ بہت اچھا ہے، جس سال اللہ کی عبادت میں پیشانی زمین پر رکھی ہو اور آنکھیں آنسوؤں سے گیلی ہوئی ہوں، وہ تو بہت ہی اچھا ہے، کیوں بچو!" ابا میاں مسکرائے۔

"ہم دعا کرتے ہیں کہ اس سال ہمیں یہ ساری سعادتیں نصیب ہوں۔" اماں بی کا لہجہ بھرّایا ہوا تھا۔

"آمین!" سب یک زبان ہوکے بولے۔ نئے سال کے لیے وہ سب نئی امیدیں باندھ رہے تھے اور نیا سال ان سب کی زندگیوں میں شامل ہو چکا تھا۔
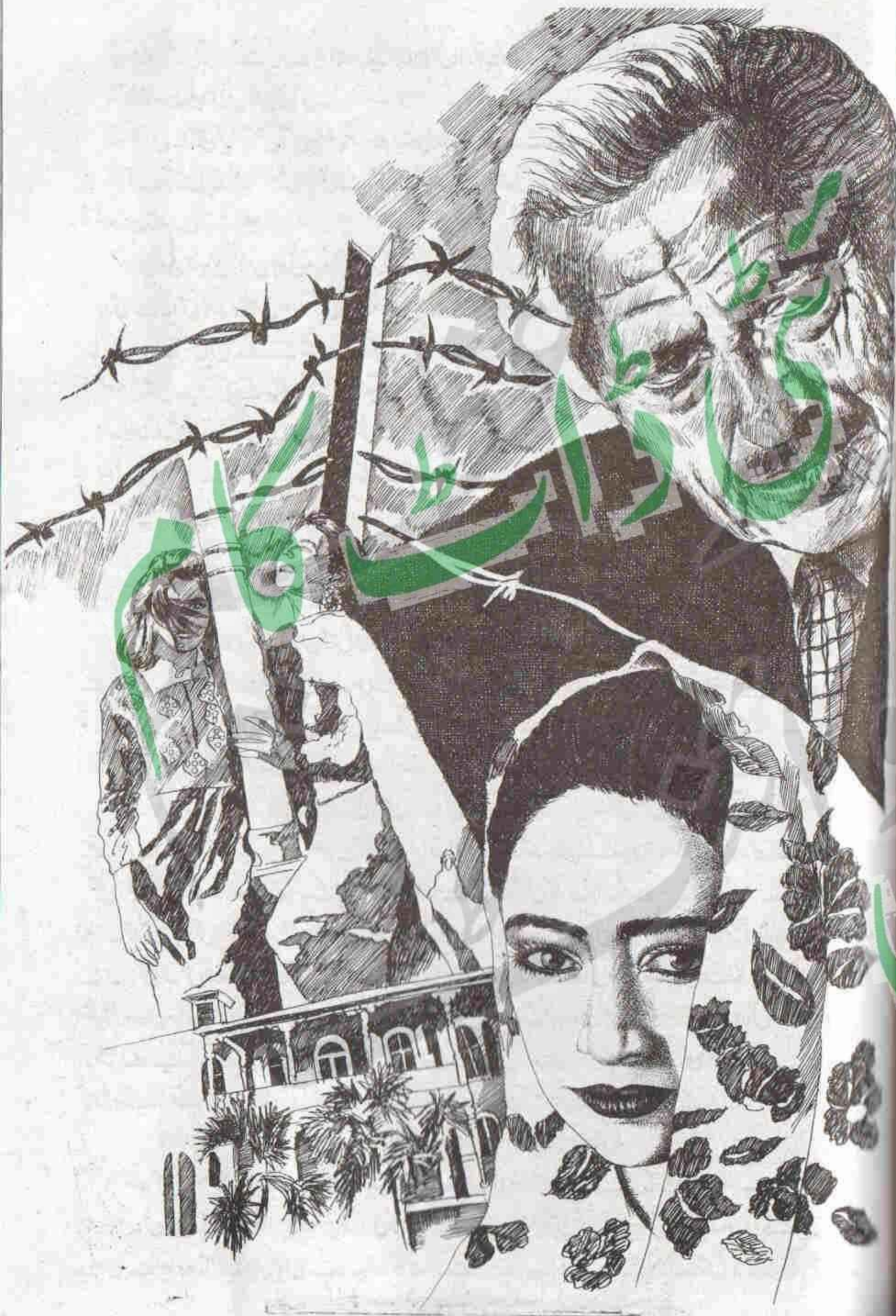
آؤ اداس راتوں میں
دل کی بستی میں آکے دیکھو
ہر ایک رستہ ہر اک دریچہ
تمہاری چاہت کا منتظر ہے
فلک سے تکتا ہے چاند تم کو
ستارے تم کو بلا رہے ہیں
مجھے گماں ہے تمہارے دل میں

قسط نمبر 32

پتھروں کی پلکوں پر

ناز یہ کنول نازی

سدا رہے جکڑے قسمت کی جو زنجیروں میں
ہمارا نام بھی شامل ہے ان اسیروں میں
وہ جس کے ساتھ کی خواہش اڑان بھرتی ہے
اسی کا نام نہیں ہاتھ کی لکیروں میں

گئے دنوں کے ملال ہیں کچھ
نئی رُتوں کے سوال ہیں کچھ
نئے سفر کے خیال ہیں کچھ
اگر یہ سچ ہے تو میری مانو
پرانے رستوں پہ لوٹ آؤ
پرانی بستی میں کوئی اب تک
تمہاری آمد کا منتظر ہے

"انوشہ......!"

گھر واپسی کے بعد وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی جب نزہت بیگم کی پکار نے اس کے قدم جکڑ لیے۔ چاند کو گود سے اتارنے کے بعد وہ ان کی طرف پلٹی تھی۔

"جی۔"

”کہاں تھیں صبح سے۔“ بہت چونکا دینے والا سوال اور لہجہ تھا ان کا۔ وہ جی بھر کے آزردہ ہوئی۔

”ملازمت کی تلاش میں گئی تھی۔“

”کیوں۔ ایسی کیا مشکل آن پڑی تم پر جو چند ہزار کی نوکری کے لیے سڑکوں پر دھکے کھاتی پھر رہی ہو؟“

”آپ کو نہیں پتا۔ کیا مشکل پڑی ہے مجھ پر۔“ اس کی آنکھوں کے کٹورے پل میں آنسوؤں سے لبریز ہوئے تو نزہت بیگم نے رخ پھیر لیا۔

”ایسی کوئی انہونی نہیں ہوئی تمہارے ساتھ کہ زندگی کا سوگ ہی کم نہ ہو۔ بہر حال میں نے تمہاری بات طے کردی ہے۔ اسی جمعہ کو نکاح اور رخصتی ہے تمہاری۔ جو تھوڑی بہت تیاری کرنی ہے کرلو۔“ جس طرح موت کی سزا سناتے ہوئے کسی جج کے لہجے میں بے رحمی در آتی ہے بالکل ویسا ہی لہجہ نزہت بیگم کا بھی تھا۔ انوشہ پھٹی پھٹی آنکھوں میں بے یقینی کے ساتھ انہیں دیکھتی رہ گئی تھی۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی زندگی کی کوئی انہونی ہونی تھی۔ یہ کیسا داغ لگا تھا زندگی کے دامن پر جس کا رنگ پھیکا ہی نہیں پڑ رہا تھا۔

اس کی آنکھو سے آنسو کا ایک قطرہ ٹوٹ کر زمین پر گرا تھا۔

”میں یہ شادی نہیں کروں گی۔“

”بس بہت میں میں کرلی تم نے اور بہت برداشت سے کام لے لیا ہم نے۔ اب اور نہیں۔ جب میری عمر میں آؤ گی تو پتا چلے گا تمہیں کہ یہ اذیت کیا ہوتی ہے۔ جوان بیٹی کی ناکام ازدواجی زندگی کا دکھ رات کی پرسکون نیند حرام کردیتا ہے ماں باپ پر تمہیں دس بیس سال کی زندگی کا اعتبار ہوگا انوشہ! مجھے ایک پل کی زندگی کا بھروسا نہیں ہے۔ تمہارے بابا کی صحت بھی گرتی جارہی ہے۔ میں مرنے کے بعد صدف کی روح سے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی۔ تو نے جہاں اتنی قربانیاں دی ہیں وہاں ایک قربانی اور سہی۔“ کیا نہیں تھا نزہت بیگم کے لہجے میں۔ بے رحمی، اکتاہٹ، حق، ہمدردی، تفکرات، عاجزی۔

انوشہ کو لگا اس کی سانس جیسے سینے میں پھنس کر رہ گئی ہو۔ جانے زندگی کو ابھی اس سے اور کتنے امتحان مطلوب تھے۔ اس رات کا ایک ایک پل آنکھوں میں بسر کیا تھا اس نے۔ شدید ٹھنڈ کے باوجود ساری رات کمرے کی کھڑکی کھلی رہی تھی۔ چاند نزہت بیگم کے پاس تھا لہٰذا رات پھر بنا کمبل کا سہارا لیے وہ کمرے میں سوفے سے ٹیک لگائے قالین پر بیٹھی رہی تھی۔ اس کی دانست میں وہ سرمد خان سے منسوب کی جارہی تھی۔ مگر پھر بھی ایک عجیب سی بے چینی تھی کہ کسی طور کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ نزہت بیگم اور جمال صاحب اس کے نکاح کے فوری بعد انگلینڈ واپس جانے کا پروگرام طے کیے بیٹھے تھے تاکہ وہاں زاہد کے گھر اور آفس کی خود بہتر دیکھ بھال کرسکیں اور یہ انوشہ کے لیے قدرے اطمینان کی بات تھی کیونکہ سرمد سے نکاح کے بعد اس کا اپنا فیصلہ بھی ہمیشہ کے لیے وہ ملک چھوڑ دینے کا تھا۔ جس کی فضاؤں میں اس کے لیے سوائے درد کی آمیزش کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔

❁......☆......❁

”الم، اہلِ روم مغلوب ہوں گے نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد جلد غالب ہوجائیں گے چند ہی سال میں پہلے بھی اور پیچھے بھی خدا ہی کا حکم ہے اور اس روز مومن خوش ہوجائیں گے۔ اور وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب و مہربان ہے۔ یہ خدا کا وعدہ ہے اور خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ

نہیں جانتے یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی ہی کو جانتے ہیں اور آخرت کی طرف سے غافل ہیں تو کیا انہوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان کو اپنی حکمت سے ایک وقت مقرر تک کے لیے پیدا کیا ہے اور بہت سے لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کے قائل نہیں تو کیا ان لوگوں نے ملک میں سیر نہیں کی؟ سیر کرتے تو دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے زور اور قوت میں کہیں زیادہ تھے اور انہوں نے زمین کو جوتا اور اس کو ان سے زیادہ آباد کیا تھا جو انہوں نے کیا اور ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آتے رہے تو خدا ایسا نہ تھا جو ان پر ظلم کرتا، بلکہ وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ پھر جن لوگوں نے برائی کی ان کا انجام بھی برا ہوا کہ یہ خدا کی آیتوں کو جھٹلاتے اور ان کی ہنسی اڑاتے تھے۔“

پارہ نمبر 21 کی سورہ الروم کا ترجمہ پڑھتے ہوئے اس کا دل جیسے کٹ رہا تھا۔ کیسی کیسی قوموں کے عروج اور زوال کی داستان اور حالات نہیں تھے اس مقدس کتاب میں۔ خدائے بزرگ و برتر نے کیسے کیسے صاف کھول کھول کر اپنے بندوں کو غلط اور صحیح سے باخبر نہیں کیا تھا۔ کیسی کیسی خوب صورت مثالیں پیش نہیں کی تھیں انہیں سمجھانے کے لیے۔ پھر بھی جہالت کا اندھیرا تھا کہ چھٹنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ غفلت اور گمراہی کا پردہ تھا کہ چاک ہونے میں ہی نہیں آرہا تھا۔ کیوں......؟ اگر خدا چاہتا تو اپنا ذکر نہ کرکے سونے والے مٹی کے پتلوں کی آنکھوں سے شب کی پرسکون نیند چھین لیتا۔ پھر چاہے کوئی گولیاں پھانکتا یا رات بھر کروٹیں بدلتا۔ وہ میٹھی نیند کی نعمت عطا نہ کرتا کوئی تھا جو اس پاک و بے نیاز ذات کو اس کے اس ارادے سے باز رکھ سکتا؟ نہیں......! پھر بھی اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ کیوں؟ کیونکہ رحم اور کرم اس کی صفات ہیں۔ کائنات میں کوئی اس سے بڑھ کر معاف کرنے والا درگزر کرنے والا نہیں اپنے بندوں کی خطائیں دیکھ کر بھی وہ اپنی عطائیں کم نہیں کرتا۔ ایسے پیارے مہربان رب کی نافرمانی اس کے احکام کی خلاف ورزی خود انسان کے اپنے ہی حق میں خسارہ ہے اور یہی بات وہ اس سورہ میں اپنے بندوں کو سمجھا رہا تھا۔ کیا تھے یہ سرکش غفلت میں پڑے ہوئے لوگ خاک کے ذرے کے برابر بھی تو نہیں۔ اپنی حیثیت، اپنی دولت، اپنے منصب پر گھمنڈ کرکے اکڑ کر چلنے والے ان لوگوں سے کہیں افضل، طاقتور، مٹی ہوگئے تھے۔ تو پھر یہ لوگ کس دھوکے میں جی رہے تھے؟

شاہد حسین! جس نے کبھی اسے کوئی خوشی نہیں دی ہمیشہ حقیر اور پاؤں کی جوتی ہی سمجھا، مگر خود اس کا اپنا انجام کیا ہوا۔ حقیقی مالک کے احکام و فرمان سے غفلت برت کر بدبودار مٹی سے بنے اپنے باس کی فرمانبرداری میں جان قربان کرتے ہوئے اسے توبہ کرنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ ملتا بھی کیوں۔ وہ محض نافرمان ہی نہیں مشرک بھی تھا۔ اس نے بدبودار مٹی سے بنے انسان کی تابعداری میں اپنی آخرت داؤ پر لگادی تھی۔ کتنے مواقع دیے اس کے حقیقی مالک نے اسے توبہ کے، مگر وہ ظلم اور سرکشی میں مست اپنی طاقت پر مغرور کبھی سنبھلا ہی نہیں، آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ یوں کہ بہرہ، اندھا، گونگا ہوگیا۔ جان کنی کے عالم میں عینی شاہدین کے مطابق اس نے بار بار کلمہ پڑھنے کی کوشش کی تھی مگر وقت آخر میں اس کی زبان سے ادا ہی نہیں ہو پایا۔

عشق مجازی ہو یا حقیقی، اس میں شرک کی کوئی معافی نہیں، محبت کا پہلا اصول ہی وحدانیت ہے۔ مگر یہ کوڈ بہت کم لوگ سمجھ پاتے ہیں۔ شاہد حسین بھی سمجھ نہیں پایا تھا۔ اسی لیے تو دونوں جہاں کی سرخروئی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

آج کتنے دنوں کے بعد اسے شاہد حسین یاد آیا تھا اور شاہد حسین کے ساتھ کتنی اور بہت سی یادیں جڑی تھیں۔

گاؤں شاہ والا کی ہر گلی، ہر کوچے، ہر گھر کی یاد۔ کتنے دنوں سے شاہ زر نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ جب بھی وہ گھر آتا وہ سو رہی ہوتی یا تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہوتی۔ جواباً وہ اسے ڈسٹرب کیے بغیر ملازمہ سے ہی اس کا حال احوال دریافت کرکے کمرے سے باہر چلا جاتا۔ گوری کی خواہش و فرمائش پر اس نے اس کے لیے ایک ایسی اکیڈمی کا انتظام کر دیا تھا جہاں وہ مسلمان بچوں کو قرآن پاک کی تفسیر کا علم دے سکتی۔ وہ دولت بانٹ سکتی کہ جس کا نعم البدل کوئی نہیں تھا اور آج اسی اکیڈمی میں اس کا پہلا دن تھا اور وہ خوشی سے بے حال تھی۔ فی الحال وہاں چند بچے ہی آسکے تھے وہ بھی شاہ زر کی وساطت سے کہ موجودہ وقت کی اپر کلاس سوچ کی حامل ماؤں اور گھرانوں کے لیے قرآن پاک کی تفسیر سے کہیں زیادہ۔ انگلش لٹریچر اور انگلش سیکھنے سکھانے والی اکیڈمیوں میں زیادہ دل چسپی تھی۔ انہیں اس بات کی پروا نہیں تھی کہ ان کی اولاد اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد ان کی میت پر دعائے جنازہ پڑھ سکے گی کہ نہیں۔ ان کے مرنے کے بعد ان کی روح کے ایصالِ ثواب کے لیے کوئی پارہ، کوئی تسبیح پڑھ کر بخشے گی کہ نہیں۔ شاید انہیں اس میٹھے پھل کی ضرورت تھی بھی نہیں۔ ضرورت تھی تو فنا ہو جانے والی دنیا میں جھوٹی واہ واہ اور عزت و توقیر کی۔ تبھی خونِ جگر سے سینچ کر پروان چڑھنے والی اولاد کو وہ کڑوے پھل کے درخت بنا رہی تھیں۔ جیسی آمدنی تھی ویسا ہی خون زندگی بن کر ان کے بچوں کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ اپنے اصل سے قطعی بے نیاز مالک حقیقی کے ہر فرمان کو نظر انداز کیے اپنے طور سے انہوں نے خود کو جہنم میں اوندھا لیٹنے کے لیے تیار کر لیا تھا۔

گوری اب بچوں سے ان کا تعارف لے رہی تھی۔ کومل پھولوں جیسے وہ ننھے فرشتے، اعلیٰ گھرانوں کے چشم و چراغ ہی تھے۔ ان میں سے ایک کا نام معاذ تھا۔ ایک صالح تھا۔ ایک کا نام جواد تھا۔ ایک ریان اور ایک فہد سب کے مزاج اور اطوار مختلف تھے۔ معاذ کم گو شرمیلا بچہ تھا تو صالح ڈرا سہما، جواد ایک نمبر کا ہوشیار اور شرارتی تھا۔ جب کہ ریان بے حد فرمانبردار محبت کرنے والا بچہ تھا۔ فہد کو البتہ وہ سمجھ نہیں پائی تھی وہ بڑو کن فیلی سے تھا اور بہت کم جواب دے رہا تھا اس کی کسی بات کا، گوری اسے نظر انداز نہیں کر پائی تھی۔ معصوم ذہنوں کو حقیقی آگاہی دینے کے لیے اس نے سب سے پہلے ایک چھوٹے سے واقعے کا سہارا لیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ انسانی ذہن بھی کسی کاشت ہونے والی زمین کی طرح ہوتا ہے۔ اگر ہم کسی زمین کو ہموار اور گداز کیے بغیر اس میں اعلیٰ سے اعلیٰ بیج بھی بو دیں تو بہترین فصل حاصل نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اللہ ربّ العزت کی حقیقی محبت سے دور اس کے گمراہ بندوں کو بھی ایک دم کسی کوشش کے تحت راہِ راست پر نہیں لایا جا سکتا۔ بہترین نتائج حاصل کرنے کے لیے اللہ ربّ العزت کے کرم خاص کے ساتھ ساتھ انسانی ذہن کی زمین کی ہمواریت بھی ضروری ہے۔

صاف ستھرے کشادہ کمرے میں قالین پر بچوں کے ساتھ بیٹھی وہ اب ان سے پوچھ رہی تھی۔

"معاذ کیا آپ نے قرآن پاک پڑھا ہے؟"

"جی ٹیچر۔"

"اور باقی لوگوں نے؟" اب اس نے سب کی طرف دیکھا تھا۔ سب نے ایک ساتھ کورس میں جواب دیا تھا۔

"ہم نے بھی پڑھا ہے ٹیچر!"

"لیکن میں نے ابھی پورا نہیں پڑھا۔" ریان نے فوراً منہ بسورا تو وہ مسکرا دی۔

"کیوں، آپ نے پورا کیوں نہیں پڑھا ابھی تک۔"

"وہ حافظ صاحب نے مجھے تھپڑ مارا تھا تو مما نے ان کی بے عزتی کرکے انہیں نکال دیا۔ پیسے بھی نہیں دیے ان کو۔"

"صرف ایک تھپڑ کی وجہ سے۔"

"جی ٹیچر۔" بچہ نادم تھا۔ گوری کا دل دکھ سے بھر گیا۔ "ٹیچر میری مس نے بھی کلاس میں میری انسلٹ کی تھی۔ میرے پاپا نے ان پر کیس بنوا دیا۔ مس دوبارہ اسکول نہیں آئیں۔" ریان کی بات پر معاذ کو بھی اپنا قصہ یاد آ گیا تھا۔ وہ دکھ سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ بے ساختہ اس لمحے اسے استاد کی عزت و حرمت پر حضرت علیؓ کے اقوال یاد آئے مگر وہ اپنے درس کے پہلے ہی دن بچوں کو ان کے گمراہ والدین سے متنفر کرنا نہیں چاہتی تھی، تبھی نظر انداز کر گئی۔

"ایک کہانی سنو گے بچو!"

"جی ٹیچر!"

"ایک بزرگ تھے، بہت نیک، بہت اللہ والے اپنی جوانی میں ہی انہوں نے دنیا ترک کرکے ایک اونچے پہاڑ پر بسیرا کر لیا۔ وہاں وہ سارا دن اللہ کی عبادت کرتے۔ جوانی سے بڑھاپا آ گیا۔ مگر ان کا معمول نہیں بدلا۔ ایک دن شیطان نے ان کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ انہوں نے ساری زندگی اللہ کی عبادت کی ہے لہٰذا وہ ضرور جنت میں جائیں گے۔ جب ان کے دل میں یہ خیال آیا تو اللہ نے اپنے اس نیک بندے سے پوچھا۔

"اے میرے بندے! تو نے ساری زندگی میری عبادت کی۔ مجھے یاد کیا تا کہ تو آخرت میں جنت کو پا سکے۔ میں تجھے اپنے عذابوں سے محفوظ رکھوں یہ سب تو تُو نے اپنے لیے کیا میرے لیے کیا کیا؟"

بزرگ اللہ ربّ العزت کی طرف سے اس سوال پر لاجواب ہو گئے۔ واقعی جو عبادت انہوں نے کی تھی وہ تو صرف اپنے لیے کی تھی۔ تاکہ انہیں اللہ ربّ العزت کی محبت حاصل ہو جائے اور وہ بخشے جائیں اس میں اللہ کے لیے تو کچھ بھی نہیں تھا۔"

بچے انہماک سے اس کی بات سن رہے تھے۔ جب وہ سانس لینے کو رکی اور پھر بولی۔

"جب اللہ نے بزرگ سے پوچھا کہ تُو نے میرے لیے کیا کیا تو وہ سوچ میں پڑ گئے اور سوچ سوچ کر خوب نادم ہوئے کہ انہوں نے ساری زندگی اللہ کے لیے تو کچھ بھی نہیں کیا تھا۔ تب انہوں نے اللہ سے پوچھا۔ اے میرے پاک پروردگار میں نے جو کیا تجھے پانے کے لیے کیا تیری رضا اور خوشنودی کے لیے کیا۔ مجھے بتا میں اور کیا کروں کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ تب اللہ ربّ العزت نے فرمایا میری رضا کے لیے میرے بندوں کے پاس جا اور ان کے کام سنوار، انہیں راضی کر، جنت تو میں تجھے اپنے رحم و کرم سے بھی عطا کر دوں گا۔ دیکھا......! یہ محبت کا حقیقی رنگ ہے۔ اس کائنات میں اللہ ربّ العزت کی اپنے بندوں سے محبت کے سوا اور کوئی چیز خالص نہیں۔"

"ٹیچر میں اللہ سے محبت کروں گا اور اس کی رضا کے لیے حافظ صاحب سے بھی معافی مانگ لوں گا۔" ریان پر اس کے لیکچر کا اثر ہوا تھا۔ وہ اطمینان سے مسکرا دی۔

"شاباش! خوب جان لو ریان! ہر وہ کام جو ہمارے لیے خواہ کتنا ہی ناپسندیدہ یا مشکل ہو اگر ہم اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں تو وہ پاک و بے نیاز اسی کام میں ہماری بہتری اور بھلائی رکھ کر اسے ہمارے لیے مبارک کر دیتا ہے۔"

''ٹیچر' پھر ہم نماز نہ پڑھیں۔'' اب کے جواد نے سوال اٹھایا۔
''کیوں؟'' وہ قدرے حیران ہوئی تو وہ بولا۔
''آپ نے خود ہی تو بتایا ہے اللہ اگر چاہے تو اپنے بندے کو اپنی رحمت سے جنت عطا کرسکتا ہے۔''
''بے شک' مگر اس کی رحمت کا حق دار ہونے کے لیے اس کا فرمانبردار بندہ ہونا بھی تو ضروری ہے۔ بھلا جس سے محبت کی جاتی ہے کیا اس سے قریب ہونے کو دل نہیں چاہتا۔ اس کی ہر بات ماننے کو دل نہیں چاہتا۔''
''چاہتا ہے ٹیچر! میں پاپا سے بہت پیار کرتا ہوں۔ اس لیے ان کی ہر بات مانتا ہوں۔''
''اور میں اپنے چاچو سے وہ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں ٹیچر! کیا آپ میرے چاچو کو بھی ایسی پیاری پیاری کہانیاں سنا سکتی ہیں۔ وہ نماز نہیں پڑھتے۔'' ریان کی زبان میں پھر کھجلی ہوئی تھی۔ گوری اس کی معصومیت پر مسکرا دی۔
''نہیں' مگر جو بات آپ یہاں سے سیکھیں وہ خود اپنے چاچو کو بھی بتادیا کریں۔ ٹھیک ہے۔''
''جی ٹیچر! ریان نے فرمانبرداری دکھائی تھی اس نے اس کے گال کا بوسہ لیا۔ اکیڈمی سے گھر آئی تو شاہ زر اس کی راہ دیکھ رہا تھا۔ وہ اسکارف مزید ٹھیک کرتی اسی کی جانب بڑھ گئی۔
''السلام علیکم شاہ بھائی! کیسے ہیں آپ؟''
''وعلیکم السلام میں تو ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ کہاں رہتی ہو آج کل۔ حال چال پوچھنے سے بھی گئیں۔''
''بس اپنے ربّ کو راضی کرنے میں لگی ہوئی ہوں بھائی! آپ سنائیں کچھ بات بنی۔''
''ہوں' آج آفس میں جمال انکل کا فون آیا تھا۔ اسی جمعہ کو نکاح کا پروگرام فائنل ہے۔''
''کیا انوشہ مان گئی۔''
''پتا نہیں بہرحال میری بہن ہونے کے ناتے اب جو کرنا ہے تم ہی نے کرنا ہے۔''
''آپ فکر ہی نہ کریں بھائی! اللہ ربّ العزت نے چاہا تو سب بہتر ہوگا۔''
''اللہ تمہاری زبان اور قدم مبارک کرے۔ اب آرام کروں گا۔ بہت تھکن ہورہی ہے۔''
''جی بہتر!''
شاہ زر کے اٹھنے پر وہ بھی مودّب سی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ جمعہ کب آ گیا پتا ہی نہیں چلا پھر شاہ زر کے ساتھ اس نے انوشہ کے لیے بہت سی قیمتی چیزیں خریدی تھیں۔ انوشہ کو گمان بھی نہیں تھا کہ وہ کس کی زندگی کا حصہ بننے جارہی ہے۔ نا اس نے نزہت بیگم سے پوچھنے کی ضرورت محسوس کی تھی۔ مسلسل کمرا نشینی نے اسے اس سوچ و خیال کی طرف آنے ہی نہیں دیا تھا۔ یہ پہاڑ تو عین نکاح کے وقت گرا تھا۔ جب وہ مہمانوں کے بیچ گھر کر بیٹھی تھی اور مولوی صاحب اس سے سائن لے رہے تھے۔ تو انہوں نے پوچھا۔
''شاہ زر ولد آ زر آفندی بحق مہر پانچ لاکھ سکہ رائج الوقت آپ سے نکاح کے خواہاں ہیں کیا آپ کو قبول ہے؟''
ہلکے پھلکے میک اپ سے جگمگاتا چہرہ جیسے کسی طوفان کی زد میں آیا تھا۔ اس نے تڑپ کر نزہت بیگم کی طرف دیکھنا چاہا مگر وہ وہاں نہیں تھیں۔ یہ کیسی سزا تھی۔ کیا امتحان تھا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ ایک لمحے میں سارے جسم پر جیسے بے حسی کی چادر تن گئی تھی۔ مکمل بے بسی کے عالم میں کوئی راہِ فرار نہ پاتے ہوئے اس نے یوں

اثبات میں گردن ہلائی تھی جیسے میدان جنگ میں ہاری ہوئی فوج کا کوئی زخمی سپاہی اپنے ہتھیار پھینک کر خود کو دشمن کے حوالے کرتا ہے۔ نکاح نامے پر سائن گھسیٹتے ہوئے اس کے ہاتھوں کی انگلیوں کی کپکپاہٹ واضح دکھائی دے رہی تھی۔ اسے زندگی کی اسٹیج پر اپنا کردار بار بار مر کر زندہ ہونے والا لگ رہا تھا اور نکاح کا مرحلہ مکمل ہوتے ہی ہر طرف مبارک سلامت کا شور اٹھ گیا تھا ایک محض اس کے زندہ جلنے کے عمل نے اور کتنے بہت سے لوگوں کو مسرور کردیا تھا۔ وہ اندر ہی اندر جلتی کڑھتی اپنے آنسو پیتی رہی۔ گوری نے اس تقریب میں بھرپور طریقے سے شرکت کی تھی۔ سادہ لباس میں مکمل اسکارف کے ساتھ وہ انوشہ کے پاس ہی بیٹھی رہی تھی۔ صبح صادق میں ابھی کچھ ہی دیر تھی۔ جب وہ لوگ انوشہ کو لے کر واپس ''شاہ پیلس'' پہنچے تھے۔ چاند پوری تقریب کے دوران ایک پل کے لیے بھی شاہ زر کی گود سے نیچے نہیں اترا تھا۔ شاہ زر سے زیادہ وہ خوش اور مسرور تھا۔
اگلا پورا دن انوشہ کمرے میں بند رہی تھی۔ جب کہ وہ دوستوں کو اور آفس کے ورکرز کو دعوت' کھلانے میں ولیمہ کا پروگرام ابھی لیٹ تھا۔ رات گئے تھکن سے چور وہ گھر واپس لوٹا تو چاند گوری کی آغوش میں سو چکا تھا۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے اپنے بیڈ روم کی طرف چلا آیا مگر اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے چند گھنٹے پہلے شاندار سجے ہوئے کمرے کا ابتر حال دیکھا مزید ستم کہ یہ حال کرنے والی خود بھی وہاں نہیں تھی۔ اوپر فرسٹ فلور کا کمرا لاکڈ تھا اور وہ اسی میں تھی۔ شاہ زر زیر لب مسکراتا گہری سانس بھرتے ہوئے واش روم کی طرف بڑھ گیا کہ شدید تھکن کے باوجود اپنے ربّ کے قرض کی ادائیگی اس پر فرض تھی۔

❂.....☆.....❂

ہم نے سوچ رکھا ہے
چاہے دل کی ہر خواہش
زندگی کی آنکھوں سے
اشک بن کے بہہ جائے
چاہے اب مکینوں پر
گھر کی ساری دیواریں' چھت سمیت گر جائیں
اور بے مقدر ہم اس بدن کے ملبے میں
خود ہی کیوں نہ دب جائیں
تم سے کچھ نہیں کہنا
کیسی نیند تھی اپنی' کیسے خواب تھے اپنے
اور اب ان خوابوں پر
نیند والی آنکھوں پر نرم خو گلابوں پر
کیوں عذاب ٹوٹے ہیں
تم سے کچھ نہیں کہنا
گھر گئے ہیں راتوں میں

بے لباس باتوں میں
اس طرح کی گھاتوں میں
کب عذاب ٹلتے ہیں
کب چراغ جلتے ہیں
اب تو ان عذابوں سے
بچ کے بھی نکلنے کا
راستہ نہیں جاناں!
جس طرح تمہیں سچ کے لازوال لمحوں سے
واسطہ نہیں جاناں!
ہم نے سوچ رکھا ہے
چاہے کچھ بھی ہو جائے
تم سے کچھ نہیں کہنا!

صاعقہ کا ہاتھ آمنہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ سرد پڑتی جارہی تھی۔ اسے لگا جیسے سڑک پر بھاگتی درجنوں گاڑیاں اس کے وجود کو روندتی ہوئی گزر رہی ہوں۔ جیسے اس کا وجود ہوا میں معلق ہو کر رہ گیا ہو۔ عجیب حال تھا کہ نہ آنکھوں سے کچھ دکھائی دے رہا تھا۔ نہ کانوں سے کچھ سنائی دے رہا تھا۔ یہ کیسی آندھی چلی تھی کہ چند لمحوں میں اس کی محبت اور خوابوں کا درخت جڑ سمیت اکھڑ کر رہ گیا تھا۔

آمنہ اسے تھام کر ایک طرف لے کر بیٹھ گئی۔

"صاعقہ! تم ٹھیک ہو نا!"

"ہوں۔"

"دیکھو پلیز جو بھی ہوا اسے دل پر نہیں لینا۔ ہوسکتا ہے کہیں کوئی مجبوری ہو جس کی وجہ سے اس نے......!"

"میرا ایک کام کرو گی آمنہ!" سرد کپکپاتے ہاتھوں سے آمنہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے آمنہ کی بات کاٹی تھی۔

"ہوں بولو۔"

"میرا ریزائن دے دینا کل عباد انڈسٹری میں۔"

"مگر......!"

"کوئی اگر مگر نہیں، اپنی تنخواہ بھی نہیں لوں گی میں۔"

"صاعقہ تم۔"

"میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے آمنہ! بہت مشکل سے سانس لے پارہی ہوں میں۔ خدارا کوئی بحث مت کرو اس وقت۔"

"ٹھیک ہے جیسا تم کہو گی ویسا ہی ہوگا۔ مگر میں بھی یہاں کام نہیں کروں گی اب۔" وہ اسے تسلی دے رہی تھی۔

صاعقہ سن سی سر جھکائے بیٹھی رہی۔

محبت کی عمارت گر گئی ہے
کوئی ملبے پہ بیٹھا رو رہا ہے
ہوا ساکن ہے سارا شہر ویراں
تیرے جانے کا ماتم ہو رہا ہے

❀......☆......❀

عباد کی پاکستان واپسی کنفرم ہوگئی تھی۔ ہادیہ مسرور سی یاور حیات صاحب کے آفس میں چلی آئی۔

"انکل! ہمارے لیے ایک خوش خبری ہے۔"

"اچھا وہ کیا؟"

وہ کسی فائل میں سر دیے بیٹھے تھے۔ اس کی آمد پر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ سرشار سی ان کے مقابل بیٹھ گئی۔

"وہ لڑکی تھی نا صاعقہ، آپ کے ہونہار سپوت کا دم چھلا یہاں ہماری ہی کمپنی میں ملازم تھی۔ کل شام سے یہ علاقہ اور جاب دونوں چھوڑ گئی ہے۔"

"گڈ تمہیں یہ خبر کہاں سے ملی؟"

"آفس کا ایک رپورٹر لگا رکھا تھا اس عجوبے کے پیچھے۔ اسی نے اطلاع دی۔"

"چلو اچھی بات ہے۔ میں تو پہلے سے جانتا تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اصل میں یہ مڈل کلاس گھرانوں کی لڑکیاں بہت خود دار اور تھوڑی سی سائیکی ہوتی ہیں۔ اسی لیے انہیں ان کی اوقات میں رکھنا بہت آسان ہوتا ہے۔ بہرحال عباد آتا ہے تو شادی کی ڈیٹ پھر سے فائنل کرتے ہیں۔ اب تو خوش ہو نا۔"

"جی انکل! بہت بہت خوش ہوں۔ آپ حقیقتاً بہت عظیم ہیں۔" وہ سرشار تھی بے پناہ سرشار۔

یاور حیات صاحب اسے مسرور دیکھ کر پیار سے اس کا سر سہلاتے ہوئے خود بھی مسکرا دیے۔ دولت کے اونچے ایوان میں محبت کا پنچھی پھڑ پھڑا کر اپنے پر زخمی کر بیٹھا تھا اور اس تماشے پر کسی غریب کی مفلس تقدیر پھر بین کر رہی تھی۔

❀......☆......❀

عباد نے کراچی ایئرپورٹ پر قدم دھرتے ہی سب سے پہلے صاعقہ کو کال کی تھی مگر اس کا نمبر ہنوز آف مل رہا تھا۔ کئی بار کوشش کے باوجود لائن نہ مل سکی تو وہ مایوس ہو گیا۔ ہادیہ گاڑی لیے اس کی منتظر تھی۔

"السلام علیکم، کیسی ہو۔" اپنے مختصر سامان کے ساتھ اس سے روبرو ہوتے ہی اس نے اخلاقیات کا تعلق نبھایا تھا۔ جواب میں وہ چپ چاپ سی ایک نظر اس پر ڈالتی سر اثبات میں ہلا گئی۔

"کیا ہوا ناراض ہو؟"

اپنے گھر والوں کی پلاننگ سے قطعی بے خبر وہ اس کے موڈ پر الجھتے ہوئے گاڑی میں بیٹھا تھا۔ ہادیہ نے اس کے بیٹھتے ہی فوری گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

''نہیں میرا تم سے اب ایسا کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔'' لاتعلق سے لہجے میں کہتی اسٹیئرنگ کو مضبوطی سے تھامے وہ سامنے سڑک پر دیکھ رہی تھی۔

عباد مزید الجھ کر رہ گیا۔

''کیا مطلب! کیا مجھ سے کوئی خطاء سرزد ہوئی ہے۔''

''نہیں مگر پھر بھی تم نے مجھے بہت ہرٹ کیا ہے عباد! مجھے کم از کم تم سے ایسی امید نہیں تھی۔''

وہ واقعی دکھی دکھائی دے رہی تھی۔ عباد سمجھ نہ سکا کہ آخر ہوا کیا ہے۔

''میں سمجھا نہیں تم کیا کہنا چاہ رہی ہو۔''

''تم سمجھ بھی نہیں سکو گے بہر حال میں آسٹریلیا واپس جا رہی ہوں۔ زندگی میں پھر کبھی پاکستان واپس نہ آنے کے لیے۔''

''کیوں ایسا کیوں کہہ رہی ہو۔''

''دماغ خراب ہوگیا ہے میرا اس لیے۔ جس شخص کے خواب بچپن سے دیکھتی آئی۔ وہ شخص اب مجھ سے دستبردار ہو رہا ہے۔ اس لیے۔'' اس بار اس کا لہجہ بھرایا تھا۔ عباد بے ساختہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

''اوہ تو یہ بات ہے۔ میں بہت شرمندہ ہوں ہادی! میں نے واقعی تمہیں دکھی کیا ہے اور اس کے لیے میں شاید کبھی خود کو معاف نہ کرسکوں۔ مگر یہ حقیقت ہے۔ میں اس لڑکی کے بغیر خوش نہیں رہ سکتا۔ شاہ زر کو تو جانتی ہو تم؟ بہت عزیز دوست ہے میرا۔ اس کی بھی اپنی کزن سے کمنٹ منٹ تھی پھر انگیج بھی ہوگئے ایک دوسرے سے مگر اچانک اسے کسی اور لڑکی سے محبت ہوگئی دونوں کے بیچ جو پیار تھا سمٹ گیا۔ شاہ اس دوسری لڑکی سے شادی نہیں کرسکا مگر جس کزن سے شادی کی اسے بھی کچھ نہیں دے سکا۔ بہت نقصان کیا ہے اس نے اس لڑکی کا۔ میں تمہارا نقصان نہیں کرنا چاہتا۔ ہادی! پھر سے وہی کہانی اپنے اور تمہارے ساتھ نہیں دہرانا چاہتا بہت اذیت ہوتی ہے اس کھیل میں اور حاصل کچھ بھی نہیں ہوتا۔'' وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ ہادیہ لب بھینچے سپاٹ موڈ کے ساتھ ڈرائیو کرتی رہی۔ گھر آ کر وہ بنا اس سے مزید کچھ کہے سیدھی اپنے کمرے میں جا چھپی تھی۔ عباد کچھ دیر آسیہ بیگم کے پاس لاؤنج میں بیٹھا اپنے ٹور کی باتیں کرتا رہا۔ پھر آرام کی غرض سے اٹھ گیا۔ اگلے روز ناشتے پر اس کی مزید ان سے بات ہوئی تھی۔ اتفاق سے اس وقت یاور صاحب اور ہادیہ ناشتے کے لیے وہاں نہیں تھے۔

''مما! آپ نے صاعقہ کے لیے پاپا سے بات کی؟''

''ہوں تمہیں کیا لگتا ہے تم وہاں دن رات ایک کر کے بنا اپنی صحت کی پروا کیے کام کر رہے تھے تو میں یہاں بے نیاز بیٹھی تھی؟ نہیں میں مسلسل تمہارے پاپا کو کنوینس کر رہی تھی اور خوش ہو جاؤ تمہاری لگن تمہاری محنت تمہارا کام دیکھتے ہوئے وہ مان بھی گئے ہیں۔'' یاور صاحب کی معرفت انہیں صاعقہ کے راستے سے ہٹنے کی خبر ہوگئی تھی تبھی یوں دھڑلے سے جھوٹ بول رہی تھیں۔ تاہم عباد کھل اٹھا تھا۔

''او تھینک یو مما! مجھے یقین تھا آپ میری مدد کریں گی۔ میں واقعی بہت خوش ہوں۔'' بانہیں ان کے گلے میں حمائل کرتے ہوئے وہ خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔ آسیہ بیگم دل ہی دل میں اس کی سادگی اور اپنی کامیاب پلاننگ پر مسکرا دیں۔ عباد اسی روز اسلام آباد فلائی کر گیا تھا کہ ابھی اس کے بغیر شاہ زر کی خوشیاں ادھوری تھیں۔ بہت دنوں کے بعد

ان دونوں نے پھر ایک دوسرے کو بھرپور کمپنی دی تھی۔ اپنی ڈھیروں باتیں ایک دوسرے سے شیئر کی تھیں۔ شاہ زر کی ہمراہی میں بھی اس نے کئی بار صاعقہ کا نمبر ٹرائی کیا تھا مگر ہر بار آف ہی ملا۔ اگلے روز کراچی واپسی پر وہ سیدھا آفس چلا آیا تھا تاکہ صاعقہ سے مل سکے مگر وہاں جس اطلاع سے اس کا واسطہ پڑا اس نے اس کے قدموں تلے سے زمین نکال دی تھی۔

''سر! صاعقہ بی بی تو ملازمت چھوڑ کر جاچکی ہیں۔''

''وہاٹ! مگر کیوں......؟''

''پتا نہیں سر! وہ اپنی تنخواہ بھی چھوڑ گئی ہیں۔''

''مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اچھا ان کے ساتھ جو بی بی تھیں' کیا وہ بھی نہیں آ رہیں؟''

''نہیں سر! ایک دو روز وہ آئی تھیں پھر وہ بھی نہیں آئیں۔ استعفیٰ مل گیا تھا ان کا۔''

''لیکن وہ ایسے کیسے کرسکتی ہے۔ ابھی تو وہ مشکل حالات کا شکار تھی۔ اتنی اچھی پے کہیں اور سے ملنے کا چانس بھی نہیں کہ یوں ملازمت ترک کردے؟''

زیر لب بڑبڑاتے ہوئے وہ اچھا خاصا پریشان ہوگیا تھا۔ برانچ مینیجر الگ الجھ کر رہ گیا۔

اگلے بیس منٹ میں وہ ہادیہ کے کمرے میں تھا۔

''زہے نصیب! تو آج آفس کی یاد آ گئی آپ کو۔'' وہ اسے دیکھتے ہی چہکی تھی مگر عباد نے لب بھینچ لیے۔

''مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے ہادیہ!''

''ہاں پوچھو۔''

''کیا میری غیر موجودی میں یہاں صاعقہ نام کی کوئی لڑکی آئی تھی۔''

''پتا نہیں آئی ہوگی۔ مجھ سے تو نہیں ملی کیوں! کوئی اسپیشل لڑکی تھی کیا؟''

''ہاں۔''

''اوہ! پھر تو ملنا چاہیے تھا۔ کہیں وہ ریستوران والی لڑکی تو نہیں تھی؟'' وہ اب لطف لے رہی تھی۔ عباد بے بس سا پلٹ گیا۔

''سنو! انکل سے پوچھ لینا ہوسکتا ہے ان سے ملی ہو۔''

''جسٹ شٹ اپ۔'' بھنا کر کہتا وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔ پیچھے ہادیہ کھل کر مسکرا دی۔

❁ ......☆...... ❁

دھول اڑاتی کچی سڑک پر بے نیازی سے چلتی وہ کوئی سودائی ہی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ کنواں جو اس نے محض ایان کو سبق سکھانے کے لیے کھودا تھا اس کنویں میں وہ خود گر پڑی تھی۔ نا صرف پورے گاؤں میں رسوائی ہوگئی تھی بلکہ سانول کو بھی کھو دیا تھا۔ اس سانول کو جو اس کا خواب اس کا غرور تھا کیا رہا تھا اس کے پاس' کچھ بھی تو نہیں!

نفرتوں کے سلسلوں میں کبھی کسی نے کچھ پایا بھی نہیں۔ بس کھویا ہی کھویا ہے۔ جیسے اس نے کھو دیا تھا۔

اپنے خیالوں میں غرق' نپے تلے قدم اٹھاتی' وہ پرانے کنویں کے پاس پہنچی تھی۔ جب اچانک دھواں اڑاتی ایک ٹیکسی اس کے عین قریب آ رکی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سنبھل پاتی ٹیکسی کا اگلا دروازہ کھلا اور اگلے ہی پل ایان

اس کے مقابل آکھڑا ہوا۔ علیزہ کی آنکھیں اسے مقابل پا کر کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔

"چلو ڈیئر! حساب کتاب کا وقت شروع ہو گیا ہے۔" لبوں کی تراش میں ہلکی سی مسکراہٹ لیے وہ بولا تھا۔ علیزہ نے گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھا وہاں اس سڑک پر دور دور تک کسی ذی روح کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ ادریس شاہ کی لاش اس پرانے کنوئیں سے برآمد ہونے کے بعد گاؤں کے لوگوں نے شام ڈھلنے کے بعد وہ راستا جیسے ترک کر دیا تھا۔ علیزہ خود آج پہلی بار حویلی سے باہر نکلی تھی۔ وہ بھی "سائیں جی" کے مزار پر حاضری دینے اور دیا جلانے کہ پچھلے دنوں سے حویلی کی چار دیواری میں اس کا دل بہت گھبرا رہا تھا۔

اس وقت خود کو مشکل میں گرفتار پا کر وہ الٹے پاؤں بھاگی تھی۔ جب ایان نے لپک کر اس کا بازو دبوچا اور اگلے ہی پل گھسیٹ کر ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر دھکیل دیا۔

"بہت ہوشیاری دکھالی تم نے علیزہ بی بی! اب اور نہیں' یہ گاؤں' یہ گلی کوچے' تم نے میرے لیے شجرِ ممنوع بنا دیے تھے۔ آج سے تمہارے لیے بھی یہ شجر ممنوع ہی ہوں گے۔ رہتی زندگی تک تم دھول اڑاتی ان کچی سڑکوں کے لیے تڑپو گی۔ مگر چاہتے ہوئے بھی کبھی دوبارہ یہاں آ نہیں پاؤ گی۔ تم نے میری ہمدردی' میری محبت کا مذاق اڑا کر' مجھے رسوائی سونپی تھی۔ آج سے میں تمہیں بتاؤں گا ہمدرد اور محبت کرنے والا مرد جب بے حس ہو جاتا ہے تو وہ عورت کو کیسے رکھتا ہے۔" اپنا دایاں ہاتھ سختی سے اس کے منہ پر جمائے چبا چبا کر کہتے ہوئے وہ اسے تنبیہ کر رہا تھا اور علیزہ کی جان جیسے اس کے جسم سے نکلتی جا رہی تھی۔

انسان کو اپنا بویا ہمیشہ کاٹنا پڑتا ہے۔ ایک مرد کی محبت میں دکھ اٹھانے کے بعد نازوں پلی اس حسین دوشیزہ نے ہر مرد کو جیسے اپنا شکار بنا لیا تھا اور یہی سب سے بڑی حماقت تھی اس کی' اچھے برے ہر انسان کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا بھلا جائز بھی کہاں تھا؟ دو گھنٹے کا تیز رفتار سفر اسے صدیوں پر محیط لگا تھا۔ ٹیکسی دو سوا دو گھنٹے کے بعد ایک پرانے کھنڈر نما مکان کے قریب رکی تھی۔ ایان نے ڈرائیور کو مطلوبہ کرایہ دے کر رخصت کیا اور مکان کے اندر لے کر آ گیا۔ علیزہ نے دیکھا کچی آبادی کا بوسیدہ اجاڑ علاقہ تھا۔ گنتی کے چند گھر وہاں آباد تھے مگر اس کے باوجود ایک عجیب سی وحشت اور سناٹا تھا جو وہاں ہر سُو پھیلا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا دل خوف سے مزید دھڑکنے لگا۔ جانے وہ اس کا کیا حشر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ابھی وہ اندر داخل ہی ہوا تھا کہ چار پانچ مزید مرد ایک ٹیکسی میں وہاں پہنچ گئے۔ علیزہ انہیں دیکھتے ہی خوف سے دہل گئی تھی۔ اپنا بھیانک انجام اسے آنکھوں کے سامنے دکھائی دے رہا تھا۔ شاید تبھی اس نے روتے ہوئے ایان کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔

"مجھے معاف کر دو' خدا کا واسطہ ہے تمہیں' مجھے معاف کر دو' میری اتنی تذلیل مت کرو ایان! خدا نے تمہیں انتقام کا موقع دے ہی دیا ہے تو اسی پاک خدا کے واسطے میرا گلا گھونٹ کر مجھے ابدی نیند سلا دو مگر یوں میری آخرت خراب مت کرو' پلیز۔"

"ہاہاہا تم جیسی بد کردار بھٹکی ہوئی لڑکی کے منہ سے آخرت کی بات بہت عجیب لگ رہی ہے ڈیئر۔ بہر حال مستحق تو تم ایسے ہی کسی انجام کی ہو مگر تمہاری خوش قسمتی ہے کہ میں نے ایک مومن عورت کے بطن سے جنم لیا ہے۔ غصے اور انتقام میں بھی میں اپنے ربّ کی قائم کردہ حدود کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا اور نہ ہی میرے ان دوستوں کا ایسا کوئی ارادہ ہے۔ ابھی یہ لوگ یہاں میری درخواست پر' بطور نکاح کے گواہان آئے ہیں۔ تمہیں اگر یہ نکاح منظور

نہ ہوا تو آگے کیا کہوں اب رہنا تو تمہیں یہاں میرے ساتھ ہی ہے۔" وہ اسے جتنا سیدھا سمجھتی تھی۔ وہ اتنا سیدھا نہیں تھا اور نا ہی اس وقت وہ جو کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ محض "بڑھکی" تھی۔ اسے عقل سے کام لینا تھا اور عقل کا تقاضا اس وقت یہی تھا کہ وہ اس کی بات مان لے۔ آنے والے پانچ افراد میں ایک مولوی صاحب بھی تھے۔ وہ جتنی خود سر اور لاڈلی تھی۔ زندگی کے اس خوب صورت بندھن کے لیے جتنے خواب اس نے آنکھوں میں سجائے تھے وہ سب اس لمحے چکنا چور ہو گئے تھے۔ فقط چند گھڑیوں میں بہت خاموشی اور سادگی کے ساتھ وہ علیزہ ملک سے علیزہ ایان بن گئی تھی۔

کیسا عجیب مذاق تھا زندگی کا کہ نکاح کے خوب صورت بندھن میں بندھنے کے باوجود اندر کہیں کوئی امنگ نہیں جاگی تھی۔ کسی قسم کی سرشاری نے اس کے وجود میں سر نہیں اٹھایا تھا۔ شاید وہ جانتی تھی کہ اس بندھن کی بنیاد کیا ہے اور شاید اسی لیے اس نے خود کو اس لمحے اس قیدی کی طرح محسوس کیا تھا جس کا جرم ثابت ہو جانے کے بعد اسے عدالت سزائے موت سے بچا کر عمر قید کی نوید سنا دے۔

ایان اب مہمانوں کو کھانا کھلا رہا تھا اور وہ دوسرے کمرے میں سر نہوڑائے بیٹھی اپنے ہاتھوں کو آپس میں مسلتے ہوئے وہاں سے فرار کی ترکیب سوچ رہی تھی۔

❀.......☆.......❀

نشے میں دھت وہ ٹیبل پر اوندھے منہ پڑی تھی۔ جب سرمد اسے ڈھونڈتا وہاں آ پہنچا۔

"بریرہ......!" اس کی پکار میں درد تھا۔ مگر سننے والی کا ہوش قائم ہی کہاں رہا تھا۔ جو وہ اسے کوئی جواب دیتی نتیجتاً اسے جھک کر خود اسے سنبھالنا پڑا تھا۔

"منع کیا تھا نا تمہیں مت آیا کرو ان کلبوں میں کیوں اثر نہیں ہوتا تم پر۔" شدت دکھ سے اسے جھنجوڑتے ہوئے وہ برہم ہوا تھا۔ جب بریرہ نے آنکھیں کھول دیں۔

"سونے دو نا مت ڈسٹرب کرو مجھے پلیز۔"

"سونے کی جگہ نہیں ہے یہ چلو!" اسے بازو کا سہارا دے کر سختی سے گھسیٹتا ہوا وہ "نائٹ کلب" سے باہر آیا تھا۔

"کیوں ہاتھ دھو کر خود اپنے پیچھے پڑ گئی ہو بریرہ! شاہ زر کو کھو چکی ہو اب کیا عزت سے بھی ہاتھ دھو گی؟" وہ رنجیدہ تھا مگر بریرہ جیسے کچھ سن ہی نہیں رہی تھی۔ سوئے اعصاب اور بوجھل پلکوں کے ساتھ وہ مکمل طور پر اس کے رحم و کرم پر تھی۔ سرمد نے گاڑی کے قریب پہنچ کر اسے فرنٹ سیٹ پر دھکیل دیا۔

"تمہیں پتا ہے' اس نے شادی کر لی ہے۔ انوشہ رحمٰن سے......؟"

پلکیں موندے سر سیٹ کی پشت سے ٹکائے وہ مدہوشی میں بڑبڑا رہی تھی۔ سرمد نے ایک نظر اسے دیکھا اور دروازہ بند کر دیا۔ جب وہ گھوم کر اپنی سیٹ پر آیا تو اس کی بند پلکوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"وہ میرا دوست تھا صرف میرا' اس نے کہا میں دنیا کی سب سے بہترین لڑکی ہوں۔ پھر بھی' پھر بھی اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ دنیا کی سب سے بہترین لڑکی کو۔ کوئی محبت میں ایسا کرتا ہے؟ کوئی سب سے بہترین لڑکی کو یوں اس طرح سے چھوڑتا ہے؟ وہ بھی انوشہ رحمٰن جیسی لڑکی کے لیے۔" وہ بری طرح ٹوٹی تھی اور سرمد اس کا درد سمجھ سکتا تھا تبھی مسکرایا۔

''جو چھوڑ دیتے ہیں وہ محبت نہیں کرتے بری!''

''تو کیا کرتے ہیں؟'' اس کی پلکیں ہنوز بند تھیں۔ سرمد نے گاڑی اسٹارٹ کرلی۔

''خون کرتے ہیں دلوں کا حسین خوابوں کا۔''

''کیوں؟''

''پتا نہیں سالوں صدیوں سے کسی کو اس 'کیوں' کا جواب نہیں ملا ہے۔ اگر مل جاتا تو شاید یہ سلسلہ بھی رک جاتا۔''

''ہم کہاں جارہے ہیں؟''

''گھر......!''

''نہیں، مجھے گھر نہیں جانا وہ گھر نہیں زندان ہے میرے لیے میرا دم گھٹتا ہے وہاں۔''

''تو ٹھیک ہے میرے ساتھ میرے گھر چلو، میں آنٹی کو فون پر مطلع کروں گا کہ تم میرے ساتھ ہو۔'' اس نے آفر کی تھی۔ بریرہ اس بار خاموش رہی اس کے اندر جیسے الاؤ دہک رہا تھا۔ ''آج موسم میں بہت خنکی ہے اور تم نے کوئی شال کوئی اوورکوٹ نہیں لیا۔''

''تمہیں خنکی محسوس ہورہی ہوگی۔ مجھے تو لگتا ہے میں دوزخ میں جل رہی ہوں۔ یہ سزا بہت بھاری ہے سرمد! میں نہیں سہہ پارہی اسے میری آنکھیں جل جل کر راکھ ہوگئی ہیں۔ سانس ہے کہ کھینچ کر لینے سے بھی نہیں آتی۔''

''تھوڑی سی بہادری سے کام لو اور خود کو سنبھالو گی تو اس کیفیت سے نکل آؤ گی۔''

''نہیں میں نا اسے بھلا سکتی ہوں نا خود کو سنبھال سکتی ہوں۔''

''ایسے تو جینا بہت مشکل ہوجائے گا بری!''

''ہوگیا ہے اب اور کیا ہوگا۔''

''تمہیں اچھا لگتا ہے اپنے غم کو اشتہار بنا کر گلے میں لٹکانا۔''

''نہیں! مگر اس غم نے مجھے اشتہار بنا ڈالا ہے۔''

''تو نکل آؤ ناں اس عذاب سے میں وعدہ کرتا ہوں بری! تمہیں کبھی ٹوٹ کر بکھرنے نہیں دوں گا۔''

''یہ وعدہ تو اس نے بھی کیا تھا مگر کیا ہوا؟ تم مردوں کو بھلا اپنے وعدے یاد ہی کہاں رہتے ہیں۔'' اس کا یقین ٹوٹ کر چکنا چور ہوچکا تھا اور اب چکنا چور ہوئے اس یقین کو دوبارہ بحال ہونے میں کچھ وقت تو لگنا ہی تھا۔ سرمد نے سست روی سے چلتی گاڑی اپنے گھر کے پورچ میں روک دی۔

''چلو......!'' اپنی سیٹ چھوڑ کر وہ پچھلی سائیڈ پر جھکا تھا۔ بریرہ مدہوش سی گاڑی سے نکل آئی۔

''میں اس سے انتقام لینا چاہتی ہوں سرمد! اسے اس کی بے وفائی کی سزا دینا چاہتی ہوں۔ جیسے اس نے مجھے تماشا بنایا ہے، میں بھی اسے تماشا بنانا چاہتی ہوں۔ وہ بھی رات کو نرم بستر پر سوئے تو اسے کانٹے چبھیں وہ بھی میری طرح بے بس ہوکر خود سے فرار کے لیے کلبوں کی خاک چھانتا پھرے اسے بھی سکون کی دولت نصیب نہ ہو سرمد! ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر محبت مانگے مگر اسے اس لڑکی کی محبت نہ ملے۔'' لڑکھڑاتے قدموں سے چلتی ہوئی وہ کہہ رہی تھی۔ سرمد ضبط سے سنتا رہا۔

''بس! میں یہیں رکوں گی یہاں اس پول کے پاس، دیکھو اس کے شفاف پانی میں میرا چہرہ کتنا بھیانک دکھائی دے رہا ہے۔ دیکھو سرمد! وہ چاند ہنس رہا ہے مجھ پر۔ مجھے اپنی اوقات دیکھنے دو۔''

بچوں کی طرح مچل کر وہ سوئمنگ پول کے قریب بیٹھ گئی تھی۔ سرمد خود کو عجیب بے بس سا محسوس کرتا خود بھی وہیں ٹک گیا۔ اس نے صبح سے اب تک کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ نہ ہی کل رات سے وہ سو سکا تھا۔ اس وقت اس کا وجود تھکن سے چور ہورہا تھا مگر یہ بریرہ رحمٰن کے لیے اس کی محبت تھی کہ وہ پھر بھی اس کے ساتھ شدید ٹھنڈ میں جاگ رہا تھا۔

''پتا نہیں وہ اس وقت کیا کررہا ہوگا۔ شاید اس لڑکی کو اپنی محبت کا یقین دلا رہا ہو۔ شاید اسے بھی کہہ رہا ہو کہ وہ دنیا کی سب سے بہترین لڑکی ہے، ہے نا۔'' اپنے حال میں مست وہ قیاس لگا رہی تھی۔ سرمد کے لب خاموش رہے۔

''جب جب وہ اس کے پاس جائے گا تو کیا اسے میری یاد نہیں آئے گی۔ جب، جب وہ اس سے بات کرے گا۔ تو کیا میرا تصور اسے بے کل نہیں کرے گا؟ مم...... میں اس کی بیوی تھی...... سرمد...... مم...... میں نے اس کے لیے ماں بننے کا اعزاز بھی گنوا دیا۔ ہری بھری شاخ سے اجاڑ درخت ہوگئی میں، پھر بھی...... پھر بھی اس نے مجھے طلاق دے دی۔ کیوں؟ میں نے کچھ مانگا تھا اس سے کچھ بھی تو نہیں مانگا' میں تو اس کے حکم پر چپ چاپ یہاں چلی آئی تھی۔ اس امید پر کہ وہ کبھی تو پلٹ کر میری طرف آئے گا مگر، وہ میری طرف نہیں آیا۔''

نیند اور نشے سے خمار آلود نگاہیں آنسو بہاتی ہوئی کیسے اس کا درد اجاگر کررہی تھیں۔ سرمد بخوبی دیکھ رہا تھا۔ شاید تبھی بے کل ہوکر اس نے اپنا رخ اس کی طرف پھیرا تھا۔

''ان دردناک تصورات سے نکل آؤ بری! خدا کا واسطہ ہے تمہیں...... مت یوں بے مول لٹاؤ یہ موتی جو مجھے جان سے بھی پیارے ہیں۔'' اس کی انگلیوں کی پوریں بریرہ کے آنسو سمیٹ رہی تھیں جواب میں وہ نڈھال سی سمٹ کر اپنا سر اس کے زانوں پر رکھ گئی۔

''تمہیں برا نہ لگے تو آج کی رات میں یہیں سو جاؤں سرمد!'' اس وقت وہ پچیس سالہ دوشیزہ نہیں کوئی پانچ سالہ معصوم سی بچی لگ رہی تھی۔ شاید تبھی اس کا سر اثبات میں ہل گیا تھا اور بریرہ اجازت ملتے ہی فوراً اس کے دائیں زانو پر سر ٹکا کر پلکیں موند گئی۔

ہَوا بن کر بکھرنے سے اسے کیا فرق پڑتا ہے؟
میرے جینے سے مرنے سے اسے کیا فرق پڑتا ہے؟
اسے تو اپنی خوشیوں سے ذرا فرصت نہیں ملتی
میرے غم کے ابھرنے سے اسے کیا فرق پڑتا ہے؟
میں کہ اس شخص کی یادوں میں رو کر ختم ہوجاؤں
میرے اس طرح کرنے سے اسے کیا فرق پڑتا ہے؟

سرگوشیانہ انداز میں دل کی تمام تر شدتوں کے ساتھ وہ بول رہی تھی۔ سرمد دھیرے دھیرے اس کی ریشمی زلفوں میں انگلیاں چلاتا گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

''میں تمہیں اس شخص کے غم میں فنا ہونے نہیں دوں گا بری! بہت جلد تم بھی ہنسو گی۔ ہر دکھ کا کانٹا اپنے دل سے نکال کر زندگی کی بہاروں کا لطف اٹھاؤ گی۔ تمہارا ہر آنسو میں اپنی پلکوں سے چنوں گا۔ تمہارا ہر دکھ میں اپنے سینے میں چھپاؤں گا۔ یہ وعدہ ہے میرا تم سے اور خود اپنے آپ سے بھی کہ میں بہت جلد تمہارے دل میں اپنا مقام بنالوں گا۔ تم گردن جھکا کر دیکھو گی تو صرف سرمد نظر آئے گا۔ شاہ زر کا نام و نشان بھی نہیں ہوگا کہیں۔'' اس کا لہجہ بھی سرگوشی سے بلند نہیں تھا مگر سننے والی کو نیند آ گئی تھی۔

''ایک نامحرم مسیحا کی پناہ میں درد سے بے حال وہ زخمی چڑیا اب سکون کی نیند سو رہی تھی اور وہ جو تھکن سے چور میٹھی نیند کا خواہاں تھا۔ اپنی انمول محبت کو قیمتی متاع کی طرح آغوش میں سنبھالنے پوری رات کسی پتلے کی طرح بے حس و حرکت تالاب کے کنارے بیٹھا رہا تھا کہ کہیں اس کی ہلکی سی جنبش سے اس کی محبت کی آنکھ نہ کھل جائے۔ تھکن، بھوک اور ٹھنڈ بریرہ رحمٰن کے سکون اور نیند کے بدلے میں ہلکی پڑ گئی تھی۔ وقت بے شک بہت آگے نکل آیا تھا مگر انگلینڈ جیسے بے باک ملک کی سرد فضاؤں میں اس رات پول کے کنارے بیٹھا، ساری رات آنکھوں میں کاٹتا وہ شخص موجودہ وقت کا سرمد خان سہی مگر گزرے ہوئے وقت کا ''مہینوال'' ثابت ہوا تھا۔

کچے گھڑے پر تیر کر چناب کی تند و خو موجوں سے کھیلنے والی سوہنی کی طرح اگر اس کی بریرہ اس سے اس کی زندگی کی فرمائش کرتی تو اس وقت وہ یہ بھی کر گزرتا کہ بریرہ رحمٰن کے لیے اس کی محبت ایسی ہی گہری تھی۔

❁......☆......❁

پوری رات عذاب کے عالم میں بسر کرنے کے بعد صبح جب وہ بیدار ہوا تو آنکھیں خوب سرخ ہو رہی تھیں۔ فجر سے کچھ پہلے آنکھ لگی تھی اور اب صبح کے نو بج رہے تھے۔ گڑیا کو شدید بخار تھا مگر وہ اسے سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ پچھلے چند ماہ سے وہ مکمل طور پر امامہ کی ذمہ داری بن گئی تھی۔ بہت چالاکی سے اس نے اسے اور اس کی بیٹی کو اپنا عادی بنالیا تھا اور اب وہ اس کے بغیر جی نہیں پا رہا تھا۔ اس کا سیل اب بھی آف تھا مگر گھر کے نمبر پر مسلسل بیل ہو رہی تھی۔ وہ جانتا تھا لائن کے دوسری طرف فائزہ آپا ہوں گی اور وہ اس سے اس کے ایس ایم ایس کی وضاحت مانگیں گی مگر وہ اس وقت انہیں کوئی بھی وضاحت دینے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ تبھی سختی سے ملازمین کو بھی فون اٹھانے سے منع کر دیا تھا۔ ایک ہفتہ اسی عذاب کی نذر ہو گیا تھا جب اس روز اچانک ثانیہ (سابقہ بیوی) کی کال آ گئی۔ وہ ٹینس نہ ہوتا تو شاید کبھی اس اجنبی نمبر کو ریسیو نہ کرتا۔

''ہیلو شجی!'' اور یہیں پر وہ ٹھٹکا تھا۔ شجی کہنے والی ثانیہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔

''ہوں بولو۔'' بہت تاخیر کے بعد اس نے جواب دیا تھا جب وہ بولی۔

''کیسے ہو، سنا ہے ترقی ہو گئی ہے؟''

''ہوں۔'' کیسے ہو کو پھر نظر انداز کر دیا تھا اس نے۔

''میں تم سے ملنا چاہتی ہوں شجی! بہت کمی محسوس ہو رہی ہے تمہاری۔''

''ٹھیک ہے آفس آ جانا۔''

''کیوں...... گھر پر ملنے سے ڈر لگتا ہے؟ خیر لگنا بھی چاہیے۔ سنا ہے، بہت خوب صورت لڑکی سے شادی کر لی ہے تم نے۔'' وہ اسے تنگ کر رہی تھی شجاع نے اکتا کر کال ڈراپ کر دی۔ تبھی ڈاکٹر عاطف بنا اطلاع دیے چلے

آئے تھے۔

''شجی تم ٹھیک ہو تو؟'' قدرے متفکر سے وہ سیدھے اس کے بیڈ روم میں گھس آئے تھے۔ شجاع بے بس سا انہیں دیکھتا اثبات میں سر ہلا گیا۔

''بہت ٹینس لگ رہے ہو، کال بھی ریسیو نہیں کر رہے، میرے پاس فائزہ آپا کی کال آئی تھی۔ بہت بری طرح رو رہی تھیں بتا رہی تھیں کہ بابا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔ سب ٹھیک تو ہے نا!''

''پتا نہیں یار! کہیں کچھ بھی نہیں ہے۔ میں کرتا ہوں ابھی آپا سے بات، بلکہ میرا خیال ہے کل صبح یا شام کی فلائٹ سے آپا کے پاس ہی چلا جاتا ہوں۔''

''ہوں یہی بہتر ہے۔ میرا خیال ہے اس وقت تمہارا وہاں ہونا ضروری ہے۔ یہاں تو ویسے بھی محفوظ نہیں ہو تم۔'' وہ امامہ والے واقعے سے قطعی بے خبر تھے۔ شجاع نے پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

ڈاکٹر عاطف کے جانے کے بعد اس نے اپنی غفلت پر افسوس کرتے ہوئے فوری فائزہ آپا کو کال ملائی تھی۔ جواباً وہ رو پڑیں۔

''کیا ہوا ہے امامہ کے ساتھ شجی! تم نے اکیلے باہر نکلنے کیوں دیا اسے؟''

''بابا کیسے ہیں آپا!''

''زندگی اور موت کے درمیان جھول رہے ہیں۔ امامہ والی خبر سن لی تھی انہوں نے اسی سے ہارٹ اٹیک ہو گیا۔''

''میں آ رہا ہوں آپ کے پاس فوری۔''

''پاگل ہوئے ہو؟ وہاں امامہ کی تدفین۔''

''چھوڑ دیجیے امامہ کے ذکر کو آپا پلیز کچھ نہیں ہوا ہے اسے بس کہیں کھو گئی ہے۔ میں آ رہا ہوں۔ آپ کے پاس۔ بات مکمل کرتے ہی اس نے کال ختم کی تھی۔ ایک شاک پہلے دیا تھا اس نے اور ایک اب دے دیا تھا۔ فائزہ آپا ہکا بکا سی رہ گئیں۔ اگلے روز کے ڈوبتے سورج سے قبل وہ ان کے پاس پہنچ گیا تھا مگر اگلے روز کا ڈوبتا سورج اپنے ساتھ قدرت اللہ صاحب کی زندگی بھی لے گیا تھا۔ شجاع نے جس وقت ان کے کمرے میں قدم رکھا تھا اسی لمحے انہوں نے ہمیشہ کے لیے پلکیں موند لی تھیں۔ شجاع حسن کی زندگی کا ایک اور بڑا نقصان ہو گیا تھا۔ فائزہ آپا بلک بلک کر رو رہی تھیں مگر وہ خاموش تھا یوں جیسے طوفان آنے سے پہلے سمندر خاموش ہو جاتے ہیں۔ گڑیا کو فائزہ آپا کی بیٹی نے سنبھالا ہوا تھا۔

پندرہ بیس روز اسی غم اور نقصان کے حصار میں گزر گئے تھے۔ شجاع حسن کا پاکستان واپس آنے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا مگر واپس تو آنا ہی تھا تاہم واپسی سے قبل اس نے امامہ حسن کی ساری کہانی فائزہ آپا کو سنا دی تھی۔ جسے سن کر وہ اس پر خاصی برہم ہوئی تھیں۔

''مجھے تم سے ایسی جہالت کی امید نہیں تھی شجی! وہ جیسی بھی تھی تمہاری عزت تھی۔ اس سے جو حماقت بھی سرزد ہوئی مگر سزا بہت بڑی دی تم نے کوئی اپنی عزت کو یوں اوباش لوگوں کے سپرد کر کے آتا ہے وہ بھی آدھی رات کو؟ اور وہ بھی ایک پڑھا لکھا ذہین و فطین، سمجھدار ڈی ایس پی۔''

"مجھے اوباش لوگوں کا اندازہ نہیں تھا آپا! ویسے بھی عورت کے معاملے میں ہمیشہ مرد کی عقل جواب دے جاتی ہے۔"

"ٹھیک ہے ایک پل کو مان لیتی ہوں کہ تمہاری عقل جواب دے گئی تھی مگر کوئی اپنی بیوی کو اس کے نامحرم کزن کے سپرد بھی کرکے آتا ہے۔ کیا سوچ کر اسے سونپنے گئے تھے تم کہ بڑی بہادری کا کارنامہ سرانجام دے رہے ہو کچھ اندازہ ہے تمہیں کہ کیا ہوا ہوگا اس کے ساتھ۔ جانے کہاں گئی ہوگی وہ۔ اتنی پیاری گڑیا سی لڑکی جانے زندہ بھی ہوگی کہ نہیں۔" آپا کے آنسو تھے کہ خشک ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

وہ بے کل سا ان کے قریب سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں آپا! خدا کا واسطہ ہے آپ کو مزید پریشان مت کریں۔ گڑیا کو آپ کے پاس چھوڑے جارہا ہوں۔ خیال رکھیے گا اس کا ایک ماہ بعد دوبارہ چکر لگاؤں گا تو واپس لے جاؤں گا۔"

اس کی فلائٹ کا وقت ہو رہا تھا۔ لہٰذا بیگ سنبھال کر وہ جانے کو تیار ہوگیا۔ گڑیا اس وقت سو رہی تھی جاگ رہی ہوتی تو اسے کبھی تنہا واپس نہ آنے دیتیں۔ فائزہ آپا نے رخصتی کے وقت اسے خوب پیار کیا تھا۔ ساتھ ہی اپنا خیال رکھنے کی ہدایت بھی کی۔ رات دو بجے پاکستان اپنے گھر واپس پہنچا تھا۔ جناب قدرت اللہ صاحب کی تدفین وہیں ہوگئی تھی کہ فائزہ آپا کا مستقل ٹھکانا وہیں تھا۔

گھر واپسی کے بعد جونہی اس نے ٹی وی لاؤنج میں قدم رکھا۔ ٹھٹک کر رک گیا۔ ثانیہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بڑے استحقاق کے ساتھ صوفے پر بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ وہ ضبط کی ہزار کوشش کے باوجود اسے دیکھ کر تڑپ اٹھا۔

"تم......؟"

"اوہ! آگئے تم؟ کتنے دنوں سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ میری بیٹی کہاں ہے؟"

"تمہاری کوئی بیٹی نہیں ہے۔ سنا تم نے اب چلی جاؤ یہاں سے۔ میں تمہاری شکل دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔"

"جانتی ہوں' مگر میں تم سے بہت شرمندہ ہوں شجی! میرا خدا جانتا ہے میں اپنے فیصلے پر بہت پشیمان ہوں' کوئی رات ایسی نہیں ہے جب رو کر نہ سوؤں۔"

"مگر مجھے تمہارے ہنسنے رونے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دوبارہ اس گھر میں قدم رکھنے کا سوچنا بھی مت۔"

"ٹھیک ہے نہیں سوچوں گی مگر کبھی کبھی تو مل ہی سکتے ہیں ہم۔"

"کیوں اب کیا رہ گیا ہے ملنے کو؟"

وہ تلخ ہوا تھا ثانیہ کا سر جھک گیا۔

"کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے شجاع!"

"نہیں!"

"ٹھیک ہے مت کرو معاف مگر میں اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

اسے بیٹی کی پروا اب بھی نہیں تھی۔ شجاع اسے نظر انداز کرتا اپنے بیڈ روم میں چلا آیا۔

"دوسری بیوی کہاں ہے تمہاری۔ دکھائی نہیں دے رہی۔ گڑیا کا بھی نہیں بتایا تم نے؟" وہ بھی اس کے پیچھے ہی چلی آئی تھی۔ شجاع نے ایک سائیڈ پر رکھ کر خود کو بیڈ پر گرالیا۔

"وہ دونوں ملک سے باہر ہیں' فائزہ آپا کے پاس۔ اب جاؤ۔"

"جارہی ہوں۔ مگر کل پھر آؤں گی۔ میری زندگی میں اب حقیقتاً تمہارے سوا کوئی نہیں ہے شجاع!"

"جسٹ شٹ اپ ثانی!" "اب چلی جاؤ یہاں سے!"

اس عورت کے لیے کبھی وہ جان دیتا تھا مگر اب وہی عورت خود چل کر اس کے پاس آ گئی تھی پھر بھی وہ اسے دھتکار رہا تھا۔ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ ثانیہ اس کے لہجے پر مسکرائی تھی۔

"اس وقت گرج کر کسے دکھا رہے ہو تم؟ ملازم تو سب جا چکے لاؤ میں سر دبا دوں تمہارا۔ بیوی نہ سہی دوست ہی سہی۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے خیر میں ایک کام سے آئی تھی تمہارے پاس۔"

"جانتا ہوں میں۔ کام سے ہی آسکتی ہوں تم۔ بولو کیا چاہتی ہو اب؟"

"کچھ خاص نہیں معمولی سی سفارش چاہیے تمہاری۔ اصل میں' میں نے ایک چھوٹا سا کلب ارینج کیا ہے یونہی موج مستی کے لیے کئی معزز خواتین کی رکنیت بھی حاصل ہو گئی ہے۔ بچے بچیاں بھی آجاتے ہیں یونہی خود کو فریش کرنے تو میں چاہ رہی تھی کبھی کبھی کوئی خاص فنکشن ہو تو ذرا سا پینے پلانے کا بندوبست بھی ہو جائے۔ مگر اس کی اجازت نہیں مل رہی اگر تم ذرا سی سفارش کر دو تو میرا کام بن سکتا ہے۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے میں یہ کام کروں گا۔"

"نہیں' میں جانتی ہوں تم نہیں کرو گے مگر' میں نے سوچا تم سے گزارش کروں تو شاید تم مان جاؤ۔"

"سوری میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ نا آج نا کبھی۔"

"مگر میں بہت امید لے کر آئی ہوں شجاع! تم تو جانتے ہو آج کل نوجوان نسل۔"

"بھاڑ میں گئی نوجوان نسل اور بھاڑ میں گئیں ان کے ساتھ تم' کان کھول کر سن لو ثانیہ بیگم! میں تمہیں اپنی زندگی' اپنے دل' اپنے گھر سے بے دخل کر چکا ہوں۔ لہٰذا میرا اب تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اگر میں خواتین کے معاملے میں نرم خو ہوں تو اسے میری کمزوری مت سمجھو' کبھی سب کچھ تھیں تم میرے لیے مگر اب...... کچھ بھی نہیں ہو۔ خدا کا واسطہ ہے تمہیں۔ اب جاؤ یہاں سے میرا سر پہلے ہی سفر کی تھکان اور درد سے پھٹ رہا ہے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اس وقت یہاں سے چلی جاؤ' ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ تمہارا اس گھر سے کیا تعلق رہا ہے۔" وہ غصے سے بھر رہا تھا۔ ثانیہ ایک نظر اس کے سرخ چہرے پر ڈالتی سر جھکا گئی۔

جانے سے قبل اس نے اپنا کارڈ' صوفے پر رکھا تھا اور پھر بنا ایک لفظ بھی کہے کمرے سے نکل گئی۔

❁......☆......❁

ہر وعدۂ وفا کو بھلانے کا شکریہ
دیوانہ کرکے آنکھ چرانے کا شکریہ
ہم جانتے تھے آپ کے قابل نہیں ہیں ہم
کچھ روز دل کی آس بڑھانے کا شکریہ

تعبیر جن کی دیکھ کر آنکھیں ہیں زخم زخم
اتنے حسین خواب دکھانے کا شکریہ
جن خوش گمانیوں پر تھے آنسو تھمے ہوئے
ان خوش گمانیوں پر ہنسانے کا شکریہ
مانا اسی سلوک کے قابل تھے ہم صنم
ہر فاصلہ مٹا کے بڑھانے کا شکریہ

گوری اس وقت گھر پر نہیں تھی۔ شاہ زر کو ایک ضروری میٹنگ میں پہنچنا تھا مگر اتفاق سے اس وقت اس کا کوئی بھی سوٹ پریس نہیں تھا تبھی مجبوراً اسے کچن میں چاند کے لیے دودھ بوائل کرتی انوشہ کو مخاطب کرنا پڑا۔

''انوش!'' وہ اس کی پکار پر نہیں اس انوکھے طرزِ مخاطب پر چونکی تھی۔ شاہ زر کپڑے اٹھائے عین اس کی پشت پر آ کھڑا ہوا۔ ''اگر ذرا سا وقت نکال کر احسان کر سکو تو پلیز میرا سوٹ پریس کر دو' بہت ضروری میٹنگ میں شرکت کرنی ہے۔''

''بلقیس (نوکرانی) سے کہہ دیں' کر دے گی۔''

''بلقیس بیوی نہیں ہے' تم پریس کرو پلیز!'' اسے بے مقصد ضد ہوئی تھی' وہ تپ اٹھی۔

''بلقیس بیوی نہیں ہے تو میں بھی نوکرانی نہیں ہوں سمجھے آپ!''

''نوکرانی سمجھ کر تو نہیں کہہ رہا تم سے...... بیوی سمجھ کر کہہ رہا ہوں' قسم سے۔'' ایک لمحے میں اس کے لہجے کا انداز اور آنکھوں کا رنگ بدلا تھا۔ وہ سٹپٹا گئی۔

''سوری! میں فارغ نہیں ہوں۔''

''وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں' محض پانچ منٹ نکال لو گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔'' کہنے کے ساتھ ہی اس نے اپنے ہاتھ انوشہ کے دونوں کندھوں پر دھر دیئے تھے۔ انوشہ کو لگا جیسے وہ آگ کی لپیٹ میں آ گئی ہو۔

''اپنے ہاتھ پیچھے ہٹاؤ شاہ زر آفندی! میں آپ کی ایسی گستاخی قطعی برداشت نہیں کروں گی۔''

''گستاخی کی کیا بات ہے اس میں؟ اب تو قانوناً اور اسلامی نکتہ نظر سے شرعی بیوی ہو میری' کوئی دیوی تو نہیں ہو جو چھونے سے بے حرمتی ہو جائے گی۔'' وہ شرارت پر آمادہ تھا۔ انوشہ کا بی پی شوٹ کر گیا۔

''تم جیسا بے غیرت' بے ضمیر اور گھٹیا انسان میں نے آج تک نہیں دیکھا۔''

''آگے بھی نہیں دیکھو گی ان شاء اللہ! چلو یہ سوٹ پریس کرو شاباش!'' پل میں غصے ہوئے بغیر اس کا موڈ بدلا تھا۔

وہ اس کی ہٹ دھرمی پر مجبوراً سوٹ تھامتی پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے گئی تھی۔ شاہ زر نے اس کے جانے کے بعد ایک مرتبہ پھر بُریرہ کا نمبر ٹرائی کیا مگر اس کا نمبر ہنوز آف مل رہا تھا وہ اداس اداس سا اپنے بیڈ روم میں چلا آیا جہاں چاند کمبل میں چھپا بے خبری کی میٹھی نیند سو رہا تھا۔ وہ کہنیوں کے بل بیڈ کے کنارے پر ٹکتے ہوئے اس کے چہرے پر جھک گیا۔ زندگی ایک دم سے کتنی خوب صورت اور مکمل ہو گئی تھی' چاند اس کے بے تحاشا پیار پر کسمسا کر بیدار ہوا تھا۔

''پاپا! سونے دیں نا!''

''صبح ہو گئی ہے پاپا کی جان! اب اٹھ جاؤ۔''

''میں نے نہیں اٹھنا' آپ بھی سو جاؤ نا!''

''ہاہاہا میں بھی سو گیا نا تو آپ کی مما نے طوفان اٹھا دینا ہے۔''

''کیوں...... ! مما ہر وقت ناراض کیوں رہتی ہیں آپ سے؟'' مکمل بیدار ہو کر وہ اب شاہ زر کے گلے میں بانہیں ڈالے پوچھ رہا تھا۔ وہ لاجواب سا ہو گیا۔

''پتا نہیں یار! آپ کی مما کے دماغ کا کوئی پیچ ڈھیلا ہے۔ کسنا پڑے گا کسی دن...... !'' کہنے کے ساتھ ہی اس نے اسے کمبل سے نکال کر بانہوں میں اٹھا لیا تھا۔ چاند اب اس کی بات پر کھل کھل ہنس رہا تھا۔ انوشہ نے اس کا سوٹ پریس کر دیا تھا مگر اس کے لیے ناشتا نہیں بنایا تھا۔ وہ ہرٹ تو ہوا مگر اس پر ظاہر نہیں کیا۔

''شکریہ! اس احسانِ عظیم کے لیے۔'' چاند کو گود سے اتار کر اس کے ہاتھ سے سوٹ لیتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے کہا اور سوٹ لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ آفس کے لیے دیر ہو رہی تھی لہٰذا اس روز بنا ناشتا کیے ہی وہ چاند کو پیار کر کے آفس کے لیے نکل آیا تھا۔ تاہم آنے سے پہلے اس نے ملازم کو بیڈ روم کے علاوہ باقی تمام کمرے لاک کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

رات میں وہ خاصی تاخیر سے گھر واپس لوٹا تو وہ لاؤنج میں بیٹھی شاید اسی کا انتظار کر رہی تھی۔ شاہ زر جانتا تھا کہ وہ اس کا انتظار کر رہی ہو گی تبھی زیرِ لب مسکراتا بنا اس پر نگاہ ڈالے سیدھا اپنے بیڈ روم کی طرف چلا آیا۔ انوشہ جس کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں اس کی اس درجہ چالاکی پر سٹپٹا کر رہ گئی۔ اگلے دس منٹ تک وہ اس کے لاؤنج میں آنے کا انتظار کرتی رہی پھر مجبوراً خود ہی اٹھ کر اس کے اور اپنے مشترکہ بیڈ روم میں چلی آئی۔ شاہ زر کپڑے تبدیل کرنے کے بعد اب چاند کے برابر میں لیٹا اسے پیار کر رہا تھا۔

''آپ نے گھر کے تمام کمرے کیوں لاک کروائے ہیں' چوری یا ڈاکے کا خوف تھا آپ کو میری بے ضرر ذات سے؟'' کچھ تو نیند اور کچھ غصے کی شدت نے اس کی آنکھوں میں خوب سرخی بھر دی تھی۔ وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''کیا چُرا سکتی ہو تم شاہ زر آفندی کے گھر سے......؟'' بھرپور نگاہیں اس کے چہرے پر جمائے وہ اٹھ کر پاس آیا تھا۔ انوشہ نے خفگی سے رخ پھیر لیا۔

''میرے لیے اس گھر میں کوئی بھی چیز اتنی نایاب نہیں ہے کہ جسے میں چُرانے کی خواہش کروں۔''

''تو پھر سمجھ جاؤ نا کہ میں نے تمام کمرے کیوں لاک کروائے ہیں۔'' اس نے ہاتھ بڑھایا تھا مگر وہ بدک کر پیچھے ہٹ گئی۔

''سمجھ گئی ہوں مگر آپ اچھی طرح سے سمجھ لیں مجھے آپ کا ساتھ' آپ کی رفاقت کسی طور قبول نہیں' میری مجبوری یا بے بسی سمجھ لیں کہ میں یہاں آپ کے ساتھ رہ رہی ہوں ایک چھت کے نیچے' وگرنہ جس طرح سے یہاں میرا دم گھٹتا ہے میں ایک پل بھی نہ رکوں۔''

''اٹس او کے' بار بار جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' لب بھینچتے ہوئے وہ برہم ہوا تھا۔ انوشہ نے سر اٹھا کر اس کی

طرف دیکھنا گوارا نہیں کیا۔

''آپ اپنی فضول حرکتوں سے بار بار مجبور کرتے ہیں کہ آپ کو سب جتایا جائے۔''

''کیا مفاد ہے میرا اس میں؟ بتاؤ......؟ جان دینے والی لڑکی کو چھوڑ کر تمہیں اپنایا' اپنا نام دیا' کیوں؟ میرا کوئی مفاد تھا اس میں......؟ نہیں...... یہ سب میں نے تمہارے لیے کیا' کیونکہ میں جانتا ہوں جو خطا مجھ سے سرزد ہوئی' اس خطا کی پاداش میں تم کسی بھی بہترین سے بہترین انسان کی ہم سفر تو بن جاؤ گی مگر کبھی خوش نہیں رہ پاؤ گی۔ یہ معاشرہ' اس معاشرے کے لوگ کبھی جینے نہیں دیں گے تمہیں اور وہ بچہ جس نے ابھی ٹھیک سے ہوش بھی نہیں سنبھالا ہے اسے کوئی مکمل آسودگی اور زندگی نہیں دے سکے گا۔ اسی لیے بُریرہ کو طلاق دی میں نے کہ یہاں صرف ایک نہیں دو زندگیوں کا سوال تھا۔ تم ساری عمر بھی چلا چلا کر لوگوں کو اپنی پارسائی کا یقین دلاتی رہو پھر بھی سب کو مطمئن نہیں کر سکو گی مگر اب...... کسی کی مجال نہیں کہ کوئی تمہاری ذات پر انگلی اٹھا سکے' جو زخم تمہاری ذات پر تمہاری روح پر میرے ہاتھوں لگا' اس پر مرہم بھی مجھے ہی رکھنا تھا اور یہی میں نے کیا ہے۔ اب اسے میری شرافت کہو یا محبت میں تمہاری کسی فضول حرکت کا بُرا نہیں مناتا وگرنہ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو عبدالصمد کی طرح تمہیں تمہاری اوقات چند لمحوں میں اچھی طرح بتا کر رکھ دیتا۔'' لفظوں کے دانت نہیں ہوتے مگر پھر بھی یہ کاٹ لیتے ہیں اور جب یہ کاٹ لیتے ہیں تو ان سے لگنے والے زخم زندگی بھر نہیں بھرتے۔ انوشہ رحمٰن کی روح پر بھی کچھ ایسے ہی زخموں کے آبلے پڑے تھے۔ شاہ زر آفندی کے لبوں سے نکلنے والے زہریلے لفظوں کی کاٹ سے اس کی آنکھیں بھر آنے کو بے تاب ہوئی تھیں مگر اس نے کمال ضبط سے اپنے آنسو روک لیے۔ وہ کم از کم اس شخص کے سامنے کبھی کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی جو دنیا میں اس کا سب سے بڑا دشمن تھا۔

''بہت شکریہ میرے بارے میں اتنا سوچنے اور میرا اتنا خیال رکھنے کے لیے' واقعی بہت عظیم انسان ہیں آپ اتنے عظیم کہ مجھ جیسی دو ٹکے کی رسوا لڑکی آپ کے ساتھ رہنے کے قابل ہی نہیں' مجھے آپ کے احسانوں کا پورا احساس ہے مگر معذرت' میں پھر بھی آپ کے ساتھ ایک کمرے میں نہیں رہ سکتی۔''

''کیوں...... ڈرتی ہو تسخیر ہونے سے؟'' ایک اور چوٹ...... وہ بلبلا کر رہ گئی۔

''نہیں......! سوائے اللہ رب العزت کی پاک ذات کے میں کسی چیز نہیں ڈرتی اور رہا تسخیر ہونے کا سوال تو آپ کی خوش گمانیوں کا بھرم قائم رہے' اسی میں ہم دونوں کی بہتری ہے۔'' اس بار ضرب شاہ زر کے دل پر پڑی تھی اور وہ سر تا پیر سلگ کر رہ گیا تھا۔

''اگر ایسی بات ہے تو پھر آج کی رات تم یہیں اسی کمرے میں بسر کرو گی۔''

''ہرگز نہیں! مر کر بھی آپ کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتی میں۔''

''اتنی آگے کی سوچنے کی ضرورت نہیں ہے' ابھی فی الحال تم اپنے پورے ہوش و حواس میں زندہ سلامت وہ سب کرو گی جو میں کہوں گا۔'' وہ ضد میں آیا تھا اور اسی ضد میں اس نے انوشہ کے منہ پر ہاتھ جما کر اسے بیڈ پر دھکیل دیا تھا۔ ''بہت گھمنڈ اور خوش فہمی ہے تمہیں اپنی بہادری پر' آج دیکھ لینا میری طاقت کے سامنے تمہاری اس فضول اکڑ کی کیا اوقات ہے۔'' چاند کے اٹھ جانے کے خدشے سے وہ دھیمی آواز میں بول رہا تھا انوشہ کو لگا وہ کسی معصوم چڑیا کی طرح ظالم صیاد کے شکنجے میں پھنس گئی ہو۔ اپنی رہائی کے لیے اس نے ہر حربہ آزما لیا تھا مگر صیاد کی مضبوط گرفت

کے سامنے اس کی ہر کوشش بے کار گئی۔ تبھی آخری حربے کے طور پر وہ رو پڑی تھی اور شاہ زر جو آج اسے کسی طور بخشنے کے موڈ میں نہیں تھا اس کے رونے پر کمزور پڑ گیا۔

''اب کیوں رو رہی ہو' وہ سارا طنطنہ وہ اکڑ کہاں گئی؟''

''تم مر جاؤ شاہ زر! خدا کرے تمہیں کل کا سورج دیکھنا بھی نصیب نہ ہو۔'' رونے کے بعد وہ بددعاؤں پر اتر آئی تھی۔

شاہ زر زیر لب مسکراتا اسے اپنے فولادی گرفت سے آزاد کر گیا۔

''یہ جو زبان ہوتی ہے نا عورت کی' یہی سارے فساد کی جڑ ہے۔ عورت اگر اس چھوٹی سی چیز کو قابو میں رکھ لے تو ساری دنیا پر حکومت کر سکتی ہے۔'' وہ طنز کرنے سے باز رہنے والا نہیں تھا۔ انوشہ زار و قطار روتی رہی۔ ''اب چپ کر جاؤ خدا کا واسطہ ہے تمہیں' چاند اٹھ گیا تو دوبارہ نہ سوئے گا نہ سونے دے گا' ویسے بھی میں نے تمہارا کوئی نقصان نہیں کیا۔''

''بکواس بند کرو۔'' بھنا کر کہتی وہ اس پر دھاڑی تھی اور پھر بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''یہ لو چابیاں...... اور جہاں دل چاہتا ہے جا کر سو جاؤ۔ رات میں ڈرو گی نا کسی دن تو میں نہیں آتا مدد کے لیے۔'' اب وہ اسے تنگ کر رہا تھا۔ انوشہ بنا اس پر نگاہ کیے تیزی سے کمرا چھوڑ گئی۔

''پاگل......!'' اس کے جانے کے بعد سر جھٹک کر مسکراتے ہوئے اس نے کہا اور پھر سوئے ہوئے چاند کو ایک ہاتھ سے اٹھا کر اپنے بازو پر سلاتے ہوئے خود بھی وہیں لیٹ کر سکون سے پلکیں موند گیا۔

فجر سے کچھ پہلے یونہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ پیاس کا احساس نہیں تھا مگر ایک عجیب سی بے چینی ضرور دل و دماغ کو حصار میں لیے ہوئے تھی۔ کئی بار کروٹ بدلنے کے بعد بالآخر وہ بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ کمرے میں ہیٹر آن ہونے کی وجہ سے ٹھنڈک کا احساس زیادہ نہیں تھا۔ لہٰذا ایک نظر سکون سے سوئے چاند پر ڈالتے ہوئے وہ کمرے سے نکل آیا۔ انوشہ لاؤنج میں صوفے پر سو رہی تھی اور سردی سے بچنے کے لیے اس کے پاس سوائے اپنی گرم شال کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ سست روی سے چلتا اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

کیسی کڑی سزا کے سپرد کر رکھا تھا اس لڑکی کی فضول نفرت اور انا نے اس کو اس وقت سردی کی شدت سے اس کا وجود کانپ رہا تھا اور ہونٹ جیسے نیلے پڑ رہے تھے۔ وہ جانتا تھا اگر اس نے اسے اٹھانے کی کوشش کی تو ضرور وہ جاگ جائے گی اور پھر وہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لیے کچھ نہیں کر سکے گا تبھی کچھ سوچتے ہوئے وہ واپس اپنے بیڈ روم میں گیا اور اپنا گرم آرام دہ کمبل لا کر اس پر ڈال دیا۔ جانے کیوں اس لمحے اس کا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ وہ صوفے سے نیچے ڈھلکتے اس کے ریشمی بالوں کو سمیٹ کر اس کے شانوں پر ٹکا دے' مگر محض اس کی آنکھ کھل جانے کے ڈر سے یہ خواہش اپنے اندر ہی دبا گیا۔

انوشہ کی صبح آنکھ کھلی تو خود کو آرام دہ نرم کمبل میں دیکھ کر حیران رہ گئی۔ رات وہ خاصی اشتعال میں رو کر سوئی تھی۔ سردی سے اس کا پورا جسم سُن ہو رہا تھا۔ اوپر سے نیند تھی کہ مہربان ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی مگر...... پھر جانے کب اس کے رب کو اس پر رحم آ گیا تھا اور وہ سو گئی تھی' سونے تک اس کے پاس سوائے گرم شال کے اور کچھ بھی نہیں تھا تو پھر یہ کمبل......!

خاصا الجھا دینے والا معاملہ تھا مگر وہ جان گئی تھی کہ یہ مہربانی کس نے کی ہوگی۔
تو کیا اس کی طرح وہ بھی جاگتا رہا تھا۔
کیا اس پر بھی نیند کی دیوی مہربان نہیں ہوئی تھی؟
نا چاہتے ہوئے بھی وہ سوچتی، صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
"مجھے یہاں نہیں رہنا، کسی صورت بھی نہیں۔"
اگلے ہی پل غصے سے سوچتے ہوئے وہ گویا فیصلہ کر رہی تھی۔

☆......☆

پیار دے پرم نئی رہ گئے اج کل یاراں وچ
کئی واری میں خبر پڑھی اخباراں وچ
شکلوں سوہنے، اندرون نیتاں بُریاں نیں
منہ تے ہاسے، بغلاں دے وچ چھریاں نیں
مار کے سُٹ گئے یار نوں یار بازاراں وچ
کئی واری میں خبر پڑھی اخباراں وچ

میلے پُرشکن لباس میں سڑک کے بائیں جانب فٹ پاتھ پر بیٹھی وہ چہرے پر آیا پسینہ صاف کر رہی تھی، جب ترنگ میں یہ اشعار گنگناتے ہوئے واصف کی نگاہ اس پر پڑی۔
"مصحف...... وہ دیکھ، میرال......!" اور اس کی اطلاع پر وہ جو بے نیازی سے ڈرائیو کر رہا تھا ایک دم گاڑی کو بریک لگا گیا۔
"میرال...... اور یہاں......؟"
"یار! مجھے تو وہی لگ رہی ہے۔" کبھی نہ سنجیدہ ہونے والا واصف اس لمحے سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ مصحف کے ہاتھوں میں ہلکی سی کپکپاہٹ واضح جھلکنے لگی تھی۔
"وہ میرال نہیں ہے مگر میرال کی فوٹو کاپی ضرور ہے۔"
"میرا خیال ہے ہمیں ایک بار اسے قریب سے جا کر دیکھنا چاہیے۔"
"نہیں...... وہ بُرا منا سکتی ہے۔"
"جانے دے یار! تو نکل باہر...... شاباش!" گاڑی میں اب بھی وہی بول گونج رہے تھے۔
"کئی واری میں خبر پڑھی اخباراں وچ"
فٹ پاتھ زیادہ دور نہیں تھا اور اس وقت ہلکی ہلکی چبھتی ہوئی دھوپ میں خود اپنے حال سے بے نیاز، کسی کے انتظار میں بیٹھی، صاعقہ احمد کو وہ بول بخوبی سنائی دے رہے تھے۔ درد بھری آواز میں گانے والے نے کمال کیا تھا، اسے لگا وہ اشعار جیسے اسی کے لیے تخلیق ہوئے اور گنگنائے گئے ہیں۔ آنکھوں کے گوشوں میں صرف چند لمحوں کے اندر خاصا پانی بھر آیا تھا جسے اس نے ہاتھ کی پشت سے صاف کر لیا۔
"یہ تو رو رہی ہے یار!"

"ہوں...... مگر پھر بھی میں اس سے بات ضرور کروں گا۔" واصف اپنے ارادے میں پختہ دکھائی دے رہا تھا۔ مصحف نے کندھے اُچکا دیئے۔
"ایکسکیوز می!"
صاعقہ اس پکار پر متوجہ ہونا نہیں چاہتی تھی مگر پھر بھی اس نے سر اٹھا کر ان دونوں پر نگاہ ڈالی تھی۔
"جی......!"
"اگر آپ بُرا نہ مانیں تو کیا ہم آپ کا نام جان سکتے ہیں؟"
"نہیں!"
"اوکے......! کیا آپ کسی میرال کو جانتی ہیں؟"
"نہیں......" اس کا چہرہ سپاٹ اور لہجہ برفیلا تھا۔ مصحف بے ساختہ رخ پھیر گیا۔
"دیکھیے...... میرا نام واصف ہے اور یہ مصحف ہے میرا دوست۔ اس شہر میں ہمارے نام اور مقام سے شاید کوئی بھی ناواقف نہ ہو، آپ اچھی لڑکی ہیں اور مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے، کیا آپ ہم پر بھروسا کرتے ہوئے کسی اچھی جگہ بیٹھ کر ہماری بات سن سکتی ہیں؟"
"نہیں......!"
اس کا انداز نہیں بدلا تھا۔ اسی لمحے آمنہ وہاں چلی آئی۔
"صاعقہ یار! یہاں بھی بات بننا مشکل ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں یہ احمقانہ خیال اب اپنے دماغ سے نکال ہی دینا چاہیے۔" بنا مصحف اور واصف پر توجہ دیئے وہ خاصی مایوسی سے اسے بتا رہی تھی۔ صاعقہ کا چہرہ لمحے میں تاریک پڑ گیا۔
"ٹھیک ہے، چلو! مگر میں ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" وہ کھڑی ہوئی تھی تبھی واصف نے دوبارہ مخاطب کر لیا۔
"ایکسکیوز می! اگر آپ بُرا نہ مانیں تو ہم آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔"
"کیا مدد کر سکتے ہیں آپ ہماری؟" اس بار وہ سلگی تھی جب کہ آمنہ حیرانی سے ان دونوں کو جانچ رہی تھی۔
"آپ کو کیا مدد چاہیے؟" وہ بھی سنجیدہ تھا۔ صاعقہ نے کچھ سوچتے ہوئے دونوں بازو سینے پر باندھ لیے۔
"مجھے ٹیلی ویژن میں کام کرنا ہے، ڈھیر سارا روپیہ کمانا ہے۔ بتائیے دلا سکتے ہیں مجھے کام......؟"
"ہاں...... ٹیلی ویژن میں کیا، آپ چاہیں تو فلم میں بھی کام کر سکتی ہیں۔" اس بار حیران ہونے کی باری آمنہ اور صاعقہ کی تھی۔
"میرا خیال ہے، ہمیں ان کی بات سننی چاہیے۔" صاعقہ نے فوری فیصلہ کر لیا تھا۔ آمنہ اس کا منہ دیکھتی رہ گئی۔
"پاگل ہوگئی ہو، کیا تم نہیں جانتیں آج کل کراچی میں کیسے حالات چل رہے ہیں؟ مجھے تو شکل سے ہی دونوں خطرناک دکھائی دے رہے ہیں۔" اس کے کان میں منہ گھساتے ہوئے اس نے اسے باز رکھنا چاہا تھا جب واصف بول اٹھا۔
"آپ اللہ کو حاضر ناظر جان کر ہم پر مکمل بھروسا کر سکتی ہیں سسٹر!"

"تو ٹھیک ہے آپ اپنا سیل نمبر دے دیجیے، ہم گھر جا کر خود آپ سے فون پر بات کرلیں گے۔"

"ٹھیک ہے یہ لیجیے وزیٹنگ کارڈ' میں آپ کی کال کا انتظار کروں گا۔" واصف نے مایوس نظر آتے ہوئے والٹ سے اپنا کارڈ نکالنے میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں کی تھی۔ صاعقہ اس کا کارڈ تھام کر اس پر سرسری نگاہ ڈالتی آمنہ کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے' کیا یہ کال کرے گی؟"

"ہاں' ضرورت سب کچھ کروا دیتی ہے۔" وہ پُرامید تھا۔ مصحف شانے جھٹک کر گاڑی کی طرف چلا آیا۔

☆......☆

"کیا تم اس لڑکے کو کال کرو گی؟" گھر آ کر آمنہ نے چادر اتارتے ہی اس سے پوچھا تھا۔ جواب میں وہ چارپائی پر آڑی ترچھی لیٹ گئی۔

ہوں' ضرور کروں گی۔ جانے کیوں مجھے لگتا ہے جیسے میرا خدا میری غیبی امداد کرنا چاہ رہا ہے۔"

"لیکن مجھے یہ سب ٹھیک نہیں لگ رہا' میرا خیال ہے' ہم پھر سے کوئی جاب ڈھونڈتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں...... دس بارہ ہزار کی جاب بھی اب میری زندگی کا مقصد نہیں ہے' مجھے ہزاروں' لاکھوں روپیہ چاہیے آمنہ! بینک بیلنس گاڑی سب کچھ چاہیے۔"

"مگر کیوں......؟ جب تمہیں اس شخص کے سنگ چلنا ہی نہیں' اسے پانا ہی نہیں تو پھر اس کے لیے یوں خود کو برباد کرنے کا کیا مقصد۔"

"تمہیں نہیں بتا سکتی' جو آگ میرے اندر سلگ رہی ہے اس کی اذیت کو تم جان بھی نہیں سکتیں' میں چاہے مر جاؤں مگر صرف ایک بار اسے دکھانا ضرور چاہوں گی کہ عورت اگر کسی چیز کو زندگی کا مقصد بنالے تو پھر اسے حاصل کر کے رہتی ہے' صرف محبت ایک ایسی چیز ہے آمنہ جو ہرا دیتی ہے عورت کو ورنہ دنیا کی کون سی چیز ہے جو عورت پانا چاہے اور پا نہ سکے۔"

"ہوسکتا ہے وہ مجبور ہو' تمہیں سب کچھ سچ سچ بتانا چاہتا ہو مگر......"

"پلیز اسٹاپ اٹ آمنہ...... کوئی ذکر نہیں ہوگا ہمارے بیچ اس شخص کا' شدید نفرت کرتی ہوں میں اس شخص کے تصور سے بھی۔"

"اِٹس او کے' میں ٹھنڈا لاتی ہوں۔ پھر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔"

"نہیں اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں گھر جاؤں گی اب' صبح میرے ساتھ پھر مزید خواری کے لیے تیار رہنا۔"

"مگر......!"

"نو اگر مگر مائی ڈیئر! بس چلوں گی اب!" وہ آج کل بہت تلخ اور ضدی ہوگئی تھی۔ آمنہ کا دل دکھ سے بھر گیا۔

"کاش! تمہارا منہ ہوتا اے محبت اور میں وہ نوچ سکتی۔"

بیرونی دروازے کی دہلیز پار کرتی صاعقہ احمد کی چال کی شکست دیکھتے ہوئے بے ساختہ وہ بڑبڑائی تھی اور پھر دروازہ بند کر کے وہیں گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھ گئی۔

صاعقہ رکشہ لے کر گھر پہنچی تو شام خاصی ڈھل چکی تھی۔

"کہاں تھیں تم! مالک مکان تین چکر کاٹ گیا ہے گھر کے...... کہہ رہا تھا شام تک کرایہ نہ دیا تو سامان نکال کر باہر پھینک دے گا' سمعان کو بخار تھا پھر بھی دیہاڑی کے لیے چلا گیا ہے' چھوٹے دونوں بھی کام کے لیے گئے ہیں' ابھی تک واپس نہیں لوٹے۔"

"ایان بھائی کا پتا نہیں چلا؟"

"کہاں سے چلنا ہے خبر تک تو ہونے نہیں دی تُو نے ان کی' اتنا نہیں ہوسکا کہ ایک دو دن کا صبر ہی کرلیتیں۔ اچھا بھلا گھر مل گیا تھا آرام دہ' پتا نہیں اچانک کیا سمائی دماغ میں جو کھینچ کر یہاں لے آئیں۔" صائمہ بناء اس کے حال پر غور کیے غصہ نکال رہی تھی۔ وہ بے حس سی کچن میں چلی آئی۔

"اپنی مرضی سے تعلق بناتی ہو اور پھر بنا کسی سے مشورہ کیے اپنی مرضی سے ختم بھی کردیتی ہو' پتا نہیں کیا چاہتی ہو تم' ذرا گھر والوں کی خوشیوں کا خیال نہیں ہے نہیں۔" وہ بڑبڑاتی اس کے پیچھے ہی کچن میں چلی آئی تھی۔

صاعقہ کا دماغ گھوم گیا۔

"میں نے گھر والوں کی خوشیوں کا ٹھیکا نہیں لیا ہوا...... سمجھیں تم! نہ ہی کسی کی خیرات پر جیتی ہوں میں۔"

"تم پاگل ہوگئی ہو صاعقہ! اور کچھ نہیں ہے۔"

"کاش ہو جاتی پاگل!" اس سے پہلے کہ آنکھ بھر آتیں' زیرلب بڑبڑاتے ہوئے وہ چولہے کے سامنے بیٹھ گئی۔

"اماں کو کچھ بنا کردیا ہے کہ نہیں......؟"

"کہاں سے بنا کردوں؟ جو راشن تم لائی تھیں کب کا ختم ہو چکا' اب پانی ہی ابال کردے سکتی ہوں۔"

"دودھ بھی نہیں ہے؟"

"نہیں!"

"ٹھیک ہے میں کرتی ہوں کچھ بلکہ پہلے مالک مکان کے پاس جاتی ہوں' سنا ہے بڑا دل پھینک آدمی ہے اس عمر میں بھی۔"

"ہاں! مگر تم کیوں جاؤ گی اس کے پاس؟"

"اپنے گھر والوں کی راحت کے لیے......"

"کیا مطلب......؟"

"مجھ جیسی لڑکیوں سے ان کے کسی بھی عمل کا مطلب نہیں پوچھا کرتے صائمہ!"

"کیا مطلب "مجھ جیسی"......؟"

"پتا نہیں...... یہ دنیا اس دنیا کے لوگ' بہت تکلیف دہ رائے اور لفظ استعمال کرتے ہیں "مجھ جیسی' حالات اور تقدیر کی ستائی ہوئی باغی لڑکیوں کے لیے' کوئی آوارہ کہتا ہے تو کوئی بدکردار' کسی کے پاس اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ وہ "مجھ جیسی" لڑکیوں کے پیچھے ان کی مجبوریوں کے احوال بھی جان لے۔"

"تمہیں کیا ہوگیا ہے صاعقہ! تم ایسی تو نہیں تھیں۔"

"پتا نہیں کیا ہوگیا ہے مجھے' میں آتی ہوں ابھی۔"

بے سدھ سی دھیمے لہجے میں کہتی وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ صائمہ پریشان سی اس کی عزت اور سلامتی کی دعا کرتی جانے کیا کیا پڑھ کر اس پر پھونکتی رہی۔ مغرب کے قریب کہیں وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں کھانے پینے کی کچھ اشیاء کے شاپرز تھے۔

"کیوں گئی تھیں تم مالک مکان کے پاس...... سمعان کئی بار تمہارا پوچھ چکا ہے۔"

"بتا کر تو گئی تھی تمہیں کہ کیوں جا رہی ہوں۔ وہ دل پھینک بڈھا ہے اور میں اسے بے وقوف بنانے گئی تھی تاکہ میری غیر موجودگی میں وہ دوبارہ تم لوگوں کو پریشان نہ کرے۔"

"یہ ٹھیک نہیں ہے صاعقہ! کسی کو پتا چل گیا تو بہت غلط باتیں پھیلیں گی۔"

"پہلے کیا ٹھیک ہے ہماری زندگی میں؟ ویسے بھی جس کے پاس پیسہ نہیں ہوتا لوگ ان کی خوبیاں بھی خامیوں میں شمار کرتے ہیں۔ کیسی محبت، کیسی انسانیت، سب بکواس ہے صائمہ! کسی غریب کو کوئی حق نہیں کہ وہ عزت دار کہلائے، یہاں عزت کے لائق صرف وہی لوگ ہیں کہ جن کی جیب نوٹوں سے بھری ہوتی ہے۔ وہ نوٹ خواہ کسی غریب کا خون نچوڑ کر حاصل کیے گئے ہوں یا اپنا ضمیر بیچ کر...... اب شرافت اور محبت کا اچار نہیں ڈالتا کوئی......"

"مگر......!"

"اگر مگر کی بحث میں پڑنا چھوڑ دو صائمہ! ہماری سزا ہے یہ کہ لوگ ہماری تضحیک کریں اور جو چاہیں الزام لگائیں۔ میں نے کان لپیٹ لیے ہیں تم بھی لپیٹ لو۔" وہ از حد سنجیدہ اور آزردہ تھی، صائمہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

☆......☆......☆
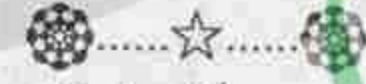
"عباد......!" اپنا والٹ اٹھا کر وہ ابھی کمرے سے نکلنے کا قصد کر رہا تھا کہ آسیہ بیگم نے اسے پکار لیا۔

"جی مما......!"

"کہاں جا رہے ہو؟ مجھے بات کرنی تھی تم سے۔"

"ابھی تو ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں، آپ بتائیے کیا بات ہے......؟"

"تمہارے کام کی بات ہے، اصل میں تمہارے پاپا اس لڑکی کے گھر والوں سے ملنا چاہتے ہیں۔" وہ خوب ہوشیاری سے پتے پھینک رہی تھیں۔ عباد کے اندر پھر بے چینی پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے مما! ایک دو روز میں ملواتا ہوں ان سے۔" وہ پریشان بھی تھا اور مصروف بھی۔ آسیہ بیگم اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"ٹھیک ہے، میں کہہ دوں گی ان سے۔"

"شکریہ!" سرعت سے کہہ کر وہ کمرے سے نکل آیا تھا۔

اگلے ڈیڑھ گھنٹے میں وہ صاعقہ کے علاقے میں تھا...... وہ گھر لاک ملا تھا جو سڈنی جانے سے قبل اس نے خود اسے کرایہ پر لے کر دیا تھا۔

وحشت سی وحشت تھی!

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا ہے۔ وہ لڑکی جو اس کے لیے خوش بُو کے احساس کی مانند تھی، اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔ دل کی بے چینی حد سے سوا تھی، کئی بار آمنہ سے رابطے کی کوشش کی مگر وہ گھر پر ہی نہ ملی۔

اس کا دل چاہا وہ سڑک پر بیٹھ کر روئے یا گاڑی کسی درخت میں دے مارے۔ اگر اسے خبر ہوتی کہ اس کا نور اس سے اس لڑکی کی محبت چھین لے گا تو وہ کبھی سڈنی نہ جاتا۔ مسلسل ایک ہفتہ اس نے صاعقہ کی تلاش جاری رکھی تھی مگر بدلے میں سوائے مایوسی کے اور کچھ ہاتھ نہیں آیا تھا۔ آسیہ بیگم اس کی حالت نوٹ کر رہی تھیں، پچھلے ایک ہفتے سے وہ بے حال تھا، کھانے پینے سے بے پروائی کے ساتھ ساتھ وہ خود اپنی ذات سے بے پروائی بھی برت رہا تھا۔ رات بھر اس کے کمرے کی لائٹ جلتی رہتی تھی۔ اس روز ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وہ اوپر اس کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔

"عباد!" وہ تکیہ بانہوں میں دبائے گہری نیند سو رہا تھا۔ کمرے کا حال بھی اس کی طرح ابتر تھا۔ کہیں کوئی چیز ٹھکانے پر پڑی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ سرخ و سفید چہرہ کملا کر رہ گیا تھا، آنکھوں کے نیچے حلقے الگ پڑ گئے تھے۔ انہیں لگا جیسے کسی نے ان کا دل مٹھی میں لے لیا ہو۔ "عباد!" بہت پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے انہوں نے پھر اسے پکارا تھا۔ جواب میں عباد نے ہلکا سا کسمسا کر آنکھیں کھول دیں، اس کا جسم آگ کی مانند دہک رہا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں، کیا حالت بنا رکھی ہے اپنی؟" ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ عباد نے اپنا سر چپکے سے ان کی گود میں رکھ دیا۔

"مما......! مجھ سے وہ لڑکی کھو گئی ہے۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ بلک بلک کر رو پڑا تھا بالکل کسی ننھے سے معصوم بچے کی طرح، آسیہ بیگم کو لگا ان کا دل رک جائے گا۔

"اتنا پیار کرتے ہو اس سے تو کہاں گئی؟"

"پتا نہیں مما! لیکن کہیں کچھ بہت غلط ہوا ہے، وہ ایسی نہیں ہے کہ یوں راستہ بدل کر کہیں جا سکے۔"

"اتنا یقین ہے اس پر؟"

"اس پر نہیں مما اپنی محبت پر یقین ہے۔"

"اچھا سنبھالو خود کو...... تمہارے پاپا دیکھیں گے تو کیا سوچیں گے۔" نظریں چراتے ہوئے انہوں نے اس کے بال سہلائے تھے۔

"ہادیہ اچھی لڑکی ہے خاندان سے ہے پھر بہت پیار بھی کرتی ہے تم سے...... میری مانو تو اس کے لیے ہامی بھر لو، خوش رہو گے۔"

"نہیں......! وہ نہیں تو کوئی نہیں مما!"

"ایسا کیا ہے اس میں؟ تمہیں پتا ہے یہ مڈل کلاس گھرانے کی لڑکیاں بہت چالاک ہوتی ہیں، پیسوں کے لیے امیر لڑکوں کو پھانستی ہیں اور جب کنگال کر دیتی ہیں تو خالی برتن کی طرح پھینک کر چلی جاتی ہیں، تمہیں اس کے لیے اتنا جوگ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"وہ ایسی نہیں ہے مما! مجھے نہیں پتا مڈل کلاس گھرانوں کی لڑکیاں کیا ہوتی ہیں کیا نہیں، میں جاننا بھی نہیں چاہتا مگر میں اس کو جانتا ہوں۔ وہ ایسی نہیں ہے، اسے نہیں پتا میں کون ہوں، کیا ہوں، میری کیا حیثیت، کیا مقام ہے وہ تو بس پیار کرنا جانتی ہے، زندگی کی آزمائشوں اور ذمہ داریوں میں پھنسی وہ صرف مجھے دل سے پیار کرتی ہے، میری

ذات کی قدر کرتی ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے مل جائے گی کہیں نہ کہیں ابھی اٹھو اور تھوڑا سا کچھ کھالو پھر میں ڈاکٹر صاحب کو بلوالیتی ہوں چیک اپ کرلیں گے۔"

"نہیں! اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہوں آفس جارہا ہوں تھوڑی دیر میں۔"

"پاگل ہوئے ہو؟ اتنا بخار ہے اور کہتے ہو ٹھیک ہوں ہرگز نہیں اور آفس کا تو نام بھی نہیں لینا۔"

"نہیں مما! مجھے آفس جانا ہے کیا پتا وہ آجائے۔"

"تم پاگل ہوگئے ہو عباد! اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"محبت پاگل ہی تو کردیتی ہے مما!" زخمی سی مسکراہٹ لبوں پر پھیلا کر کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ آسیہ بیگم بے بس سی اسے دیکھتی رہ گئیں۔

❁......☆......❁

"صاعقہ! تمہارے لیے ایک خوش خبری ہے۔"

"خوش خبری...... !اور میرے لیے...... ہاہ! مذاق تو نہ اڑاؤ یار!"

"سچ کہہ رہی ہوں پاگل لڑکی! وہ پرسوں ہم جن ڈائریکٹر صاحب سے ملنے گئے تھے نا! انہوں نے کال بیک کی تھی کہہ رہے تھے کہ آکر مل لیں کوئی نئی سیریل ڈائریکٹ کررہے ہیں آج کل۔"

"سچ...... !"

"اور نہیں تو کیا!"

"پھر تو واقعی اچھی خبر ہے چلو چلیں۔"

"چلتے ہیں بس یہ ذرا سے کپڑے دھوکر پھیلا دوں۔"

"کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں...... سمجھیں!" آمنہ کی والدہ کی کڑک دار آواز پر وہ دونوں چونکی تھیں۔

"جب دیکھو یہ لڑکی کہیں نہ کہیں آوارگی پر تیار رہتی ہے اور تم اتنی بے شرم ہو کہ ماں سے اجازت لینا بھی گوارا نہیں کرتیں تمہارے باپ کو تمہارے کرتوتوں کا پتا چل گیا تو تمہارے ساتھ میری چٹیا بھی پکڑ کر گھر سے باہر کردیں گے۔"

"اماں!"

"چلاؤ مت...... اس کی ماں اس کی کمائی کھاتی ہوگی اسی لیے روک ٹوک نہیں کرتی مگر مجھے ایسا کوئی لالچ نہیں ہے آئی سمجھ! بہت دن برداشت کرلی تیری خودسری اب دیکھتی ہوں کیسے ہماری عزت کا جنازہ نکالتی پھرتی ہو تم۔" وہ اپنی جگہ ایک فیصد بھی غلط نہیں تھی مگر صاعقہ کو لگا جیسے کسی نے زہر میں بجھا خنجر اس کے سینے میں پیوست کردیا ہو۔ دکھ کی شدت سے گنگ وہ انہیں دیکھتی رہ گئی تھی۔

"صاعقہ! پلیز تم اماں کی بات کا برا مت ماننا انہیں عادت ہے وقت بے وقت فضول بولنے کی۔"

"کواس بند کرو اور جاکر ہانڈی چڑھاؤ بڑی آئی تمیز دار ہمدرد بی بی!" اس کی معذرت پر وہ بھڑ ڈپٹتے ہوئے

غزل

اس قدر رومانوی کردار کیسے ہوگیا
نفرتوں کے درمیاں یہ پیار کیسے ہوگیا
اس سے دل کی بات کا اظہار کیسے ہوگیا
راستہ میرے لیے پُرخار کیسے ہوگیا
تھا امیدوں کا جو مرکز زیست کا محور تھا جو
سوچتی ہوں ثانوی کردار کیسے ہوگیا
کل قصیدہ لکھ رہا تھا میرا چہرہ دیکھ کر
مجھ سے ملنے سے اسے انکار کیسے ہوگیا
جو سدا کرتا تھا میرے واسطے اکثر دعا
آج میری راہ کی دیوار کیسے ہوگیا
میرے دکھ کو جانتا ہے اور بڑا غمگین ہے
اس کے لب سے بات کا اظہار کیسے ہوگیا
جس سے صدیوں سے تھا اپنا سلسلہ ٹوٹا ہوا
آج اس سے رابطہ ہموار کیسے ہوگیا
کل تلک اترا ہوا تھا دل سے جو [illegible] کے کنول
آج دیکھو تو ذرا دلدار کیسے ہوگیا

یاسمین کنول...... پسرور

بولی تھیں۔ صاعقہ کو لگا وہ اگر ایک منٹ بھی وہاں رکی رہی تو رو پڑے گی۔

"میں چلتی ہوں آمنہ! تم اپنا خیال رکھنا۔"

"صاعقہ!" وہ تڑپ کر اسے روکنا چاہتی تھی مگر صاعقہ اس کے ہاتھوں سے اپنے سرد ہاتھ چھڑاتے ہوئے سرعت سے پلٹ کر اس کے گھر کی دہلیز پار کرگئی۔

"جب دیکھو یہ لڑکی کہیں نہ کہیں آوارگی پر تیار رہتی ہے اور تم اتنی بے شرم ہو کہ ماں سے اجازت لینا بھی گوارا نہیں کرتیں تمہارے باپ کو تمہارے ان کرتوتوں کا پتا چل گیا تو تمہارے ساتھ میری چٹیا پکڑ کر مجھے بھی گھر سے باہر نکال دیں گے۔"

آمنہ کی ماں کی زہریلی آواز نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ وہ کھینچ کر سانس لیتی آنسوؤں کی دھند میں چلتی رہی۔

"اس کی ماں اس کی کمائی کھاتی ہوگی اسی لیے روک ٹوک نہیں کرتی مگر مجھے ایسا کوئی لالچ نہیں ہے سمجھیں!" کتنے نوکیلے تھے یہ لفظ...... کانٹوں اور پتھروں سے بھی زیادہ مگر وہ ضبط کیے چلتی رہی۔ نصف راستہ طے کرنے کے بعد اچانک اس کے پاؤں میں شدید تکلیف کا احساس ہوا رک کر دیکھا تو سارا پاؤں لہولہان ہورہا تھا۔ جانے کب کہاں کانچ کا ٹکڑا پاؤں میں پیوست ہوکر اسے زخمی کرگیا تھا۔ اس نے رک کر پاؤں کو پکڑا اور زور سے کھینچ کر

خون سے سُرخ ہوا کانچ کا ٹکڑا باہر نکال لیا۔

اگلے تیس منٹ کے بعد وہ مطلوبہ ڈائریکٹر کے سامنے تھی۔

"تو آپ ہیں صاعقہ!"

"جی......!"

"شوبز میں کیوں آنا چاہتی ہیں؟"

"اور لوگ کیوں آتے ہیں۔"

"مختلف مقاصد ہوتے ہیں ان کے' کوئی شہرت کے لیے تو کوئی دولت کے لیے' البتہ کچھ اپنا آپ بھلانے اور خود کو بہلانے کے لیے بھی آجاتے ہیں اس طرف......!"

"میں بھی خود کو بھلا دینا چاہتی ہوں' ڈھیر سارا پیسہ کمانا چاہتی ہوں۔"

"خود کو بھلانا آسان نہیں ہوتا مس صاعقہ!"

"جانتی ہوں اسی لیے تو آپ کے پاس آئی ہوں۔"

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ لوگ اس فیلڈ کو اچھا نہیں سمجھتے۔"

"ہوں!"

"گڈ......!" وہ مسکرائے تھے پھر اچانک نگاہ اس کے پاؤں پر پڑی تو چونک اٹھے۔

"ارے...... یہ آپ کے پاؤں اتنے زخمی کیوں ہیں؟"

ان کی نشان دہی پر صاعقہ نے ذرا سا سر جھکا کر اپنے زخمی پاؤں پر نگاہ کی تھی پھر گہری سانس بھرتے ہوئے بولی۔

"یہ محبت کے زخم ہیں آصف صاحب! جو بھی اس نگر کو گیا اسے واپسی کی راہ میں یہ زخم سمیٹنا ہی پڑتے ہیں۔"

"اوہ! میرا خیال ہے آپ کو ایک چانس ضرور ملنا چاہیے۔ ٹھیک ہے آپ کل اسی ٹائم مل لیجیے گا مجھ سے......!"

"شکریہ......!" بنا سامنے چائے کے کپ کو ہاتھ لگائے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

❁......☆......❁

"یہ امامہ ہیں میری کزن! انگلینڈ سے آئی ہیں۔" ہزار بار کا بولا ہوا جھوٹ وہ ایک مرتبہ پھر بول رہا تھا۔ اس بار مقابل کوئی ماڈل تھا۔

"نائس ٹو میٹ یو...... میرا نام فہد ہے' دیکھا ہوگا ٹی وی پر آپ نے۔" مسکرا کر اپنا تعارف کرواتے ہوئے اس نے مصافحہ کو ہاتھ بڑھایا تھا۔ جواب میں امامہ نے ذرا سی جھجک کے بعد اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"سوری......! میں ٹی وی نہیں دیکھتی' بہر حال آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔"

"شکریہ! ویسے میرا خیال ہے آپ کو ماڈلنگ کی طرف آنا چاہیے۔"

"کیوں......؟"

"کیوں کیا......! آپ خوب صورت ہیں' ذہین ہیں' پھر اس فیلڈ میں بہت پیسہ ہے۔"

"مگر مجھے انٹرسٹ نہیں ہے' کوئی ہیلپ بھی نہیں۔"

"ہیلپ کو چھوڑیں آپ...... آپ جیسے خوب صورت لوگوں کو ہیلپ کی ضرورت نہیں ہوتی' بس ہامی بھریں اور آفر یں جھولی میں۔" ارسلان قریبی میز پر بیٹھا سب سن رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا' امامہ مسکرا دی۔

"آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے آفرز آپ کے ہاتھ میں ہوں۔"

"بس یہی سمجھ لیں کہ ہاتھ میں ہے' میرے ساتھ ہی کچھ ایڈ کر لیجیے گا۔"

"یہ تو بہت امیزنگ ہے' میں ضرور کرنا چاہوں گی۔"

"شکریہ بات ماننے کے لیے...... چلیں کہیں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔" وہ جانتی تھی کہ اب اسے کیسی باتیں کرنی ہیں' تبھی مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ ارسلان نے بے ساختہ گہری سانس بھر کر سر کرسی کی پشت سے ٹکایا تھا۔

آنے والے دنوں میں فہد کی مدد سے امامہ نے بہت کامیابیاں سمیٹیں۔ شروع کے دو تین ایڈز میں بھرپور پزیرائی کے بعد جیسے اس پر آفرز کی بوچھاڑ ہوگئی تھی۔ اب فہد کو اس سے تعلق رکھنے پر رشک آ رہا تھا۔ فہد کے بعد جہاں زیب نامی ماڈل کے ساتھ اس کی دوستی ہوگئی تھی اور جہاں زیب اسے ماڈلنگ سے فلم کی طرف لایا تھا۔ ایک کے بعد ایک کامیابی اس کے قدم چوم رہی تھی۔ ارسلان کو اسی کی مدد سے کام مل گیا تھا۔ دونوں مل کر مصروف ہوگئے تھے۔ دن بھر خود کو "دنیا داری" اور "رنگ و نور" کے نشے میں مصروف رکھنے کے بعد رات کو جب وہ بستر پر لیٹتی' تو شجاع اور گڑیا کے ساتھ ساتھ قدرت اللہ صاحب بھی شدت سے یاد آتے اور آنکھ سے ان کی یاد شفاف موتیوں کی صورت گالوں پر بکھر آتی۔

"جانے گڑیا کس حال میں ہوگی' اسے یاد بھی کرتی ہوگی کہ نہیں......" یہی سوال اسے بے چین کیے رکھتا۔ اس روز کسی نئے پروجیکٹ کے سلسلے میں اسے ایک تقریب اٹینڈ کرنی تھی جہاں زیب نے اسے اس تقریب کے لیے اپنے پیسوں سے شاپنگ کروائی تھی۔ گہرے نیلے رنگ کی خوب صورت ساڑھی میں ملبوس وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوب صورت دکھائی دے رہی تھی۔ جہاں زیب اسے اپنے حوالے سے مختلف لوگوں سے ملوا رہا تھا۔ جانِ محفل بنی وہ ہر کسی سے داد و تحسین سمیٹ رہی تھی۔ کھانے کے بعد جہاں زیب اور وہ ایک میز کے گرد بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب جہاں زیب نے چپکے سے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"مومی! آگے کی زندگی کے لیے کیا سوچا ہے تم نے......؟"

"کیا سوچنا ہے؟"

"میں شادی کی بات کر رہا ہوں۔"

اس کا ہاتھ ایک انداز سے اپنے لبوں سے لگاتے ہوئے اس نے کہا تھا اور امامہ کے مسکراتے لب فوراً سمٹ گئے۔ دایاں ہاتھ اٹھا کر جہاں زیب کے ہاتھوں سے اپنا بایاں ہاتھ چھڑاتے ہوئے اس نے ذرا سی نگاہ پھیری تھی اور پھر جیسے وہیں پتھر کی ہوگئی۔

شجاع حسن مکمل یونیفارم میں ملبوس قہر برساتی نگاہوں سے اسی کی طرف دیکھتا اسے شاکڈ کر گیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

قرض اور فرض

سلمیٰ غزل

کچھ میں ہی جانتا ہوں جو مجھ پر گزر گئی
دنیا تو لطف لے گی مرے واقعات میں
میرا تو جرم تذکرہ عام ہے مگر
کچھ دھجیاں ہیں میری زلیخا کے ہاتھ میں
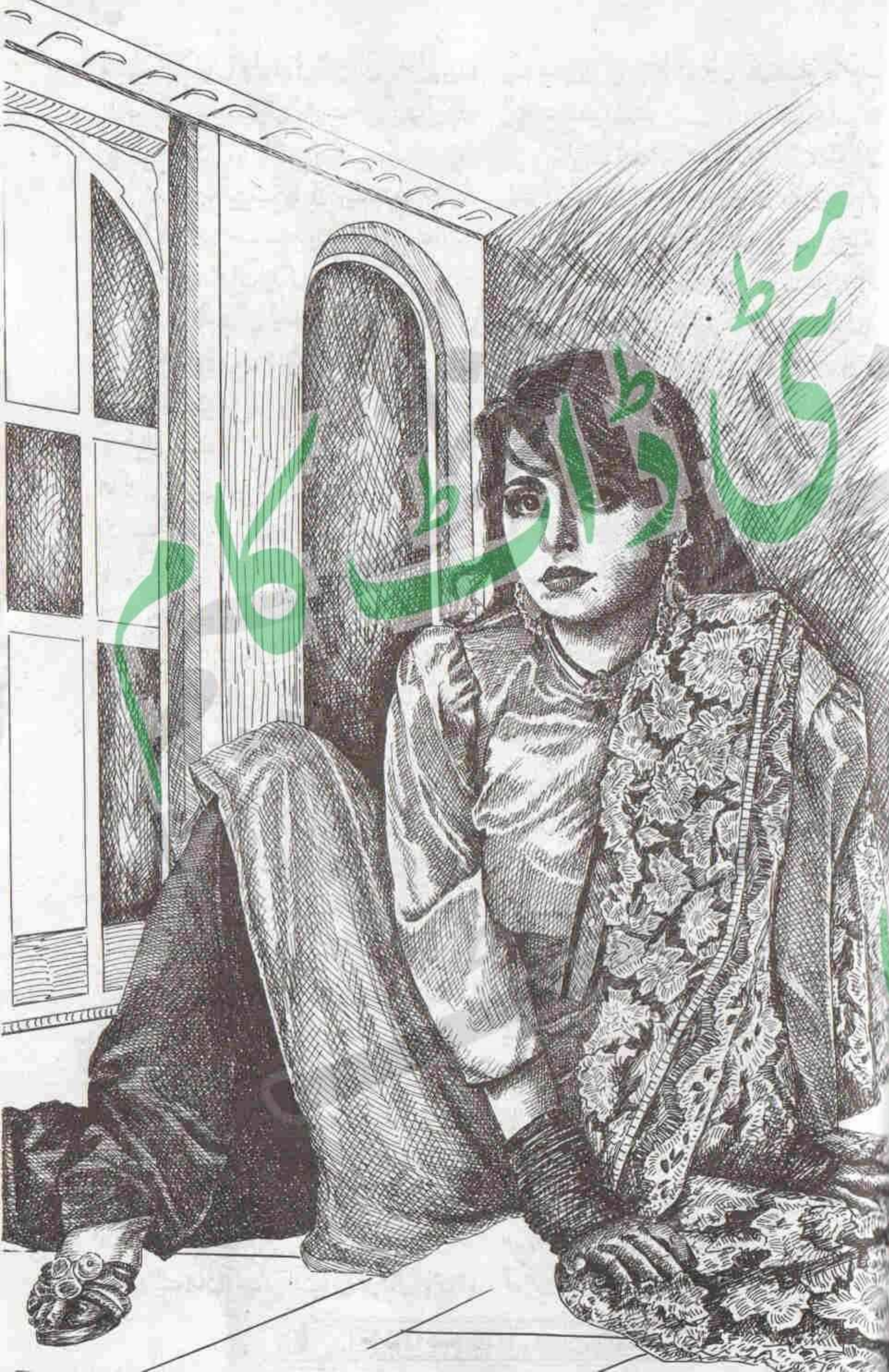
مجھے گھر میں بچپن سے جو تربیت اور ماحول ملا وہ خالصتاً مشرقی تھا۔ ہمارے گھر میں ہر طرف محبت کا پھیلاؤ تھا۔ میرے والدین ہمیشہ خوش گوار موڈ میں رہتے تھے۔ بڑے سے بڑے مسئلے پر بھی ان کی خوش مزاجی برقرار رہتی تھی۔ ان میں بے حد یگانگت، محبت اور خلوص تھا اور ہم چاروں بہن بھائی ان کا پرتو تھے۔ ہم چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوشیاں کشید کر لیتے تھے، سب بچوں سے لے کر اماں ابا تک اپنی سالگرہ بڑے اہتمام سے منایا کرتے تھے۔ جہاں سب رشتہ دار احباب جمع ہوتے، ہلا گلا ہوتا مگر اماں ابا نے سب کو سختی سے تحفہ لانے سے منع کیا ہوا تھا۔ ہاں وہ خود ہمیں ہماری پسند کے تحفے ضرور دلاتے تھے۔ ان کی شادی کی پچیسویں سالگرہ پر اچانک میرے تایا مع اپنی فیملی لندن سے آ گئے۔ وہ شادی کے بعد جو لندن گئے تو پھر پلٹ کر پاکستان کا رخ نہیں کیا تھا۔ دادا، دادی ان کی راہ دیکھتے دیکھتے ابدی نیند سو گئے تھے۔ ان کے کیا مسائل رہے تھے، کسی نے نہیں پوچھا بلکہ خوش دلی سے بڑھ کر گلے لگا لیا شاید یہ خون کے رشتے ہوتے ہی ہیں مضبوط اور پائیدار...... تایا کے دونوں بڑے بیٹے لندن سے امریکہ شفٹ ہو گئے تھے اور وہ اپنی چھوٹی بیٹی دعا کے ساتھ پاکستان آئے تھے تاکہ یہاں اس کی شادی کر سکیں۔ دعا گو کہ حسن کے مروجہ معیار پر پورے نہیں اترتی تھی کیونکہ نہ اس کا رنگ بہت گورا تھا نہ آہو چشم نہ گھنی دراز زلفیں...... مگر اس کی شخصیت میں ایک سحر اور کشش تھی۔ اپنے ساڑھے پانچ فٹ قد اور نازک سراپا کی وجہ سے وہ سب میں نمایاں نظر آتی تھی۔ جب وہ انگلش لہجے میں اردو بولتی تو اور بھی خوب صورت لگتی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ عام پاکستانیوں کے مقابلے میں تایا کی فیملی زیادہ دین دار تھی...... گو دعا کو شلوار قمیص پہننے کی بالکل عادت نہیں تھی مگر وہ جینز کے ساتھ لمبی قمیص اور اسکارف لیتی تھی۔ وہ جلد ہی میرے سوا سب سے گھل مل گئی کہ میرے ساتھ اس کا رویہ لیا دیا سا تھا شاید اس لیے بھی کہ میں گھر کا بڑا بیٹا تھا۔ دونوں چھوٹی بہنیں اور چھوٹا بھائی مجھ سے بے پناہ محبت کرتے تھے پھر بقول میری چھوٹی بہن نبین مہک کے۔

”اللہ تعالیٰ نے بھائی کو بڑی فرصت میں بنایا ہے۔ چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد، گورا رنگ، سیاہ گھنیرے بال اور کسرتی جسم۔ پاکستانی تو بھائی لگتے ہی نہیں۔

جانے کتنی لڑکیاں یونی ورسٹی میں ان پر مرتی ہوں گی۔'' مہک کے لہجے میں شرارت چھپی تھی۔ فیضان کو ہنسی آگئی۔

''میری بہنا! یہ سب تمہاری محبت ہے۔ ہر بہن کو اپنا بھائی دنیا میں سب سے زیادہ حسین لگتا ہے ورنہ تم دونوں بہنیں اور جبران کیا کسی سے کم ہو؟''

مگر یہ حقیقت تھی کہ فیضان کی شخصیت متاثر کن تھی۔ شکلاً ہی نہیں وہ مزاجاً بھی عام نوجوانوں سے مختلف تھا۔ بے حد ذمہ دار، حساس، خوش مزاج، سب کا خیال رکھنے والا اور خوش اخلاق، تینوں بہن بھائیوں اور ماں باپ کو اس پر فخر تھا۔ کم عمری میں ہی اس نے انجینئرنگ یونی ورسٹی سے ایم ایس کر کے ابا کی فیکٹری کی بہت سی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں اور باوجود باپ کے اصرار کے اس نے باہر جا کر پڑھنے سے انکار کر دیا تھا اس کو اپنے وطن اور گھر والوں سے بے پناہ محبت تھی اور وہ انہیں چھوڑ کر جانے کے لیے تیار نہیں تھا۔

......

اس دن ہم چاروں بہن بھائی لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے جب اچانک دعا کی غیر موجودگی محسوس کرتے ہوئے میں نے مہک سے دعا کو بلانے کے لیے کہا تو تینوں کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ تینوں نظروں ہی نظروں میں کچھ اشارے کرنے لگے۔

''بھائی آج کل دعا باجی پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہو رہے ہیں!'' دھنک کے لہجے میں شرارت تھی۔

''پاگل ہو گئے ہو تم لوگ۔ دعا نے مجھے سیٹوں کی بکنگ کے لیے کہا تھا۔ مجھے ان لوگوں کے پاسپورٹ اور ٹکٹ چاہئیں تھے۔''

''ویسے بھائی آپ کو پتا ہے آج کل اماں ابا اور تایا کے درمیان کیا مسکوٹ چل رہی ہے؟'' مہک شرارت سے بولی۔

''یہ تم کس قسم کی اردو بولنے لگی ہو؟ مسکوٹ! اس سے اچھی تو دعا کی اردو ہے۔'' فیضان نے منہ بنا کر کہا تو تینوں نے ہنسنا شروع کر دیا۔

''ہاں بھئی اب بھائی کو ہماری زبان کیوں اچھی لگنے لگی۔ ان کو تو ہر چیز دعا باجی کی ہی اچھی لگے گی۔'' جبران نے بھی اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا اور باوجود کوشش کے فیضان اپنی ہنسی نہ روک سکا۔

''یہ محبت بھی کیا چیز ہے، خوشبو کی طرح ہر سمت پھیل جاتی ہے۔ چاندنی کی طرح چٹکنے لگتی ہے۔ ہوا کی طرح مہکنے لگتی ہے۔ کیا اس کے چہرے پر لکھا ہے یا اس کا ہر انداز چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ اسے دعا سے محبت ہوگئی ہے؟

یہ حقیقت تھی کہ دعا غیر محسوس طریقے سے اس کے حواسوں پر چھانے لگی تھی اور شاید گھر والوں نے بھی اس کی پسندیدگی کو محسوس کر لیا تھا۔ خود دعا بھی اس کی شخصیت کی سحر انگیزی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی تھی۔ اس کا گھبرانا، شرمانا اور فیضان کے سامنے آنے سے گریز اس بات کا ثبوت تھا کہ ''دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی۔'' مگر ایک مشکل تھی دعا برطانیہ نژاد تھی اور وہ پاکستان رہنے کے لیے کسی طور تیار نہیں تھی۔ یہاں کی گندگی، افراتفری، بدنظمی اور بدانتظامی اس کے اعصاب پر سوار تھی۔ اس کو یہ رشتہ منظور تھا مگر اس شرط پر کہ فیضان اس کے ساتھ لندن چلا جائے۔ گو ڈیفنس میں صدیقی صاحب کا گھر کافی کشادہ اور خوب صورت تھا۔ نوکر چاکر کی بھی کمی نہ تھی مگر آئے دن کی لوڈشیڈنگ اور روز روز کی ہڑتالوں اور مارکیٹوں کے بند ہونے نے اس کو بے زار کر دیا تھا مگر جب فیضان نے یہ سنا تو وہ بگڑ گیا۔

''اماں! یہ ناممکن ہے۔ یہ پہلی بار ہوگا کہ لڑکا رخصت ہو کر لڑکی کے گھر چلا جائے۔ میں اپنا ملک اور اپنے لوگ چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا خواہ یہ شادی ہو یا نہ ہو۔''

''بیٹا ہم خود تمہیں اجازت دے رہے ہیں۔ تمہاری جدائی ہمارے لیے بھی کسی صدمے سے کم نہیں مگر ملک کے حالات کا تقاضا یہی ہے کہ تم باہر چلے جاؤ۔ تم کیا جانو، تم چاروں بہن بھائی جب تک خیریت سے گھر نہیں آ جاتے میں جلے پاؤں کی بلی کی طرح گھر میں پھرتی رہتی ہوں۔ ہر لحظہ کسی انہونی کا ڈر اعصاب پر سوار رہتا ہے۔ کوئی انجانی گولی، کوئی بم دھماکا۔ آیت الکرسی پڑھ پڑھ کر منہ خشک ہو جاتا ہے۔ کسی بچے کو آنے میں دیر ہو جائے تو مجھے لگتا ہے میرا دل بند ہو جائے گا۔'' اماں نے دکھ سے ٹھنڈی سانس بھری۔

''واہ اماں! آپ کا بھی جواب نہیں...... یہ ایمان کی کمزوری کی پہلی نشانی ہے۔ آپ جانتی ہیں بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ انسان کی جتنی سانسیں دنیا میں لکھی ہیں وہ اس سے زیادہ ایک سانس بھی نہیں لے سکتا۔ جو رات قبر میں آنی ہے وہ یہاں ہو یا وہاں۔ وہ تو آ کر رہے گی۔ پھر اماں یہ ہمارا ملک ہے۔ قرض ہے آپ پر اس کا۔ اس ملک نے ہمیں کسی قابل بنایا ہے۔ اگر ہر کوئی آپ کی طرح سوچنے لگے تو خالی ہو جائے گا یہ ملک نوجوانوں سے......!''

''اچھا بس رہنے دو اپنا لیکچر......!'' اماں جل کر بولیں۔ ''کون ہے جو یہاں رہنا چاہتا ہے۔ ہر شخص بظاہر محب وطن بنا ہوا ہے مگر صرف وہی لوگ رہ رہے ہیں جن کے پاس حیثیت یا وسائل نہیں، موقع ملے تو کوئی بھی نہ رہے۔ ورنہ دیکھ لو جتنے سیاست دان ہیں جن کے پیٹ میں ہر وقت حب الوطنی کے مروڑ اٹھتے رہتے ہیں کس کے بچے بیوی یہاں ہیں۔ ارے یہ سب دوغلے اور مفاد پرست ہیں۔ سب نے ماسک لگا رکھے ہیں۔ ان کا ظاہر اور باطن الگ الگ ہے۔ دیکھو تم سیٹ ہو جاؤ تو جبران کو بھی وہیں بلا لینا اور بہنوں کی ہم شادی کر دیں گے۔''

''اور اماں، آپ اور ابا......؟'' فیضان نے بے تابی سے پوچھا۔

''ہمارا کیا ہے، کچھ گزار لی، باقی بھی گزر جائے گی۔ مگر اس عمر میں ہم اپنا ملک نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کی مٹی میں ہماری جڑیں ہیں۔ اس کے بغیر ہم رہ نہیں سکتے۔ اس ملک کے چپے چپے اور گوشے گوشے سے ہمیں پیار ہے۔'' اماں کی آنکھیں روشن ہوگئی تھیں۔

''واہ اماں واہ! کیا دہرا معیار ہے آپ کا اور کیا دہری سیاست ہے خالص سیاست دانوں کی طرح۔'' فیضان نے طنزیہ انداز میں بے ساختہ تالیاں بجائیں۔

''اڑالو بیٹا مذاق مگر تم نہیں سمجھ سکو گے کیونکہ تمہارا دل ''ماں'' کا نہیں ہے۔ کون سی ماں یہ چاہے گی کہ اس کا لخت جگر اس کی نظروں سے دور رہے اور پھر اس عمر میں جبکہ ہمیں تمہارے سہارے کی زیادہ ضرورت ہے مگر ہم اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ موت کا ایک دن معین ہے، ہم دانستہ اس سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم اپنے بچوں کو زندہ سلامت دیکھنا چاہتے ہیں۔ تم چاہو تو مجھے خود غرض کہہ لو مگر مجھے لگتا ہے کہ اولاد کے معاملے میں ہر ماں خود غرض ہوتی ہے۔ میں خوف کے حصار سے نکل نہیں پاتی۔ اس لیے میرے بچے تم اپنے تایا اور ابا کی خواہش کا احترام کرو پھر میں جانتی ہوں تم دعا کو پسند کرتے ہو اور وہ بھی اس رشتے سے خوش ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری محبت کی اسیر ہو کر تمہارا ہر فیصلہ قبول کر لے فی الحال تو تم ہماری بات مان لو......''

فیضان کسی صورت راضی نہیں تھا لیکن کچھ دل

کے تقاضوں اور پھر سب کے اصرار نے اسے ہامی بھرنے پر مجبور کردیا۔ بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی اور وہ لندن چلے آئے جبکہ تایا تائی پاکستان سے ہی بیٹوں کے پاس امریکا چلے گئے۔

❁

پہلا برس بڑا خوشگوار گزرا۔ فیضان اور دعا دونوں ہی جاب کرتے تھے۔ ابتدا میں فیضان کو لندن میں رہنا تھوڑا مشکل لگا۔ شدید برف باری، دھند، سردی وہ کہاں عادی تھا۔ ہر جگہ جانے کے لیے پاکستان میں گاڑی موجود ہوتی تھی۔ نوکر چاکر پھر بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے اس کی ایک حیثیت تھی۔ یہاں ہر کام خود کرنا پڑتا تھا۔ تب بھی دعا سنائی رہتی تھی۔

"مجھے تو حیرت ہوتی ہے۔ پاکستان کے مرد کس قدر سہل پسند ہیں۔ بیوی جاب کرے۔ تب بھی ہل کر پھلی نہیں پھوڑیں گے۔ لگتا ہے ان کے ہاں عورت کی کوئی اوقات وحیثیت ہی نہیں۔ مشین بنی رہتی ہے اور مردوں کو رعب جمانے کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں ہوتا۔" تنگ آکر اور دل پر جبر کر کے فیضان بھی اس کا ہاتھ بٹانے لگا ورنہ پاکستان میں تو کبھی اس نے ہل کر پانی نہیں پیا تھا۔ دوسرے برس اللہ نے ان کو ایک بیٹا عطا کردیا۔ دونوں ہی بہت خوش تھے لیکن دعا نے نوکری چھوڑنے سے انکار کردیا۔ بچہ رکھنا ایک مسئلہ تھا۔ پاکستان میں مشترکہ خاندانی نظام کی افادیت کا اندازہ اب ہورہا تھا۔ نانی، دادی کیا' بعض اوقات تو پڑوسی تک خیال کرلیتے ہیں۔ تایا تائی مستقل طور پر امریکا چلے گئے تھے۔ پاکستان سے اماں کا اصرار تھا کہ ذیشان کو ان کے پاس بھیج دیا جائے جب اسکول جانے کے قابل ہوگا تو وہ واپس بھیج دیں گیں لیکن دونوں ہی پہلوٹھی کی اولاد کو جدا کرنے کو تیار نہیں تھے۔ پھر ذیشان کی دیکھ بھال کے لیے ایک میڈ رکھ لی گئی۔

❁

ایک دن اتفاقاً وہ گھر جلدی آگیا کہ فلیٹ کی چابی فیضان کے پاس بھی تھی۔ ذیشان چیخ چیخ کر رو رہا تھا اور میڈ اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ خوش گپیوں کرنے میں مصروف تھی۔ فیضان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مشکل سے اس نے خود پر قابو پایا۔ پھر جونہی دعا گھر میں قدم رکھا وہ اس پر بری طرح برس پڑا۔ دعا نے میڈ کو اسی وقت نوکری سے نکال دیا۔

❁

آج کل فیضان کی طبیعت میں عجیب سی تبدیلیاں پیدا ہوگئی تھیں وہ گھر دیر سے لوٹنے لگے تھے۔ ان کا زیادہ تر وقت کلبوں میں گزرنے لگا تھا حالانکہ اس کے کہنے پر دعا نے ملازمت چھوڑ دی تھی مگر اس کے لیے اب فیضان کے پاس وقت ہی نہیں تھا۔ اسے کئی بار تو شک ہوا کہ انہوں نے ڈرنک بھی شروع کردی ہے کیونکہ اکثر اس کے کپڑوں سے مہک آنے لگی تھی حالانکہ دعا کے گھر میں ڈیڈی یا بھائیوں نے بھی سگریٹ کو بھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ کبھی تو وہ فیضان کا انتظار کرتے کرتے سو بھی جاتی تھی اور صبح ناشتے پر ہی ملاقات ہوتی تھی۔

"یہ آپ نے کون سی روش اپنالی ہے؟" ایک دن اس نے ناشتے کے دوران پوچھا۔

"کیوں کیا ہوا؟" فیضان بے پروائی سے بولا۔

"یہ دیر سے آنا، گھر سے باہر زیادہ وقت گزارنا"

"بھئی یہاں کے طور طریقے اپنا رہا ہوں۔ تو خوش ہونا چاہیے کہ لوگ مجھے 'پینڈو' نہیں سمجھیں"

"کمال ہے آپ کو تو مشرقیت، سادگی اور اسلامی شعار پسند تھا۔ یہ آپ نے اپنے طور طریقے کب سے بدل لیے؟" دعا کو غصہ آگیا

"یہ خیالات میرے پاکستان میں تھے، یہاں...

کر میرا ذہن بدل گیا ہے۔" فیضان نے چٹکیوں میں بات اڑائی۔

"اتنی تیزی سے تو گرگٹ بھی رنگ نہیں بدلتا ہوگا جیسے آپ نے بدلا ہے۔" دعا جل کر بولی۔

"بھئی میں زندگی کو بھرپور طریقے سے گزار رہا ہوں!"

"میرے بغیر......؟" دعا کو غصہ آگیا۔

"ہاں تمہارے بغیر۔ تمہارا کام گھر میں ہے باہر نہیں، باہر کی دنیا مردوں کے لیے ہے۔"

"فیضان میں کوئی پاکستان کی ان پڑھ جاہل اور دیہاتی عورت نہیں ہوں جو مردوں کی جوتی سمجھی جاتی ہے بلکہ وہاں تو بعض پڑھی لکھی خواتین کو بھی اپنے حقوق کا پتا نہیں ہے۔ مگر میں اپنا حق لینا جانتی ہوں۔ یہاں عورت مرد برابر سمجھے جاتے ہیں، سارے حقوق حاصل ہیں عورتوں کو، آپ مجھے گھر میں قید کر کے میری حق تلفی نہیں کرسکتے۔ ذیشان میرا ہی نہیں آپ کا بھی بیٹا ہے۔ اس کی پرورش کی ذمہ داری آپ کی بھی ہے۔" اس نے تحمل سے کہا۔

"زیادہ بکواس کی ضرورت نہیں ہے۔ عورت ہو عورت بن کر رہو میری باس بننے کی کوشش مت کرو۔" فیضان نے دعا کو بری طرح جھڑک دیا اور غصے سے باہر چلے گئے۔ وہ پریشان تھی کہ کیا کرے کہ اچانک اس کی ایک دوست جو ساؤتھ ہال میں رہتی تھی اپنے شوہر کے ساتھ آگئی۔ وہ فیضان کو اچھی طرح جانتی تھی۔ اور ان کے کرتوتوں سے بھی واقف تھی۔ اس کے شوہر اس کو چھوڑ کر چلے گئے تو دعا اس کے سامنے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے لگی، اس نے وعدہ کیا وہ اپنے شوہر کے ذریعے اس کے شوہر کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرے گی۔

❁

فیضان اس کی نظروں سے گر چکے تھے۔ ان کا ہر فعل اسے مشکوک لگتا تھا۔ اس کی دوست ثریا ہر دوسرے تیسرے دن آجاتی اور گھنٹوں فیضان کو سمجھاتی مگر ان پر تو جیسے اثر ہی نہیں ہوتا تھا۔ اب تو فیضان باقاعدہ تلخ کلامیوں پر اتر آئے تھے اور اکثر ثریا کی موجودگی میں ہی شروع ہوجاتے تھے۔ ویسے تو وہ کافی ماڈرن اور آزاد خیال تھی مگر اندر سے ڈری سہمی مشرقی عورت' جو شوہر کی توجہ کسی اور عورت پر برداشت نہیں کرسکتی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ اب فیضان کی دلچسپی روز بہ روز ثریا کی طرف بڑھتی جارہی ہے۔ وہ دونوں گھنٹوں فون پر باتیں کرتے رہتے اور وہ جلتی کڑھتی رہتی۔ لندن میں کوئی قریبی عزیز بھی نہیں تھا۔ وہ امریکہ میں اپنے ڈیڈی ممی کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ فیضان کا دل اس سے بھر گیا ہے۔ اسے اس کی ضرورت نہیں رہی۔ اسے اپنے مستقبل کے ساتھ ساتھ اپنے معصوم بچے کی فکر بھی تھی۔ اسی دوران پاکستان سے فیضان کے امی ابو کا فون آگیا۔ انہوں نے اس قدر محبت سے بات کی کہ اس کا دل بھر آیا۔

"بیٹا! تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟ فیضان نے تو نہیں ستایا؟ ذرا اسے فون دو میں اس کی خبر لوں......"

دعا جانتی تھی فیضان اپنے گھر والوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور ماں باپ کے بہت فرماں بردار اور اطاعت گزار بیٹے ہیں۔ یقیناً ان کے سامنے فیضان کو اسے نظر انداز کرنے اور من مانی کی ہمت نہیں ہوتی مگر اس نے کچھ نہیں کہا۔ چچی اماں خود ہی بولیں۔

"بیٹا! مجھے معلوم ہے فیضان وہاں خوش نہیں ہوگا۔ تمہیں تنگ کرتا ہوگا کیونکہ اسے لندن جانے کے لیے ہم سب نے ہی مجبور کیا تھا!" وہ تھوڑے توقف کے بعد دوبارہ گویا ہوئیں۔

"اصل میں ایک پودے کو جڑ سے اکھاڑ کر دوسری

جگہ لگاؤ تو جڑ پکڑنے میں تھوڑا وقت تو لگتا ہے اور کبھی کبھار تو پودا جڑ بھی نہیں پکڑتا، مرجھا جاتا ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا ورنہ یہ گھر، یہ ملک اور ہم سب تو تمہارے ہیں ہی، جب جی چاہا آجاؤ......!'' چچی اماں کی باتوں سے اس کا دل بھر آیا۔ وہ اب انہیں کیسے بتاتی کہ فیضان یہاں آکر بالکل بدل گئے ہیں، وہ بیس سال میں نہیں بدلی، لیکن وہ چار دن میں بدل گئے۔ ماڈرن تہذیب نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا جبکہ وہ تو پیدا بھی یہاں ہوئی اور اس کی آنکھیں چندھیا دیں۔ اندھا کردیا۔ راہ سے بھٹکا دیا۔ اصل سے ہٹادیا۔

...... ۞ ......

دعا نے سوچ لیا تھا وہ ثریا سے دوستی ختم کردے گی۔ اس کا گھر آباد کرنے کے بجائے وہ برباد کرنے پر تلی تھی۔ فیضان روز بہ روز اس کے دیوانے ہوتے جا رہے تھے اور حیرت تو اسے ثریا کے شوہر پر تھی جس نے بے مہار گھوڑی کی طرح اپنی بیوی کو آزاد چھوڑا ہوا تھا۔ کیا اس میں غیرت نام کی کوئی چیز نہیں تھی؟

ایک دن تو حد ہوگئی۔ اس نے دیکھا کہ اس کا قیمتی بریسلیٹ غائب ہے۔ گھر میں ملازمہ تو آتی نہیں تھی۔ سارا کام وہ خود کرتی تھی اس لیے چوری کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے تنگ آکر فیضان سے پوچھا تو وہ بے پروائی سے بولے۔

''تمہاری دوست ثریا کو دیا ہے۔ اسے ضرورت تھی۔''

''آپ نے مجھ سے پوچھے بغیر دے دیا جبکہ آپ جانتے ہیں قیمتی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ میرے لیے بہت اہم بھی تھا؟''

''ہاں تو کیا ہوا، وہ کھا تھوڑی جائے گی۔ لا دے گی۔''

''آپ جانتے ہیں وہ بریسلیٹ آپ نے شادی پر مجھے منہ دکھائی میں دیا تھا......!'' وہ غصے میں چلائی۔ ''التفات کی بھی ایک حد ہوتی ہے!''

''تمیز کے دائرے میں رہو۔ دوست ہے وہ تمہاری......!'' فیضان کے لہجے میں درشتی در آئی۔

''اور آپ کی کیا ہے۔ محبوبہ، گرل فرینڈ یا......''

اس نے جملہ ادھورا چھوڑا تو فیضان نے غصے میں ہاتھ اٹھالیا جسے کمرے میں آتے ہوئے ثریا نے پکڑلیا۔

''یہ کیا جاہلانہ حرکت ہے فیضان بھائی! آخر دعا آپ کی بیوی ہے۔'' اس کے لہجے میں ملائمت تھی۔ پھر وہ دعا کی طرف گھومی اور بریسلیٹ اس کے حوالے کرتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں بولی۔

''معاف کرنا! تم سے پوچھے بغیر فیضان بھائی نے یہ مجھے دے دیا تھا جس کا مجھے پتا نہیں تھا۔ دراصل مجھے اس کا ڈیزائن چاہیے تھا!'' وہ یا تو جان بوجھ کے معصوم بن رہی تھی یا واقعی اس نے سچ مچ کچھ سنا نہیں تھا مگر وہ دل ہی دل میں ایک فیصلہ کر چکی تھی۔ اسے اس ملک میں نہیں رہنا تھا۔ جس میں بے وفائی کی بو رچی ہوئی تھی۔ جہاں مردوں کی دنیا غیر عورتوں کی اداؤں سے آباد تھی۔ ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا تھا، ابھی وقت اس کے ہاتھ میں تھا۔ جس کو وہ ریت کی طرح پھسلنے نہیں دینا چاہتی تھی۔ اسے پاکستان واپس جانا تھا اور جب اس نے فیضان کو اپنا فیصلہ سنایا تو انہوں نے بغیر چوں وچرا مان لیا۔

...... ۞ ......

اور میں فیضان صدیقی آج کتنا خوش ہوں۔ آج میں اپنے بیوی اور بچے کے ساتھ اپنے پیاروں کے پاس اپنے ملک جا رہا ہوں۔ میں نے دل پر جبر کرکے کچھ ماں باپ کے کہنے پر اور کچھ اپنے جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہاں آنے کا فیصلہ تو کرلیا تھا مگر سچ تو یہ ہے کہ میرا یہاں ایک دن بھی دل نہیں لگا۔ تایا ابا کا پرتعیش اور سجا سجایا اپارٹمنٹ لندن کے وسط میں تھا۔ لندن کی سب سے بڑی مسجد کے قریب، مادام تساؤ کے مومی مجسمے، آکسفورڈ اسٹریٹ، ہائیڈ پارک، غرض بے حد گنجان اور مہنگا ایریا تھا جہاں ہماری رہائش تھی۔ گاڑی تو خیر کھڑی ہی رہتی تھی، ہم دونوں میاں بیوی ٹیوب سے اپنی اپنی ملازمتوں پر چلے جاتے تھی۔ شروع کے دن تو خوشیوں کے ہنڈولے میں جھولتے اور کافی جگہیں گھومنے میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا، پھر Gunnesburg، اور ریجنٹ پارک تو بڑی مسجد سے بہت نزدیک تھا۔ آکسفورڈ اسٹریٹ پر شاپنگ عام لوگوں کے بس کی بات نہیں، زیادہ تر وہاں مجھے عربین شاپنگ کرتے نظر آئے۔ پھر دعا نے بکنگھم پیلس بھی دکھایا۔ سب سے اچھا مجھے Longleat Safari لگا جہاں تمام جانور بندر سے لے کر شیر اور ہاتھی تک آزاد گھوم رہے تھے۔ London Dungoon میں مجھے اپنی دونوں بہنیں اور بھائی بے حد یاد آئے۔ ایک ماہ گھومنے پھرنے میں اس طرح گزر گیا کہ اکیلے پن کا احساس ہی نہیں ہوا لیکن جب معمول کی زندگی شروع ہوئی تو مجھے لگا زندگی میں خلاء ہے۔ بے چینی اور بے قراری ہے۔ شام کو ہم دونوں جب تھکے ہارے فلیٹ میں داخل ہوتے تو دعا کی کوشش ہوتی کہ گھر کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹاؤں۔ پاکستان میں تو مردوں کے کام کرنے کا وہ بھی گھریلو کام کا تو کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ خواہ غریب ہوں یا امیر۔ گھریلو کام تو خواتین ہی کرتی ہیں نہ انہوں نے کبھی تقاضا کیا نہ ہم مردوں نے اس کا احساس کیا، مگر یہاں قدم قدم پر دعا مجھے احساس دلاتی تھی کہ یہاں عورت مرد برابر ہیں۔ مجبوری میں اس کا ہاتھ بٹانے لگا مگر گھر سے لے کر

باہر تک مجھے ایک عجیب سناٹے اور ویرانی کا احساس ہوتا۔ باہر نکلتے تو ہر آنے جانے والا ہیلو ہائے Have a nice Day کہنا اپنا فرض سمجھتا اور بس......! اور پاکستان میں تو ہر جانے والا جب تک گھر کے ہر فرد کی خیریت نہیں پوچھ لیتا گویا حق ہمسائیگی ادا نہیں ہوتا۔ پھر کبھی کوئی رشتہ دار آ رہے ہیں، تو کبھی ہم لوگ کسی کی تقریب میں جا رہے ہیں اور کچھ نہیں تو ہم چاروں بہن بھائی کبھی کبھی زم زمہ تو کبھی میک ڈونلڈز یا کے ایف سی پر چلے ہی جاتے تھے۔ گو لندن میں قدم قدم پر حلال گوشت کی دکانیں موجود ہیں مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی۔ میں اکثر نماز مسجد میں دعا کے ساتھ پڑھنے چلا جاتا تھا۔ لیکن اذان کی آواز کو کان ترس رہے تھے۔ رمضان شریف میں تو میرا دل کرتا روزے ہی نہ رکھوں۔ پاکستان کی رونقیں یاد آتیں۔ سحری میں برتن بجنے کی آوازیں، شام کو ہر جگہ پکوڑے، سموسوں اور دیگر چیزوں کی خوش بوؤں سے مہک رہی ہوتی۔ نوکروں کے باوجود دونوں بہنیں ہماری فرمائش پر کچن میں افطاری کے لیے کچھ نہ کچھ خصوصی طور پر ضرور بناتیں۔ مجھے یاد تھا ہے افطاری میں ہم نے کبھی کھانا نہیں کھایا تھا۔ "یار کسی دن تو کھانا رکھ لو افطاری روز روز کھا کر پیٹ ہی خراب نہ ہو جائے۔" مگر میں سب سے زیادہ احتجاج کرتا "ابا ایک ہی تو مہینہ ہوتا جو ہم افطاری کھاتے ہیں کھانا تو سارا سال کھاتے ہیں۔" افطاری دعا بھی پورے رمضان بناتی تھی مگر مجھے اپنے گھر کی رونق اور چہل پہل یاد آنے لگتی تھی۔ اور میں بغیر کھائے پیئے اٹھ جاتا تھا۔ ذیشان نے میری بے کیف زندگی میں رنگ بھر دیے، سناٹے کا احساس کم ہونے لگا۔ ایک دن مذاق مذاق میں میں نے اس کی پشت پر ہلکا سا دھپ مارا تو دعا فوراً بولی "دیکھئے یہ بڑا ہو جائے تو کبھی غلطی سے بھی اس کو ماریے گا نہیں ورنہ پولیس آ جائے گی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" میں ہونق ہو گیا۔

"یہاں بچوں پر ہاتھ اٹھانا جرم ہے۔ اگر بچہ سمجھ دار ہے تو وہ پولیس بلا لے گا اور آپ کو جیل ہو جائے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آپ پر تشدد کا الزام لگا کر بچہ اپنی تحویل میں لے لیں۔"

"یعنی اگر کبھی بچے کی غلطی پر اسے تنبیہ کرنے یا شرمندہ کرنے کے لیے میں نے اپنے بیٹے کو ایک تھپڑ بھی مارا تو یہ جرم ہوگا؟"

"بالکل بلکہ ابھی دو سال پہلے پڑوس میں ایک دس سالہ بچے کو اس کے باپ نے حد درجہ بدتمیزی پر طمانچہ مار دیا تھا۔ بچے نے پولیس بلا لی اور باپ کو حوالات کی ہوا کھانی پڑی۔"

میرا دل چاہا اپنا سر پیٹ لوں کیا ماں باپ کا اپنی اولاد پر اتنا بھی حق نہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا ابا نے تو خیر کبھی نہیں لیکن اماں نے اکثر ہم دونوں بھائیوں کی بچپن میں پڑھنے یا لکھنے پر چھترول ضرور کی تھی بلکہ جبران جو میٹرک کا طالب علم تھا اس کا تو اب تک یہ حال تھا کہ اماں کو چپل ہاتھ میں دے کر سر جھکا لیتا تھا۔

"اماں! شروع ہو جایئے!"

"مگر کیوں بیٹا!" اماں حیران ہو جاتیں۔

"یہ میں بعد میں بتاؤں گا، پہلے آپ دو چار چپلیں میری کمر پر چھاپ کر اپنا غصہ ٹھنڈا کر لیں۔"

"مگر ہوا کیا......؟"

"وہ پرسوں خالہ جی کا فون آیا تھا اور انہوں نے تاکید کی تھی کہ آپ کو یاد سے بتا دوں مگر کیونکہ آپ اس وقت گھر میں نہیں تھیں، کوئی ایمرجنسی تھی اور میں بھول گیا اب خالہ جی تو بعد میں دھنائی لگائیں گی آپ پہلے بسم اللہ کر لیں۔" اور اماں کو غصے کی جگہ ہنسی آ جاتی اور خود میں جب جبران کو غصے میں ڈانٹنے پر آتا تھا تو مارنے میں تھوڑی ہی کسر رہ جاتی تھی اور وہ بے چارہ میرے گلے میں بانہیں ڈال کر یہی کہتا تھا۔

"بھیا دو تھپڑ مار لیا کریں مگر غصہ مت کیا کریں جبکہ آپ تو ہیں ابا لو کا مجسمہ!" اور مجھے بھی ہنسی آ جاتی تھی۔

"اور آپ کو ایک مزے کا قصہ سناؤں۔ میری دوست نے سنایا تھا۔ ایک پاکستانی خاندان میں باپ نے بچے کو مارا تو بچے نے باپ کو جیل میں بند کرا دیا۔ وہاں سے آتے ہی باپ نے پاکستان کا ٹکٹ کٹایا اور جونہی جہاز سے باپ بیٹا باہر نکلے اس نے وہیں پکڑ کر بیٹے کی پٹائی لگائی اور خوب چیخا۔

"بلا سالے اب پولیس کو دیکھوں کون مائی کا لعل مجھے مارنے سے روکتا ہے!" دعا یہ قصہ سنا کر ہنسنے لگی لیکن میرے لیے یہ لمحہ فکریہ تھا۔

اتفاقاً مسجد میں میری اپنے ایک پرانے دوست سے ملاقات ہو گئی۔ عثمان سومرو، اس کا تعلق اندرون سندھ سے تھا وہ کافی عرصے سے اپنی بیوی کے ساتھ لندن میں رہ رہا تھا۔ اس کا قصہ بھی کچھ یوں تھا کہ وہ پڑھا لکھا اور زمیندار فیملی سے تعلق رکھتا تھا مگر اس میں زمینداروں والی کوئی خو بو نہیں تھی۔ بے حد مہذب اور سلجھا ہوا۔ لگتا نہیں تھا کہ اس کا باپ سندھ کا بہت بڑا وڈیرا ہے۔ سندھی ہونے کے باوجود اس کی اردو بہت شستہ تھی۔ وہ غریب ہاری کی لڑکی کو پسند کرتا تھا لیکن دونوں خاندانوں میں خاندان سے باہر شادی نہیں ہوتی تھی۔ ثریا ایک پڑھی لکھی لڑکی تھی مگر والدین اس کی قرآن سے شادی کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ جب سارے راستے مسدود ہو گئے اور دونوں کے ملنے کی کوئی آس باقی نہ بچی تو پھر میں نے اپنے ابا کی مدد سے اس کی مدد کی کیونکہ پنچایت نے ثریا کی گستاخی پر اسے "کاری" کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کسی طرح ہم نے اسے ملک سے باہر نکالا اور انہوں نے لندن میں سیاسی پناہ حاصل کی۔ وہ میرا بہت ممنون تھا اور اس نے جو راستہ اور اس مسئلے کا حل نکالا وہ مشکل اور غیرت والا تھا مگر اس نے میری دوستی کی خاطر اس کو قبول کر لیا۔ شاید وہ میرے احسانوں کا بدلہ اس طرح اتارنا چاہتا تھا اور اس کا سارا کریڈٹ دونوں میاں بیوی کو جاتا تھا کہ جنہوں نے دعا کے دل میں حسد کی آگ لگا کر میری محبت کو اس کے دل میں تازہ کر دیا تھا۔ وہ سچ مچ مجھ سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔ عورت تو اپنے شوہر کو کسی رنگین خیال کا تعاقب کرنے کی اجازت کبھی نہیں دیتی۔ پھر میں جو ثریا سے بے تکلف ہو رہا تھا وہ کیسے برداشت کرتی۔ اس کے دل میں ثریا کی طرف سے ایسا خطرہ بیٹھ گیا تھا کہ وہ ہر دم متوحش اور سراسیمگی کا شکار رہنے لگی۔ عدم تحفظ نے اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں اس کو کبھی نہیں بتاؤں گا کہ اس نے ایک مخلص دوست اور میں نے ایک بے لوث ساتھی کی رفاقت قربان کر دی تھی۔ دونوں کا تاثر دعا کی نظر میں خراب ہو گیا تھا لیکن میری ادھوری زندگی مکمل ہونے جا رہی ہے۔ میرا وطن اور دعاؤں والے ہاتھ میرے منتظر ہیں۔

ویسے آپس کی بات ہے "اُم الخبائث" کو تو میں نے کبھی ہاتھ بھی نہیں لگایا صرف کپڑوں پر تھوڑا اسپرے کیا تھا۔ آخر "مے نوش" بھی تو نظر آنا تھا نا!

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

بلال......چوک مرلے

ج: رشتے کے لیے، سورۃ الفرقان آیت نمبر 74، ستر مرتبہ بعد نمازِ فجر پڑھیں۔ اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ۔ (یہ وظیفہ آپ خود پڑھیں ان کے لیے) دعا بھی کریں۔

معاشی مسائل کے لیے سورۃ القریش اکیس مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھیں۔ (اس وقت احساسِ کمتری کا شکار ہیں رشتہ کا مسئلہ حل ہوجائے گا پھر ٹھیک ہوجائیں گی)۔

عنبرین گل......مظفر گڑھ

ج: بیماریوں کے لیے "یارزاق یا فتاح" ہر وقت ورد میں رکھیں۔ صدقہ خیرات کرتے رہیں۔

بی بی! اتنا چڑچڑا پن عقل و سمجھداری کے باوجود؟

تحسین بی بی......آزاد کشمیر

ج: رشتوں کے لیے بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74، ستر مرتبہ اول و آخر درود شریف۔ گیارہ گیارہ مرتبہ جن کے رشتے نہیں ہوئے وہ خود پڑھیں۔ دعا بھی کریں۔

صحت کے لیے روزانہ فجر کی نماز کے بعد سورۃ الفاتحہ اکتالیس مرتبہ اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ کے ساتھ پانی پر دم کریں اور سب گھر والے نہار منہ وہ پانی پیئیں۔ یہ روزانہ کا عمل کریں گھر کا کوئی ایک فرد یہ وظیفہ کرے۔

صباء صدیق......کوئٹہ

ج: ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ "یا عزیز" پڑھ لیا کریں۔ دعا بھی کریں۔

آمنہ اعوان......حیدرآباد

ج: (سورۃ ق کی آیت نمبر ۲۲)۔ احمد سرمہ استعمال کریں رات کو سوتے وقت لگائیں۔ لگاتے وقت یہ آیت مبارکہ گیارہ مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ جب بھی وضو کریں اس کے بعد آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بغیر پلک جھپکائے "سورۃ القدر" (تیسواں پارہ) ایک مرتبہ پڑھا کریں۔ ان شاء اللہ جلد یہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔ یہ عمل جاری رکھیں۔

موٹاپے کے لیے حکیم صاحب سے رابطہ کریں۔ بہترین طبیب ہیں ان کا نمبر ہے۔ 0321-2450019

سمعیہ کنول......فیصل آباد

ج: نماز کی پابندی کریں۔

رشتے کے لیے بعد نمازِ فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74 ستر مرتبہ پڑھیں اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ۔ راضی کرنے کے لیے دعا بھی کریں۔

"لیخرجکم من الظلمت الی النور." (سورۃ حدید آیت نمبر 9 پارہ 27) تین سو تیرہ بار بعد نمازِ عشاء۔

سدرہ عنایت......حافظ آباد

ج: عشاء کی نماز کے بعد ایک تسبیح استغفار ایک تسبیح درود شریف ایک تسبیح تیسرا کلمہ۔ یہ وظیفہ پابندی سے کریں۔ اپنی پڑھائی کے لیے دعا کریں۔

786 ع

ج: بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74، ستر مرتبہ پڑھیں۔ اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ۔

دعا یہ کریں کہ جہاں آپ کا رشتہ بہتر ہو وہاں ہوجائے۔

فوزیہ پروین......اوکاڑہ

ج: ہر فرض نماز کے بعد ایک سو اکیس بار "بسم اللہ" پوری پڑھیں پھر دعا کریں اپنی محبت کے لیے۔

استخارہ آپ خود کریں۔ پھر رابطہ کریں یا کوئی فیصلہ۔

صباحت رانی......گجرات

ج: معاشی مسائل کے لیے ہر نماز کے بعد اکیس مرتبہ "سورۃ القریش" پڑھیں اور فجر کی نماز کے بعد سورۃ

یسین شریف اور سورۃ مزمل پڑھا کریں۔ (ایک ایک مرتبہ) یہ عمل گھر کے تمام افراد کریں۔

والد صاحب ہر وقت "یارزاق یا فتاح" کا ہر وقت ورد رکھیں اور باوضو رہیں۔

بیماریوں کے لیے، سورۃ الفاتحہ اکتالیس مرتبہ اول و آخر درود شریف۔ گیارہ گیارہ مرتبہ بعد نماز فجر پانی پر دم کرلیں اور تمام افراد یہ پانی نہار منہ پیئیں۔

محمد اقبال......کراچی

ج: ہاتھوں کے بے جا استعمال کا نتیجہ ہے۔ استغفار پڑھیں۔ روزانہ صبح و شام "سورۃ البینہ" گیارہ بار پڑھ کر پانی پہ پھونک مار کر پئیں۔

فوزیہ فاروق......فیصل آباد

ج: "یارزاق یا فتاح" ہر وقت پڑھیں شوہر۔ سورۃ الفلق، سورۃ الناس گیارہ گیارہ بار۔ رات سوتے وقت پڑھ کر اپنے دل و دماغ پہ پھونک کر سوئیں۔

ہومیو ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

کرن بتول......میانوالی

ج: سورۃ البقرہ روزانہ ایک بار پڑھ کر ایک جگہ پانی پہ پھونک مار کر سب کو پلائیں۔

نیت: گھر سے فقر و فاقہ ختم ہو۔ مٹھی بھر آٹا، چاول روزانہ خیرات کریں۔

ع۔د......میانوالی

ج: اللہ مسبب الاسباب ہے۔ بعد فجر، ستر بار سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74 روزانہ پڑھیں۔ تاوقتیکہ رشتہ ہوجائے۔

نیت: جو آپ کے اور گھر والوں کے حق میں بہتر ہو وہ ہو۔

نورین شفیع......ملتان

ج: بھائی کا نام اور والدہ کا نام بتائیں۔

سعدیہ خورشید......اسلام آباد

ج: بعد نماز فجر اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔ ستر مرتبہ سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74

دعا: جہاں آپ کے حق میں بہتر ہو وہاں رشتہ ہوجائے۔

م۔ع......مانگٹ

ج: نوکری کے لیے سورۃ الیل (تیسواں پارہ)۔ گیارہ مرتبہ بعد نماز عشاء اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ دعا بھی کریں۔

پنوں......ملتان

ج: پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کریں۔ نماز کے بعد "سورۃ الاخلاص" گیارہ بار پڑھ کر دعا کریں۔

فوزیہ کوثر......قصور

ج: رشتے کے لیے بعد نمازِ فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74، ستر مرتبہ۔ اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

ہوائی اثر ہے۔ ہر نماز کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ سورۃ الفلق، سورۃ الناس پڑھ کر اپنے پورے جسم پر دم کیا کریں۔ یہ عمل ہمیشہ کیا کریں۔ ان شاء اللہ پریشانی دور ہوجائے گی۔ تعویذ پہنے رکھیں۔

نورین غلام سرور......قصور

ج: ربّ زدنی علما "یا علیم" گیارہ مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ جب بھی پڑھنے بیٹھیں۔

اکتالیس مرتبہ سورۃ الفاتحہ اول و آخر درود شریف۔ گیارہ گیارہ مرتبہ فجر کی نماز کے بعد پڑھ کر پانی پہ دم کریں۔

صبح نہار منہ اور رات کو سوتے وقت وہ پانی سب گھر والے پیئیں۔ دوسرے دن اسی طرح دم کر کے پانی استعمال کریں۔ یہ عمل تین ماہ تک کریں۔ صدقہ بھی دیں۔ حسبِ توفیق (بکرا، مرغی)۔ یہ وظیفہ گھر کا کوئی بھی ایک فرد پڑھے۔

بی بی! قبض ام المرض ہے۔ حکیمی دوائی استعمال کریں لازماً۔

افشاں افضل......مقام نامعلوم

ج: پانچ وقت کی نماز ادا کریں۔ ہر فرض نماز کے بعد گیارہ بار "الھم انا نجعلک فی نحور ھم و

نعوذ بک من شرور ھم۔" پڑھیں۔

نیت: اے اللہ اس شخص کی نحوست اور شر سے نجات دے۔

نورین ارشاد......جہلم

ج: "یاولی" فجر اور عشاء کی نماز کے بعد ایک سو ایک مرتبہ۔ اول وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت تصور رکھیں کہ ان کے دل میں محبت پیدا ہورہی ہے اور وہ آپ کی طرف مائل۔

تحسینم سجاد......چکوال

ج: نوکری کے لیے "سورۃ الیل" گیارہ مرتبہ بعد نمازِ عشاء (تیسواں پارہ) اول وآخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ۔

رشتوں کے لیے سورۃ الفرقان آیت نمبر 74 ستر مرتبہ اول وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف بعد نماز فجر صرف وہی پڑھیں۔ جن کے رشتوں کا مسئلہ ہے۔

صنم ناز......گوجرانوالہ

ج: نوکری کے لیے 41 بار سورۃ لیل (تیسواں پارہ) اوّل وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف بعد نماز عشاء دعا کریں۔

ہر نماز کے بعد سورۃ القریش 11 مرتبہ پڑھا کریں ان شاء اللہ تنگدستی ختم ہوجائے گی۔

نادیہ ریاض......رحیم یار خان

جواب: بعد نمازِ فجر سورۃ الفرقان 74 ' 70 مرتبہ (اوّل وآخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ) دعا کریں کہ جہاں رشتہ بہتر ہو وہاں ہوجائے۔

بعد نماز عشاء تین مرتبہ سورۃ یٰسین (تیسواں پارہ) پھر درود شریف پڑھیں' نیت جو رکاوٹ ہے رشتہ میں وہ ختم ہوجائے اور رشتہ ہوجائے۔ ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ جلد حل ہوجائے گا' وظیفہ میں پابندی لازمی ہے۔

ارم کوثر......سرگودھا

جواب: والد کے لیے دعا کیا کریں' آپ نماز کی پابندی کریں' نماز کے بعد "یاقوی" سر پر ہاتھ رکھ کر گیارہ مرتبہ پڑھا کریں' ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

شمائلہ......بلدیہ ٹاؤن' کراچی

جواب: بعد نمازِ عشاء 313 مرتبہ سورۃ حدید آیت نمبر 9 (اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف) پڑھ کر دعا کریں۔

حرا اور سہیل کا حساب ٹھیک آرہا ہے' بہتر ہے استخارہ بھی کرلیں۔ ہر نماز کے بعد سورۃ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھ کر دعا کریں۔

رضیہ......فیصل آباد

جواب: وظیفہ صرف نماز کے ساتھ۔ ای کو یٰسین شریف' آیۃ الکرسی' آخری تین قل پڑھ کر پانی پر دم کرکے پلائیں اور تیل پر دم کرکے جسم پر ملیں اور پانی دکانوں پر چھڑکوائیں۔

صائمہ......خانیوال

جواب: بعد نمازِ فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ پڑھیں' اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ۔ (دعا یہ کریں کہ جہاں مقدر میں بہتر ہو وہیں رشتہ ہو۔ سورۃ یٰسین شریف کی آیت نمبر 65' 313 بار روزانہ پڑھیں۔ والدہ والد بھائی بہن سب اس رشتہ سے برگشتہ ہوجائیں۔

ش' م......حسن ابدال

جواب: بہتر ہے والدہ پڑھ لیں۔ میں دعا کروں گا۔

سلمٰی رفیق......مقام نامعلوم

جواب: بیٹا آیۃ الکرسی۔ سورۃ الفلق۔ سورۃ اخلاص۔ سورۃ الناس 41.41 بار پڑھ کر تیل پر دم کرکے اپنی باجی کے سر میں صبح وشام مالش کریں' ان شاء اللہ دو ماہ میں آرام ہوگا۔

بشریٰ ملک......فیصل آباد

جواب: سورۃ الجن ایک بار پڑھ کر پانی پر پھونک مارکر پورے گھر میں چھڑکیں روزانہ' والدہ کی پسلی جھٹکے سے ہی صحیح ہوجائے گی۔ ٹوٹی نہیں ہے اگر ٹوٹی ہوتی تو سوجن ہوتی۔

جب گھر میں چینی آئے اس پر تین مرتبہ سورہ المزمل پڑھ کر دم کردیں اوّل وآخر تین تین مرتبہ درود شریف

پڑھتے وقت تصور کریں کہ دلوں میں محبتیں پیدا ہورہی ہے۔ لڑائی جھگڑے ختم ہورہے ہیں۔

نماز کی پابندی کریں' عشاء کی نماز کے بعد استغفار' تسبیح درود شریف ایک' تسبیح تیسرا کلمہ کا معمول بنائیں' تمام افراد گھر کے۔ بے برکتی ختم ہوجائے گی ان شاء اللہ۔

غلام قادر......خانیوال

جواب: آیۃ الکرسی' سورۃ الفلق' سورۃ الناس ہر نماز کے بعد گیارہ گیارہ بار پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر پئیں۔

رات کو سوتے وقت 41-41 بار پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک مار کر پورے جسم پر ملیں۔

نیت: جو کچھ بھی آپ کے ساتھ ہے وہ سب ختم ہو۔

یاسمین......جہلم

جواب: ڈیڑھ پاؤ سرسوں کا تیل' اس پر 41 بار سورۃ الفاتحہ مع بسم اللہ کے۔

41 بار آیۃ الکرسی۔ 41 بار سورۃ الاخلاص۔ 41 بار سورۃ الفلق۔ 41 بار سورۃ الناس پڑھ کر دم کریں اور شوہر کے ناف سے لے کر پاؤں تک پوری اچھی طرح مالش کریں 41 روز۔ ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

شاہین......میر پور خاص' سندھ

جواب: بعد نمازِ فجر سورۃ یٰسین اور سورۃ مزمل ایک ایک مرتبہ ہمیشہ کا معمول۔ ہر ماہ صدقہ دیں پابندی سے (بکرا یا مرغا حسب حیثیت)۔ نیت یہ ہو کہ قرضہ اتر جائے۔ بے برکتی ختم ہوجائے' ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

جب فصل اگائیں ایک بار یٰسین شریف پڑھ کر پانی میں پھونک مار کر وہ پانی فصل والی زمین میں چھڑکیں پھر ایک ایک ماہ کے وقفے سے تین بار یہ عمل دہرائیں' اللہ مسبب الاسباب ہے۔

جواب نمبر 2: بعدِ نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ پڑھیں' اچھے رشتوں کے لیے دعا کریں رشتہ آجائے تو دیر نہ کریں (اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔

لبنیٰ شہزادی......وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

جواب: بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ پڑھیں (اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد 21-21 مرتبہ سورۃ الاخلاص' سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔ اگر موٹاپا زیادہ ہو تو اس نمبر پر حکیم صاحب سے رابطہ کریں۔ 0321-2450019

ص' ز......گجرات

جواب: فجر کی نماز کے بعد تین مرتبہ سورۃ یٰسین' ایک مرتبہ سورۃ مزمل۔ داخلہ کے بعد ایک مرتبہ سورۃ یٰسین' ایک مرتبہ سورۃ مزمل۔ اچھے نمبروں سے کامیابی کے لیے اوّل وآخر تین تین مرتبہ درود شریف۔ بعد نمازِ عشاء تین مرتبہ سورۃ عبس بغیر درود شریف کے۔ تصور جو عمل ہو وہ ختم ہوجائے (صرف پاکی کی حالت میں)۔ بعد میں ایک مرتبہ سورۃ بقرہ کا پانی دم کرلیا کریں' پورا ہفتہ استعمال کیا کریں تین ماہ تک۔ صدقہ بھی دیں بکرا یا مرغا۔ جواب ان کے شائع نہیں کیے جاتے جن کے کوپن نہیں ہوں (گھر کا کوئی ایک فرد کرے)۔

مس ناز......کراچی

جواب: رشتوں کے لیے سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ بعد نمازِ فجر اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔ جن کے رشتوں کا مسئلہ ہے وہ خود پڑھیں اور دعا بھی کریں۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ سورۃ بقرہ پڑھ کر پانی پر دم کریں' وہ پانی ایک مرتبہ پورے گھر میں چھڑکیں اور پورا ہفتہ وہ پانی پینے کے لیے استعمال کریں۔ گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ آئندہ ہفتہ پھر اسی طرح یہ عمل تین ماہ کرنا ہے' اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔ (حمام کے علاوہ)۔

مبین خالد......USA

جواب: جب گھر میں چینی آئے اس پر تین مرتبہ سورۃ مزمل (اوّل وآخر تین تین مرتبہ درود شریف) کے

ساتھ پڑھ کر پھونک دیا کریں' وہ چینی گھر کے سب افراد کے استعمال میں آئے۔ نیت یہ کریں کہ لڑائی جھگڑے ختم ہوں آپس میں۔

بعد نمازِ عشاء اسم "یاولی" 101 مرتبہ اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔ نیت میاں بیوی میں الفت کی۔ شیطانی عمل۔ آپ ادارے سے E mail کے ذریعے رابطہ کریں۔

عبدالوحید......راولپنڈی

جواب: سورۃ القریش ایک سو گیارہ بار روزانہ رات کو پڑھیں پھر دعا کریں۔

نسیم اختر......جہلم

جواب: صبح وشام پانی پر "سورۃ الناس" گیارہ گیارہ بار پڑھ کر دم کر کے پلائیں۔ نیت ان سب معاملات کی کریں کہ سب ختم ہوں اور گھر میں سکون ہو والسلام۔

سلمیٰ آصف......لاہور

جواب: سورۃ القریش 313 بار 41 روز تک۔

سمیرا اشرف......بنوں' خیبر پختونخواہ

جواب: بی بی! آخری تین قل 41-41 بار پڑھ کر تیل پر دم کر کے تین دن تک یا سات دن تک لگا تار زیرناف سے پاؤں تک مالش کریں دونوں پھر ملیں۔

آیۃ الکرسی ہر نماز کے بعد سات بار پڑھ کر رکاوٹیں کاروبار کی ختم ہونے کی دعا کریں۔

شازیہ......سکھر

جب بھائی سوجائے تو اس کے سرہانے کھڑے ہو کر "سورۃ العصر" 21 مرتبہ پڑھیں (اوّل وآخر گیارہ مرتبہ درود شریف اتنی آواز سے کہ اگر وہ جاگ رہا ہو تو سن سکے۔ نیت یہ رکھیں کہ فرماں بردار ہو اور نوکری پر جائے۔

نسیم اختر......سمندری

جواب: 41 بار درود شریف۔ 41 بار آیۃ الکرسی۔ 41-41 بار آخری تینوں قل تیل و پانی پر دم کر کے پورے جسم پر ملیں اور پانی پئیں 41 روز تک کریں۔

ردا......پیپلز کالونی' فیصل آباد

جواب: بعد نمازِ فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ (اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ دعا یہ کریں کہ اگر یہ رشتہ حق میں بہتر ہے تو دوبارہ بات بن جائے نہیں تو جہاں حق میں بہتر ہو وہاں ہو جائے۔

مصباح محبوب......راولپنڈی

جواب: رشتہ کے لیے سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اوّل وآخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھیں بعد نمازِ فجر دعا بھی کریں۔

گھر میں جب چینی آئے تو اس پر تین مرتبہ سورۃ مزمل (اوّل وآخر درود شریف) پڑھ کر پھونک ماریں اور چینی سب گھر کے تمام افراد کے استعمال میں رہے (نیت یہ ہو کہ آپ کی لڑائی ختم ہو اور محبت پیدا ہو)۔

بشریٰ ظہیر......ٹیکسلا راولپنڈی

جواب: جوابی لفافہ بھیجیں۔

خالدہ پروین' محمد بوٹا ناں......فیصل آباد

جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ پڑھیں اوّل وآخر درود شریف پڑھ کر دونوں کے رشتوں کے لیے دعا کریں ان شاءاللہ جلد مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ثوبیہ......فیصل آباد

جواب: بی بی معاملات گمبھیر ہیں۔ ان سب معاملات میں آسیبی دخل ہے اگر آپ کے قرب وجوار میں کوئی اچھا عامل ہو تو اس سے مکمل علاج کروائیں (آپ لوگوں کے علاج میں کم از کم تین ماہ کا عرصہ لگے گا)۔ نہ ہو تو پھر رجوع کریئے گا۔

طالب حسین......چکوال

جواب: ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کے لیے اور اس کی روزی کے لیے دعا کریں۔

حنا نورین......دلنبدین ضلع چاغی

جواب: ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ "یاقوی" سر پہ ہاتھ رکھ کر پڑھا کریں' ان شاءاللہ حافظہ قوی ہو جائے گا۔

سورۃ یٰسین صرف بعد نمازِ فجر ایک مرتبہ پڑھا کریں

اس کے بعد ایک مرتبہ سورۃ رحمٰن پڑھا کریں ان شاءاللہ مسئلہ حل بھی ہو جائے گا اور دوبارہ پریشانی بھی نہیں ہوگی۔

شمائلہ......منڈی بہاؤالدین

جواب: رشتہ کی دعا سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 بار بعد نمازِ فجر صبح ورات سوتے وقت آیۃ الکرسی 41 بار۔ سورۃ الفلق' سورۃ الناس 41 بار پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر پئیں ان شاءاللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

عابدہ پروین......پشاور

جواب: بچی کا نام جویریہ رکھیں' جو کچھ بھی کھلائیں چمچ میں یا ہاتھ سے ہر بار بسم اللہ پوری پڑھ کر پھونک مار کر کھلائیں بلائیں ٹھیک ہو جائے گی۔

رخسانہ جبین......سمبڑیال ضلع سیالکوٹ

جواب: جناب کا مسئلہ ہے۔ روزانہ 41 بار سورۃ الجن پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر خود بھی پئیں اور گھر والوں کو بھی پلائیں اور گھر میں بھی چھڑکیں تین ماہ تک۔

حمیرا شاہین......ملتان

جواب: یٰسین شریف آیت نمبر 21-20' 101 بار پڑھیں' محبت کے لیے۔

یٰسین شریف آیت نمبر 65' 113 بار ہر نماز کے بعد پڑھ کر دعا کریں کہ برائیاں ختم ہوں اور بدتمیزی نہ کرے۔

عاصمہ عالمگیر......سرگودھا

جواب: بی بی راضی کرو وہاں والے کو۔ درود شریف کی کثرت کرو۔

سلمیٰ رفیق بٹ......لاہور

جواب: بہن یہ جادو ہے۔ سورۃ بقرہ ایک مرتبہ (گیارہ گیارہ مرتبہ اوّل وآخر درود شریف) کے ساتھ پانی پر پڑھ دیں اور وہ پانی پورے ہفتے سلمیٰ استعمال کریں' دوسرے پانی استعمال نہ کریں۔ اگلا ہفتہ اسی طرح دوبارہ پڑھیں تین ماہ تک یہ عمل کریں۔

"بیری" کے 41 پتے لے کر سادہ پانی میں ابالیں۔ ابلا ہوا پانی بالٹی میں ڈال کر اور پانی ملالیں اسی سے سلمیٰ غسل کریں' ہفتہ میں یہ عمل دو مرتبہ ضرور کریں۔

زکیہ سلطانہ......خانیوال

جواب: رشتہ کے لیے بعد نمازِ فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ پڑھیں اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف۔ رشتہ کے لیے دعا کریں ان شاءاللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

وظیفہ بعد نمازِ فجر پڑھ لیا کریں ایک تسبیح بہتر ہے آپ خود کریں۔

سائرہ......فیصل آباد

جواب: آپ کے گھر میں مسئلہ ہے (بہتر ہے بدل لیں)۔ نماز کی پابندی کریں بعد نمازِ فجر سورۃ یٰسین اور سورۃ مزمل ایک ایک مرتبہ دونوں۔ بعد میں کاروبار کے لیے دعا بھی کریں۔ سورۃ عبس گیارہ مرتبہ بعد نمازِ عشاء بغیر درود شریف کے تین ماہ تک پڑھیں دونوں۔ نیت آپ دونوں پر سے اثرات ختم ہونے کی ہو۔ صدقہ بھی دیں۔

مصباح رحیم......مقام نامعلوم

جواب: بہتر یہی ہے آپ دفتر Email پر رابطہ کریں۔ ان شاءاللہ مسائل حل ہو جائیں گے۔

فرزانہ کوثر......کنجاہ

جواب: بعد نمازِ فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ پڑھیں (اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ۔ رشتہ کے لیے دعا کریں' مسئلہ جلد حل ہو جائے گا ان شاءاللہ۔

ظہیر فاطمہ......ضلع نارووال

جواب: "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" 313 مرتبہ اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پانی پر دم کر دیں' وہی پانی استعمال کروائیں۔ رات کو ان کے سرہانے سونے کے بعد کھڑے ہو کر 41 مرتبہ پڑھیں ان شاءاللہ جلد عادت ختم ہو جائے گی۔

عائشہ جاوید......لاہور

جواب: بعد نمازِ عشاء سورۃ اخلاص 41 مرتبہ اوّل و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ اپنے دونوں مسئلے کے لیے دعا کریں۔

نوٹ: ہمارے حساب سے حیدر علی کے ساتھ آپ کا رشتہ بہتر نہیں۔

زکیہ سلطانہ......خانیوال

جواب: بعد نمازِ فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ پڑھیں اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ' رشتے کے لیے دعا کریں' ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

ہر وظیفہ بعد نمازِ فجر پڑھ لیا کریں' ایک تسبیح بہتر ہے آپ خود کریں۔

شبانہ بشیر......گجرات

جواب: سورۃ القریش کامیابی ہو' 313 بار بعد نمازِ عشاء۔ رشتہ کے لیے سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 بار بعد نمازِ فجر' رشتہ کی دعا کریں۔

رٖظ......آزاد کشمیر

جواب: بی بی یہ وظیفہ چار ماہ چار دن کا ہے۔ اس کے ساتھ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 بار پڑھنی ہے۔ اوّل وآخر درود شریف کے ساتھ۔ نیت یہ ہو کہ رشتہ ان ہی دنوں میں ہوجائے گا۔

غ' ا......پاکپتن

جواب: وہ کیوں کرتا ہے اس کا جواب آپ کو وہی بہتر دے گا۔ موٹاپے کے لیے حکیم صاحب سے رابطہ کریں۔

0321-2450019

فرزانہ اشفاق......بہاولپور

جواب: بعد نمازِ فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اوّل وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف' اچھے رشتہ کے لیے دعا کریں۔

بعد نمازِ عشاء تین مرتبہ سورۃ عبس (تیسواں پارہ) پڑھیں بغیر درود شریف کے۔ نیت جو رشتہ میں رکاوٹ آرہی ہے وہ ختم ہوجائے' ان شاء اللہ جلد مسئلہ حل ہوجائے گا۔

ناہید یوسف......لاہور

جواب: سورۃ یٰسین ایک بار' آیۃ الکرسی سات بار' چاروں قل سات سات بار پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر شوہر کو پلائیں اور کارخانہ میں بھی چھڑکوائیں تین ماہ تک۔

ش' ب......حافظ آباد

جواب: اپنی نظر اُتروائیں' سب ٹھیک ہوجائے گا۔ درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھا کریں۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن جنوری ۲۰۱۲ء

نام .... والدہ کا نام .... گھر کا مکمل پتا ....

....

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں ....

آپ کی شخصیت

اے ایس صدیقی

آج کی نشست تھوڑی مختلف ہے لیکن ہے دلچسپ ساتھ ہی بہت معلوماتی تھی۔

آج ہم کچھ Body Language یعنی جسم کی زبان کے بارے میں بات کریں گے۔

ہم کوئی بھی لفظ استعمال کریں ضرورت اس بات کی ہوتی کہ اسے ہمارے مقصد کا ترجمان ہونا چاہیئے۔ اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے لیے بولنا لازمی ہوتا ہے لیکن بولنے کا عمل کمیونیکیشن کا صرف ایک حصہ ہوتا ہے۔ ضرورت ہوتی ہے کہ ہم اپنے لفظوں کو طاقت اور Body Language کے ذریعے کمک پہنچائیں۔

Body language دراصل non-verbal حرکات کا نام ہے۔ جو ہم بولتے وقت عموماً کرتے رہتے ہیں۔ یہ حرکات Sign ہوتی ہیں۔ Signal ہوتا ہے کہ ہم کیسا محسوس کر رہے ہیں۔

Body language میں کچھ پراسراریت ہوتی ہے لیکن پھر بھی ہم اسے روزانہ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ دیکھیے جب کوئی غصے میں ہوتا ہے ہم اس کے بولنے سے پہلے ہی جان لیتے ہیں کہ یہ آدمی غصے میں ہے۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ ہوجاتا ہے یا اس کی ان حرکات سے مثلاً دروازے کو زور سے کھولنا وغیرہ۔

اسی طرح جب کوئی آپ کی طرف مسکراتے چہرے کے ساتھ بڑھتا ہے جو آپ کو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ آدمی تو خوش گوار موڈ میں ہے۔

گویا آپ جس قدر Body language کو سمجھنے کی مشق کریں گے اور جس قدر جسم کی زبان پر کنٹرول کی سعیٔ کریں گے اس قدر آپ میں اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کی صلاحیت میں اضافہ ہوگا۔ دراصل آپ کے جسم کی زبان بھی دوسروں سے بہت کچھ کہتی ہے۔

آپ اسے اپنی بات کو دوسروں تک عمدگی سے پہنچانے کا آلہ بنا سکتے ہیں۔ البتہ جسمانی حرکات سے دوسروں تک اپنی بات پہنچانے کا یہ طریقہ تین طرح کا ہوسکتا ہے۔

۱:۔ جارحانہ

۲:۔ انفعالی (بے اثر)

۳:۔ پُرزور (پُراثر)

اگر Body language جارحانہ (Aggressiue) ہو تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی پرسکون نہیں ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہے وہ مشکوک ہوسکتا ہے۔

اگر جسم کی زبان انفعالی ہو تو اس سے آدمی میں خود اعتمادی کی کمی ظاہر کرتی ہے۔ پیغام رسانی کمزور ہوجاتی ہے۔

اگر جسم کی زبان میں زور ہو تو اس سے آدمی میں خود اعتمادی ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے پیغام پُراثر ہونا چاہیے۔

اب دیکھیے کس صورت کے ساتھ ہماری جسمانی صورت کیا ہوتی ہے۔

پرزور!

ہمارا ظاہر پرسکون ہوتا ہے۔ ہم سیدھے

کھڑے ہوتے ہیں۔ ہم آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے ہیں۔ ہمارے چہرے پر کوئی تناؤ نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاتھ پرسکون ہوتے ہیں۔ ہماری آواز مضبوط ہوتی ہے۔

جارحانہ!

ظاہری حالت تناؤ بھری ہوتی ہے۔ ہمارے کھڑے ہونے کا انداز حکمرانوں جیسا ہوتا ہے۔ ہم گھور رہے ہوتے ہیں۔ ہمارا چہرہ جما ہوا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاتھ بے چین ہوتے ہیں۔ ہماری آواز چیختی ہوئی ہوتی ہے۔

انفعالی!

ہماری ظاہری حالت پر تشویش سی ہوتی ہے۔ ہمارے کھڑے ہونے کا انداز کمزور سا ہوتا ہے۔ ہم نظریں چراتے ہیں۔ ہمارے چہرے پر تھکن سی ہوتی ہے۔ ہمارے ہاتھ ڈھیلے ہوتے ہیں۔ ہماری آواز دبی ہوئی ہوتی ہے۔

ہم سب ان تبصروں کی طرح جسمانی زبان استعمال کرتے ہیں۔

یاد رکھیں اگر کسی مشکل معاملے سے نمٹنا ہو تو ہم اس Non-verbal (خاموش) پیغام کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کرسکتے ہیں۔

اگر ہم Controlles اور Communicative ہوں تو ہماری بات میں زور پیدا ہوگا۔ ہمیں سنا جائے گا۔

تو آپ نے دیکھا کہ ہماری Body language کس طرح ہمیں فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اس جگہ ہم آپ سے چاہیں گے کہ آپ طے کریں کہ کس قسم کی Body language آپ زیادہ تر استعمال میں لاتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ کیا آپ جارحانہ انداز کے عادی ہیں یا انفعالی یا پرزور انداز کے۔

اب ایک کام کریں۔ ہم نے جو بھی آپ کو بتایا اس کی روشنی میں طے کریں کہ آپ اپنی Body language کے ضمن میں کیا کچھ تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ اسے براہ کرم کسی جگہ لکھ لیں۔

بالکل اسی طرح ہمارے اس مضمون کی روشنی میں یہ بھی طے کریں کہ آپ اپنے "جسم کی زبان" میں کون کون سے اضافے کرنا چاہیں گے۔

یہ مضمون اس اعتبار سے خاصا اہم ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ اس بات سے بالکل آگاہ نہیں ہیں کہ ہماری جسمانی حرکات جو ہم اپنے کسی پیغام کی ترسیل کے وقت کرتے ہیں کیا نتائج سامنے لاسکتی ہیں۔

مضمون اس طرح ایک معنی میں آپ کو اس مخصوص عمل کی اہمیت سے آگاہ کرنے والا کہا جاسکتا ہے۔ اس کی افادیت کو سمجھ کر آپ زندگی میں خاصی کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔ ساتھ ہی آپ اپنی شخصیت کو بھی بہتر بنا سکتے ہیں۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

بنت عبدالغفار کوٹ ادو سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر براؤن کلر کے داغ پڑ گئے ہیں ڈاکٹر کہتے ہیں چولہے اور دھوپ کی گرمی سے ہوئے ہیں اس سے پرہیز کرو۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور NATRUMMUR 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک بار لیں۔

افضل لاہور سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ مٹاپے کا ہے۔ پیٹ اور کولہے زیادہ بھاری ہیں میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA BERRY-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں جب تک نارمل نہ ہوں۔ اس دوا کے کوئی مضر اثرات نہیں ہیں۔

ہانیہ سعود ہری پور سے لکھتی ہیں کہ میرا پیٹ بہت بڑھ گیا ہے اور چہرہ پر دانے ہیں جس کی وجہ سے دھبے گڑھے پڑ گئے ہیں۔ میرے دونوں مسئلوں کے لیے دوا بتائیں۔

محترمہ آپ CALCIUM FLUOR 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔

مدیحہ طلحہ راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام کی خرابی ہے اس کا کوئی مستقل علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SABALSERULATA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور PULSATILLA 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔ B. BEAUTY کا استعمال جاری رکھیں۔ دونوں مسئلے حل ہوجائیں گے ان شاءاللہ۔

فاطمہ مبشر کراچی سے لکھتی ہیں کہ بڑی امید کے ساتھ خط لکھ رہی ہوں۔ مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور آنکھوں میں CENERAIA MAR کے قطرے ڈالا کریں۔

آمنہ مبشر کراچی سے لکھتی ہیں کہ میں بہت پریشان ہوں۔ میرے مسئلے کا حل بھی بتائیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

شعیب خان آفریدی ملتان سے لکھتے ہیں کہ بری عادت کی وجہ سے میری حالت بہت خراب ہوگئی ہے۔

محترم آپ SALIXNIGRA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

کرن اسلام آباد سے لکھتی ہیں کہ والد کی عمر 50 سال ہے بال سفید ہورہے ہیں۔ میری عمر 19 سال ہے قد بڑھانا ہے اور رنگ گورا کرنے کی دوا بھی بتادیں۔

محترمہ والد کے بال کالے نہیں ہوسکتے۔ آپ کی عمر زیادہ ہوگئی ہے قد میں معمولی اضافہ ہوسکتا ہے۔ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن ایک بار لیں اور رنگ گورا کرنے کے لیے آپ JODUM - IM کے پانچ قطرے پندرہ دن میں ایک بار لیں۔ ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

س م ک فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت گہری سیاہیاں ہیں اور میری رہنمائی فرمائیں کہ میں ہومیو پیتھک ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں۔

محترمہ آپ ARSENCALB-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ آپ میٹرک سائنس پاس ہیں تو کسی بھی قریبی

ہومیو پیتھک کالج جائیں داخلہ حاصل کریں چار سال کا مکمل کورس D.H.M.S ہوتا ہے۔ اخراجات بہت زیادہ نہیں۔

حوریہ ناز گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میرے ٹانسلز بڑھے ہوئے ہیں اس کی وجہ سے قد بھی نہیں بڑھ رہا۔

محترمہ آپ BARYTACARB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

احسان اللہ نظام پور سے لکھتے ہیں کہ میرے بھائی کے سر کے بال بالکل ختم ہوچکے ہیں اور میرے بال بالکل بھی نہیں بڑھتے۔

محترم آپ 1200 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں آپ کو HAIR GROWER کی دو بوتل ارسال کردی جائیں گی۔ بھائی کے سر کے بال لمبے گھنے اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

محمد اقبال کراچی سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔ بہت علاج کیے ہیں فائدہ نہیں ہوتا۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں۔

سدرہ فاطمہ میانوالی سے لکھتی ہیں کہ میرا اور بہن کا مسئلہ ہے کہ ہمارے بال بہت پتلے اور روکھے ہیں اور چھوٹے بھی ہیں۔ آپ کوئی دوا تجویز کردیں کہ ہمارا مسئلہ حل ہوجائے۔

محترمہ آپ 1200 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں آپ کو HAIR GROWER ارسال کردیا جائے گا۔ اس کے استعمال سے ان شاء اللہ آپ کے بال لمبے گھنے ریشمی اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

ام حبیبہ وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ PITUITRIN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین مرتبہ روزانہ پیا کریں اور 550 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام BREAST BEAUTY ضرور لکھیں یہ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی اور آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

محمد ارسلان جہلم سے لکھتے ہیں کہ میری نظر کمزور ہے اس کا علاج بتائیں اور دوسرا مسئلہ شائع کیے بغیر اس کا علاج تجویز کردیں۔

محترم آپ CENERAIA DROPS روزانہ سوتے وقت آنکھوں میں ڈالا کریں اور CNIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پیا کریں۔

نورین سرور قصور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 20 سال ہے۔ قد چھوٹا ہے اور رنگ سانولا ہے میرے ناخن بھی خراب ہیں ٹوٹ جاتے ہیں۔

محترمہ 20 سال کی عمر کے بعد قد نہیں بڑھتا۔ اس کے علاوہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ جب تک ناخن ٹھیک نہ ہوجائیں۔ JODUM-IM کے پانچ قطرے پندرہ دن میں ایک بار لیں 6 ماہ پورے کرلیں۔ رنگ صاف ہوجائے گا۔

سونیا خان گجرات سے لکھتی ہیں کہ آپ نے چھائیوں کے لیے BERBARIS AOUIFOLIUM-Q لکھی ہے وہ یہاں کھلی بوتل میں مل رہی ہے۔ پھر ایک جگہ سے لیبل کے ساتھ ملی ہے آپ بتائیں کہ اصل کون سی ہے۔

محترمہ ڈاکٹر وممار شوابے جرمنی کی لیبل والی دوا بالکل صحیح ہے بغیر لیبل کی دوا کا اعتبار نہیں ہے۔

تسخیر فاطمہ جہلم سے لکھتی ہیں کہ ہم دونوں بہنوں نے APHRODITE استعمال کیا میرے چہرے سے بال بالکل صاف ہوگئے ہیں۔ بہن کے لمبے بال تھے وہ چھوٹے ہوتے جارہے ہیں۔ مگر ابھی نکلتے ہیں۔

محترمہ آپ دوا کا استعمال روک دیں۔ ان شاء اللہ آئندہ آپ کو بالوں کی شکایت نہیں ہوگی۔ بہن کو مزید ایک کورس استعمال کرادیں۔ اس کے بال بھی ان شاء

اللہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

م س ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ اللہ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے اور آپ اسی طرح لوگوں کی رہنمائی کرتے رہیں۔ آنچل کی پوری ٹیم کا شکریہ کہ جنہوں نے آپ کو اپنے قارئین سے متعارف کرایا اور بہت سے لوگوں کی دعائیں لیں میری بڑی بہن HAIR GROWER کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہیں کہ آپ نے انہیں گنجے پن سے بچالیا میری عمر 20 سال ہے نسوانی حسن کا معاملہ بالکل ٹھیک ہے۔ مگر جلد تھوڑی لٹک گئی ہے۔ اگر آپ کا BREAST BEAUTY استعمال کروں تو فائدہ ہوگا؟

محترمہ آپ 550 روپے کا منی آرڈر کردیں۔ آپ کو BREAST BEAUTY گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے قدرتی حسن بحال ہوگا ان شاء اللہ۔

ظفر احمد کراچی سے لکھتے ہیں کہ میرے سر کے درمیانی حصہ سے بال بالکل ختم ہوگئے ہیں چکنی جلد نکل آئی ہے۔

محترم آپ میرے کلینک سے HAIR GROWER حاصل کرلیں۔ استعمال کرنے سے آپ کے سر پر مکمل بال پیدا ہوں گے۔

صنم گل میاں چنوں سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت گھنے اچھے تھے مگر اب گرتے بہت ہیں اور بال بہت کم رہ گئے ہیں۔ میں نے بہت سے لوگوں سے HAIR GROWER کی تعریف سنی ہے۔

محترمہ آپ 600 روپے ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔ ان شاء اللہ بال گرنے بند ہوں گے اور نئے بال پیدا ہوں گے گھنے، لمبے اور خوب صورت بال ہوجائیں گے۔

دلبر جان کوہاٹ سے لکھتی ہیں کہ میری شکل ماشاء اللہ بہت خوب صورت ہے مگر تھوڑی اور ہونٹ کے اوپر بال پیدا ہوگئے ہیں۔ خوب صورتی کو گہن لگ گیا ہے۔ کوئی بھی چیز لگاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں جلد بھی کالی نہ ہوجائے۔ آپ کے APHRODITE کے کوئی مضر اثرات تو نہیں ہیں۔

محترمہ آپ 700 روپے منی آرڈر کردیں۔ آپ کو ایفروڈائٹ گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے جلد پر کوئی مضر اثرات نہیں ہیں اس کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لیے نکلنا بند ہوجائیں گے چہرہ شفاف ہوجائے گا۔

رض لالہ موسیٰ سے لکھتی ہیں کہ بڑی بیٹی کو ہر ماہ شدید درد ہوتا ہے۔ دوسری بیٹی کو چنونے بہت زیادہ تنگ کرتے ہیں۔ میرا مسئلہ خاص ہے شوہر سے ازدواجی تعلقات کی بالکل خواہش نہیں ہوتی۔

محترمہ آپ پہلی بیٹی کو PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔ دوسری بیٹی کو NATRUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں۔ اور آپ ONASMODIUM-CM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن ایک بار لیں کیفیت صحیح ہوجائے تو دوا بند کردیں۔

نوریا ظفر جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت گرتے تھے۔ آپ کا HAIR GROWER لگایا تو اب بال گرنے کا مسئلہ نہیں ہے مگر بالوں میں خشکی کا مسئلہ موجود ہے۔ دوسرے میرے چہرے پر دانے نکلتے ہیں ان کی وجہ سے داغ دھبے گڑھے پڑ گئے ہیں ان کا بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ HAIR GROWER کا استعمال جاری رکھیں خشکی بھی ختم ہوجائے گی۔

بلقیس بانو جھنگ سے لکھتی ہیں کہ میرا جسم بہت کمزور ہے۔ نسوانی حسن بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ میرے بال خوب صورت نہیں ہیں میری خواہش ہے کہ میرے بال لمبے گھنے ریشمی ہوجائیں اس کا بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ ALFAFA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔ 600 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے بال گھنے، لمبے

اور ریشمی ہو جائیں گے۔

لطیف کباڑیا اچھی سے لکھتے ہیں کہ میرے کان خراب ہیں دوسرے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے قابل نہیں رہا۔

محترم کان کے ڈاکٹر کو دکھائیں کیا خرابی ہے۔ وہی اس کا علاج کرے گا۔ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سائرہ گوجر خان سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ بغیر معائنہ کے کچھ نہیں بتا سکتا آپ وہاں کسی لیڈی ڈاکٹر سے معائنہ کرائیں وہی بہتر مشورہ دے سکتی ہے۔ زیادہ فکر نہ لگائیں لیڈی ڈاکٹر کو دکھائیں۔

ناصر وہاڑی سے لکھتے ہیں کہ سرعت انزال کا مریض ہوں بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ SELENIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ ان شاءاللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ارم شہزادی راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ مجھے قبض کی بیماری ہے چار سال سے قبض رہتا ہے۔ میری بہن کو حیض کی کمی کا مسئلہ ہے اور اس کے بعد شدید لیکوریا ہوتا ہے۔

محترمہ آپ HYDRASTES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں اور بہن کو EUPION 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ پلائیں اور PULSATILLA 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن پلائیں۔

سدرہ دعا مصطفیٰ لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ بربیرس ولگرس کا استعمال جاری رکھیں اور NUXVOMICA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ بچے کو ٹوکتے رہیں آہستہ آہستہ صحیح بولنے لگے گا۔

گل سراج بھاولپور سے لکھتی ہیں کہ میں اپنے مٹاپے اور بھاری سینہ سے بہت پریشان ہوں آپ علاج بتائیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

زخرف اٹک سے لکھتی ہیں کہ خون کی کمی ہے اس کی وجہ سے مسئلے ہیں۔

محترمہ آپ FIVE PHOS 6X کی چار گولیاں تین وقت روزانہ کھائیں یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے خرید لیں۔

ربیعہ ملک سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کر دیں۔

محترمہ آپ NUXVOMICA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نادیہ آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میرے ہاتھوں اور پاؤں میں پسینہ بہت آتا ہے اس کا علاج بتائیں۔

محترمہ آپ JABORANDI-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ماریہ ظفر آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ الفرد ڈائٹ کی بہت تعریف سنی ہے میں استعمال کرنا چاہتی ہوں اسے کتنے عرصے استعمال کرنا ہے۔ کیا منی آرڈر کے علاوہ کوئی طریقہ ہے جس سے رقم ارسال کر سکیں۔

محترمہ آپ 700 روپے منی آرڈر کر دیں۔ یہ تین ماہ کا کورس ہوگا جو گھر پہنچ جائے گا۔ ہلکے بالوں کے لیے کافی ہوگا۔ اگر بال لمبے گھنے ہیں تو دو کورس لگیں گے۔

معائنہ اور باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔ صبح 10 تا 1 بجے۔ شام 6 تا 9 بجے۔ فون 021-369970

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک Q دکان 9' C-5 KDA فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 نارتھ کراچی۔

خط لکھنے کا پتا: آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75' کراچی۔

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

دیگی بریانی

اشیاء:

مرغی کا گوشت	1 کلو
تیل	1 پیالی
پیاز	1 عدد

نمک	حسب ذائقہ
دہی	1 پیالی
چاول	1/2 کلو
لہسن ادرک پیسٹ	حسب ضرورت
لہسن کی پوتھی	1 عدد
لونگ/سیاہ مرچ	4'4 عدد
بادیان کا پھول	1 عدد
دار چینی	1 ٹکڑا

ترکیب:

گوشت کو صاف کر کے اس میں لہسن کے جوئے اور ادرک کا ٹکڑا' سیاہ مرچیں' چھوٹی الائچی' بادیان کا پھول' نمک اور تھوڑا سا پانی ڈال کر گلا لیں۔ چاول صاف کر کے بیس منٹ تک بھگو دیں۔ اس کے بعد اس میں لونگیں اور دار چینی ڈال کر ایک کنی رکھ کر ابال لیں۔ ساس پین میں 1/2 پیالی تیل گرم کریں۔ لہسن ادرک پیسٹ ڈالیں۔ اس کے بعد چاول کی تہہ بچھا دیں۔ اس پر گوشت اور دہی پھینٹ کر ڈال لیں۔ دم پر رکھ دیں۔ جب دم آ جائے تو بقیہ تیل گرم کر کے ڈالیں اور مزید دس منٹ تک دم پر رکھیں۔ مزے دار دیگی بریانی تیار ہے۔ رائتے اور سلاد کے ساتھ پیش کریں۔

(ساجدہ زید......ویروالہ)

بوٹیوں کے سیخ کباب

اشیاء:

گوشت	1 کلو
کچری	10 ماشے
الائچی	2 ماشے
دہی	1 کپ
عرق پیاز	4 چمچ
سرخ مرچ	3 چمچ
لیموں	2 عدد
نمک	حسب ضرورت
گھی/تیل	حسب ضرورت

ترکیب:

گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے چھری کی

پشت سے کوٹیں اور تمام مسالے پیس کر اس میں ملا لیجیے۔ دو گھنٹے تک رکھا رہنے دیں۔ پھر سیخ پر چڑھائیے اور دھاگوں سے لپیٹ کر کوئلوں کی آگ پر سینکیے تھوڑا تھوڑا گھی اوپر سے ڈالتی جائیے۔ مزے دار بوٹیوں کے کباب تیار ہیں۔

(رانی اسلام......گوجرانوالہ)

سرسوں کا ساگ

اشیاء:۔

سرسوں کا ساگ	1 کلو (باریک کاٹ لیں)
پالک	1 کلو (باریک کاٹ لیں)
مکئی کا آٹا	3 کھانے کے چمچ
لہسن پسا ہوا	2 کھانے کے چمچ
ہری مرچ	10 عدد (باریک کاٹ لیں)
نمک	حسب ضرورت
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

سرسوں کا ساگ اور پالک ابالیں۔ جب کچھ نرم ہوجائے تو ہری مرچ شامل کرلیں۔ اتنی دیر تک ابالیں ساگ بالکل نرم ہوجائے پھر اس کو کوٹ لیں یا پیس لیں اتنا کہ ساگ، پالک اور ہری مرچ یک جان ہوجائیں۔ پھر اس میں مکئی کا آٹا شامل کرلیں۔ حسب ذائقہ نمک شامل کرلیں ہلکی آنچ پر مسلسل پکاتی رہیں۔ ایک فرائنگ پین میں گھی ڈال کر گرم کرلیں اور لہسن شامل کریں اور ان کی رنگت بدل جائے تو اگر چاہیں تو ایک ٹکڑا مکھن کا ڈال کر تڑکا لگادیں اور اچھی طرح ساگ میں مکس کرلیں اور ڈھکن بند کرلیں تقریباً 20 منٹ تک ہلکی آنچ پر دم دیں۔ لیجیے آپ کا مزے دار سرسوں کا ساگ تیار ہے۔

(انجم انجم......کراچی)

کھجور کی برفی

اشیاء:۔

کھجور	1/2 کلو
کھویا	1 کلو
بادام پستے	حسب ضرورت (باریک کاٹ لیں)
الائچی	4 عدد

ترکیب:۔

سب سے پہلے ایک کڑاہی میں کھویا ڈال کر دس منٹ تک بھونیں۔ کھجور کو چار حصوں میں کاٹ کر کڑاہی میں شامل کردیں اور ساتھ ہی بادام پستے ڈال دیں اور چمچ ہلاتے رہیں۔ دس پندرہ منٹ بعد اتار لیں اور گھی لگی ہوئی ڈش میں ڈال کر اچھی طرح برابر پھیلا لیں اور اوپر بادام پستے ڈال دیں۔ ٹھنڈی ہونے پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔ اب مزے سے کھائیں۔

(صائمہ شاہ......سرگودھا)

مٹر گوشت اور گاجر

اشیاء:۔

مٹر 300 گرام

گوشت	1/2 کلو
لہسن	1 چائے کا چمچ
پیاز	100 گرام
ٹماٹر	200 گرام (چھلکا اتار کر کاٹ لیں)
ٹماٹر کا پیسٹ	1 کھانے کا چمچ
ہرا دھنیا	1/2 گٹھی
گاجر	100 گرام (کاٹ لیں)
نمک اور کالی مرچ	حسبِ ذائقہ
زیتون کا تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

تیل گرم کرکے لہسن اور پیاز کو چند منٹ فرائی کریں، پھر گوشت ڈال کر براؤن ہونے تک فرائی کریں۔ حسب ضرورت پانی ڈال کر گوشت گلالیں جب گوشت گلنے پر آجائے تو تمام اجزاء شامل کرلیں۔ گوشت کے ساتھ ساتھ مٹر اور گاجر بھی گل جائیں تو آنچ دھیمی کرکے پندرہ منٹ دم پر رکھ دیں اوپر سے ہرا دھنیا ڈال کر ابلے ہوئے چاول کے ساتھ پیش کریں۔

(فرخندہ فیض......کنگ چنن)

بھتورا

اشیاء:۔

آٹا	400 گرام
دہی	25 گرام
شکر	10 گرام
بیکنگ پاؤڈر	3 گرام
گھی	20 گرام
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

شکر اور دہی کو تھوڑے سے پانی میں اچھی طرح ملا لیں اور ایک طرف رکھ دیں۔ آٹا چھانیں اور اس میں نمک اور بیکنگ پاؤڈر اچھی طرح شامل کرلیں۔ پھر دہی شکر والا محلول ملا کر اس کو نرم گوندھ لیں اور دو سے ڈھائی گھنٹے کے لیے چھوڑ دیں۔ پھر ہلکے سے گھی سے آٹے کو دوبارہ گوندھیں۔ پھر آٹے کو ہتھیلی پر رکھ کر گولیاں بنائیں اور تل لیں۔ گرم گرم پیش کریں۔

(شہناز شانزے......سیال)

مولی کی ٹکیا

اجزاء:

مولی	تین عدد
پیاز	ایک کپ
بیسن	ایک کپ
سرخ مرچ	حسب ضرورت
نمک	حسب ضرورت
خشک دھنیا	آدھا چمچ
سبز مرچ	تین عدد

ترکیب

سب سے پہلے مولیوں کو کش کرلیں۔ پھر پانی علیحدہ کردیں۔ اس میں پیاز کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر ڈال دیں اس کے بعد بیسن اور باقی اشیاء ڈال کر اچھی طرح مکس کریں چھوٹے پیس بنا کر تل لیں اور گرم گرم پیش کریں۔

(زندگی گڑیا......پیرووال۔ خانیوال)

پراؤن چائنیز ویجی ٹیبل رائس

اشیاء:۔

جھینگے	آدھا کلو
نمک	حسب ذائقہ
لیموں کا رس	دو کھانے کے چمچے
سیاہ مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
لہسن پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
تیل	1/4 کپ
چاول	دو کپ
لہسن کے جوئے	چوپ کیا ہوا ایک چمچ
سویا ساس	ایک کھانے کا چمچہ
بند گوبھی	آدھا کپ باریک چوپ کرلیں
گاجر ایک عدد	کدوکش کی ہوئی
ہری پیاز ایک کپ	چاپ کی ہوئی
شملہ مرچ ایک عدد	باریک لمبی کاٹ لیں

ترکیب:۔ جھینگوں کو صاف کرکے خشک کرکے نمک سیاہ مرچ پاؤڈر، لیموں کا رس، لہسن کا پیسٹ لگا کر تھوڑی دیر چھوڑ دیں، سوس پین میں تیل گرم کرکے اس میں جھینگے ڈال کر 5 منٹ تک پکائیں اور ایک طرف رکھیں۔ چاول

ابال لیں۔ اب تیل گرم کریں' اس میں چوپ کیا ہوا لہسن ڈال کر فرائی کریں' اب اس میں ہری پیاز' گاجر' شملہ مرچ' بند گوبھی ڈال کر مکس کریں' نمک' سیاہ مرچ پاؤڈر اور ابلے ہوئے چاول مکس کر دیں' آخر میں سویا سوس مکس کر دیں اور پلیٹ میں نکال کر اوپر فرائی کیے ہوئے جھینگے ڈال کر پیش کریں۔

(درخشاں بی' چوتالہ)

فش چرغہ

اجزاء:

مچھلی درمیانے سائز کی	ایک عدد
لہسن ادرک پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
دہی	آدھا کپ
ہری مرچیں	10 عدد
ہرا دھنیا	آدھی گٹھی
پودینہ	آدھی گٹھی
نمک	حسب ذائقہ
سفید مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ
زیرہ بھون کر کوٹ لیں	ایک چائے کا چمچ
ثابت دھنیا (بھون کر کوٹ لیں)	ایک چائے کا چمچ
سرکہ	ایک کپ
ہلدی پاؤڈر	دو چائے کے چمچ
لیموں کا رس	دو کھانے کے چمچ
براؤن شوگر	دو کھانے کے چمچ
ٹماٹر کیوب کاٹ لیں	دو عدد
پیاز سلائس کاٹ لیں	ایک عدد
تیل	حسب ضرورت
HP سوس	دو کھانے کے چمچ
لیموں	ایک عدد

ترکیب:

مچھلی کی آلائش وغیرہ نکال کر اسے دھو کر خشک کر لیں۔ اب اس پر سرکہ نمک اور ہلدی پاؤڈر لگا کر پندرہ سے بیس منٹ تک کے لیے رکھ دیں۔ چھلنی میں رکھیں تاکہ بدبو والا پانی نتھر جائے۔ اب مچھلی کو دھو کر کچن پیپر سے اچھی طرح خشک کر لیں۔ گرائینڈر میں دہی' لہسن ادرک پیسٹ' ہری مرچیں' ہرا دھنیا' پودینہ' سفید مرچ پاؤڈر' زیرہ' ثابت دھنیا اور نمک ڈال کر بنا پانی شامل کیے باریک پیسٹ بنا لیں۔ لیموں کے رس میں براؤن شوگر ملا کر مچھلی پر لگا کر بیس منٹ کے لیے رکھ دیں۔ اب مچھلی کو پیالے میں ڈال کر اس پر گرائینڈ کیا ہوا پیسٹ ڈال لیں اور رات بھر فریج میں میرینیٹ ہونے کے لیے رکھ دیں۔ سوس پین میں چار کھانے کے چمچ تیل گرم کر کے اس میں مچھلی بمعہ میرینیشن ڈال کر درمیانی آنچ پر پانی خشک ہونے تک ڈھکن ڈھک کر پکائیں۔ فرائنگ پین میں دو کھانے کے چمچ تیل ڈال کر فرائی کریں۔ اب اس میں HP سوس' نمک اور سفید مرچ پاؤڈر ڈال کر چمچ چلائیں آخر میں لیموں نچوڑ دیں۔ فش چرغے کو سرونگ پلیٹ میں نکال کر اس پر تیار کی ہوئی سوس ڈال کر گارنش کر کے گرم گرم سرو کریں۔

(صائمہ عاشق علی.....کراچی)

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

میک اپ موسم کی مناسبت سے کریں

سردیوں میں میک اپ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس موسم میں سرد اور خشک ہوائیں چلتی ہیں۔ اس کی مناسبت سے میک اپ کیا جائے اور روایتی طور پر گہرے رنگ کے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔

سردیوں کا میک اپ موسم سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہلکا فاؤنڈیشن استعمال کریں اور آنکھوں کا میک اپ بھی ہلکا رکھیں۔ ایسا موئسچرائزر استعمال کریں جس میں تیل کو مرکزی جزو کے طور پر استعمال کیا گیا ہو۔ سردیوں میں گرے اور براؤن شیڈز زیادہ استعمال کریں۔ سردیوں کے میک اپ کے حوالے سے چند ٹپس دیے جا رہے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر آپ اپنی جلد کو روشن' شگفتہ اور صحت مند رکھ سکتی ہیں۔

سردیوں میں فاؤنڈیشن کا استعمال

موسم کی تبدیلی کی مناسبت سے جس طرح ہم ملبوسات میں تبدیلی کرتے ہیں بالکل اسی طرح میک اپ میں بھی ردوبدل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ سردیوں کا موسم چہرے پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جسم کا جو حصہ سب سے زیادہ کھلا ہوتا ہے وہ چہرہ ہی ہے۔ فاؤنڈیشن گویا آپ کی ثانوی جلد ہے اور اس کا بہترین استعمال آپ کے چہرے کو نا صرف تروتازہ رکھتا ہے بلکہ سرد اور خشک ہواؤں سے محفوظ بھی رکھتا ہے۔

اپنے چہرے کو نیچرل رکھنے کے لیے ہمیشہ ایسا فاؤنڈیشن منتخب کریں جو آپ کے چہرے کی جلد کے ساتھ سارا سال میچ کرتا رہے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ خریدنے سے قبل آپ اسے چیک کریں۔ جلد کے ایک چھوٹے سے حصے پر آزمائیں اور لگا کر تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیں اور پھر نتیجہ روشنی میں دیکھیں۔

سردیوں میں موئسچرائزر آپ کے میک اپ کا لازمی جزو ہونا چاہیے جلد میں نمی موجود رہے گی تو آپ کی جلد خشک ہونے اور پھٹنے سے محفوظ رہے گی۔ آپ کے فاؤنڈیشن اور موئسچرائزر میں سن اسکرین کا بھی ہونا ضروری ہے۔ خاص کر سردیوں میں موئسچرائزر سیٹ ہو جائے تو ضرورت کے مطابق کنسیلر استعمال کریں۔ اس کو بھی آپ کی جلد سے میچ ہونا چاہیے تاکہ یہ بھی جلد کے ساتھ جذب ہو جائے۔

آخر میں فاؤنڈیشن کو انگلیوں کی پوروں کی مدد سے لگائیں کم مقدار کو زیادہ سے زیادہ جگہ پر لگائیں اس سے آپ کا چہرہ فریش نظر آئے گا اور جلد بھی صحت مند رہے گی۔ یاد رکھیں کہ جہاں اس کی زیادہ ضرورت ہو وہاں زیادہ لگائیں۔

شان دار موسم سرما

روشن اور انفرادی شیڈز آئی شیڈز اور گہرے سفید اور سیاہ شیڈ۔ یہ سب کے سب اپنے اندر شدت رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے سے متضاد بھی ہیں۔ یہ سارے رنگ سردیوں کے لیے شان دار ہیں۔ مرد اور خواتین میں کچھ ونٹر اور کچھ سمر ٹائپ ہوتے ہیں۔ رنگوں کے ماہر کے لیے سردیوں کے لیے رنگوں کا تجزیہ کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ ایک ونٹر خاتون تجزیے کی غلطی سے خزاں کی خاتون قرار پاسکتی ہیں اس کی وجہ ایسی خواتین کے چہرے کی جلد ہوتی ہے۔

ونٹر مرد اور خواتین انفرادی اور ٹھنڈے اثرات والے شیڈز اپنائیں۔ اس میں ہلکے اور روشن رنگوں کا استعمال آپ کے اسٹائل اور حسن کو نمایاں

کرتا ہے۔ بہت ہلکے اور بہت زیادہ گہرے رنگ آپ کے لک کو مخدوش کرسکتے ہیں۔

ایسے خواتین و حضرات گرم شیڈ سے دور رہیں مثلاً براؤن، اورنج، گولڈ یا تیز سبز رنگ۔ خواتین اپنے اسٹائل پر زور دیں۔ انہیں خانہ دار اور پھول والے پرنٹس کے کپڑے نہیں پہننے چاہئیں۔ پٹی دار سیاہ اور سفید رنگوں والے کپڑے بہترین ہیں۔ اس موسم میں ایک رنگ سے بالکل متضاد رنگ کے ملبوسات بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں مثلاً سیاہ کے ساتھ زرد......!

ونٹر خواتین ڈارک آئی برو اور لیشز کا استعمال اور گہرے آئی میک اپ استعمال کرسکتی ہیں۔ آئس بلیو، نیلا، براؤن اور بلیک شیڈ میں بھی آئی میک اپ کرسکتی ہیں۔ فاؤنڈیشن درمیانہ درجہ کا پتلا ہو۔ اس سلسلے میں ہلکا گلابی، ارغوانی اور زیتونی شیڈ بہترین ہیں۔

جسم کے لیے ٹریٹمنٹ

سردیوں کے مہینوں میں جلد میں نمی، خشکی کو دور کرنے اور جسم کو تروتازہ رکھنے کے لیے چند تراکیب درج ذیل ہیں۔

اروما تھراپی باڈی ریپ: اروما تھراپی آئل جسم کو نرم و ملائم اور تروتازہ بناتی ہے۔ جس کو پندرہ سے بیس منٹ کے لیے گرم کمبل میں لپیٹا جاتا ہے پھر اس کو نکال کر جسم پر تیل کا مساج کرتے ہیں۔

باڈی ایکسفولیشن: اس ٹریٹمنٹ میں موئسچرائزر مساج شامل ہے ایسا ایکسفولیشن منتخب کریں جس میں تیل ہو۔ نمک جسم کے لیے ایک اچھا ایکسفولیشن ہے، اس طرح سے جسم سے مردہ خلیوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

باڈی ماسک: پورے جسم کے ماسک میں قدرتی پھل، اناج اور دہی شامل ہوتی ہے اس طرح جلد نئی ہو جاتی ہے۔ باڈی ماسک میں نیچرل انزائم جیسے پپیتا، انناس، سی ویڈ، قدرتی تیل اور جڑی بوٹیاں ہوتی ہیں اس طرح جلد موئسچرائز ہوجاتی ہے۔

ہائیڈروتھراپی: پورے جسم کو نمک، سی ویڈ، جڑی بوٹیوں اور تیل ملے پانی میں ڈبویا جاتا ہے اس طرح جسم کو غذائیت مل جاتی ہے۔

پورے جسم کا مساج: مساج میں قدرتی تیل شامل ہوتے ہیں جو جسم کو ہائیڈریٹ کرتے ہیں اس میں Body Cream بھی استعمال ہوتی ہے ایسے باڈی مساج سے اجتناب برتیں جس میں سنتھیٹک آئل نہ ہو جیسے منرل آئل اور آرٹیفیشل خوشبوئیں۔

سردیوں میں جلد کی حفاظت کے لیے چند ماسک اور باڈی مساج کی ترکیب۔

ایکسفولیئیٹ اور ماسک سے چہرے اور جسم کا ماسک: ایک کپ ساہ دلیہ، چار چمچے دہی، دو چمچے چاول کا پاؤڈر، ایک چمچہ شہد، ایک چمچہ نیچرل کیریئر آئل (بادام، جوجوبا، خوبانی) کیلا، تین سے چار قطرے OilCssential تمام اشیاء کو ایک ساتھ ملا کر پیسٹ بنالیں، اس کو چہرے پر مساج اسٹروکس کی طرح لگائیں۔ دس منٹ چھوڑ کر چہرہ دھولیں ہفتے میں دو سے تین مرتبہ یہ عمل دہرائیں۔ یہ مکسچر خشک حصوں پر لگائیں اس مکسچر کو پلاسٹک کے کنٹینرز میں پیک کر کے ہفتے بھر فریج میں رکھ سکتی ہیں اس عمل سے جلد کے مردہ خلیے ختم ہوجاتے ہیں جلد خشک اور نرم ہوتی ہے اور موئسچرائز ہوتی ہے۔

ایسی اشیاء کا چناؤ کریں جو سردیوں کے لحاظ سے اچھے لیول کے کاسمیٹک کیمیکل ہوں ایسی مصنوعات لیں جس میں کیریئر آئل، ہائی گریڈ ایسنس آئل، اناج اور پودوں کے ایکسٹریکٹ ہوں۔ کوکوبٹر، بیس ویکس، نیچرل آئل اور exxential oil کو کہنیوں، ایڑیوں اور دیگر خشک جگہوں پر لگائیں اس کو چہرے پر لگانے سے اجتناب کریں۔ لپ بام میں بھی یہی تمام اجزا ہوتے ہیں اس لیے یہ ہونٹوں کو نرم وملائم اور خشکی سے بچاتی ہے۔

(صائمہ عاشق علی...... کراچی)

غزل

ہوا جہاں تیز چل رہی تھی، وہیں چراغ وفا جلایا
کسی سے کوئی گلہ نہیں دل، شکار ہے اپنی سادگی کا
وفا کی جس نے بھی بات چھیڑی اُسی نے کھائے جفا کے پتھر
میں اپنے حصے کے سارے سورج اُداس راتوں کو دے چکی ہوں
یہ چند یادیں بہار رُت کی، حسین تحفہ ہیں عاشقی کا
وہ میرے سنگ سنگ بہار رُت میں، خوشی کے پھولوں کو چننے والا
خزاں کی رُت میں بچھڑ گیا تھا کہ اک زخم دوستی کا
وہ ایک چہرہ جو بس گیا تھا نگاہ میں اُس کو بھلا نہ پائی
میں پیار میں تھی وفا کی قائل مگر وہ عادی تھا دل لگی کا
وہ چل کے گاڑی سے کل سڑک پہ تڑپ تڑپ کے جو مر گیا تھا
وہ ننھا منا سا اک فرشتہ عجب نمونہ تھا بے بسی کا
کبھی نہ روؤ گے غم اُٹھا کے بس ایک وعدہ یہ ہم سے کرلو
کسی کا کوئی نہیں یہاں پر، یہ دور ہے جاناں بے حسی کا
میں نازی اُس کو جس رُتوں میں صدائیں دے دے کے تھک چکی ہوں
وہ ایک ساتھی جو زندگی میں، مینار تھا میری روشنی کا

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد

سالِ نو

سالِ نو آ رُکا ہے دہلیز پر
الوداع ہورہا ہے پچھلا سال
یہ سمیٹے ہوئے ہے دامن میں
ان گنت دکھ سکھ، رنج و ملال
شہر نگار میں خونی جھگڑے
مہنگائی، غربت و افلاس کا جال
بے گناہ بیٹے کے مرنے کا کرب
باپ کا سایہ اٹھنے کا ملال
بانہیں اس سال کی دیکھو تو سہی
بے گناہ خون سے ہیں لال و لال
بہہ کر سامان کے لٹ جانے کا دکھ
ڈوب کر پیاروں کے مرنے کا ملال
سال نو آ رہے ہو تم، مرحبا!
سکھ اور دکھ کا لے کر تھال
ہاں مگر سنگ تم ضرور لانا
قہقہے، مسکان، امید و وصال

مہر گل...... اورنگی ٹاؤن، کراچی

اداس ہم ہیں

اداس ہم ہیں، نگاہیں نم ہیں
لبوں کی شوخی، حیا کی سرخی
سنوری زلفیں، مہکتی سانسیں
گلابی رنگت، کسی کی سنگت
کمان ابرو، گلاب خوشبو
وہ گوری بانہیں، چمکتی آنکھیں
کنول کی ڈالی، ادا نرالی
خیال کندن، ندی تلاطم
گلاب عارض، بدن کی لرزش
جھکی نگاہیں، حنائی بانہیں
مگر سنو نا......!
کہ دور ہم ہیں
اداس ہم ہیں، نگاہیں نم ہیں......!

عاصمہ زہرا...... مقام نامعلوم

سوال

لوگ کہتے ہیں
ایک رشتہ ختم ہونے سے
ساری دنیا ختم نہیں ہوجاتی
لیکن اس کا کیا ہو
جس کی ساری دنیا ہی
بس ایک رشتے میں ہو؟

نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

هم ایک ہیں

اس سالگرہ پر
آؤ! اک عہد کرتے ہیں
کہ ہم کم مان جاتے ہیں
رنجشیں بھلا کر سب
پھر ایک ہو جاتے ہیں
تم ہونٹوں پر مسکان رکھو
میں سراپا محبت بنوں
اَنا کی دیواریں توڑ کر
دو دلوں کو جوڑ کر
اقرار کرونا!
هم ایک ہیں

طلعت رانا...... چیچہ وطنی

غزل

وہی دل کا مکین تھا پہلے
یہ بھی دل کو یقین تھا پہلے
اب اگرچہ نہیں نگاہوں میں
وہی سب سے حسین تھا پہلے
جانتا تھا اسے بدلنا ہے
دل بھی کتنا ذہین تھا پہلے
میں نے مانا یہی محبت ہے
کیا یہ مجھ کو یقین تھا پہلے؟
دیکھ کے تنہا اس کو لگتا ہے
چاند گوشہ نشین تھا پہلے
جھیل سیف الملوک کہتی ہے
چاند میری زمین تھا پہلے
اب تو عادت ہے درد سہنے کی
ضبط مشکل ترین تھا پہلے
آئینہ پوچھ رہا ہے مجھ سے
چہرہ یہ دل نشین تھا پہلے؟

حمیرا علی...... کراچی

بے بسی

موسموں کی شدت سے
من میرا پگھلتا ہے
آسمان جلتا ہے
موسموں کی شدت میں
تجھ کو یاد کرنے سے
پور پور کٹتا ہے
موسموں کی شدت میں
میری روح کا بادل
بے طرح برستا ہے
موسموں کی شدت پر
زور کس کا چلتا ہے؟

انا شاہ زاد...... گجرات

مہنگائی

قیامت بن کے آئی ہے سرِ بازار مہنگائی
اُجاڑے گی غریبوں کے کئی گھر بار مہنگائی
کبھی خوراک اور ڈیزل کبھی لائٹ گراں دیکھی
بدل کر بھیس آئی ہے یہاں ہر بار مہنگائی
اگر یہ حکمراں مانیں نہ آئی ایم ایف آرڈر کا
یقیناً پھر چلی جائے سمندر پار مہنگائی
ذخیرہ کرتے ہیں خوراک کا اہلِ سیاست بھی
بڑھاتے ہیں وڈیرے لوگ اور سردار مہنگائی
غذاؤں کے ذخیرے لوٹ لیں گے توڑ کر تالے
اگر مارے گی بھوکے دیس کے معمار مہنگائی
اٹھو فاقہ کشو! یہ دور بدلیں انقلابوں سے
بنی جاتی ہے اب تو جان کا آزار مہنگائی
اچانک جس طرح برقِ تپاں گرتی ہے اے راہی
مسلسل اس طرح کرتی ہے ہم پر وار مہنگائی

برکت راہی...... ڈگری

نشان

جاناں سنو!
جب دھیرے سے رات گزرنے لگے
جب نیلے گگن پر تارا کوئی بھٹکنے لگے
جب چاند کو اداسی کی ردا میں لپٹا دیکھو
جب شب کی سیاہی بے بسی کی چادر اوڑھ لے
جب فضا میں غمگین نغمے ابھرنے لگیں
جب دل میں ناامیدی کا بسیرا ہو
جب رستہ تکتے تکتے آنکھیں برسنے لگیں
تب سمجھ لینا جانِ جاناں!
یہ لمحہ ہماری جدائی کا ہے

مسز نگہت غفار...... کراچی

غزل

روشنی کی دھار پر رکھی کہانی اور دکھ
آنکھ سے بیتا ہوا خاموش پانی اور دکھ
میرے کمرے میں اسی ترتیب سے رکھے ہوئے
پھول، خط، وعدے، دلاسے، اک جوانی اور دکھ
ایک دوجے سے بچھڑ کر عمر بھر روتے رہے
ریت، صحرا، خشک پتے، ایک رانی اور دکھ
اب میرے لفظوں میں وہ پہلی سی کیفیت نہیں
ڈالی اب جھولی میں تیری مہربانی اور دکھ
رات صحرا میں کسی نے بانسری کی نوک پر
رکھ دیں پھر سے روتی ہوئی یادیں پُرانی اور دکھ

شگفتہ خان...... بھلوال

غزل

خدایا یہ کیسا الم ہوگیا ہے
کہ دنیا میں میرا جنم ہوگیا ہے
جھکے سر نے باطل سے ہے داد پائی
اٹھا سر جو حق میں قلم ہوگیا ہے
اک اقرار کرنا تھا انکار کر کے
زباں سے عجب یہ صنم ہوگیا ہے
رہے خوش بُو گل میں رنجش سدا اب
کہیں فیصلہ یہ رقم ہوگیا ہے
جہاں سے ہوئی ختم آبِ علم و حکمت
ادب کا جو خنداں علم ہوگیا ہے
چلی آبلہ پا میں تو منزل کی جانب
کہ اب عشق میرا دھرم ہوگیا ہے
غریبوں کی جیبوں سے نکلا ہوا وہ
حکومت کو سب کچھ ہضم ہوگیا ہے
محبت تو ماضی کا حصہ بنی ہے
کہ اب ختم اس کا بھرم ہوگیا ہے
عطا ہوگیا ہے جو دردِ محبت
خدا کا یہ خانم کرم ہوگیا ہے

فریدہ خانم...... لاہور

غزل

محبت کی فسوں کاری کری جائے
چلو پھر سے اداکاری کری جائے
پرانے ہوچکے الزام سارے
سند کوئی نئی جاری کری جائے
سنو یہ بھی عبادت کا چلن ہے
کسی دُکھیا کی غم خواری کری جائے
برونِ تن کئی ماتم بپا ہیں
درونِ دل عزاداری کری جائے
محبت میں خوشی شامل ہوئی ہے
غموں کی پھر شجر کاری کری جائے
سبھی محفل سے اٹھ کے جاچکے اب
رضا چلنے کی تیاری کری جائے

نعیم رضا بھٹی...... منڈی بہاؤالدین

محبت اک جزیرہ ہے

محبت اک جزیرہ ہے
جو الفت کے ہر اک موسم میں
ہر دم سبز رہتا ہے
وہاں اک فرد رہتا ہے
جسے پانے کی چاہت میں
گو ہر باتوں کے سارے ختم ہو جائیں
تہی دامن بھی ہو جائیں
مگر احساس غالب ہو
کہ اک دن یہ جزیرہ خواب کا
آباد کر دیں گے
زمین و آسمان کی
گردشوں کی قید سے
آزاد کر دیں گے

ہما شاہ...... ہارون آباد

غزل

چند اشعار

میری بے قراری ہے حد سے گزرتی
کہیں بھی مجھے چین ملتا نہیں ہے
کروں کیا اور کیا نہ کروں میں
کسی شے میں دل میرا لگتا نہیں ہے
جو پیار آنکھوں میں تیری آیا تھا نظر
وہ اب کہیں مجھ کو دکھتا نہیں ہے

جویریہ سعدیہ...... راولپنڈی

غزل

گلستاں میں جو آئی ہے ہوا کچھ اور کہتی ہے
تیری خوشبو جو لائی ہے صبا کچھ اور کہتی ہے
خزاں کے آتے ہی مرغِ چمن نے آشیاں بدلا
گلوں کے ساتھ کانٹوں کی وفا کچھ اور کہتی ہے
تجھے حسرت ہے گل سے گفتگو کرنے کی اے بلبل
مگر اہلِ چمن کی تو رضا کچھ اور کہتی ہے
تپش دنیا کو دیتی ہے سدا خورشید کی لیکن
فلک پہ ماہ و انجم کی ضیاء کچھ اور کہتی ہے
نہیں دلبر تو شاعر تیرے سب احباب کہتے ہیں
تیرے الفاظ کی طرز ادا کچھ اور کہتی ہے

میاں شبیر احمد دلبر...... سرگودھا

جدائی کا دکھ

چاند نگر میں بسنے والے لوگو
چاہت کیا ہوتی ہے تم کیا جانو
تم کیا جانو دردِ جدائی کیا ہوتا ہے
تم کیا جانو سرخ گلاب بکھر جانے کا دکھ
تم تو اپنی دنیا میں گم ہوتے ہو تم کیا جانو
بھیگے دامن، آنکھیں صحرا موسم ہجراں کربِ جدائی
دشت فرط اور تشنہ لبی کو
تم کیا جانو لوگو......!

عزالہ جلیل راؤ...... اوکاڑہ

غزل

دل دیا نہیں مگر اس کا جلنا اچھا لگتا ہے
بہت دنوں کے بعد اس سے ملنا اچھا لگتا ہے
آزمائشوں میں چھوڑ کر جانے کی اس کو عادت ہے
اور مجھے آزمائش سے لڑنا اچھا لگتا ہے
غلطیوں سے سبق ملتا ہے اور غلطیاں میں کرتی ہوں
مجھے تو بس گر گر کے سنبھلنا اچھا لگتا ہے
خوابوں کی دنیا میں ہمیشہ سفر کرتی ہوں
مجھے اپنے ہی دائروں میں رہنا اچھا لگتا ہے
میری دوستی ان سے بہت پکی ہو گئی ہے
اب دکھوں کو ہنس کے سہنا اچھا لگتا ہے

مہوش ملک۔ گنگا پور

بیاضِ دل

میمونہ تاج

اقصیٰ شکیل...... کراچی

یارب یہ سال سب کی مسرت کا سال ہو
پیغام عیش لائے یہ عشرت کا سال ہو
آنسو کا سال ہو نہ یہ آہوں کا سال ہو
نغمے نئے سنائے بہاروں کا سال ہو

نازنین تبسم...... اوکاڑہ

دسمبر کی آخری شب نہ پوچھو کس طرح گزری
مجھے لگتا تھا یہ ہر دم کہ وہ کچھ پھول بھیجے گا

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن

اک اور سال بیت گیا اشکِ رواں کے ساتھ
اس سال تو خدا کرے کوئی خوشی ملے

تانی چوہدری...... آکسفورڈ

بخت نہ جاگے میرے
جلتی رہیں راتیں بہت
دل یہ جل تھل ہی رہا
تھیں جو برساتیں بہت

سمعیہ حسین...... اٹک

کیسے کہیں گے ہم کوئی کمال سمجھ کر
ہم تو زندگی گزارتے ہیں بس ملال سمجھ کر
وہ اک نظر جو دیکھ لے گی تجھ کو
ہم منائیں گے اس پل کو خوشیوں کا سال سمجھ کر

زرتاشیہ شیرازی...... جڑانوالہ

سفر سے جسم ہے ٹوٹا، تھکن سے چُور بیٹھے ہیں
ہماری آنکھ سے نیندوں کے پنچھی دور بیٹھے ہیں
ہمیں گردِ سفر دھو کر سکھ کی نیند سونا تھا
تم تو میرے جیسے تھے تمہیں تو میرا ہونا تھا

چند امثال...... قصور

میں جب بھی ٹوٹ جاتی ہوں کسی سے کچھ نہیں کہتی
میں چکنا چور ہو کر بھی نئے منظر بناتی ہوں
میرے ہاتھوں میں قدرت نے ہنر کچھ ایسا رکھا ہے
کبھی پا کر بناتی ہوں، کبھی کھو کر بناتی ہوں

مدیحہ نورین مدوح...... برنالی

ہماری جان جائے گی تو آخر جان جاؤ گے
کہ حاصل کچھ نہیں ہوتا کسی کو آزمانے سے

روبینہ اعجاز...... سکھر

لمحہ لمحہ کبھی لگتا ہے سال کی صورت
کبھی لمحے کی طرح سال گزر جاتا ہے

نبیلہ لیاقت...... سرگودھا

مِٹ گئی حسرت دیدار بھی رفتہ رفتہ
ہجر میں حسرت دیدار کہاں تک جاتی
تھک گئے ہونٹ بھی تیرا نام لیتے لیتے
ایک ہی لفظ کی تکرار کہاں تک جاتی

مہرین...... بہاول پور

سال کی پہلی کرن کے ساتھ پھر جاگا ہے دل
پھر میری وہ ہی طلب اب کے برس مل جائے تو

صنم ناز...... گوجرانوالہ

تیری پلکوں کے آنسوؤں سے عقیدت مجھے بھی ہے
تیری طرح زندگی سے شکایت مجھے بھی ہے
تو اگر نازک ہے میں بھی نہیں پتھر
تنہائی میں رونے کی عادت مجھے بھی ہے

عروج طارق...... فیصل آباد

کسی کو سال نو کی کیا مبارک باد دی جائے
کلینڈر کے بدلنے سے مقدر کب بدلتا ہے

نرجس رانی...... ساہیوال

کتابوں سے دلیلیں دوں یا خود کو سامنے رکھوں
وہ مجھ سے پوچھ بیٹھا ہے محبت کس کو کہتے ہیں

منزہ فاطمہ...... کراچی

اب کے برس کچھ ایسی تدبیر کرتے ہیں
مل کے اک شہر محبت کی تعمیر کرتے ہیں
خزاں کی اجاڑ شامیں نہ آئیں اگلے سال
اس بہار رت کو زنجیر کرتے ہیں

مریم منور گل...... سمندری

زرد موسم کے اُجال لمحوں میں
ہم رو پڑے یونہی ہنستے ہنستے
یارب اب تو کوئی تعبیر بخش دے
کہ تھک گئیں آنکھیں خواب بنتے بنتے

دعا ہاشمی...... فیصل آباد

دل کو تیری چاہت پہ بھروسا بھی بہت ہے
اور تجھ سے بچھڑ جانے کا ڈر بھی نہیں جاتا

سیدہ آرائین جیا...... تلہ گنگ

تمہارے ساتھ دیکھا تھا اجالے بانٹتا موسم
پھر اس کے بعد کب آیا اجالے بانٹتا موسم
ابھی تک یاد کے آنگن میں دونوں رقص کرتے ہیں
وصالِ یار کا لمحہ، اجالے بانٹتا موسم

زاہدہ ملک...... دیپالپور

وہ اپنی دُھن میں رَواں تھا پلٹ کے دیکھا نہیں
اسے خبر نہیں ہوئی میں نہیں رہا اس کا

چاندنی بلوچ...... ہارٹ کالونی

تیرے در سے بہت آس ہے اللہ سائیں دیکھ
قطرہ قطرہ پیاس بہت ہے اللہ سائیں دیکھ
میرے نام کی اک خوشی تو اس جھولی میں ڈال
دکھ جس کے پاس بہت ہیں اللہ سائیں دیکھ

تہمینہ کوثر...... للیانی

اے عالمِ وقت کوئی ایسا بھی فتویٰ دے دے
جو محبت میں وفا نہ کرے کافر ٹھہرے

سیدہ کنزیٰ زین...... منڈی بہاؤالدین

پلٹ کر آنکھ نم کرنا مجھے ہرگز نہیں آتا
گئے لمحوں کا غم کرنا مجھے ہرگز نہیں آتا
محبت ہو تو بے حد ہو، جو نفرت ہو تو بے پایاں
کوئی بھی کام کم کرنا مجھے ہرگز نہیں آتا

اقرا وشال، اریب فاطمہ...... عبدالحکیم

ہم نے دیکھی ہے وہ اُجلی ساعت
رات جب شعر کہا کرتی ہے
دل تو اس راہ پہ چلتا ہی نہیں
جو مجھے تجھ سے جدا کرتی ہے

نبیلہ بخاری، نبیلہ خان...... عبدالحکیم

جن کی صداقتوں پہ کوئی شک نہ کر سکے
تم بھی کتاب دل کی ان ہی آیتوں میں ہو

مہک اعوان...... بورے والا

یہ جو رفاقتوں کی خواہشوں میں دل منتظر ہے پڑا ہوا
اسے کیا خبر کہ جدائیوں کے عذاب کتنے شدید تر ہیں

کرن وفا...... کراچی

گرد کی تہہ میں ہی رہنے دو اسے آسودہ
زندگی آئینہ دیکھے گی تو ڈر جائے گی

فضا، بشریٰ...... گجرات

وہ تو کچھ ہو ہی گئی تم سے محبت ورنہ
ہم وہ خودسر ہیں کہ اپنی بھی تمنا نہ کریں

سپاس گل...... رحیم یار خان

تمہارے سنگ جو بیتے ہیں وہ لمحے کس طرح بھولوں
انہیں لمحوں میں ساری زندگی کو جی لیا میں نے

شگفتہ خان...... بھلوال

خیال تیرا ہے سانس جیسا
جو یہ نہ آئے تو مر نہ جاؤں؟

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

سنہری باتیں

☆ سچی محبت ایک قابل قدر شے ہے لیکن سچی دوستی اس سے بھی نایاب ہے۔

☆ دوستی وہ گلاب کا پھول ہے، جس کے ساتھ کوئی کانٹا نہیں۔

☆ جہاں سورج چڑھتا ہے وہاں رات بھی ضرور ہوتی ہے مگر جہاں علم کی روشنی ہو وہاں جہالت کا اندھیرا کبھی نہیں آسکتا۔

☆ محبت ہمیشہ اپنی گہرائیوں سے بے خبر رہتی ہے۔ جب تک کہ جدائی کے لمحے اسے بیدار نہیں کرتے۔

☆ غریب وہ نہیں جس کے پاس دولت نہیں بلکہ غریب تو وہ ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔

☆ محبت کا ایک نشہ ہے جو دانا اور نادان کو ایک ہی طرح مسحور کرتا ہے۔

☆ محبت کا ایک گھنٹہ بے محبت کی سو برس زندگی سے بہتر ہے۔

☆ ایک لفظ ہمیں زندگی کے ہر بوجھ اور تکلیف سے نجات دلاتا ہے وہ لفظ ''محبت'' ہے۔

☆ سچا دوست وہ ہوتا ہے جو آپ کے پہلے آنسو کو دیکھ لیتا ہے، دوسرے کو تھام لیتا ہے اور تیسرے کو روک دیتا ہے۔

سعدیہ اجمل...... گوجرانوالہ

گوہرِ نایاب

وہ بڑے بدنصیب ہیں جو اپنے معبودِ حقیقی کو راضی نہ کر سکے۔

تُو اپنے گلے میں تو ایک سو دانوں کی تسبیح ڈالے پھرتا ہے لیکن اپنے دل کی تسبیح کے صرف ایک دانے کو پھیرنے سے عاجز ہے۔

ترک خواہشات اور مرگ نفس کے بغیر انسان خواہ جتنے بھی رنگ بدل لے اسے وصال حق حاصل نہیں ہوتا۔

محض آنکھیں بند کرے اور مراقبہ میں بیٹھنے سے دل بیدار نہیں ہوا کرتا بلکہ دل کی بیداری دیدارِ ذات کا مطلب پالینے کا نام ہے۔

جو دل غفلت کی دلدل میں پھنس گیا اس دل سے تو پتھر اچھے ہیں۔

تسنیم چوہدری...... آکسفورڈ، یو کے

انمول باتیں

+ دوسرے کی رائے کا احترام کرو اور کسی سے یہ مت کہو کہ وہ غلطی پر ہے۔

+ خوش حالی دوست بناتی ہے اور تنگ دستی ان کی آزمائش کرتی ہے۔

+ دوسروں کی غلطیاں ڈھونڈنے سے بہتر ہے کہ پہلے اپنی غلطیوں کی اصلاح کرو۔

+ بغیر سوچے سمجھے تقلید کرنا کمزور دماغ کی علامت ہے۔

+ خوبی اور نیکی دولت سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ دولت نیکی اور خوبی سے وجود میں آتی ہے۔

+ ہر شخص کو محض اس لیے دوست نہ سمجھو کہ وہ زبان سے کہتا ہے کہ وہ تمہارا دوست ہے۔

+ ہارتے وہی ہیں، جو ہارنے سے ڈرتے ہیں اور جیتتے وہی ہیں جنہیں اپنی جیت کا یقین ہوتا ہے۔

+ خوشامد سے پرہیز کرو، یہ جہالت سے شروع ہوتی ہے اور ندامت پر ختم ہوتی ہے۔

+ خوابوں کے آئینے سے نکل کر حقیقت کے

آئینوں میں اپنا عکس تلاش کرو۔

طیبہ سعدیہ سعدی......سیالکوٹ

اچھی بات

اپنے خیالات پر کڑی نظر رکھو کیونکہ تمہارے خیالات تمہارے الفاظ بن جاتے ہیں' تمہارے الفاظ تمہارا عمل بن جاتے ہیں' تمہارا عمل تمہاری عادت بن جاتی ہے اور تمہاری عادت تمہارے جزوی انجام کو متعین کرتی ہے۔

تہمینہ کوثر......للیانی

آنکھیں

ایک روپ کے ساگر میں نہاتی رہیں آنکھیں
کچھ خواب میرے دل کے سجاتی رہیں آنکھیں
یادوں کے دریچے پر وہ دیتی رہیں دستک
کل رات بہت مجھ کو ستاتی رہیں آنکھیں
پلکوں سے ٹپکنے نہیں دیا ایک بھی آنسو
یہ رسمِ محبت بھی نبھاتی رہیں آنکھیں

نامعلوم......مقام نامعلوم

سیپ سیپ موتی

رویے موسموں کی طرح ہوتے ہیں' ان سے نمٹنے کے لیے لہجوں کا لباس بدلنا ضروری ہوتا ہے۔

زندگی چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح گزارو تا کہ آپ رہو یا نہ رہو مگر آپ کی چمک لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہے۔

ہمت ہارنا ناکامی کا پہلا قدم ہے۔

زندگی میں ان چیزوں کو کبھی مت توڑنا۔ دوستی' دل بھروسا...... کیونکہ یہ جب ٹوٹتے ہیں تو آواز نہیں ہوتی مگر درد بہت ہوتا ہے۔

مسکراہٹ دلوں کو جیتنے کا واحد ذریعہ ہے۔

سیدہ کنزیٰ زین......منڈی بہاؤالدین

مزاحیات

میں مج ویچی
میں گاں ویچی
واہ واہ
میں مج ویچی
میں گاں ویچی
میری اپنی میں تاں ویچی
کسی نوں کوئی تکلیف اے

فضہ بشریٰ......گجرات

نمکین غزل

سرگودھا اگر پیارا نہ ہوتا
کمپنی باغ کا نظارہ نہ ہوتا
کالج روڈ پہ اشارا نہ ہوتا
کچہری روڈ کا سہارا نہ ہوتا
لنڈے بازار چوک کا فوارا نہ ہوتا
فیشن نے اگر لڑکیوں کو بگاڑا نہ ہوتا
سرگودھا کا کوئی لڑکا آوارا نہ ہوتا

علیشاہ......سرگودھا

محبت

کسی نے پوچھا محبت کیا ہے؟

سمندر نے کہا: محبت سمندر کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی ایک سیپ ہے' جس میں چاہت جیسا انمول موتی موجود ہے۔

بادل نے کہا: محبت ایک دھنک ہے' جس میں ہر رنگ نمایاں ہوتا ہے۔

شاعر نے کہا: محبت ایک ایسی غزل ہے جو ہر ایک سننے والے کے دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔

ساز نے کہا: محبت ایک ایسا گیت ہے جو دل میں اتر جاتا ہے۔

مالی نے کہا: محبت گلشن کے پھول کی وہ دل کش خوش بُو ہے' جس سے سارا گلشن مہک اٹھتا ہے۔

آنکھوں نے کہا: محبت آنسوؤں کا دریا ہے' جو کسی کے انتظار میں خاموشی سے بہتا ہے۔

دل نے کہا: محبت کسی کو خاموشی سے چاہے جانے کا نام ہے کہ آخری وقت بھی اظہار نہ کیا جائے۔

نصیب نے کہا: محبت والا دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہے اور جس کے دل میں محبت نہیں وہ دنیا کا بدترین شخص ہے۔

نفرت نے کہا: آخری جیت محبت کی ہوتی ہے۔

کامران خان......کوہاٹ

اقتباس

مہمان کی جان لیوا قسم تو وہ ہوتی ہے جو پرہیزی غذا کھاتی ہے۔ نہ جی چائے تو میں نہیں پیتا' آدھا کلو دہی کی لسی اور دو روٹیاں بس...... گندم کی روٹی تو میرے لیے زہر ہے۔ لقمہ اندر گیا کہ انتڑیاں سوجیں۔ کھچڑی اور دلیے کے سوا کچھ کھا ہی نہیں سکتا۔ رات کو سونے سے پہلے دودھ تو میرے لیے بہت ضروری ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے اور ہر کھانے کے بعد دو سیب...... نہ نہ میرے لیے کوئی تکلف نہ کیجیے گا۔ میں کہاں یہ مرغن کھانے ہضم کرسکتا ہوں۔ مہمان تھوڑا ہی ہوں' اپنا گھر ہے' آپ تکلف نہ کریں۔ میں تو صرف دو وقت دودھ پیتا ہوں' ناشتے کے ساتھ ڈبل روٹی' مکھن اور دو ہاف بوائل انڈے ہاں البتہ شام کو بکری کے گوشت کی یخنی ضرور پیتا ہوں اور دوپہر کو کھانے کے ساتھ دہی ضرور ہو۔ آپ کوئی تکلف نہ کریں۔ ڈاکٹر نے سخت منع کر رکھا ہے' کیسا ہے جی؟؟؟

انتخاب: زاہدہ ملک......دیپالپور

محبت

+ جس طرح خوش بُو کو قید نہیں کیا جاسکتا' اسی طرح محبت کو بھی چھپایا نہیں جاسکتا۔

+ محبت کے بغیر زندگی ادھوری اور ہر رشتہ بے معنی ہے۔ محبت ہر احساس' ہر شے اور ہر رنگ کو انمول بنا دیتی ہے۔

+ جس محبت کا تعلق حُسن سے ہو تو وہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔

+ سچی محبت ایک نایاب شے ہے لیکن سچی دوستی اس سے بھی زیادہ نایاب ہے۔

+ جب محبت کامل ہو جاتی ہے تو ادب کی شرط ختم ہو جاتی ہے۔

+ محبت ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں۔

فضہ یونس......گنگا پور

اقتباس

جگہ تبدیل ہو جانے سے خیالات بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ دماغ کو سوچنے کے لیے مزید اور نئے مواقع ملتے ہیں۔ سوچ کے در وا ہوتے ہیں۔ نئی روشنی اندر آتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے صدیوں سے بند دروازے کو اگر کھولا جائے تو اندر کی بساند دیر سے ہی سہی ختم ضرور ہو جاتی ہے۔

نازسلوش فرشے......میرپور آزاد کشمیر

یادیں

بھیگی رتوں میں اکثر
پلکوں پر اشکوں کے چراغ سجا کر
آج بھی نجانے کیوں
تجھے آنکھیں تلاش کرتی ہیں
بس!
تیری یادیں اداس کرتی ہیں

صنم ناز......گجرانوالہ

ساس کی ڈیمانڈ

لڑکی خوب صورت ہو۔ خوب سیرت ہو۔ امیر ہو

ن ابھی ہو، کم عمر ہو، گھر کے کام کاج میں ماہر ہو۔
کی کی ڈیمانڈ:
ساس نہ ہو۔

درخشاں بی...... چوٹالہ

مایوسی

کبھی کبھی جب ہم ایک طویل تھکا دینے والی رات کو الوداع کہہ کر اپنی بوجھل آنکھوں سے صبح کی پہلی کرن دیکھتے ہیں تو بے ساختہ آنکھیں زور سے میچ لیتے ہیں، لرزتی پلکوں کو آغوش میں چھپاتے ہوئے دل سے ایک آہ نکلتی ہے۔
"کاش ہماری سانسیں تھم گئی ہوتیں۔ کاش یہ آنکھیں نہ کھلتیں۔ کاش یہ ابدی نیند سو جاتیں۔
"کاش......!

مریم منور گل...... سندری

مزاحیہ

پرنسپل: تم دیر سے کیوں آئے ہو جب کہ تمہارے تمام دوست وقت پر اسکول آتے ہیں؟
شاگرد: گروپ بنا کر تو کتے آتے ہیں جناب! شیر تو اکیلا آتا ہے۔
پرنسپل: چل میرا شیر پتر! ہن ککڑ بن جا۔

ساجدہ زید...... ویروواله

رشتوں کے آئینے میں

ماں: ـ نرم و گداز ہوا کا جھونکا
باپ: ـ شفقت اور محبت کا دریا
بہن: ـ ایثار و چاہت کا پیکر
بھائی: ـ بہنوں کے لیے تحفظ کا نشان
بیٹا: ـ آرزوؤں کا مرکز
استاد: ـ قابلِ احترام ہدایت دینے کا ذریعہ
شاگرد: ـ ایک پیاسا سیکھنے کا طلب گار

شمائلہ سلیم...... گنگا پور

شعر

بیت گیا جو سال بھول جائیے
اس نئے سال کو گلے لگائیے
کرتے ہیں دعا ہم رب سے
اس سال کے سارے سپنے پورے ہوں آپ کے

عابدہ سحر...... کوٹ اڈو

نیا سال

خدا کرے نیا سال تیرے دامن میں
وہ سارے پھول کھلا دے
کہ جن کی خوشبو نے
تیرے خیال میں شمع جلائی رکھی تھی

پلوشہ گل...... کوٹ اڈو

یوں بھی ہوتا ہے

بیوی شوہر سے: "منا اتنی دیر سے رو رہا ہے مگر تمہیں اتنی فرصت نہیں کہ ذرا اسے گود میں ہی اٹھا لو۔ تم تو ایسے کرتے ہو جیسے میں اسے جہیز میں لے کر آئی تھی۔"
شوہر غصے سے: "اور تم تو مجھے ایسے سنا رہی ہو جیسے میں اسے اپنا باراتی بنا کر لایا تھا۔"

(صبا مریم...... ٹنڈو جان محمد)

"نیا سال"

گزرتے ہوئے لمحات کو بھول کر
نیک تمناؤں کے ساتھ
امن کی اک مثال قائم کریں
آؤ مل جل کر
اک اچھے سال کا آغاز کریں

(تنزیلہ ہاشمی...... جھنگ صدر)

شہلا عامر

ناز سلوش دشے، میر پور آزاد کشمیر۔ پیاری شہلا جی آداب! خدا تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ آپ کو اور اس رسالے سے جڑے تمام افراد کو اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین۔ گو کہ میرا اور آنچل کا تعلق بہت پرانا ہے۔ لیکن کبھی مصروفیت کی بناء پر تو کبھی رسالہ نہ ملنے کی وجہ سے اس سے دور بھی رہی۔ اب چونکہ راقم چین ہی چین لکھتا ہے۔ B.S.C کے بعد ہر طرف امن کا راج ہے تو آنچل سے ایک دفعہ پھر رشتہ جوڑ لیا ہے اور اس امید پر قلم اٹھایا ہے کہ مایوسی نہیں ہوگی۔ نومبر کا رسالہ ہاتھوں میں ہے۔ پڑھ بھی لیا ہے۔ مگر مفصل تبصرہ نہیں کروں گی کیونکہ صبح میری اٹک کے لیے روانگی ہے اور یہ خط بھی بہت جلدی میں لکھ رہی ہوں۔ ان شاء اللہ اگلے ماہ افسانے اور مفصل خط کے ساتھ حاضر ہوں گی۔ تمام رائٹرز اور قاری بہنوں کو سلام۔

زویا خان، اشرف نگر۔ السلام علیکم! محترما ؤں اینڈ عزیزوں کیسے ہو سب امید ہے اس دفعہ پھر مجھے شامل کریں گے۔ اس دفعہ آنچل پسند نہیں آیا کچھ کمی سی لگی "آنچل کے ہمراہ" اچھا سلسلہ ہے سب کے جذبات کا پتا چلتا ہے فرحت خالہ بہت خوش قسمت ہیں جن کے لیے اتنے ڈھیر سارے لوگ دعا کرتے اور انہیں یاد کرتے ہیں اللہ ان کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے آمین۔ سمیرا شریف طور آپ کے لکھنے سے بے حد خوش ہوئی اب لکھتی رہیے گا مجھے آپ کی اسٹوری بے حد پسند ہے اسٹوری پہ تبصرہ تب کروں گی جب اس کا اینڈ ہوگا۔ "بھیگی پلکوں پر" اقرا جی! ونڈر فل بہت اچھے طریقے سے کہانی بڑھ رہی ہے۔ "اور کچھ خواب" عشنا جی یہ دامیان انابیتا کو کیوں تنگ کرتا ہے ایک طرف سے پرپوزل بھیجا پھر انجان بنا وہ کیا چاہتا ہے۔ جب کہ وہ لڑکی کو اس سے بہتر سمجھتا ہے۔ عشنا جی پلیز عدن کو پارسا کے ساتھ ہی رکھیں۔ ان دونوں کی جوڑی پرفیکٹ ہے عدن کے علاوہ کوئی اس کی اتنی کیئر نہیں کرے گا۔ انا یا اور معارج کا سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا مسئلہ ہے معارج کے ساتھ سخت زہر لگتا ہے مجھے۔ کسی کی جان جائے مگر اصول نہ ٹوٹے یہ کیا چیز ہے نہ خوش ہونے دیتا ہے اور ہی اداس سخت نفرت ہے ایک بندے کا موڈ نہیں ہو رہا اور زبردستی لے کر جانا ہے دعوت میں۔ معارج پاگل ہے شاید "پتھروں کی پلکوں پر" نازی آپی کیا غریب لوگ محبت نہیں کرتے یا ان کی قسمت میں محبت ہوتی نہیں امامہ نے بہت برا کیا شجاع کے ساتھ اور انوشہ کی شادی ہوگئی انوشہ کی شادی شاہ زر سے ہونی چاہیے۔ کیونکہ وہی اپنے بچے کو سچا پیار دے سکتا ہے۔ انوشہ کو بھی خوش رکھ سکتا ہے۔ عباد کی امی اور ابو نے ڈبل گیم کھیلا ادھر عباد کو سڈنی بھیج دیا اور یقین دلایا کہ صاعقہ سے تمہاری شادی ہے اور ادھر صاعقہ کی بے عزتی کی پلیز صاعقہ کو عباد کے ساتھ کردیں۔ "دوست کا پیغام آئے" میں سب کے میسج اچھے تھے۔ اگر خط شائع کیا تو پھر حاضر ہوں گی۔ اللہ حافظ۔

فریدہ جاوید فری، لاہور۔ پچھلے سال ماہِ دسمبر میں جب یہ سنا تھا کہ آنچل کی مدیرہ فرحت آرا کا انتقال ہوگیا تو یہ سن کر یقین ہی نہیں آیا کہ وہ ہمیشہ کے لیے ہم سے بچھڑ گئی ہیں۔ ان کے بغیر آنچل ادھورا لگتا ہے وہ ایک مدیرہ ہونے کے ساتھ ہی بہت ہی پیار کرنے والی ہستی تھیں۔ فون پر بہت ہی پیار سے جواب دیتی تھیں۔ میری پہلی نظم "آئیڈیل" آنچل ہی میں شائع ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ ان کی برسی پر بہت سی دعائیں ان کے لیے۔

طاہرہ ملک، طال پور پیرواله۔ مائی سوئٹ آنچل فرینڈز رائٹرز ریڈرز اینڈ اسٹاف کیسے ہیں آپ سب؟ اس ماہ کا آنچل تو بہت ہی سونا سونا اور اداس لگا کیونکہ انہیں دنوں ہی ہماری پیاری آنٹی فرحت آرا ہمیں چھوڑ کر ایسے دیس چلی گئی تھیں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا ان کی کمی بہت فیل ہوتی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ سمیرا شریف طور آپ کا ناول تو بہت ہی اچھا لگا۔ (یہ دنیا کب کسی کو خوش دیکھ سکتی ہے)۔ "بھیگی پلکوں پر" اقرا صغیر احمد جو کہ میری موسٹ فیورٹ رائٹر ہیں ان کا ناول پچھلے سلسلہ وار ناول کی طرح بہت اچھا لگا۔ پری اور طغرل زبردست جوڑی ہے۔ "اور کچھ خواب" میں لگتا

ہے اب پارسا کی اسٹوری کچھ واضح ہو جائے گی۔ معارج کو بھی کچھ Explain کریں کبھی لگتا ہے کہ وہ محبت کرتا ہے اور کبھی لگتا ہے کہ نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' لگتا ہے صاعقہ اور عباد کو ظالم سماج کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ نازیہ جی سانول شاہ اگر راہ راست پر آ ہی گیا ہے تو اسے انزلہ سے جدا نہ کریں اور شاہ زر نے اپنی غلطی کا بہت خمیازہ بھگتا ہے۔ اس کو اپنے بیٹے اور انوشہ سے ملا دینا چاہیے اور بریرہ کو مر دے تاکہ اس کے دکھوں کا مداوا ہو سکے۔ سلمیٰ فہیم گل' نسیم ارشد' صبا جاوید' جویریہ سلیم اور اریشہ غزل آپ کے بھی افسانے بہت اچھے لگے۔ ''بیاض دل'' میں نوشین' سباس' فرح' کرن' اریبہ' بشریٰ' مانو رانی اور فرح کا انتخاب اچھا لگا۔ ''یادگار لمحے'' میں فریحہ' میرب دعا' فرح طاہر اور عابدہ نسیم نے یادگار لمحوں کو یادگار بنا دیا۔ باقی تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح زبردست تھے۔

ام حبیبہ بخیر' بوسال مصور۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور تمام آنچل اسٹاف کو میری طرف سے بہت سلام اور خدا کرے کہ ہر آنے والا لمحہ ہمارے لیے خوشیوں اور راحت کا پیغام لے کر آئے پہچانا! جی پہچانیں گے کیوں نہیں کیونکہ یہ میری آنچل میں چوتھی بار انٹری ہے اور آپ نے ہر بار اتنے اچھے طریقے سے ویلکم کیا ہے کہ دل باغ باغ ہو گیا ہے۔ اس بار میں نے بہت ڈرتے ہوئے خط لکھا ہے کہ آپ لوگ یہ نہ کہیں کہ بھئی یہ کون ہے جو ہمیں چھوڑ ہی نہیں رہی۔ (سوری) مذاق کر رہی تھی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ آپ دل توڑنے والوں میں سے نہیں دل جوڑنے والوں میں سے ہیں اسی وجہ سے دوبارہ حاضر ہوں۔ نازیہ کنول آپ بہت گریٹ ہو میں آپ کے بارے میں کیا لکھوں الفاظ ہی نہیں مل رہے آپ کی تعریف کے لیے۔ کتنے اچھے طریقے سے آپ نے دل جیت لیا ہے ہم سب کا اور امامہ کو واقعی سزا ملنی چاہیے تھی۔ اپنے ہنستے بستے گھر کو اس نے خود خراب کیا ہے۔ عباد اور صاعقہ کے تو کیا ہی کہنے۔ شاہ زر نے بھی ٹھیک نہیں کیا بریرہ کے ساتھ پلیز نازیہ جی اس کا اینڈ بہت اچھا کیجیے گا اور جہاں تک بات ہے عشنا کوثر کی تو ان کا بھی کوئی ثانی نہیں۔ سارے افسانے' سلسلے بہت بہت اچھے جا رہے ہیں۔ اللہ ان کو اور اچھا لکھنے کی توفیق فرمائے اور آنچل اسی طرح ترقی کرتا جائے اور نازیہ جی جب میں نے کچھ لکھا تو اس میں آپ سے دوستی کی التجا کی پلیز دوستی کے لیے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو تھام لیں میں آپ کی بہت فین ہوں میں اپنے اس خط کے ذریعے اپنی تمام دوستوں کزنز وغیرہ کو سلام دینا چاہتی ہوں جہاں رہیں سب خوش رہیں اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے۔ آمین

آفرین افضل' ملتان۔ السلام علیکم! ڈیئر شہلا آپی' مدیرہ اور پیاری پیاری قارئین آنچل! پہلی مرتبہ خط لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں۔ اس امید کے ساتھ کہ خط ردی کی ٹوکری کی نذر کرنے کے بجائے آپ ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ہمیں آنچل کے ''آئینہ'' میں تھوڑی سی جگہ ضرور دیں گی۔ تین چار سال سے آنچل کی مستقل قاری ہوں۔ تمام قسط وار کہانیاں اپنی مثال آپ ہیں اور ''زرد موسم کے دکھ'' تو لاجواب ہے۔ سمیرا آپی بے حد اچھا لکھ رہی ہیں۔ اقرا صغیر احمد' عشنا کوثر سردار سب رائٹرز اپنی مثال آپ ہیں اور معذرت کے ساتھ ''پتھروں کی پلکوں پر'' مجھے کچھ چیزیں حقیقت سے بہت دور لگیں۔ جیسے شاہ زر کا اعتراف جرم اور عباد کا صاعقہ کے گھر آ کر اتنی مدد کروانا۔ آج کل کے دور میں کوئی ایسے نہیں کرتا۔ ابھی مکمل ڈائجسٹ پڑھا نہیں۔ اس لیے مکمل پر تبصرہ بھی نہیں کر سکی اور پلیز ٹائٹل گرل پر تھوڑی سی توجہ دیں کیونکہ ٹائٹل بالکل ہی اچھا نہیں ہوتا۔ باقی آنچل کے تمام مستقل سلسلے بہت اچھے ہیں۔ ''آپ کی شخصیت'' مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ کیونکہ میرا سبجیکٹ ''سائیکالوجی'' ہے۔ میرے خط کو ''آئینہ'' میں ضرور شامل کیجیے گا۔ آپ نے اگر اس مرتبہ خط شامل کیا تو آئندہ بھی تفصیلی تبصرہ کرتے رہیں گے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ

عظمیٰ احمد' میانہ گوندل۔ آنچل کے تمام قارئین اور آنچل اسٹاف کو السلام علیکم! آنچل کی تمام رائٹرز کو میرا بہت بہت سلام میں کسی بھی رسالے میں پہلی بار خط لکھ رہی ہوں۔ آنچل کی تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں۔ اللہ آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے آمین۔ مجھے تمام کہانیاں بہت پسند ہیں' مگر جب سے سمیرا جی کا نیا ناول آیا ہے۔ ''زرد موسم کے دکھ'' اس نے ساری توجہ اپنی طرف مائل کر لی ہے میں نے بہت سے رسالے پڑھے مگر کسی میں بھی اتنی کشش نہیں تھی کہ اس کے پیچھے دوڑتے مگر جب سے آنچل کو ہاتھ لگایا ہے اس میں کوئی ایسا جادو تھا کہ بس دیوانے ہو گئے پوری دنیا میں جتنے بھی رسائل ہیں ان میں آنچل سب سے

آگے ہے۔ میں نے پہلے بھی خط لکھا مگر شائع نہیں ہوا۔ خیر کوئی بات نہیں اب اس امید سے لکھا ہے کہ شاید اس دفعہ آنچل ہم کو بھی خوش آمدید کہہ دے۔ (خوش آمدید)

سیدہ آر این حیا' تلہ گنگ۔ سلام مسنون! شہلا آپی آنچل کی پوری ٹیم اور قارئین کی خدمت میں پیار بھرا سلام۔ آنچل موصول ہوتے ہی اس کا ٹائٹل دیکھ کر میرا موڈ اچھا یا برا ہو جاتا ہے۔ مجھے ہلکا پھلکا سا ٹائٹل ہمیشہ سے اچھا لگتا ہے۔ اس دفعہ پسند آیا۔ ''سرگوشیاں'' اور ''حمد و نعت'' کے بعد سیدھے ''زرد موسم کے دکھ'' کی جانب بڑھے۔ سمیرا آپی آپ نے معاشرے میں پھیلے ایک ایسے ناسور کی جانب اشارہ کیا ہے جس کو شاذ و نادر ہی موضوع بنایا جاتا ہو ہمارے معاشرے کی مثال تو وہی ہو گئی کہ برا اچھا بدنام برا اب لائبہ کا امتحان بھی ختم ہی کر دیں۔ ان کے بعد ''صبا ٹھہر جائے'' بھی خوب موضوع تھا۔ ہم واقعی بزرگوں کو بوجھ کیوں سمجھنے لگے ہیں۔ ہم آزاد رہنا چاہتے ہیں اور اپنی رسوم یہ کھلم کھلا بغاوت ہی ہمارا نصب العین کیوں بن گیا ہے۔ باقی تمام مستقل سلسلے لاجواب تھے۔ ''بیاض دل'' میں مائرہ ملک اور بشریٰ ملک' زرتاشیہ شیرازی اور کرن وفا کا انتخاب اچھا لگا۔ نازیہ آپی' فصیحہ آصف' راشد ترین اور تناز حسنین کی غزلیں بہت ہی پیاری تھیں۔ تمام قاری بہنوں کو نیا سال مبارک ہو دعاؤں میں یاد رکھنے کی التماس کے ساتھ اجازت۔

صنم ناز' گوجرانوالہ۔ السلام علیکم شہلا آپی! تمام لکھنے اور پڑھنے والوں کو دل کی گہرائیوں سے سلام اور نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ سمیرا کا ناول بہت اچھا جا رہا ہے۔ فوزان کا کردار بہت پسند آیا۔ یوں لگتا ہے یہ ناول حقیقت کو مدنظر رکھ کر لکھا گیا ہے۔ بقایا تمام سلسلہ وار ناول اچھے جا رہے ہیں لیکن سست روی کا شکار ہیں اور بقایا تمام افسانے' ناول ابھی پڑھے نہیں۔ ''آپ کی پسند'' میں اریبہ شاہ' کرن وفا' نجم انجم کی پسند لاجواب تھی۔ اریبہ شاہ کی غزل بہت پسند آئی۔ ''یادگار لمحوں'' کو سمیرا احمد' رانی اسلام' نوشین اقبال نوشی' سباس گل' فریحہ شبیر' صغیرہ وقار نے واقعی یادگار بنا دیے۔ ''بیاض دل'' میں درخشاں لی' نوشین اقبال' سمیرا ندیم' یاسمین عندلیب' اریبہ شاہ' چندا شیخ' کرن وفا' رانی اسلام کا انتخاب پسند آیا۔ بشریٰ باجوہ کی نظم 'عادت' پسند آئی اچھا جی اگر سانسوں نے وفا کی تو اگلے مہینے کے تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی۔ اللہ حافظ

شہر بانو رضا' میانوالی۔ شہلا آپی آنچل اسٹاف اینڈ قارئین محترم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ کیا حال چال ہیں۔ لگتا ہے بڑے ہی مصروف ہیں۔ خیر جہاں رہیں خوش و خرم رہیں اگر ہماری مدد شدد کی ضرورت ہو تو اسی آئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے گھر والوں کو اڑوسیوں پڑوسیوں کو اور ہر مسلمان کو صحت و تندرستی عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ تھوڑا سا اپنا تعارف بھی کروا دوں نام ہے خیر سے شہر بانو رضا' جدی پشتی مسلمان اور پاکستانی کچھ کچھ بھنی تڑئی شاعری بھی کرتی ہوں جو کہ خیر سے سر سے گزر جاتی ہے۔ بھئی لوگوں کو قدر ہی نہیں ہے۔ ویسے آپس دی گل اے کہ آنڈھ گوانڈھ دیاں کڑیاں میری غزل' نظم' شعر سن کے خوش ہوندیاں نے۔ (جھلیاں جٹیاں) ایک خاص الخاص بات میں حافظ بھی ہوں۔ غرور نہیں کر رہی جی اپنی تعلیمی قابلیت بتا رہی ہوں۔ ویسے میٹرک کیا ہے۔ ہائے اسی رہ گئے پچھے ویسے بندی ناچیز پہلے بھی آپ کو خط لکھنے کا کارنامہ سر انجام دے چکی ہے۔ (واہ جی واہ لگدا اے دنیا فتح کر لی اے۔ مبارکاں بھئی مبارکاں) اور اب ایک مرتبہ پھر ہمیں برداشت کر لیں۔ سدھی جئی گل اے اور ویسے بھی آپ سب کمال کے انسان ہیں جو سب کے سدھے پٹھے لیٹر پڑھ سکتے ہیں تو ایک میرا بھی پڑھ لیں کہ میں نے کیا تیر مارے ہیں۔ مجھے چند کڑیاں بہت اچھی بہت ہی اچھی لگتی ہیں۔ جن میں نازی جی' انا شاہ زاد' سمیرا شریف' اقرا جی یعنی اقرا صغیر احمد' زاہدہ خٹک' تانی چوہدری' ثریا شاہ میری گڈو تو بڑی ہی اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو خوش و خرم رکھے آمین ثم آمین۔ اگر آپ لیٹر شائع کر دیں تو وڈی مہربانی شکریہ Thanks شکرا اینڈ بھلا ہوئے اللہ تسانوں حج کروائے میرے نال نال۔ آمین ثم آمین۔ ہر قسم کی بات ہو اور بات نہ ہو میرے جگری کی ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ ہاں جی میں اپنے جگری پاکستان کی بات کر رہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میرے جگری کو ہمیشہ قائم دائم شاد آباد رکھے آمین۔ اک بات بتاؤں میں فوجیوں کی دیوانی ہوں خاص طور پر آرمی والے ہائے اوہ ربا دل کرتا ہے بھاگ کے جاؤں اور جو بھی فوجی نظر آئے کھٹاک سے سلام پیش کروں۔ اگر آپ لوگ غلطی سے مطلب تھوڑا ترس کھا کے

میرے اس لمبے چوڑے لیٹر کو آنچل میں جگہ دیں تو شکریہ۔ اب آخر میں تمام آنچل پڑھنے والوں والیوں کو دعاو سلام اور خاص طور پر مس سعدیہ تواب اور ودی ماروزی گلے کو بیسٹ آف لک۔ جگ جگ جیو۔ اللہ حافظ دعاؤں کی طالب۔

صباحت مرزا' گجرات۔ السلام علیکم! دسمبر کا آنچل 27 تاریخ کو ملا۔ حمد و نعت سے مستفید ہوئے۔ قرآن کی روشنی میں شیطان کی حقیقت سے بھی آگاہی ہوئی۔ اس کے بعد دوڑ لگائی "آئینہ" میں اور اپنا نام دیکھ کر بے پناہ خوشی ہوئی پہلی دفعہ خط لکھا اور وہ شائع بھی ہو گیا یہ آنچل کا ہی کمال ہے۔ اس کے بعد "پتھروں کی پلکوں پر" پڑھا۔ نازیہ کنول نازی بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ پلیز نازیہ صاعقہ اور عباد کے ساتھ کچھ برا مت کیجیے گا۔ دوسرے سلسلہ وار ناول بھی زبردست جا رہے ہیں۔ "زرد موسم کے دکھ" بھی پڑھا۔ اس نے تو ہمیں رلا ہی دیا۔ اس پر تبصرہ مکمل ہونے کے بعد ہی کروں گی۔ ناولٹ دونوں ہی اچھے تھے افسانے بھی اچھے تھے۔ باقی سب مستقل سلسلے بھی اچھے جا رہے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ پلیز نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور کا تعارف ضرور شائع کریں۔ ارے میں تو بھول ہی گئی۔ تمام قارئین آنچل اسٹاف کو نیا ہجری اور عیسوی سال بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ سال سب کے لیے خوشیاں لے کر آئے اور سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ پاکستان پر اپنا کرم کرے اور ہمارے پیارے ملک میں امن و سلامتی کا دور دورہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آنچل کو خوب ترقی دے۔ آنچل اسٹاف' رائٹرز اور تمام قارئین کو خوشیاں اور کامیابی عطا فرمائے آمین۔ کچھ برا لگے تو معذرت۔ اب اگلے ماہ ان شاء اللہ پھر حاضر ہوں گی۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ خدا حافظ

یاسمین کنول' پسرور۔ محترمہ قیصر آراء صاحبہ سدا خوش رہیں السلام علیکم! 2011ء کا آخری شمارہ نظر نواز ہوا۔ فرحت آرا کے نام تحاریر پڑھ کر عجیب سا محسوس ہوا۔ ابھی کل کی بات ہے وہ ہمارے ساتھ تھیں ہمارا دکھ شیئر کیا کرتی تھیں اور اب ایک یاد بن گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار خاص میں جگہ مناسب عنایت فرمائے آمین ثم آمین۔ "انتظار کا موسم" بہترین ناولٹ جب کہ بہترین افسانہ "نوائے سحر" لگا۔ اس ماہ کی سب سے بہترین اور متاثر کن تحریر "زرد موسم کے دکھ" رہی "سمیرا شریف طور واقعی مبارک باد کی مستحق ہیں۔ باقی مستقل سلسلے ہمیشہ کی طرح پسند آئے۔ "غزلیں نظمیں" اچھی لگیں خواہش ہے کہ ان میں میری غزل بھی آئے۔ "آنچل" کو بہترین انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔ چند ماہ چھوڑ کر اچھا ہی ہوا۔ مصروفیات کی وجہ سے "آنچل" میں ہر ماہ شرکت نہیں کرتی۔ پھر بھی آتی جاتی رہتی ہوں۔ امید ہے آپ خوش آمدید نہیں کہیں گی (خوش آمدید) آنچل سے مجھے بے حد پیار ہے اس کی وجہ معلوم نہیں بس زیادہ عرصے اس سے دوری برداشت نہیں ہوتی۔ آنچل کی تمام رائٹرز کو سلام نازیہ کنول نازی کی امی کی طبیعت اب کیسی ہے؟ امید ہے بہتر ہوگی۔ باقی باتیں آئندہ۔ اجازت اللہ حافظ۔

جاناں' چکوال۔ السلام علیکم! شہلا آپی تمام قارئین کو جاناں کی طرف سے محبت بھرا اسلام اس دفعہ آنچل 24 تاریخ کو مل گیا۔ ٹائٹل گرل بس سو سو لگی اور پہلے بھاگ کے پہنچے آئینہ میں جہاں اپنا نام پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ تمام آنچل اچھے دن جا رہا ہے۔ سلسلے وار ناول بہت پسند ہیں۔ اسپیشلی "پتھروں کی پلکوں پر" اور "بھیگی پلکوں پر" اس کے علاوہ فرحت آپا کا پڑھ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔ بس دعا ہے کہ خدا ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے آمین۔ سب سلسلے بہت زبردست تھے۔ "دوست کا پیغام آئے" میں فرح طاہر اور عائشہ ملک اور شگفتہ خان کا پیغام بہت اچھا لگا۔ اس کے علاوہ "آپ کی پسند" میں زینب احسن زینی اور کرن وفا کی پسند بہت پسند آئی اور بشریٰ نوید کی تو کیا بات ہے۔ بہت اچھا لکھا۔ "عادت" میری عادت بدل جاؤ اور ڈش مقابلہ میں سوئٹ ڈشیں بہت پسند آئی۔ سب دوستوں کو بہت بہت سلام بشریٰ نوید فرح طاہر' خوش بو زاہدہ ملک' ایمان' ثنا ملک' شہنیلہ' فروہ' تحریم' عافیہ' ثنا علی یعنی سمیعہ' ثناء اعوان' ہادیہ' سائرہ اینڈ تمام قارئین کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ ایمان اور میری بھابی نازیہ کی یکم جنوری کو سالگرہ ہے۔ ان کو میری طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو آپ کو خدا ایسی ہزاروں خوشیاں نصیب فرمائے۔ آپ کی عمر دراز کرے آمین۔ آخر میں تمام قارئین کے لیے بہت ساری دعائیں جہاں رہیں خوش رہیں۔ خدا حافظ

رضوانہ ملک' جلال پور/ پیروالا۔ آنچل اسٹاف اینڈ قارئین کو سلام اور آپ سب کو نیا سال مبارک ہو۔

میری دعا ہے کہ نیا سال آپ سب کے لیے خوشیوں کا پیغام لائے۔ "بھیگی پلکوں پر" اقرا صغیر احمد آپ کا ناول بہت فنٹاسٹک ہے۔ آپ کے ناول کی پہلی قسط نے ہی دل کے تاروں کو چھو لیا تھا۔ اقرا جی میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں۔ آپ مجھے نائس' لولی اور کیئرنگ سی لگتی ہے۔ عشنا کوثر سردار آپ کے نام کی طرح آپ کے کرداروں کے بھی نام ڈیفرنٹ اور پیارے ہوتے ہیں۔ "اور کچھ خواب" آپ کا ناول بہت ہی اچھا ناول ہے۔ نازیہ کنول نازی مجھے آپ کے تمام ناول بہت اچھے لگتے ہیں اور آپ بھی بہت اچھی لگتی ہیں۔ میں نے آنچل میں آپ کا ناول پڑھا تھا اور اسی دن سے ہی آپ میری فیورٹ رائٹر بن گئی تھیں۔ نازیہ آپ کی مما کی طبیعت اب کیسی ہے۔ میں نے ان کے لیے بہت دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ آپ کے سر پر ہمیشہ سلامت رہے آمین۔ جویریہ اسلم' صبا جاوید آپ کے افسانے بھی بہت اچھے تھے۔ سلمیٰ فہیم گل اور نسیم ارشد آپ دونوں کے ناول بہت ہی زبردست تھے۔ "بیاض دل" میں سباس گل' اریبہ شاہ' ام صبا الیاس' کرن وفا اور نوشین اقبال نوشی کے اشعار بہت اچھے لگے۔ "یادگار لمحے" میں عمیس احمد کی حمد و نعت بہت اچھی تھی۔ عابدہ نسیم اور فرح طاہر کی بھی باتیں اچھی تھیں۔ عائشہ ملک اور سلمیٰ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اسمیہ رباح Happy Birth Day لیٹ وش کرنے کے لیے Sorry اوکے اب اجازت دیں۔ اللہ حافظ

رانی اسلام' گوجرانوالہ۔ السلام علیکم شہلا آپی آنچل کے اسٹاف اور تمام قارئین کو میرا محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ امید ہے کہ اب سب ٹھیک ہوں گے۔ آنچل اس مرتبہ لیٹ ملا 29 تاریخ کو لیکن آنچل میں اپنا نام صرف دو جگہ دیکھ کر بہت مایوسی ہوئی کیونکہ میں نے ہر سلسلے میں لکھا تھا لیکن شائع نہیں ہوا لیکن شہلا آپی آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے مجھے کبھی بھی مایوس نہیں کیا جب بھی میں نے خط لکھا آپ ضرور شائع کرتی ہیں۔ ایک مرتبہ پھر بہت شکریہ۔ آنچل کا ہر سلسلہ ہی بہت اچھا ہے اور مجھے آنچل کا بہت بے صبری سے انتظار رہتا ہے۔ سلسلہ وار ناول سب ہی بہت اچھے ہیں۔ آپی کو اور تمام قارئین کو میری طرف سے نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔

پری وش گوندل' منڈی بہاؤالدین۔ سوئٹ شہلا آپی اینڈ قارئین السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب؟ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے۔ دسمبر کا شمارہ 27 تاریخ کو ملا۔ سرورق نارمل ہی تھا آنچل کے تمام سلسلے اچھے تھے۔ سب سے پہلے تو بات کروں گی۔ "زرد موسم کے دکھ" کی سمیرا شریف طور صاحبہ بہت ہی اچھے طریقے سے معاشرے کی برائی پر روشنی ڈال رہی ہیں۔ "انتظار کا موسم" بھی بہت اچھا لگا۔ عشنا جی! میری پسندیدہ اسٹوری کو بہت اچھے طریقے سے لے کر چل رہی ہیں۔ "دوست کا پیغام آئے" میں عائشہ خان کو پڑھ کر اچھا لگا۔ سباس گل اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور نئی زندگی کے لیے ہماری طرف سے بہت ساری دعائیں۔ نیا سال میری طرف سے سب کو مبارک ہو اور سب کے لیے ہمارے وطن کے لیے بہت ساری خوشیاں لے کر آئے اور میرے لیے بھی دعا کیجیے گا کہ میں ایم اے انگلش کے ساتھ B.ED کی بھی تیاری کر رہی ہوں اور لاء میں ایڈمیشن بھی لینا ہے۔ اللہ حافظ

پروین افضل شاہین' بہاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحبہ۔ السلام علیکم خیریت موجد...... خیریت موجود اس بار دسمبر کا آنچل جاذب نظر ناز چوہدری کے سرورق سے سجا میرے ہاتھوں میں ہے۔ اس کی تحاریر میں "زرد موسم کے دکھ" ایک اور عنایت صبا ٹھہر جائے' انتظار کا موسم" اور تینوں ہی سلسلے وار ناولز خوب خوب پسند آئے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ام ثمامہ کی خالہ محترمہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا ہو آمین۔ اس بار ہمارا آنچل کا سلسلہ بالکل ہی غائب تھا کہیں یہ سلسلہ ختم تو نہیں کر دیا گیا ہے۔ ہم نے ابھی ابھی انٹرویو بھیجنے کا پروگرام بنایا تھا۔ "یاد کاغذ پہ سمٹ جائے" فرحت آرا کے لیے بہنوں کے جذبات پڑھے اللہ تعالیٰ ہماری آپی کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ اجازت دیں۔ خدا حافظ

صدف سلیمان' شور کوٹ شہر۔ السلام علیکم! سب سے پہلے تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو نیا سال مبارک

ہو۔ خدا کرے یہ سال پاکستان کے لیے امن اور خوش حالی کا سال ہو اور پاکستان تمام آفات سے محفوظ رہے آمین۔ اب چلتے ہیں آنچل کی طرف۔ تو جی ہر بار کی طرح دسمبر کا شمارہ زبردست تھا۔ ماڈل کچھ خاص نہیں لگی۔ ''سرگوشیاں'' پڑھ کر آنی کے لیے جنت میں الگ مقام کی دعا کی۔ حکیم خان حکیم کی ''حمد و نعت'' نے ایمان تازہ کردیا۔ ''شیطان قرآن کی روشنی میں'' مشتاق صاحب آج کے دور میں شیطان کا انسانی زندگی میں کردار واضح کررہے ہیں۔ خدا انہیں اس کام کا اجر ضرور دے گا۔ ''یاد کاغذ میں سمٹ جائے'' میں سب کی دلی کیفیات پڑھ کر ہمارے دل کی کیفیت بالکل بدل گئی۔ جانے والے لوٹ کر نہیں آتے پر اپنی یاد چھوڑ جاتے ہیں جو ہمیں کبھی نہیں چھوڑتی۔ ''آنچل کے ہمراہ'' میں تمام جواب اچھے تھے۔ اب چلتے ہیں اس ماہ کی کہانیوں کی طرف تو جی سب سے پہلے سمیرا جی کا ناول ''زرد موسم کے دکھ'' پڑھا۔ ان کے لکھنے کا طریقہ اور الفاظ کے چناؤ زبردست ہیں۔ جو کسی کو بھی اپنا اسیر کرلیتی ہیں۔ سمعان احمد کے بعد فوزان صدیقی زبردست کردار ہے جو نا قابل فراموش ہے۔ باقی تبصرہ کہانی کے اختتام پر۔ اس کے بعد اپنی موسٹ فیورٹ کہانی ''پتھروں کی پلکوں پر'' پڑھی ایک سے بڑھ کر ایک جھٹکا سمجھ نہیں آرہا کون سا جھٹکا بڑا ہے۔ عباد کا بھید کھلنا یا امامہ کا یہ قدم اٹھانا یا شاہ کا اس طرح پرپوزل لے جانا یا اس سے بھی بڑا جھٹکا سانول کا جھکنا۔ پلیز نازی جی کرداروں پر نہیں تو ہم قارئین پر ہی رحم کیجیے اتنے نازک دل ہیں ہمارے ایک ساتھ اتنے جھٹکے۔ ''اور کچھ خواب'' عشنا جی آپ سے گزارش ہے کہ انا ہیا اور انابیتا کے انداز میں کچھ لچک پیدا کریں۔ معارج جیسا بندہ ملنا ناممکن ہے۔ لیکن یہ بات ان دونوں کو کون سمجھائے اور پارسا کا راز نہ جانے کب کھلے گا۔ ''بھیگی پلکوں پر'' اقرا جی آپ نے تو اچھا خاصا سسپنس پھیلا دیا ہے۔ طغرل کی طرح ہم بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ جانے والی پری ہے لیکن معاملہ تو کچھ اور ہی نوعیت کا ہے خیر انتظار ہے تو مشکل پر ہر ماہ کی طرح اس بار بھی کرلیں گے۔ دونوں ناولٹ اور تینوں افسانے اچھے تھے۔ کسی ایک کی تعریف باقی سب کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ غزلوں میں راشد ترین اور بشریٰ نوید کی ''عادت'' زبردست تھی۔ ''بیاض دل'' یاسمین عندلیب آپ کا یہ قطعہ میرا فیورٹ ہے۔ میری ڈائری میں یہ قطعہ موجود ہے۔ اریبہ شاہ سباس گل اور صنم ناز کے شعر بہت ہی اچھے تھے۔ ''یادگار لمحے'' میں عمیس احمد کی حمد و نعت بہت اچھی تھیں۔ ایس عطاریہ کی ''دوستی'' قابل داد ہے۔ ''آئینہ'' میں شمائلہ اکرم' صنم ناز اور شمع مسکان کے تبصرے اچھے تھے۔ ''دوست کا پیغام آئے'' کے لیے بس اتنا ہی کہوں گی کہ کاش کبھی کوئی خط میرے نام کا بھی ہو (خواہش)۔ خیر قسمت والے ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں کوئی یاد رکھتا ہے۔ ''آپ کی پسند'' میں اریبہ شاہ کی پسند میری پسند سے ملتی ہے۔ اس لیے لاجواب تھی اور سیدہ نسبت زہرہ کی پسند بھی بہت پسند آئی۔ تبصرہ بہت لمبا ہوگیا پر کیا کریں جب آنچل سے کچھ کہنے بیٹھے تو ''کچھ'' ''بہت کچھ'' میں بدل جاتا ہے۔ آخر میں اپنے پیارے ملک کے لیے ترقی و خوش حالی کے لیے دعا کیجیے اور آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت۔ فی امان اللہ

سمیرا مشتاق ملک' اسلام آباد۔ تمام لکھنے اور پڑھنے والوں کو میرا اسلام قبول ہو۔ امید ہے آپ سب فٹ ہوں گے۔ اس بار سرورق بس اچھا لگا۔ ''حمد و نعت'' سے مستفید ہوکر ''سرگوشیاں'' کی طرف آئے۔ ہمارا آنچل میں ''یاد کاغذ پر سمٹ جائے'' میں فرحت آراء کے نام خراج تحسین پڑھا ان کی یاد تازہ کرگیا۔ سلسلہ وار ناول میں ''بھیگی پلکوں پر'' اور ''پتھروں کی پلکوں پر'' کی ہر نئی اقساط کا بے تابی سے انتظار ہوتا ہے۔ مکمل ناول میں سمیرا جی کا ناول ''زرد موسم کے دکھ'' اچھا جارہا ہے۔ ناولٹ میں ''ایک اور عنایت'' اور ''انتظار کا موسم'' اچھا لگا۔ افسانے میں ''نوائے سحر'' اچھا لگا۔ روحانی مسائل اور ان کا حل ایک اچھا سلسلہ ہے۔ مگر یہ کیا کہ پڑھنے والے اس سے فائدہ حاصل نہیں کرسکتے؟ اب آتے ہیں مستقل سلسلوں کی طرف ''بیاض دل'' میں نوشین اقبال اور ظل ہما کے اشعار پسند آئے۔ ''آپ کی پسند میں'' اریبہ شاہ اور کرن وفا کی تحریر بہت پسند آئی۔ باقی آئندہ ماہ۔ آخر میں اپنے پیارے پاکستان کی سلامتی کے لیے دعا گو ہوں۔ اللہ حافظ

کومل افضل' لاہور۔ السلام علیکم شہلا آپی اور آنچل کے اسٹاف اور تمام قارئین کو میرا محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ آنچل 25 کو ملا ٹائٹل گرل کچھ خاص نہیں تھی۔ ''سرگوشیاں'' میں قیصر آراء آپا کو سنا بہت دکھ ہوا کہ واقعی ہم مسلمان ہونے کا حق ٹھیک سے نہیں ادا کررہے۔ اللہ رب العزت ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دے۔ اس کے بعد ''حمد و نعت'' سے دل کو منور کیا۔ اس کے بعد ''شیطان کی حقیقت'' قرآن کی روشنی میں بہت کچھ ملا۔ واقعی اگر ہم سچے دل سے توبہ کرلیں اور گڑگڑائیں تو ہمارا خدا ہمیں ضرور معاف کرے گا کیونکہ وہ سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔ اس کے بعد اپنا پسندیدہ ناول ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھا بہت اچھا جارہا ہے۔ طغرل نے اس دفعہ تھوڑا سا برا کیا پری کے ساتھ لیکن وہ بھی غلط فہمی کی وجہ سے ہوا۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' بھی کافی اچھا جارہا ہے۔ صاعقہ اور عباد کی اسٹوری کافی انٹرسٹنگ ہوگئی ہے اور پلیز شجاع اور امامہ کو ضرور ملایئے گا اور عشنا جی ''اور کچھ خواب'' اب کچھ آگے بڑھایئے۔ لیکن معارج تغلق کی وہی پہلے والی بات کہ مجھے اس کی سمجھ نہیں آتی وہ چاہتا کیا ہے۔ انابیتا بیگ اور دامیان کی لڑائی سے کافی لطف اندوز ہوئے۔ پارسا کی کہانی پوری معلوم ہوگی تو ہی بات کریں گے کہ کیا معاملہ ہے۔ اریشہ غزل کی کاوش اچھی ہے۔ واقعی ہم بڑوں کا ادب بھول چکے ہیں۔ ہمیں بڑوں کا ادب کرنا چاہیے کیونکہ بزرگ ویسے بھی گھر میں رحمت ہوتے ہیں اور یہ بھی ہم سے محبت کرتے ہیں جب بڑے ہوجاتے ہیں تو ان کو بھول جاتے ہیں۔ یہ تو خود کو گمراہ کرنے کی بات ہے۔ ہمیں ان سے پیار اور شفقت سے پیش آنا چاہیے۔ ان کی دعائیں پانے کے لیے۔ باقی سب ناول بھی اچھے تھے اور کچھ ابھی پڑھے نہیں۔ سمیرا جی کا ''زرد موسم کے دکھ'' جب مکمل ہوگا تب تبصرہ کریں گے ''بیاض دل'' میں یاسمین عندلیب' شورکوٹ کینٹ۔ بشریٰ ملک' مائرہ ملک' صنم ناز گوجرانوالہ۔ شہر بانو' میانوالی۔ ''غزلیں نظمیں'' میں بشریٰ نوید کی ''عادت'' فریدہ فری کی ''محبت'' نازیہ کنول نازی جی کا ''تم کہاں کھو گئے'' بیسٹ تھا۔ آپ کی پسند میں کرن وفا کی پسند واقعی پسند آئی اور مریم جبیں کی پسند کافی اچھی تھی۔ تہمینہ کوثر کی پسند بھی اچھی لگی۔ باقی رسالہ ابھی پڑھا نہیں لیکن یقیناً اچھا ہی ہوگا کیونکہ یہ آنچل ہے کوئی چیز نہیں۔ فرحت آپا کے لیے جس نے بھی لکھا خوب لکھا۔ اب اجازت چاہتے ہیں دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک پر ہمیشہ اپنا سایہ رحمت رکھے آمین۔ تمام آنچل اسٹاف اور قارئین پڑھنے سننے والوں کو سلام۔ خدا حافظ

صوفیہ صدیق' چیچہ وطنی۔ السلام علیکم ڈیئر شہلا آپی! میں خیریت سے ہوں میری دلی دعا ہے کہ آنچل اسٹاف بھی خیریت سے ہو اور اللہ سب کو دن رات مصروف رکھے آمین۔ اس دفعہ آنچل 30 تاریخ کو ملا۔ خدا خدا کرکے آنچل آیا میرے ہاتھ اور میں بڑھی ''سرگوشیاں'' کی طرف۔ یقین کریں ''سرگوشیاں'' پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ جیسے دل و دماغ روشن ہوگئے ہوں۔ پھر میں بڑھی ''بھیگی پلکوں پر'' واہ جی واہ! کیا بات ہے۔ اقراء میڈم کیا جادو ہے آپ کے ہاتھ میں اتنا مزا آتا ہے اسٹوری پڑھنے کا۔ طغرل اور پری کو زیادہ سے زیادہ ٹائم دیا کریں۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' نازیہ بہن! کچھ ہم جیسے نازک دل لوگوں کا خیال کریں۔ سانول شاہ اور انزلہ کو کسی قیمت الگ مت کیجیے گا۔ اس دفع کہانی آگے بڑھی۔ سانول اور انزلہ کی باتیں بہت اچھی لگیں۔ عباد اور صاعقہ کو جلدی ملائیں اس کی یعنی عباد کی گندی منگیتر کو صاعقہ کی بے عزتی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ ''اور کچھ خواب'' عشناء پہلے کہانی بہت اچھی جارہی تھی لیکن آپ کی کہانی ایک جگہ پر ٹھہر ہی گئی ہے۔ یہ معارج تغلق کیسا انسان ہے۔ یقین کریں بور کردیا ہے۔ اس کا کچھ پتا ہی نہیں لگتا وہ کس چیز کا اناثیا سے بدلہ لے رہا ہے۔ ہر بات کا تغلق کو پتا چل جاتا ہے۔ غیر حقیقی سی بات لگتی ہے اور عدن اتنا اچھا ہے پارسا اس کے ساتھ کیا کررہی ہے۔ پلیز عدن کی سنجیدگی کا پارسا کو احساس دلائیں۔ انابیتا' دامیان کے ساتھ کیا کررہی ہے۔ کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا۔ ناولٹ ''ایک اور عنایت'' سلمیٰ فہیم گل کا بہت اچھا تھا۔ پڑھ کر مزہ آیا۔ ''نوائے سحر'' افسانہ جویریہ سلیم کی بہت اچھی کاوش تھی۔ ناولٹ ''انتظار کا موسم'' نسیم ارشد بہت ہی اے ون ناولٹ تھا میں نے تین دفعہ پڑھا پھر بھی دل نہیں بھرا۔ عمیر اور مہر کا کردار تو مجھے بہت اچھا لگا۔ اس دفعہ نسیم ارشد آپ کا ناولٹ اے ون رہا۔ اچھا جی اجازت ماڈل اس دفعہ اچھی تھی۔

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

شاہ بھائی اور کیوٹ بھانجے عبداللہ کے نام

السلام علیکم! محترم شاہ بھیا کیسے ہیں؟ آنچل کے توسط سے میں آپ سے مخاطب ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ کی زندگی میں بہت سی خوشیاں، مسرتیں لائے اور آپ کو صحت وتندرستی دے، آمین۔

تمنا اس قدر تری پوری ہوجائے
کہ سپنوں کی دنیا حقیقت ہوجائے
ہو ترا مقدر اتنا روشن اتنا روشن
کہ آمین کہنے سے پہلے دعا قبول ہوجائے

آمین۔ کیوٹ سویٹ بھانجے عبداللہ کو دوسری سالگرہ مبارک ہو اور ان کے مما پاپا کو بھی۔ اللہ کرے عبداللہ تم ہمیشہ یوں ہی ہنستے مسکراتے رہو، آمین دعا گو۔

ثوبیہ مرزا...... وزیر آباد

حساس لڑکیوں کے نام

السلام علیکم ڈیئر گرلز! کیسی ہو؟ وہ مجھے پتا ہے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو خوش رکھے، آمین۔ ہاں جی! اچھی لڑکیوں حساس ہونا اچھی بات ہے مگر چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہونا بہت غلط ہے، یار میری بہن بھی بہت حساس ہے ٹینشن بہت لیتی ہے کچھ کر نہیں سکتے تو کیا فائدہ ننھے ذہن پر بوجھ رکھنے کا، خوش رہا کرو یار! زندگی بڑی حسین ہے یہ بار بار نہیں ملتی، مجھے بھی یاد رکھیے اپنی دعاؤں میں۔ میں سائرہ مریم سے کہنا چاہوں گی کہ ایسی کیا خطا ہوگئی ہے جو آپ نے رابطہ ختم کردیا۔ میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں یار! تمہارے ساتھ گزرے وہ لمحے میں کبھی نہیں بھولوں گی۔ زاہدہ ملک، شاہین گل خٹک، صنم ناز، غزل جی سب کو سلام اور خدا حافظ۔

زویا خان...... مقام نامعلوم

دل کے قریب دوست کے نام

السلام علیکم! ڈیئر کیسے ہیں؟ امید کرتی ہوں آپ خیریت سے ہوں گے۔ آپ کو فرسٹ جنوری کو آپ کی زندگی کا نیا سال مبارک ہو۔ زندگی کی ہر خوشی آپ کا نصیب ہو۔ ماہا اور بلی، صغراں آپی سب کیسے ہیں؟ خیریت سے ہوں گے۔ میں آپ سے معافی کی طلب گار ہوں۔ میں اس وقت انتہائی مصیبت میں تھی، مجھے غصہ آیا اور میں نے آپ کو اول فول میسج بھیج دیئے، پلیز معاف کردیں نا! پلیز ماہا اور بلی کو ڈھیر سارا پیارا۔ آپی کو میرا ادب سے سلام۔ میں نے انہیں معاف کردیا اور میری گزارش ہے کہ آنچل پڑھا کریں اس میں میرے میسج ہوتے ہیں اوکے خدا حافظ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے، آمین ثم آمین۔

آنکھوں میں آنسوؤں کو بکھرنے نہیں دیا
مٹی میں موتیوں کو بکھرنے نہیں دیا
جس راہ پر پڑے تیرے قدموں کے نشان
اس راہ سے کسی کو گزرنے نہیں دیا

سعدیہ خان سعدی...... مقام نامعلوم

سویٹ دوستوں کے نام

آداب! کیسی ہیں آپ سب؟ آپ سب کو میری اور فرح کی طرف سے نیا سال مبارک۔ دعا ہے یہ سال آپ کے لیے باعثِ رحمت ہو، آمین۔ عائشہ ملک (وہاڑی) 1 جنوری کو آپ کی

برتھ ڈے ہے۔ بہت بہت مبارک ہو یہ دن آپ کو۔ اللہ آپ کو بے شمار خوشیاں عطا کرے، آمین۔ کیسا لگا وش کرنا؟ مائی نیو فرینڈ زفضا، فردا، عائزہ امین، زاہدہ ملک، صنم ناز، ثناء علی، زنیرہ طاہر، مریم، آپ سب سے دوستی کرکے بے حد اچھا لگا۔ آپ سب بہت سویٹ کیوٹ ہو۔ کرن حسین یار! اتنا حساس ہونا ٹھیک نہیں، خوش رہا کرو۔ تانی ڈیئر! اتنے بیٹھے نہ ہو۔ بے پرواہ ہو، خیال کیا کرو اپنا۔ (گندی) امریکہ جی سدا خوش رہو۔ ماہ رخ ڈیئر! شادی بے حد مبارک۔ خدا آپ کو بہت ساری خوشیوں سے نوازے، آمین۔ تمام دوستوں کو سلام اور پیار، دعا کی طالب۔

کرن وفا...... کراچی

مائی سویٹ چاہت کے نام

سلامِ الفت! کیسی ہو میری جان؟ میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔ میری اور میرے دل کی طرف سے نیا سال مبارک ہو۔ دعا ہے خدا تعالیٰ سے یہ سال کیا ہر سال، ہر دن، ہر پل خوشیوں سے بھرا ہو۔ پھولوں کی طرح مہکو، کلیوں کی طرح مسکراؤ۔ خدا تم کو صحت، عزت، مسرت و کامیابی کے ساتھ سلامت رکھے، آمین۔ فرح جان! اپنا بہت سا خیال رکھا کرو۔ بلی تم میری دھڑکن ہو...... تمہاری شاعری اور افسانے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ آنچل میں لکھنا ہے اب آپ نے...... اوکے؟ اور ہاں مجھے آنچل میں تمہاری آمد بہت اچھی لگی۔ غائب مت ہونا اوکے! میری دعائیں ہر وقت میری جان کے ساتھ ہیں۔

پارو بلی...... کراچی

بشریٰ باجوہ اور دھڑکن بلوچ کے نام

السلام علیکم! دھڑکن جی! دوست کے پیغام میں اپنا نام دیکھ کے بے حد خوشی ہوئی۔ دھڑکن جی! آپ نازنین میں لکھتی تھیں اور ہمیں آپ کا نام بے حد پسند تھا اور نازنین میں سندیسے کے کالم میں دعا اور سلام بھی ہوتا تھا پھر نازنین بند ہوگیا آپ ہمیں بے حد یاد آتی ہیں، تمہیں بہت سا پیارا۔ بشریٰ جی! کیسی ہیں ہم تو آپ کو بے حد یاد کرتے ہیں اور غزالہ جلیل راؤ سے بھی آپ کی باتیں کرتے ہیں، ضرور در جواب دیں، شکریہ آپ کی دوست۔

فریدہ جاوید فری...... لاہور

ایم اے صدا اور عائشہ خان کے نام

سویٹ اینڈ کیوٹ سی رائٹرز کیا حال چال ہیں؟ امید ہے کہ خیریت سے ہوں گی سب سے پہلے ایم اے صدا آپ کی کہانی ''بجھ گئے دیپ سارے'' نے مجھے آپ کو خط لکھنے پر مجبور کردیا۔ پتا نہیں مجھے ایسا کیوں لگا کہ آپ نے اپنی زندگی کی کہانی لکھی ہے اس کہانی کا کچھ نہ کچھ تعلق ہے آپ سے اور آپ آنچل میں آئیں بھی تو پہلی بار ہیں۔ کیا خیال ہے۔ میرا خیال ٹھیک ہے یا غلط ضرور جواب دیجیے گا۔ میں شدت سے انتظار کروں گی، اس کے بعد عائشہ خان ''گھر ہونے تک'' بہت اچھی کہانی لکھی ہے۔ مبارک باد۔ امید ہے کہ آپ آئندہ بھی آنچل میں حاضری دیا کریں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو کامیابیاں عطا فرمائے، آمین۔ نیک خواہشات کے ساتھ!

میرب...... چوٹالہ

تمام بچھڑی اور موجودہ دوستوں کے نام

فہمیدہ، جیری، بہنا، نازش، معظمہ، ثناء (مصباح، ارم، عظمیٰ، فرخندہ، اسماء) (موجودہ کولیگز) طاہرہ، شکیلہ، عظمیٰ، جیا، انیلہ (پرانی

کولیگز) علی بھائی (فیصل آباد) ٗحفصہ (حیف)! تم سب لوگوں کو میرا اسلام تم لوگ مجھے بھول چکے ہو یا یاد کرتے ہو۔ میں آنچل کے ذریعے تم سب کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار بھیج رہی ہوں۔ اللہ کرے تم سب لوگ جہاں بھی رہو خوش رہو اور ڈھیروں ترقیاں اور کامیابیاں پاؤ۔ آخر میں پیاری بھانجی ''ورذہ'' کو پیار اور ہاں کچھ روٹھی ہوئی بے وفا دوستو! میرا پیغام ملے تو مجھے یاد اور میرے لیے دعا ضرور کرنا۔ اللہ تم سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔

فاطمہ عاشی...... جھنگ

پیاری سی دوست شبانہ امین راجپوت کے لیے

السلام علیکم! پیاری ہما جی کیسی ہیں آپ؟ خدا آپ کو سدا خوش رکھے آمین ثم آمین۔ السلام علیکم! پیاری دوست! کیسی ہیں آپ؟ اپنے لیے آپ کا پیغام پڑھ کر اتنی زیادہ خوشی ہوئی کہ بے اختیار جی چاہا کہ آپ کو شکریہ بولوں آپ نے ٹھیک کہا آنچل ممبران واقعی ایک فیملی کی طرح ہیں اور میرے جیسا بندہ جو عروج دیکھ کر زوال پذیر ہو اس کے لیے تو زندگی عذاب ہی ہو سکتی ہے میں نہیں جانتی کہ کس کی دعائیں مجھے زندہ رکھے ہوئے ہیں کیونکہ مجھے دعا دینے والی میری ماں تو اس دنیا میں نہیں ہیں۔ آپ کے خوب صورت الفاظ جو میرے لیے لکھے بہت شکریہ! اتنی خوش قسمت ہوں کہ میرے لیے آپ نے وہ وقت نکالا جب قلم سے میرے لیے خوب صورت الفاظ کاغذ پر اتار رہی تھیں ان لمحات میں مجھے یاد کرتی رہیں کیا یہ کم ہے میرے لیے۔ مجھے آنچل کی تمام بہنوں سے بہت اُنس ہے بے حد قریب ہیں وہ سب میرے۔ بہت ساری دعاؤں کے ساتھ۔

رخسانہ اقبال...... خوشاب

پیاری خالہ فرحت آراء (مرحومہ) کے نام

میں جب بھی آپ کی خالی کرسی دیکھوں تو دل بھر آتا ہے۔ وہ پین جس سے آپ ہمیں جواب بلکہ کبھی دلاسا کبھی حوصلہ کبھی ہمت کبھی خوشی اور نہ جانے ایسی کتنی ہی باتیں تھیں جو آپ نے اس سے تحریر کی ہوں گی اب وہ پین بے آسرا سا لگتا ہے وہ کورے کاغذ ایک دم بے جان نظر آنے لگے ہیں۔ خالہ جانی میں نے آپ سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اب در جواب آں کھولتی ہوں تو ویران سا لگتا ہے۔ مجھے یقین اب تک نہیں آتا کہ آپ ہمیں چھوڑ کے چلی گئی ہیں۔ اتنی خاموشی سے ہم کو ویران کر جائیں گی میں نے کبھی سوچا نہیں تھا۔ دل تڑپتا ہے آنکھیں روتی ہیں دماغ اس بات کو ماننے سے قاصر ہے۔ آپ کا خلاء کبھی بھی کوئی بھی پورا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں آپ کا گھر ہو۔ آپ کی قبر جنت کا ٹکڑا بنی رہے۔ (بہت تکلیف ہو رہی ہے یہ لکھتے ہوئے کہ آپ اب ہماری باتوں کا ہمارے سوالوں کا جواب کبھی نہ دے سکیں گی)۔ آپ کی بھانجی!

صبا نواز بھٹی...... سانگھڑ

پیارے بھائی عثمان غنی اور آنچل ستاروں کے نام

السلام علیکم! پیارے بھائی! امید کرتی ہوں کہ آپ خیر و عافیت سے ہوں گے اور اللہ کا فضل و کرم شاملِ حال ہوگا۔ ہم بھی آپ کی دعاؤں سے خیریت سے ہیں۔ آپ کو ڈاکٹر بننے پر بہت بہت مبارک پوری فیملی آپ کی کامیابی پر خوش ہے اور بڑی بے صبری سے آپ کی واپسی کا انتظار کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خیر و عافیت سے

پاکستان آنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ایک بار پھر آپ کو اور تمام ان پاکستانیوں کو جو ڈاکٹر بنے ہیں مبارک ہو۔ مجھے پوری امید ہے کہ آپ حیران ہو رہے ہوں گے کہ میں آنچل کے ذریعے وش کر رہی ہوں۔ مجھے آپ کے لیے اس سے اچھا سرپرائز اور کوئی نہیں لگا تھا۔ سلمان بھائی کہتے ہیں کہ یہی لکھو گی کہ آپ کی چھٹکو کی طرف سے (ہاہاہاہا)۔ امید ہے سرپرائز پسند آئے گا۔ انعم خان رابعہ اکرم فوزیہ احسان فریدہ خانم غزالہ جلیل عطروبہ سکندر پاکیزہ سحر ام مریم اور پروین افضل آپ سب بہت اچھا لکھتی ہو تعریف بُری لگی ہو تو پلیز مائنڈ ضرور کرنا (ہاہاہاہا)۔ رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں سعدیہ اور عفت آپی آپ لوگ بھی لکھو نا! والسلام!

حفصہ بتول...... بہاولپور

نادیہ قمر فیصل آباد کے نام

اگر کہوں کہ مجھے دوستی کے رشتے پر ایک فیصد بھی یقین رہ گیا ہے تو یہ غلط ہوگا کیونکہ دوستی پر مجھے آدھا فیصد بھی یقین نہیں رہا۔ ہاں چند مہینے پہلے تک بڑا یقین اور اندھا اعتماد تھا مگر یہ اندھا اعتماد ہی لے ڈوبا۔ تم نے مجھے پچھاڑا اور دھوکہ دیا۔ تم سے تمہارے شہر سے عجیب وحشت اور نفرت ہوگئی۔ میری خواہش تھی کہ نادیہ مجھ سے ہمیشہ مخلص رہے لیکن ایسا نہیں ہو سکا جو بات مجھے گوارا نہ تھی تم نے وہ کر ڈالی دوست۔ مجھے اچھا سبق دیا کہ آئندہ کسی پر اعتبار مت کرنا۔ تمہیں عادت ہے دوستیاں بدلنے کی۔ تو یہ عادت سلامت رکھنا کہتے ہیں نا!

تم فکر نہ کرو بھر ہی جائے گا
گہرا تو ہے ضرور مگر زخم ہی تو ہے

شبیہہ مظہر رانجھا...... بھلوال

میری نمکین ہارٹ فرینڈز کے نام

میری نمکین ہارٹ فرینڈز! خشمگیں نگاہوں سے کیوں گھور رہی ہو۔ جتنا عرصہ ساتھ رہے لڑتے ہی رہے ہیں تو ''نمکین'' ہی کہوں گی۔ سویٹ تو نہیں۔ مہوش صائمہ ثمینہ امبر فائزہ حرا مون افشاں اور ایمان جی...... ہاہ...... روبینہ مونا آپ سب کو آپ کی پیاری سی کوئل نیلم اپنے بہت ہی پیارے آنچل کے توسط سے مخاطب کر رہی ہے۔ مون یار معذرت! میں زیست کی اونچی نیچی پگڈنڈیوں میں کھو کر تمہیں سالگرہ وش کرنا بھول گئی۔ آئی لو یو میم نجمہ جی! خدا آپ کو سکون کی دولت عطا کرے دنیا و آخرت میں کامیاب کرے آپ کی تمام نیک خواہشات پوری کرے آمین۔ اوہ میری نابجار دوستو! اگر میسج مل جائے تو مجھے کال کرنا۔ آنچل پیارا تو ہے لیکن جب میرا پیغام پڑھو گی تو تم لوگ کتنا خوش ہو گی...... اور مزید پیارا لگے گا۔ اقصیٰ میری دعا ہے خدا تمہیں کامیابیاں عطا کرے۔ تمہیں کیسے بھولتی آخر تم بھی آنچل کی بیمار ہو۔

نیلم شہزادی...... سرگودھا

عائشہ خان اور سمیرا شریف کے نام

السلام علیکم! عائشہ جی! امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی۔ میں آپ کی تحریر بہت شوق سے پڑھتی ہوں کیونکہ یہ ہمیں کچھ نہ کچھ سکھاتی ہیں۔ اک نئی امید دلاتی ہیں۔ میری چھوٹی سی لائبریری میں آپ کا ناول ''دیارِ عشق'' اور ''امید بہار'' موجود ہیں۔ مجھے آپ کے ناول ''دیارِ عشق'' کا Forward بہت پسند ہے اور خاص طور پر اس کا آخری پیراگراف۔ اللہ کرے زورِ قلم

زیادہ۔ ڈیئر سمیرا جی! آپ نے ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' کا اختتام بہت زبردست کیا ہے۔ آپ جلدی سے ٹھیک ٹھاک ہوجائیں اور ایک زبردست سی تحریر کے ساتھ آئیں نا لکھنے کے بارے میں تو آپ سوچیے گا بھی مت...... لکھنا تو ایک رائٹر کے لیے بیشمار سکون کا باعث ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام پریشانیوں کو دور فرمادے اور آپ ہمیشہ خوش وخرم رہیں۔

علیزے حیدر...... لندن

خاص دوستوں کے نام

لفظ کی شکل میں احساس لکھا جاتا ہے
یعنی گرمی کو پیاس لکھا جاتا ہے
میرے جذبات سے واقف ہے میرا قلم
میں وفا لکھوں تو تیرا نام لکھا جاتا ہے

فرینڈز اور رائٹرز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آپ سب کیسی ہیں؟ نادیہ جہانگیر، ام مریم، نازیہ کنول نازی، سباس گل، غزالہ راؤ، سمیرا شریف مائی سویٹ فرینڈز نجمہ انور بھٹی (اوکاڑہ)، حمیرا نگاہ، فریدہ خانم فریدہ فری، امیمہ رباح، سدرہ اسلم، شگفتہ خان، نوشین اقبال، سائرہ مشتاق لنگڑیال، ہادیہ اظفر، کرن وفا، مائی سویٹ سسٹرز (نرجس رانی، ماہم علی شاہ (سرگودھا)، ثوبیہ مرزا شہل یونس، اریبہ شاہ، نینان شاہ، کوثر اعوان، سدرہ اعوان، ثناء اعوان، ثناء علی، عافیہ آمنہ، انابیہ علی، عائشہ ایمان، ارم جاوید صدف (گجرات)، سمعیہ مریم، امید چوہدری، عظمیٰ، فضہ (اوکاڑہ) مری، ندا، انجم، اسماء پری، سدرہ شاہین، سمیرا کنول رابعہ انجم، سائرہ شیخ، چندا مثال (بے وفا مطلب پرست) زاہدہ ملک (دیپال پور)، پلیز زاہدہ جولائی کے آنچل میں سائرہ لنگڑیال کا پیغام پڑھ کر مجھ تک پہنچو۔ دعا گو۔

بشریٰ باجوہ عطاریہ...... اوکاڑہ

آنچل کے پیاروں کے نام

السلام علیکم ڈیئر ارمان! کیسے ہو؟ بالکل فٹ فاٹ ہوگے۔ دو لفظوں میں لکھ دی میں نے اپنی پریم کہانی تو میرا ارمان بھانجا میں تیری خالہ جانی۔ کیسا لگا جانو! اللہ تمہیں تمہارے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے آمین۔ ہائے سوئیٹ سی لڑکیوں! کیسی گزر رہی ہے لائف' زندگی جیسی بھی ہو گزر جاتی ہے' چاہے اچھی ہو یا بُری۔ وقت کسی کے لیے نہیں رکتا پلیز مایوسی کی باتیں نہ کریں' بہت دکھ ہوتا ہے جب آپ لوگ مایوسی کی باتیں کرتے ہیں پلیز خوش رہیں اور زندگی ایک بار ملتی ہے اسے انجوائے کریں۔ یہ بہت قیمتی ہے امید ہے آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے اگر ہو سکے تو کیا آپ لوگ مجھے دوست بنائیں گے' میں انتظار کروں گی' کون میری طرف ہاتھ بڑھائے۔ ہما جی! کبھی تو رحم کھایا کریں نا میں نے کیا کیا ہے ہما جی پلیز مجھے جگہ دیجیے گا' مجھ معصوم کو پلیز مت رد کریں میری برداشت ختم ہوجائے گی' یقین ہے اس مرتبہ ریجیکٹ نہیں کریں گی۔ اپنا خیال رکھیے گا' اللہ حافظ۔

زویا خان...... مقام نامعلوم

جان سے پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو پیاری دوستو! امید ہے اچھی ہوں گی میں تم سب کو بہت یاد کرتی ہوں تم سب بہت بے وفا ہو' آنچل کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہ تھا کہ تم لوگوں کو وش کروں اور شکایت بھی کہ نہ تم لوگ کال کرتی ہو نہ ایس ایم ایس کا جواب اگر کوئی غلطی ہوگئی ہے تو پلیز معاف

کردینا۔ جویریہ' صباء' رائقہ' اقصیٰ' صوبیہ' ثمرہ' کرن' فریال اور آپی عظمیٰ اور مافیہ فورتھ ائر کی' چونک گئی نا آپ ہمیشہ خوش رہو' آمین' او کے اب اجازت دو دعاؤں میں یاد رکھنا' آپ کی سویٹ دوست۔

مدیحہ نورین...... برنالی

تسنیم کے نام

آداب! امید کرتی ہوں آپ خیریت سے ہوں گی' میری طرف سے آپ کو سالِ نو مبارک ہو۔ خدا آپ کو بے شمار خوشیاں دے۔ صحت' عزت کے ساتھ سلامت رکھے آمین۔ تسنیم آپ بے حد اچھی اور مخلص ہیں' اپنا خیال رکھا کریں کیونکہ آپ انمول ہیں' میری دعائیں ہمہ وقت آپ کے ساتھ ہیں۔ سدا خوش رہو پھولوں کی طرح' دعا گو آپ کی دوست!

رانی...... کراچی

مائی سوئیٹ اور کیوٹ برادر عمران جی

بھیا جانی کیسے ہیں آپ؟ سوری بھیا جانی! اتنا عرصہ میں آپ سے رابطہ نہیں رکھ سکی لیکن بھیا جانی! میں نے آپ کو بہت زیادہ یاد کیا۔ بھیا جانی! میری طرف سے آپ کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ آنے والا سال عمران بھیا آپ کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دے اور آپ کے تمام خوابوں کو تعبیر ملے اور آپ کی تمام خواہشات پایۂ تکمیل تک پہنچیں اور آپ کی یہ خوب صورت سی کھنکتی ہنسی ہمیشہ قائم رہے اور آپ کی دل کش آواز اسی طرح کانوں میں رس گھولتی رہے۔

شہزین شہزادی...... جلال پور پیروالا

قابل احترام بہن فریدہ جاوید فری کے نام

آداب! چار سال کے بعد بہن سے آنچل کے ذریعے رابطہ کر رہا ہوں، کیا حال ہے میری بہنا! کیا شادمان والے گھر میں شفٹ ہوگئی ہو یا ابھی مزنگ میں ہی ہو۔ میں الحمد للہ! سعودی عرب، ملاوی، ساؤتھ افریقہ، تنزانیہ، موزمبیق، کینیا اور دبئی میں بچوں کے پاس رہ کر واپس پاکستان آ گیا ہوں۔ چاروں بیٹیاں اور بڑا بیٹا اپنے اپنے مقام پر اپنے گھروں میں خوش اور آباد ہیں۔ اب صرف سب سے چھوٹا بیٹا رہ گیا ہے جو فسٹ ائر میں ہے۔ بڑا بیٹا کینیڈا، ایک بیٹی ملاوی (افریقہ) دوسری بیٹی دبئی اور دو بیٹیاں سرگودھا میں ہی اپنے گھروں میں خوش اور آباد ہیں۔ دو سال پہلے میں نے آپ کی بھابی کے ساتھ عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ اس دوران میری والدہ محترمہ، بڑی بہن، بڑا بھائی اور چھوٹا بھائی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آپ مجھے ہر جگہ ہر مقام پر یاد آئیں میری بہنا! آپ کی شوگر اب کیسی ہے؟ بچے کیسے ہیں آپ کے؟ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ اب بھی آنچل اور دیگر میگزین میں لکھ رہی ہیں۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش اور سلامت رکھے۔ میرا شعری مجموعہ ''محبت اک صحیفہ ہے'' شائع ہوگیا ہے، آپ کو پوسٹ کر دیا ہے۔ پہلی فرصت میں بھائی سے رابطہ کرو۔ اللہ حافظ۔

شبیر احمد دلبر...... سرگودھا

آپ کی پسند

زہرہ جبیں

بشریٰ نوید باجوہ کی پسند...... چکوال سے

چلے آؤ

جنوری کی لہر سرد بستہ ہواؤں میں
جب تیری یاد آتی ہے
دل کو بہت تڑپاتی ہے
دُھند میں لپٹے بے کیف دنوں میں
جب کوئی ہلکی سی آہٹ ہوتی ہے
میں چونک اٹھتی ہوں
شاید کہ تم آئے ہو
بھیگی ہوائیں ہولے سے
میرے بالوں کو چھیڑ جاتی ہیں
جیسے تیری جدائی کا نوحہ سناتی ہیں
سالِ نو میں امید باندھی ہے دل نے
ساجن کہیں سے تم چلے آؤ......
میری آنکھوں میں بسے خوابوں کو تم تعبیر دے جاؤ
چلے آؤ......
چلے آؤ......

فرح وفا کی پسند...... کراچی سے

جنوری

جنوری کی کتنی شامیں آئیں
آ کر بیت گئیں
دل نے کوئی آہٹ
کوئی دستک محسوس نہ کی
لیکن اتنے برسوں بعد
آج کی شام میں جانے کیا ہے
دائیں آنکھ کا کونا
بھیگ گیا ہے

فیضان عارف کی پسند...... مقام نامعلوم

وقت گزرا تو یہ ملال ہوا
ختم اک زندگی کا نیا سال ہوا
آج زندگی کو عروج ملا
آج لمحات کو زوال ہوا
سوچ کی جھیل میں گرا پتھر
بے بس منتشر خیال ہوا
یاد کر کے وصال کے لمحے
دل یہ پاگل بہت نڈھال ہوا
اتنی شدت سے کوئی یاد آیا
آج جینا بڑا محال ہوا
لوگ دیکھے بہت مگر اب تک
کوئی تیری کہاں مثال ہوا
کوئی جا کر ذرا اسے کہہ دے
ہجر میں کیا ہمارا حال ہوا

شہلا شبیر کی پسند...... چونڈہ سے

ذرا سی دیر دسمبر کی دھوپ میں بیٹھیں
یہ فرصتیں ہمیں شاید نہ اگلے سال ملیں
سرد ٹھٹھرتی منجمد کرتی راتوں میں
یہ آزمائشیں ہمیں شاید نہ اگلے سال ملیں
دھند میں لپٹی سورج کی آنکھ مچولی میں
یہ منظر ہمیں شاید نہ اگلے سال ملیں
دسمبر کی برفباری میں اور نرم گرم مسکراہٹوں کی آبیاری میں
یہ الفتیں ہمیں شاید نہ اگلے سال ملیں
یہ علامتیں یہ رنجشیں مٹا کر بیٹھیں
یہ رفاقتیں ہمیں شاید نہ اگلے سال ملیں

شگفتہ خان ٹوفی...... بھلوال کی پسند

یہ بارشیں بھی تم سی ہیں
جو برس گئیں تو بہار ہے
جو ٹھہر گئیں تو قرار ہے
کبھی آ گئیں یوں ہی بے سبب
کبھی چھا گئیں یوں ہی روز و شب
کبھی شور میں کبھی چپ سی ہیں
یہ بارشیں بھی تم سی ہیں
کسی یاد میں کسی رات کو
اک دبی ہوئی سی راکھ کو
کبھی یوں ہوا کہ بجھا دیا
کبھی خود سے خود کو جلا دیا
کہیں بوند بوند میں گم سی ہیں
یہ بارشیں بھی تم سی ہیں

سدرہ علی خان کی پسند

اتنا ٹوٹا ہوں کہ چھونے سے بکھر جاؤں گا
اب اگر اور آزماؤ گے تو مر جاؤں گا
پھول رہ جائیں گے فقط گل دانوں کے نذر
میں تو خوش بو ہوں ہواؤں میں بکھر جاؤں گا
اِک عارضی مسافر ہوں میں تیری کشتی میں
تو جہاں مجھ سے کہے گا میں اُتر جاؤں گا
ہاتھ پکڑو گے تو سایہ بن کے ساتھ رہوں گا
ہاتھ چھوڑو گے تو ہمیشہ کے لیے بچھڑ جاؤں گا

فوزیہ سحر...... چوٹالہ کی پسند

موسم کی طرح پگھلتے ہوئے دیکھا اُس کو
رُت جو بدلی تو بدلتے ہوئے دیکھا اُس کو
وہ جو کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا کرتا تھا
ہم نے پھولوں کو مسلتے ہوئے دیکھا اُس کو
جانے کس غم کو چھپانے کی تمنا تھی اُسے
آج ہر بات پر ہنستے ہوئے دیکھا اُس کو
جانے وہ مانگنے جاتا تھا دعاؤں میں کسے
ہاتھ اٹھاتے ہی سسکتے ہوئے دیکھا اُس کو

شبیلہ شاہم...... چک جھمرہ کی پسند

ادھورے خواب

ہم اکثر سب سے کہتے ہیں کیوں خواب ادھورے رہتے ہیں
کیوں یاد کسی کی آتی ہے کیوں درد جگر میں ہوتا ہے
کیوں قدم بہکنے لگتے ہیں، ہم جب بھی چلنے لگتے ہیں
کیوں پلکیں نم ہو جاتی ہیں ہم جب بھی ہنسنے لگتے ہیں
اکثر راتوں کی تاریکی، یادوں کے زہر اگلتی ہے
کیوں ہجر کا موسم آتا ہے جب وصل کی باتیں ہوتی ہیں
کیوں لوگ دیوانے ہوتے ہیں، کیوں درد ہزاروں سہتے ہیں
ہم اکثر سب سے کہتے ہیں کیوں خواب ادھورے رہتے ہیں

فصیحہ آصف خان...... ملتان

دل لگی تھی اسے ہم سے محبت کب تھی
محفلِ غیر سے ان کو فرصت کب تھی
ہم تھے محبت میں لٹ جانے کے قائل
اس کے وعدوں میں وہ حقیقت کب تھی
وہ وقت گزاری کے لیے کرتا تھا پیار کی باتیں
ورنہ میری خاطر اس کے دل میں [illegible] تھی
بہت روکا لیکن [illegible]
بزم یار میں [illegible]
خدا جانے [illegible]
ورنہ [illegible]
[illegible]
[illegible] اچھی نہیں لگتیں
[illegible] خوش فہمیاں اچھی نہیں لگتیں
جنہیں سونے کے پنجرے میں غذا مل جائے چاندی کی
انہیں عمر بھر پھر آزادیاں اچھی نہیں لگتیں
وہ جن کے دل میں فصلِ غم نے ڈیرے ڈال رکھے ہوں
انہیں پھولوں پر بیٹھی تتلیاں اچھی نہیں لگتیں
میرا دل چاہتا ہے انہیں آئینہ دکھاؤں
وہ جن کو دوسروں کی خوبیاں اچھی نہیں لگتیں

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

صنم ناز......گوجرانوالہ

س: نیا سال نئی دعاؤں کے ساتھ مبارک ہو۔

ج: بے حد شکریہ! نیا سال تم سب کو بھی مبارک ہو۔

س: آنچل میں آپ کے سلسلے میں ایک کمی تھی بھلا کون سی؟

ج: تمہاری آمد کی...... جو آج پوری ہوگئی ہے نا!

س: آپی آخر ہم اگلے بندے سے جب وفا کی توقع رکھتے ہیں تو وہ وفا کیوں نہیں کرتا؟

ج: وفا کرکے وفا کی توقع نہ رکھا کرو۔

مریم منور گل......سمندری

س: آئسکریم کھانے کا لطف گرمیوں میں زیادہ آتا ہے یا سردیوں میں؟

ج: ہمیں تو سردیوں میں آتا ہے۔

س: سرد برفیلی راتیں، نرم گرم بستر، ایک اسٹرونگ ٹی مگ اور اس کے ساتھ......؟

ج: اچھی کتاب، اچھا میوزک یا پھر اچھی فلم۔

مدیحہ نورین مدوح......برنالی

س: آنکھیں حسین خواب دیکھ رہی ہوں اور کوئی جگا دے تو پھر؟

ج: خواب ٹوٹ جائے گا۔

س: سانس اور آس میں کیا فرق ہے؟

ج: جب تک سانس تب تک آس

س: انسان دل کسی کو دے کے زندہ کیسے رہتا ہے؟

ج: بدلے میں اس کا دل جو لے لیتا ہے۔

س: آپی پریاں کہاں اترتی ہیں؟

ج: خواب نگر میں۔

س: آپی یکم جنوری کو میری سالگرہ ہے کوئی گفٹ شفٹ؟

ج: ہماری ڈھیروں دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔

زاہدہ ملک......دیپالپور

س: آپی اگر آپ کو مجھ سے صرف "ایک چیز" مانگنے کی اجازت دی جائے تو آپ کیا مانگیں گی؟

ج: تمہاری بہت ساری پرخلوص دعائیں۔

دعا ہاشمی......فیصل آباد

س: السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ آنے کی اجازت میں طلب نہیں کروں گی کہ غیروں کے گھر جائیں تو اجازت لیتے ہیں؟

ج: بالکل درست کہا۔ یہ محفل تمہاری اپنی ہے۔

س: چاند نکلا تو ستارے چھپے۔ چاند کو کیسے چھپایا جائے؟

ج: ستارے تو چاند کے ساتھی ہوتے ہیں اور چاند کو بھلا کیوں چھپایا جائے؟

س: آپی! ایک پیاری سی دعا، دعا کے نام کردیں؟

ج: خوش رہو شاد و آباد رہو۔

طاہرہ غزل......جتوئی

س: آپی! پہلی ملاقات میں سامنے والی شخصیت میں کیا چیز سب سے پہلے دیکھتی ہیں؟

ج: اس کا اخلاق، لہجہ اور تہذیب۔

س: آپی اگر کوئی مہمان بغیر بتائے آجائے تو......؟

ج: خندہ پیشانی سے استقبال کریں، مہمان تو رحمت ہوتے ہیں۔

س: ناراض کیوں ہوتے ہو چلے جاتے ہیں تیری محفل سے اپنے ٹوٹے ہوئے دل کے ٹکڑے تو اٹھا لینے دو

ج: دل ٹوٹا کیوں ہے یہ تو بتادو۔

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

س: ان کی سالگرہ آنے والی ہے کوئی ایسا تحفہ بتائیں کہ ان کے چودہ طبق روشن ہوجائیں؟

ج: بجلی کا بل دے دو۔

س: وفادار بھائی ڈھونڈنے کے لیے کس نمبر کا چشمہ درکار ہوگا؟

ج: دور بین استعمال کرو۔ چشمے سے کام نہیں چلے گا۔

س: برسات کے بعد کیچڑ ہوجاتی ہے اور پیار کے بعد؟

ج: چخ چخ شروع ہوجاتی ہے۔

رانی اسلام......گوجرانوالہ

س: شمائلہ جی! آپ کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔

ج: تم سب کو بھی بہت بہت مبارک ہو۔

س: شمائلہ جی! یہ زندگی کیونکر اتنے زیادہ دکھوں کا مجموعہ ہے؟

ج: زندگی خوشی اور غم کا مجموعہ ہے۔

س: شمائلہ جی ہم تو آپ کو ہر پل، ہر لمحے میں یاد کرتے ہیں کیا آپ بھی ہمیں اتنا ہی یاد کرتی ہیں؟

ج: بالکل! تم سب ہمارے دل میں رہتی ہو۔

س: شمائلہ جی! اب کوئی اچھی سی دعا دیں اور ہمیشہ آپ مسکراتی رہیں؟

ج: تم بھی ہنستی مسکراتی اور کامیاب رہو۔

س: شمائلہ جی جو چیز ہمارے پاس نہ ہو وہی چیز ہمیں کیوں متاثر کرتی ہے؟

ج: یہ فطرت انسانی ہے۔ پسندیدہ چیز کے لیے کوشش ضرور کرنی چاہیے۔

س: شمائلہ جی پلیز کوئی اچھی سی دعا دیں اور میرا خط ضرور شائع کیجیے گا؟

ج: سدا خوش رہو شاد و آباد رہو۔

ثمرہ، سمیرا، آمنہ......کھرڑیانوالہ

س: 2012ء میں آنچل میں کیا تبدیلی آئے گی؟

ج: سب سے پہلے تو ہندسے کی تبدیلی آئے گی۔

س: نئے سال کی صبح آپ کیا دعا مانگیں گی؟

ج: یہی کہ ملک میں امن و امان بحال ہو۔

سدا رہے ادا تیرے مسکرانے کی
سمیٹ لے تیرا دل ہر خوشی زمانے کی

ج: بے حد شکریہ!

نائلہ اشفاق......کوٹ غلام محمد

س: وہ کون سی مچھلی ہے جو پانی میں تیر نہیں سکتی؟

ج: نر مچھلی کیونکہ وہ تیرتی نہیں تیرتا ہے۔

فرزانہ رضیہ حمیرا......ڈی ٹی آئی

س: آپی ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا تو پھر تنکے کو کس کا سہارا؟

ج: تنکے کو اللہ کا سہارا۔

فرخندہ فیض......گنگ چنن

س: کچھ لوگوں کی دسمبر کے ساتھ یادیں وابستہ ہوتی ہیں کیوں؟

ج: دسمبر میں جدا جو ہوتے ہیں۔

س: یہ موسم سرد ہواؤں کا کیوں لوٹ کے پھر سے آیا ہے؟

ج: سارے موسم لوٹ کے آنے کے لیے ہی جاتے ہیں۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

س: سوچ کے بتایئے میں آپ کو کیسی لگتی ہوں؟

ج: سوچے بغیر بتائیں کہ تم سب ہمیں بے حد اپنی لگتی ہو۔

س: اگر آپ کے ہاتھ میں اچانک سے جادو کی

چھڑی آجائے تو؟

ج: سارے ملک کا نظام بدل دوں۔

مہر گل...... اورنگی کراچی

س: آنسو پونچھنے والا دل کے زیادہ نزدیک ہوتا ہے یا آنسو دینے والا؟

ج: بصورت حال پر منحصر ہے۔

س: اسی مہینے میری سالگرہ بھی آرہی ہے جناب! تحفہ تو آپ دیں گی ہی نہیں' ایک اچھی سی دعا ہی دے ڈالیں؟

ج: دعا بھی کسی تحفے سے کم نہیں ہوتی۔ ہمیشہ خوش رہو۔ کامیاب رہو۔

عفت علی' ثمینہ سلطان منی...... سرگودھا

س: باجی! وہ ہماری طرف دیکھتے ہوئے بھینگے کیوں لگتے ہیں؟

ج: وہ تمہیں ٹیڑھی نگاہ سے جو دیکھتے ہیں۔

س: باجی! آپ کے خیال میں زندگی کیا ہے؟

ج: قدرت کا انمول تحفہ۔

عابدہ علی...... جھنگ صدر

س: آپی خوشیاں اتنی جلدی روٹھ کیوں جاتی ہیں؟

ج: اچھی چیز تھوڑی ہوتی ہے۔

س: آپی میری مما جانی باوجود میری ہر کوشش کے اکثر مجھ سے ناراض رہتی ہیں بتائیے کیا کروں؟

ج: ان کا کہنا مانو۔

س: آپی کیا آپ مجھے کسی اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت نہیں کریں گے؟

ج: اللہ آپ کو سلامت رکھے آمین۔

ہما احمد...... لاہور

س: ہائے دیدی کیسی ہیں آپ؟

ج: اچھی ہیں۔

س: کیا آپ کو میرا دیدی کہنا برا لگا؟

ج: نہیں۔

س: پیاری دیدی ہم اندھا دھند مغرب کی تقلید کیوں کر رہے ہیں کیا ہمارا اپنا کوئی مقصد نہیں ہے؟

ج: نہیں۔

س: دیدی آپ کے خیال میں محبت کیا ہے؟

ج: صرف محبت۔

س: دیدی مرد بے وفا ہوتا ہے یا عورت؟

ج: دونوں بے وفا نہیں ہوتے۔

صائمہ شوکت...... ضلع ساہیوال

س: آپی میں تنہائی میں کسے یاد کرتی ہوں؟ اپنی دوستوں کو یا آنچل کو؟

ج: آنچل کو۔

س: آپی پھول سونگھنے کے لیے توڑتے ہیں دل کس لیے توڑتے ہیں؟

ج: دوبارہ جوڑنے کے لیے۔

س: اگر محبت بازار میں فروخت ہو تو انسان کتنی بار خریدے گا؟

ج: محبت دل میں ہوتی ہے بازار میں نہیں۔

فریش ایور...... عیسیٰ خیل

س: آپی رکٹ بھیج رہی ہوں ملتے ہی فوراً اس میں بیٹھ کر عیسیٰ خیل آجانا۔ آپ سے ملنے کو دل کر رہا ہے؟

ج: راستے بند ہیں نہیں آسکتے۔

س: جا رہی ہوں ارے ہمیشہ کے لیے نہیں پھر آؤں گی؟

ج: شکر ہے گئیں۔

کام کی باتیں

حنا احمد

مسواک اور سائنس

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اگر میں اپنی امت کے لیے مشکل نہ جانتا تو انہیں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے کا (وجوبی) حکم دے دیتا۔ (بخاری و مسلم بالترتیب حدیث 887' 252)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ "مسواک منہ کے لیے طہارت کا سبب اور اللہ کی رضا مندی کا ذریعہ ہے۔ (سنن نسائی حدیث ۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے جو نماز مسواک کے بعد پڑھی جائے وہ اس نماز سے جو بلا مسواک کے پڑھی جائے (70) درجہ افضل ہے۔

مندرجہ بالا احادیث کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ مسواک دینِ اسلام کا ایک انتہائی اہم رکن ہے مگر کیوں؟

وجہ سمجھ سے بالاتر ہے؟ منہ کی صفائی پر اتنا زور اس کا کوئی فائدہ بھی تو ہو کہ ہم مسواک پر اپنا قیمتی وقت صرف کریں صلہ کیا ملے گا۔

جدید سائنسی تحقیقات اس کیوں کا بہت تفصیل سے جواب دیتی ہیں۔ گنتے جائیے۔

1: مسواک منہ کو صاف کرتی ہے۔

2: مسواک مسوڑوں کو قوت دیتی ہے۔

3: مسواک بلغم کو قطع کرتی ہے۔

4: منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔

5: مسواک کا متواتر استعمال نگاہ کو تیز کرتا ہے۔

6: مسواک کھانے کو ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے۔

7: حلق کی بیماریوں کے لیے اکسیر ہے۔

8: دانتوں کی سفیدی کو نقصان پہنچائے بغیر ان کی چمک میں اضافہ کرتی ہے۔

9: دانتوں کی پیلاہٹ کو دور کرتی ہے۔

10: منہ کی بدبو زائل کرنے کا سبب ہے۔

11: بیماری میں مسواک کے استعمال سے آدھی بیماری ختم ہو جاتی ہے۔

12: منہ کے چھالوں' زبان کے پکنے (زخم بننے) جیسی بیماریوں کو رفع کرتی ہے۔

13: کھانے کے ذرات جو زبان' دانتوں اور دانتوں کے درمیان خلاء میں پھنس جاتے ہیں اور منہ کی غلیظ بدبو اور حلق کی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔ مسواک ان تمام بیماریوں کے ازالے کا سبب بنتی ہے۔

14: دانتوں کے درد' ٹھنڈا گرم لگنے' مسوڑھوں سے خون کے اخراج کو روکنے کا سبب ہے۔

15: تالو کے امراض سے بچاتی ہے۔ ورم ختم کرتی ہے۔

امام شافعی کے نزدیک ذہانت میں اضافے کا سبب چار چیزیں ہیں ان میں سے ایک مسواک بھی ہے۔

برش کا استعمال:

انڈونیشیا کے ایک رسالے میں یہ رپورٹ شائع کی گئی کہ "منہ دانتوں اور حلق کی امراض سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ٹوتھ برش کو ایک ہفتے کے بعد بدل لیا جائے۔"

لیکن بعض ماہرین صحت کہتے ہیں کہ برش صرف ایک بار استعمال کرنا چاہیے۔ ایک ٹوتھ برش کا ایک کے بعد دوسری بار کا استعمال دانتوں اور مسوڑوں کو

نقصان پہنچتا ہے کیونکہ جراثیم منہ سے برش میں منتقل ہوجاتے ہیں اور برش کے دندانوں (ریشوں) میں ان کی افزائش ہوتی رہتی ہے۔ دوسری مرتبہ کے استعمال سے جراثیم برش سے منہ میں منتقل ہوکر بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

اس کے برعکس مسواک بذات خود اپنے اندر جراثیم کش مواد رکھتی ہے۔ برش دانتوں کی سفیدی اور چمکیلی تہہ کو اتار دیتا ہے جس کی وجہ سے دانتوں میں پیلا پن پیدا ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ برش کے استعمال سے دانتوں میں خلاء پیدا ہوجاتا ہے اور مسوڑے ڈھیلے پڑجاتے ہیں۔

جب کہ مسواک سے ایسا کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ مسواک منہ کی ہر قسم بیماریوں کے لیے اکسیر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تلخ لکڑی مثلاً نیم اور پیلو کی مسواک استعمال کیا کرتے ہیں۔ جدید تحقیق نے نیم کے فوائد کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ مگر یہاں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کردینا ہی کافی ہے، جن کا ہر کام "وحی یوحیٰ" کے تابع تھا۔

مندرجہ بالا فوائد کے علاوہ بھی مسواک مختلف قسم کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کا علاج ہے۔

ہما ایوب شیخ...... عارف والا

کچھ اچھے ٹوٹکے

☆ سردیوں میں اکثر ہونٹ پھٹ جاتے ہیں تازہ کچا دودھ ہونٹوں پر روزانہ لگانے سے آرام آجاتا ہے۔

☆ سردیوں میں پاؤں کی ایڑیاں پھٹ جائیں تو گلیسرین میں دیسی صابن کے ٹکڑے ڈال کر پھٹی ہوئی جلد میں بھر دیں۔ سوتی جرابیں پہن کر سوجائیں۔ اگلے روز پاؤں دھولیں کئی روز رات کو یہ ٹوٹکا دہرائیں پھٹی ہوئی ایڑیاں بالکل ملائم ہوجائیں گی۔

☆ شہد میں ادرک ملا کر چبانے سے گلا ٹھیک ہوجاتا ہے اور بند آواز کھل جاتی ہے۔

☆ ہچکی آرہی ہو تو لونگ کھالیں یا ایک چٹکی نمک کھالیں یا دو سیکنڈ کے لیے سانس روک لیں۔

☆ قہوہ میں لیموں نچوڑ کر پینے سے تھکاوٹ دور ہوجاتی ہے۔

☆ شیشے کے برتنوں میں چمک لانے کے لیے کسی بھی واشنگ پاؤڈر سے دھو کر جب کھنگالیں تو پانی میں دو چمچ سرکہ ملالیں۔ اس طرح برتنوں میں چمک آجائے گی۔

☆ بعض اوقات رات کو دیر تک جاگنے، گرمیوں میں دیر تک سونے یا کسی بھی وجہ سے آنکھوں کے نیچے سوجن سی ہونے لگتی ہے۔ اس کے لیے سر کے نیچے سے تکیہ نکال دیں اور چائے کا قہوہ ہلکا سا ایک پیالی لے لیں اور اس میں برف کی ڈلیاں ڈالیں۔ اس ٹھنڈے قہوہ میں روئی بھگو کر ہلکا سا نچوڑیں اور آنکھوں پر رکھ کر لیٹ جائیں۔

☆ پلکوں کو گھنا کرنے کے لیے رات کو سونے سے قبل کسٹر آئل روئی کی مدد سے لگائیں اور مہینے بھر بعد فرق دیکھیں۔

☆ بسکٹوں کے ڈبے میں اگر شوگر کیوب رکھ دی جائیں تو بسکٹ خستہ رہتے ہیں۔ تمام نمی شوگر کیوب جذب کرلیتی ہیں۔

فضا فہیم عائشہ فہیم...... کراچی

تندرستی صحت

لبابہ احمد

معذور سہی، مجبور نہیں

معذور انسان نہ صرف یہ کہ عام انسانوں کی مانند کام کاج میں مصروف نظر آرہے ہیں بلکہ ایسا بھی ہے کہ کبھی کبھار وہ عام انسانوں سے بڑھ کر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ فرسٹ وومن بینک میں کام کرنے والی چوبیس سالہ یاسمین اختر کا شمار ایسے ہی فرد کے طور پر کیا جاسکتا ہے۔ جو اسسٹنٹ کمپیوٹر آپریٹر کے طور پر اس بینک میں خدمات انجام دے رہی ہے۔ قوت سماعت سے محروم یہ لڑکی اپنے کام کو نہایت مہارت اور خوش اسلوبی سے انجام دیتی ہے۔

D- Base, Lotus, Fox, Pro, Ms-Dos, Word Star, Gw-Basic, Ms Office 95

جیسے کمپیوٹر کورسز پر عبور رکھنے والی اس باہمت اسسٹنٹ کمپیوٹر آپریٹر کے بارے میں بینک کی سینئر افسران کا کہنا ہے کہ "یاسمین کی کارکردگی انتہائی شاندار ہے، وہ اپنے کام میں مکمل مہارت رکھتی ہے اور اپنے فرائض سے پوری طرح آگاہ ہے۔"

یاسمین اختر نے 1999ء میں انجمن بہبود سماعت اطفال سے اسپیشل چلڈرن میٹریکولیشن ایگزامینیشن میں پوزیشن حاصل کی اور گولڈ میڈل کی حق دار ٹھہری۔ یاسمین کو ابتدا ہی سے کمپیوٹر پر کام کرنے کا شوق تھا۔ چنانچہ اپنے اس شوق کی تکمیل کے لیے اس نے نہایت دل جمعی اور متاثر کن رفتار سے کمپیوٹر کورسز مکمل کیے اسے قومی سطح کی باصلاحیت لڑکی کے طور پر منتخب کیا گیا اور سارک میں اسے رواں عشرے کے لیے "لڑکیوں کا کوہ نور ہیرا" قرار دیا گیا۔ قومی اور بین الاقوامی اعزازات سمیٹنے والی باہمت اور ان تھک لڑکی یاسمین اختر کے شوق اور جستجو کی منزل یہیں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ وہ پاکستان ایسوسی ایشن آف دی ڈیف میں سماعت سے محروم لڑکوں اور لڑکیوں کو کمپیوٹر کورسز بھی کرواتی ہے۔ اس طرح یاسمین اختر معذور افراد کے لیے یقیناً مشعل راہ اور ایک مثال ثابت ہورہی ہے۔

معذوری موروثی بھی ہوسکتی ہے

ہر پیدا ہونے والا بچہ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ کوئی بچہ بہت خوب صورت ہوتا ہے تو کوئی ظاہری حسن سے بے نیاز نظر آتا ہے۔ کسی کا رنگ سرخ وسفید ہوتا ہے تو کوئی گندمی یا سیاہی مائل رنگت لیے ہوتا ہے۔ اور یہ سب کارخانہ قدرت کے مظاہرے ہیں۔ ان ہی پیدا ہونے والے بچوں میں سے کچھ بچے خامی اور جسمانی طور پر معذور ہوتے ہیں۔ موروثی معذوری کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ماہر امراضیات وزہرادیات ڈاکٹر شمیم آراء نے کہا کہ فرسٹ کزن میرج کے حوالے سے یہ بات محسوس کی گئی ہے کہ پیدا ہونے والے بچے معذور ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا کوشش کی جانی چاہیے کہ ایسی شادیوں سے ممکنہ حد تک گریز کیا جائے اور اگر ایک بھائی یا بہن نے فرسٹ کزن میرج کی ہے تو دیگر بھائی یا بہن اس کی تقلید نہ کریں۔ حاملہ عورت کے لیے ابتدائی تین ماہ بہت اہم ہوتے ہیں اور اگر اس دوران کسی قسم کا کوئی مسئلہ درپیش ہو یا انفیکشن ہوجائے تو پیدا ہونے والے بچے میں کسی جسمانی معذوری جیسے پولیو وغیرہ کا احتمال بھی ہوسکتا ہے۔ اگر ماں یا باپ دونوں میں سے کوئی بھی معذور نہیں ہے اور پیدا ہونے والا بچہ معذور ہے تو اس کے لیے اس فعل کی گزشتہ چھ یا سات نسل پہلے کا جائزہ لیا جائے

تو حقیقت سامنے آجائے گی کہ ان میں کسی نہ کسی کو کوئی معذوری ضرور لاحق رہی ہوگی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی بتایا کہ مغرب میں عام تاثر ہے کہ پینتیس برس سے زائد عمر میں پہلی بار ماں بننے والی عورت کا بچہ معذور ہوگا۔ Mongol Child کی اصطلاح مغرب سے ہی آئی ہے اور وہاں یہ اندازہ خصوصی بنیادوں پر اعداد و شمار کی مدد سے لگایا جا سکتا ہے۔ Mongol Child کی آنکھیں ترچھی جب کہ دماغ چھوٹا ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں اس بارے میں صحیح اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں۔ اس سوال کے جواب میں کہ اگر بچے معذور ہوں تو والدین کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟ ڈاکٹر صاحبہ نے بتایا۔ "ایسے بچوں کو ان کے لیے قائم کردہ اسکولوں میں تعلیم ضرور دلوانی چاہیے تاکہ وہ بچے دیگر بچوں کو دیکھ کر اپنے اندر موجود احساس کمتری کو دور کرسکیں اور ان میں پوشیدہ صلاحیتیں بہتر طور پر اجاگر ہوسکیں۔ تعلیمی ادارے کا ماحول ان میں جینے اور آگے بڑھنے کی امنگ پیدا کرے گا اور وہ رفتہ رفتہ اسی ماحول میں پرورش پا کر بھرپور زندگی گزارنے پر مائل ہوسکیں گے۔ لوگوں کے رویوں سے متعلق ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر صاحبہ نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ معذور افراد کے ساتھ لوگوں اور معاشرے کا رویہ عام طور پر اچھا اور ہمدردانہ ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں ایک تصور یہ بھی ہے کہ جس گھر میں معذور افراد پرورش پاتے ہیں تو وہاں اللہ کی خاص رحمت ہوتی ہے۔ لہٰذا لوگ یوں بھی ان سے انسانی رویوں میں بہت مہربان ہوتے ہیں۔ اگر چند ایک لوگ ایسے بچوں یا معذور افراد کے ساتھ غلط رویہ یا تحقیر آمیز سلوک کرتے ہیں تو اسے ان کا ذاتی فعل سمجھنا چاہیے اور پورے معاشرے پر منطبق نہیں کرنا چاہیے۔

بچوں میں خوف

بچوں میں خوف کا جذبہ فطری طور پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ معمولی چیزوں سے خوف زدہ ہوجاتے ہیں۔ مثلاً شور اور آوازوں سے، اجنبی لوگوں سے، کسی کھلونے وغیرہ سے اور وہ ماں کی جدائی سے بھی خوف زدہ ہوجاتے ہیں۔

ایک بچہ اپنے پالنے میں سکون سے سویا ہوتا ہے کہ یکایک پریشر ککر کی سیٹی بجنے سے وہ چونک جاتا ہے اور بہت دیر تک روتا رہتا ہے۔ اس کے لیے یہ خوف ناک آواز تھی۔ اس لیے وہ ڈر گیا تھا۔ تیز آوازوں کے شور سے ڈرنا بچے کی فطرت میں شامل ہوتا ہے۔ گھنٹی کی آواز، ٹرین گزرنے کی آواز ڈھول پیٹنے کی بلند آواز سے بھی بچے خوف زدہ ہوجاتے ہیں۔ ایک بچہ سحری کے لیے اٹھانے والے کے ڈھول بجانے کی آواز سے جاگ جاتا اور رونے لگتا ہے۔ اس طرح آوازیں سن کر تھوڑے وقفے کے بعد خوف کم تو ہوجاتا ہے مگر ختم نہیں ہوتا۔ چھوٹے بچے دروازہ بند ہونے یا ایک دم پانی کی آواز سے بھی چونک جاتے ہیں۔ ہمارے اندر خطرات کے سگنل کے ردعمل کا نظام ہے یہ اس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ شروع میں محسوس کیے جانے والے خوف عمر بڑھنے کے ساتھ آہستہ آہستہ کم ہونے لگتے ہیں۔ کیونکہ بچہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ان آوازوں سے اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوتا لیکن جس وقت بچہ ڈرتا ہے تو اسے سکون پہنچانا چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو اس شور کی آواز کو بند کردیں۔